تجلیاتِ صدیقی

سوانح حیات

حضرت مولانا محمد عبدالمالک صدیقی نقشبندی

مؤلفہ — مدرار اللہ نقشبندی

باہتمام حاجی میاں محمد احمد
ہارڈویئر مینوفیکچرنگ کارپوریشن کراچی

ملنے کا پتہ
حکیم غلام رسول مجددی
کریم منزل عقب فردوس کالونی کراچی ۱۸

تجلّیاتِ صدّیقی

جس میں شیخ الامت قطبِ عالم حضرت مولانا مولوی محمد عبد المالک صاحب صدیقی نقشبندیؒ کے سوانح حیات اور مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ صدیقیہ کے مستند حالاتِ زندگی بھی تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔

مؤلفہ

مدرار اللہ مدرار نقشبندی

مدیر اعلیٰ ہفت روزہ "نوائے ملت" مردان

باهتمام

حاجی میاں محمد احمد

مالک ہارڈ ویئر مینو فیکچرنگ کارپوریشن لمیٹڈ

ماری پور روڈ۔ کراچی

ملنے کا پتہ

حکیم غلام رسول کریم منزل فردوس کالونی

کراچی

قیمت مجلد

تجلّیاتِ صدیقؓ

سلسلۂ مطبوعات صدیقیہ ۱

ناشر — حاجی میاں محمد احمد

نگراں — حکیم سید غلام رسول مالکی

مطبع — مشہور آفسٹ پریس کراچی

کتابت — سید تہذیب حسین و سید تصویب حسین

تعداد اشاعت

طبع اوّل

صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق مارچ ۱۹۷۴ء

شیرین تر از حکایتِ ما نیست قصہ
تاریخِ نقشبند سراپا نوشتہ ایم

اظہارِ تشکر

جماعت صدیقیہ جناب حاجی میاں محمد احمد صاحب ناظم الامور کی رہین منت ہے۔ جن کی دینی حمیت اور محبتِ شیخ رح میں ڈوبی ہوئی مخلصانہ دریادلی اور ہمدردانہ ایثار نے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے اور جو اپنے دل میں آئندہ بھی مفادات و معاملاتِ شیخ رح کے تحفظ و انصرام کا والہانہ جذبہ رکھتے ہیں اور جماعت کے فروغ و بقا کے لیے خلوص دل سے کوشاں ہیں۔

موصوف کے دینی کارناموں میں سے ایک کارنامہ "تجلّیاتِ صدیقی" کی طباعت و اشاعت ہے۔ جس کے لیے جماعتِ صدیقیہ ان کی تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

اس ضمن میں حضرت شاہ صاحب حکیم سید غلام رسول مالکی کی وہ مساعیٔ جمیلہ بھی قابلِ تشکر ہیں۔ جو انہوں نے "تجلیاتِ صدیقی" کی کتابت و طباعت کے نگراں کی حیثیت سے انجام دی ہیں۔

اللہ کریم دونوں کو جزائے خیر فی الدارین عطا فرمائے۔ آمین

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

(مؤلف)

فہرست مضامینِ تجلّیاتِ صدّیقی

انتساب

ایک حلقہ بگوش غلام، مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ صدیقیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے دربار میں "تجلیاتِ صدیقی" کا ہدیہ لے کر آیا ہے

آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد
کاش بہ ما ہم نظرے داشتے

نیاز مند مدرار عفی عنہٗ
شوال ۱۳۹۳ھ

وصیّتِ شیخ رح

حضرت شیخ قبلہ صدیقی انار اللہ برہانہٗ نے امسال دورۂ سرحد سے واپسی کے دوران مولانا حکیم احمد بخش صاحب کو تین بار یہ وصیت فرمائی تھی کہ "تجلیاتِ صدیقی" مکمل ہونے کے بعد حاجی محمد سلیمان صاحب کے سپرد کی جائے کہ وہی اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کریں گے۔

حضرت مرشد نے راقم الحروف کو بھی ایک دفعہ اپنے ایک مکتوب گرامی کے ذریعے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ کتاب کو مکمل کریں بعدِ تکمیل اس کو کراچی کے وہی صاحب شائع کریں گے، جو ہمیشہ سے سلاسلِ نقشبندیہ کی اشاعت کا انتظام کرتے چلے آرہے ہیں۔

چنانچہ وصیت شیخ رح کے مطابق جناب حاجی محمد سلیمان صاحب قریشی نقشبندی مالک عرفان پریس ماری پور روڈ کراچی نے "تجلیاتِ صدیقی" کے چھاپنے کی عظیم ذمہ داری نہایت خوشی کے ساتھ قبول فرمائی ہے، جس کے لیے جماعت نقشبندیہ صدیقیہ تہِ دل سے ان کی شکر گذار بھی ہے، اور ان کے حسنِ عافیت کے لیے دُعاگو بھی۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

(مؤلف)

بشارتِ شیخ رح

حضرت قبلہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے "تجلیاتِ صدیقی" کے بارے میں مولانا احمد بخش صاحب کو خواب کی حالت میں ایک عظیم بشارت سنائی ہے جس کی تفصیل مولانا صاحب کے لفظوں میں درج ذیل کی جاتی ہے۔ (مدرار)

شعبان کی اٹھائیس تاریخ تھی۔ رات کو مراقبہ کی حالت میں سویا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مردان میں حاجی عبدالحی صاحب کے بھائی کے مکان میں حضرت قبلہ مرشدی صدیقی رح کی گود مبارک میں آپ (مدرار) مع مولانا عبدالحلیم صاحب بام خیل مردان کے ہیں۔ آپ اپنا تیار کردہ مسودہ یعنی تجلیاتِ صدیقی کلاں کو لفظ بلفظ پڑھ رہے ہیں اور حضرت صاحب خندان، بشاش چہرہ، عمدہ لباس میں ملبوس ہیں اور خوشی خوشی فرماتے ہیں کہ

"خوب لکھا ہے اور اچھی کتاب باقی الصالحات ہے۔"

اور مولانا موصوف کو اور اس فقیر کو خطاب فرماتے ہیں کہ

"یہ عبارت و کتاب تیار کردہ مولانا مدرار اللہ صاحب کی مسلک نقشبندی کا خوب اظہار و بیان کر کے مبتدیان اور منتہی سالکوں کے لیے اکسیر کا کام دے گی۔"

اور حضرت صاحب کے دونوں ہاتھ مبارک یا ایک ہاتھ آپ (مدرار) کے

کندھوں پر رکھا ہوا ہے اور آپ کی نشست دوزانو ہے۔ بندے نے عرض کیا۔
ہاں قبلہ حضرت صاحب! بہت بہتر و عمدہ کتاب ہے۔
حضرت صاحب نے فرمایا۔ اس کا نام تجلیاتِ صدیقی کلاں ہے۔
یا فرمایا: "رکھو" واللہ اعلم بالصواب۔

تقریظ

از حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب لیکچرار فقہ و قانون و ادب عربی

جامعہ اسلامیہ بہاول پور

حامداً و مصلیاً و مسلماً ط اما بعد

برادر مکرم جناب مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار کی کتاب "تجلیات صدیقی" پر میرے قلم سے تقریظ کے بظاہر کوئی معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ علم و معلومات، انشار و تحریر ہر لحاظ سے صاحب کتاب کا مقام مجھ سے بلند ہے تاہم چونکہ اس مقصد کے لیے مامور کیا گیا ہوں، بنا بر آں عرض پرداز ہوں کہ کتاب مذکور نہ یہ کہ اپنے موضوع و مقصد کے تمام پہلوؤں کو بسط و تفصیل اور نہایت دل کش اندازِ بیان سے واضح کر چکی ہے بلکہ درحقیقت یہ کتاب ہر طرح کے علمی موادِ متعلقہ کی ایک قیمتی دستاویز اور زریں شاہکار بھی ہے۔

اور اگرچہ کتاب تو مرشد کامل، عارفِ واصل حضرت پیر محمد عبدالمالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے ان کے دورانِ حیات میں لکھی گئی تھی جب کہ وہ اب انتقال فرما چکے ہیں غفرہ اللہ وایانا وجعل الجنۃ مثواہ ومثوانا لیکن کتاب میں تحقیق و جستجو کے وہ بلند پایہ اور گرانمایہ جواہر پارے قلم بند ہوئے ہیں۔ جن کے زیر نظر مؤلف کتاب قابلِ تبریک و تحسین اور لائق صد آفرین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بلند خدمت کے صلہ میں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

دراصل محتویاتِ کتاب کا محور و مرکز تصوف و سلوک اور دعوت وارشاد ہے جو ملّتِ اسلامیہ کے نیک بخت اور موفق من اللہ بندگانِ خدا کے لئے اپنی زندگی کا روحانی پہلو سنوارنے اور معبودِ حقیقی کی معرفت حاصل کرنے کا نہایت کامیاب اور پاکیزہ طریق ہے۔ مگر افسوس کہ اس سلسلہ میں بھی جاہلانہ اور راہبانہ قسم کے تصوف و تقشف اور خالص اسلامی اور دینی رشد و ہدایت میں خطرناک حد تک اختلاط و اشتباہ کارفرما ہے جس کے تحت حقیقی مرشدین و مصلحین، عارفین و واصلین اور مصنوعی قسم کے پیروں میں نہ یہ کہ امتیاز نہیں رہا ہے (عوام کی نظروں میں) بلکہ اس قصد السبیل کے سالکین کی بہ نسبت وہی لوگ زیادہ تر مقبول عوام اور مرجعِ خلائق و انام ہیں۔ جو صرف تصنع و تکلف، نمود و ریا، اور دورِ حاضر کی اشتہار بازی وغیرہ ذرائع ووسائل سے اپنے اس پیشہ کو فروغ دیتے ہیں اور اپنی ناگفتہ بہ حرکات کو معیارِ ارشاد و معرفت قرار دیتے ہیں۔ جن کی بابت ابو العلاء المعرّی اس کہنے میں حق بجانب ہے۔ جو کہتا ہے۔ ؎

اریٰ جیل التصوف شَرَّ جیل — فقل لھم واھون بالحلول
اَقال اللہ حین عشقتموہٗ — کلوا اکل البھائم وارقصوا لی

(ابو العلاء، و ما الیہ ص ۱۲)

اللہ بھلا کرے شیخ منہاج الدین طراری کا جنھوں نے متصوفانہ طرزِ لباس پر طنز فرما کر اپنے آستانہ خانقاہ پر لکھوالیا تھا۔ ؎

لیس التصوف بالغوط — من قال ذالک فقد غلط
ان التصوف یافتیٰ — صفو الفؤادِ عن الشطط

(شریشی شرح مقامات حریری)

بہر حال یہ تصوف کا منفی پہلو تھا۔ جس کا رونا ضمناً رویا گیا۔ بحمد اللہ مثبت و نافع اور حقیقی و جامع تصوف میں بھی بے شمار بندگان خدا اور رجالِ کار مشغول و مصروف ہیں۔ جن میں سے جناب مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار

بھی ہیں جنھوں نے ایک عظیم المرتبت نیک بندۂ خدا اور صالح و مصلح راہ نما حضرت عبدالمالک صاحب صدیقی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے سوانحِ حیات پر کتاب "تجلیاتِ صدیقی" لکھ کر ایک علمی دینی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ جس پر میں اپنی طرف سے ذیل کا دعائیہ پیش کر کے تحریر ختم کرتا ہوں۔ ؎

جزی اللہ مولانا الجلیل المعظما　　جزی اللہ مدراراً نبیلاً مکرّما
اَتیٰ بالکتابِ الحلو متنا و مقصداً　　بہٖ نال اجراً من آلہٖ متمّما

پیغام

محترمی و مشفقی، السّلام علیکم
مزاج گرامی!
آپ کا شفقت نامہ ملا۔ شکریہ

حضرت علامہ مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی مدظلہٗ العالی کے دینی، تبلیغی اور روحانی کارناموں پر "تجلیاتِ صدیقی" کے نام سے آپ نے جیسی اہم کتاب کے رقم کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کے لئے آپ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ عدیم الفرصتی کے اس دور میں ایسے دقیق و نازک موضوعات پر تحقیق در سیرت کرنا اور پھر انہیں تدوین و ترتیب کے مراحل سے ہمکنار کرنا بذاتِ خود ایک صبر آزما کام ہے۔ آپ نے خود کو اس بحرِ بے کنار میں غوطہ زن فرما کر گویا اس سفر کا پہلا مرحلہ طے کر لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب باقی مراحل آپ کے مرشد موصوف کے ساتھ یگانہ عقیدت و خلوص کے سبب اور ممدوح کے فیوض و برکات کے طفیل باحسن وجوہ از خود طے ہوتے رہیں گے۔

حضرت صدیقی صاحب جیسی ہستیاں یقیناً قابلِ تعظیم و تکریم ہیں، جو ختمی مرتبت حضرت محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار و مجذوب ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات و تجلیات سے نہ صرف اس عہد کی مادی تاریکیوں کو اجالے بخشتے ہیں بلکہ اپنی اور اپنے متوسلین کی آخرت کو بھی منور کرتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو بہ فیضِ نورِ رسالت و ولایت صداقت

صداقت کے امین اور احکام خداوندی کے آئین ہیں۔

میری تمام تر دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی ارزانی فرمائے۔

والسّلام

سید اقتدار علی مظہر

ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات صوبہ سرحد

پشاور ۱۷-۲-۱۹۷۱

حمدِ الٰہی

حمد می گویم برائے ذوالجلال
آنکہ ذاتش می نگنجد در خیال

برتر است از وہم و قال و قیلِ ما
بے نیاز از حمد و از تبجیلِ ما

فرد و یکتا لاشریک و واحد است
بے مثال و بے ولد بے والد است

ہیچ کس در ملکِ او انباز نیست
ذاتِ او را ہمسر و دمساز نیست

جامعِ حُسنِ صفات و ہر کمال
پاک از ہر عیب و نقصان و زوال

اوست ربُّ العلمین روزی رساں
فیضیاب از خوانِ او جملہ جہاں

ہست آں بینا کہ از نظرش نہاں
ہیچ چیزے نیست در کون و مکاں

ہست او سرچشمۂ لطف و کرم
لطفِ او آورد ما را از عدم

می پسند عجز و زاری و نیاز
می نہ بخشد بندگانِ کبر و ناز

قلبِ مضطر را بوقتِ درد و غم
می دہد آرام و تسکین از کرم

گر کند یک جلوہ در نارِ جحیم
گردد آں گلزار و بستانِ نعیم

ہفت گردوں شمۂ از شانِ اوست
جملہ عالم تابعِ فرمانِ اوست

سرکشاں پامالِ تیغِ قہرِ او
گشتہ محروم از نگاہِ مہرِ او

قدرتِ او لایزال و بیکراں
حکمتش کردہ بپا نظمِ جہاں

می گمارد ظالمے بر ظالمے
تا شود قائم نظامِ عالمے

اے خداوندا خدائے ذوالجلال
می کنم در بارگاہت این سوال

قلبِ من از حبِ خود معمور کن
جانم از عشقِ نبی مخمور کن

عشق سرور از تو خواہم بے حساب　　　ہم تجلّیِ جمالِ آن جنابؐ
در بہائے عشقِ شاہِ دوسرا　　　در نگیرم دولتِ ارض و سما
کُن نصیبم حبِّ آلِ مصطفیٰ　　　کن مرا یا رب نثارِ مجتبیٰ
اے خدا خواہم ز تو صبح و مسا　　　اِتّباعِ سنّت خیر الوریٰ
توئی عافی می پسندی عفو را　　　یا الٰہی عفو کن عصیانِ ما
درگذر فرما ز جورِ و جرمِ من　　　رحم فرما اے خدائے ذوالمنن
اے خداوندا ببخش ایں شرمسار　　　توئی رحمان و رحیم آمرزگار
در دو عالم آبرویم کن نصیب　　　اے خدائے مہرباں ربِّ مجیب
اے خداوندا بحق مصطفیٰ　　　فضل و احسان کن بحالِ من گدا
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ کُلَّ حِیْن　　　اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَلِیْ نِعْمَ الْمُعِیْن

بندہ ات مدرآر خواہد از نیاز
کارِ من ہر دم بساز اے کارساز

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ط وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط وَعَلٰی اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط اما بعد

ارباب فکر و نظر سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اس دور ابتلا میں ہمارے معاشرے اور اسلامی تہذیب و ثقافت پر مغرب کی فحش اور حیا سوز تہذیب کے جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس کی وجہ سے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی ایسی اخلاقی برائی نہیں جو ہماری تہذیب اور معاشرت کو تباہ نہ کر رہی ہو ان ناگفتہ بہ حالات میں اب اس کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لائیں۔ اس سلسلے میں حکومت اور دیندار عوام دونوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس مبارک مقصد کے لئے اپنے اپنے دائرۂ کار کے اندر ایسی تدبیریں اور ایسے اقدامات کریں کہ یہ تباہ کن اخلاقی خرابیاں دور ہو کر صحیح اسلامی معاشرہ روبعمل آئے۔ اس ذیل میں یہ امر بھی پیش نظر رہنا اشد ضروری ہے کہ ہم اولیائے امت اور بزرگانِ دین کی تعلیمات، ارشادات اور اسلامی اخلاق و اطوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان حضرات کی پاکیزہ تعلیم و تربیت اور اعمالِ حسنہ سے بھی زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں تاکہ ان مقدس ہستیوں نے رشد و ہدایت کے جو فانوس روشن فرمائے ہیں ان کی روشنی کو نہ صرف اپنے ملک بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا دیں اور خود اپنے قلب

وروح کو اس روشنی سے اس طرح منور کریں کہ دوسروں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہونے لگیں۔ ؎

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند　　کس بہ میدان درنمی آید سواراں راچہ شد

اولیائے عظام اور صوفیائے کرام نے ہر زمانے اور ہر نازک دور میں اسلامی معاشرے کی اصلاح، مسلمانوں کی اخلاقی وروحانی تربیت نیز اسلام کی تبلیغ واشاعت کے فرائض ایسی خوبی کے ساتھ انجام دئیے۔کہ غیر مسلم قومیں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور وہ بصد ذوق وشوق اور جوق درجوق دائرہ اسلام میں داخل ہوکر اسلام کی خیر وبرکت سے مستفیض ہوئیں۔

ان مفتخر حضرات کی زندگی کا مقصد ہی بنی نوع انسان کی اخلاقی تربیت، تزکیہ نفس، روحانی امراض کے علاج اور روحانی ترقیات کے حصول میں اعانت رہا ہے۔انہیں کی اصلاحی جدوجہد اور تبلیغ وہدایت کی سرگرمیاں سے اہل اسلام کو بے بہا فوائد حاصل ہوئے ہیں۔تاریخ اس امر کی گواہِ عادل ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی روشنی انہی نفوس قدسیہ کی مساعی جمیلہ سے پھیلی ہے۔ ؎

ہر گلِ نو کہ شد چمن آرا　　اثرِ رنگ و بوئے صحبت اوست

ہمارے انہیں اکابر دین کی وہ مقدس اور مثالی ہستیاں ہیں جن کے خاکِ پا کو اہلِ حاجت اور طالبانِ ہدایت نے سرمۂ بصیرت بنا کر اپنے قلب وذہن اور چشم ونظر کو مصفیٰ اور مجلّیٰ بنایا ہے یہ حضرات اپنے کریمانہ اخلاق، شفقت ومحبت اور پاکیزہ تعلیم وتربیت کے ذریعے بھولے بھٹکے اور گم گشتۂ راہ لوگوں کی صحیح دینی، اخلاقی اور روحانی رہنمائی کرکے انہیں منزل مراد پر پہنچاتے رہے ہیں ؎

آنچہ زر میشود از پرتوِ آن قلبِ سیاہ　　کیمیائیست کہ در صحبت درویشان است

حکیم الامت علامہ اقبال کی نظر میں ان اصحابِ صدق وصفا کا جو مقام ہے وہ ان کے مندرجۂ ذیل اشعار سے مترشح ہے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اور

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

ہمارے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی حیات مبارکہ کے سوانح اور اقوال و اعمال صالحہ کے ذکر سے بھی ہمیں وہی انوار اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جو ان حضرات کی صحبتوں کا خلاصہ رہے ہیں۔ اس لیے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ میں اپنے شیخ طریقت، قطب ربانی، عارف حقانی، امام العلماء والاتقیاء، پیکر صدق و صفا، مبلغ اسلام، جامع الشریعت والطریقت شیخ الکامل حضرت مولانا مولوی محمد عبد المالک صاحب صدیقی نقشبندی مجددی زینت افزائے احمد پور شرقیہ بہاول پور دامت برکاتہم العالیہ کے حالاتِ حیات مبارکہ کو ضبط تحریر میں لاؤں۔ تاکہ آپ کے مقامِ معرفت۔ ملکات و کمالات روحانی اور مبلغانہ و مصلحانہ مساعی حسنہ کا مطالعہ کیا جائے اور آپ کے فیوض و برکات سے استفادہ کرتے ہوئے راہ گم کردہ زندگیاں بھی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل کر مسلم معاشرے کو ایک مثالی اسلامی معاشرے میں تبدیل کرنے کا سبب ثابت ہوں۔

حضرت قبلہ صدیقی کی ذات والاصفات اپنے اوصاف و کمالات میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کے ایک عظیم روحانی پیشوا تھے آپ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ کے مشائخ میں ایک ممتاز مقام پر فائز تھے اور یہ وہ روشن حقیقت ہے، جس پر برصغیر کے بلند پایہ علمائے دین کا اجماع ہو چکا ہے۔ صوبہ سرحد و قبائل کے بیشتر علمائے دین آپ کے حلقہ بیعت و ارادت میں شامل ہو چکے ہیں۔ جن میں بہ تعدادِ کثیر حضرت قبلہ کے خلفاء و ماذون بھی ہیں۔ ہندوستان کے بیشتر مشہور و معتمد علمائے کرام پہلے ہی زمرۂ خدام و متوسلین میں شامل ہونے کا

شرف حاصل کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں مفتیٔ ہند مولانا کفایت اللہ دہلوی مرحوم اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح مشاہیر علمائے اسلام بھی حضرت موصوف کے شیخ الکامل ہونے پر متفق اور حضرت کے روحانی کمالات کے معترف رہے ہیں۔ حضرت مدنی اپنے تلامزہ اور معتقدین کو حضرت قبلہ سے شرف بیعت حاصل کرنے کی ہدایات فرماتے رہے ہیں۔ ان کے مکتوبات کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے، جس کے بعض مکتوبات کے مندرجات سے میرے قول کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ ؎

چوں غلامِ آفتابم ز آفتاب گویم　　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

حضرت مرشد کی پاکبازانہ اور متقیانہ زندگی، اتباعِ سنت، اخلاقِ نبوت، سیرتِ صحابہؓ اور اسوۂ مشائخ اسلام کا سرچشمہ ہے آپ کی ذاتِ بابرکات میں اصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ اخلاق اور روحانی و ایمانی تربیت کی اعلیٰ قوت و صلاحیت ملتی ہے آپ اپنے متوسلین کے روحانی امراض کو دور فرما کر ان کے ظاہر و باطن کی ایسی تطہیر و تعمیر فرماتے تھے کہ آپ کا ارادت مند خود بھی حسن اخلاق اور شریعتِ مطہرہ کا ایک نمونہ بن جاتا تھا۔ عقائدِ ناقصہ، خیالاتِ فاسدہ اور رسوم باطلہ کو بیخ و بُن سے نکال دینا آپ کے چشم و ابرو کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ حضرت مرشد قرآن و سنت پر عمل پیرا کراتے ہوئے لوگوں کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو اپنا شعار بنانے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کو اصلاح و تبلیغ، امر بالمعروف نہی عن المنکر کے اجراء اور عوام الناس کو ذکر و فکر و یادِ الٰہی کی طرف بلانے میں اس قدر انہماک تھا۔ کہ اس مقصد کے لیے اکثر و بیشتر تبلیغی دوروں اور سفر پر ہوا کرتے تھے۔ ؎

بجز ذکرِ خدا کارے نہ بودش　　　ہمیشہ در عبادت بود شاغل
ز ذاتش فیضِ دائم ہست جاری　　　مرادِ دو جہاں بخشد بہ سائل

لسان الامت اکبر الہ آبادی مرحوم کا قطعہ بھی حضرت مرشد کے کوائف

پر پوری طرح منطبق ہوتا تھا۔ ؎

تسبیح و دعا میں جس نے لذت پائی ۔۔۔ اور ذکر خدا سے دل نے راحت پائی
کوئی نہیں خوش نصیب اس سے بڑھکر ۔۔۔ بس دونوں جہاں کی اس نے دولت پائی

حضرت مرشد کی زبان ترجمانِ قرآن و حدیث تھی۔ آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ کلام الٰہی اور حدیث رسولؐ کی ہی بات ہوتی تھی۔ آپ قولاً و فعلاً اسلام کے عظیم مبلغ تھے۔ اس لیے آپ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل پیرا ہونا بعینہٖ کتاب و سنت کی پیروی کرنا ہے۔ آپ کے ارشادات کی تعمیل سالک راہِ طریقت کو منزل مقصود تک پہنچا کر رضائے الٰہی اور خوشنودی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرفراز کرتی ہے۔ ؎

صرف از زبانِ دوست شنیدن سعادت است
یا از زبانِ آنکہ شنید از زبانِ دوست

حضرت کے روحانی کمالات اور فیض تربیت سے بے شمار بندگانِ خدا فسق و فجور کی زندگی ترک کر کے صالح اور پاک زندگی سے بہرہ ور ہو کر تتبع سنت اور حق آگاہ ہو چکے ہیں۔ حضرت کی ذات بابرکات گمراہی اور فسق و معاصی کی تاریکیوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیئے چراغِ راہِ ہدایت و سعادت ثابت ہو چکی ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت کی روشن کی ہوئی شمع ہدایت اور مشعلِ حق سے استفادہ کریں۔ اور حضرت کی پیروی کو اپنا شعار بنا کر صحیح اسلامی زندگی کا نمونہ بن کر دونوں جہان کی نور و فلاح حاصل کریں۔ ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار ۔۔۔ بگذارند و سرِ دامنِ مرشد گیرند

میں حضرت کی ذاتِ گرامی کو منبع فیضانِ الٰہی اور مطلعِ انوار و تجلیات سمجھتا ہوں اس لئے میں نے کتاب کا نام بھی "تجلیاتِ صدیقی" تجویز کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ حضرت کے متوسلین کے علاوہ عام قارئین کرام بھی اس کتاب

کے مطالعے کے ذریعے حضرت کے فیوض و برکات، روحانی کمالات اور باطنی انوار و تجلیات سے کما حقہٗ استفادہ کریں گے۔ میری تمنا ہے کہ اس فیضِ عام سے کوئی بھی محروم نہ رہے۔ اس مردِ خدا کے آستانے پر جو بھی آیا، وہ بامراد ہو کر ہی رہا
علامہ اقبال کیا خوب فرما گئے ہیں۔ ؎

دربارِ شہنشہی سے خوشتر مردانِ خدا کا آستانہ

میں نے کتاب کو سولہ ابواب پر تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے

کتاب کا مقصودِ اصلی حضرت، مرشد کے سوانح حیات اور حضرت کی مقدس

زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے، متذکرہ ابواب میں سے ہر باب کسی نہ کسی عنوان سے حضرت کی مبارک زندگی سے متعلق ہے۔ ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم   از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

حضرت کے کوائف زندگی سے پہلے حضرت کے پیر و مرشد قطب الارشاد قدوۃ المشائخ حضرت مولانا مولوی محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی قدس سرہٗ کے حالات زندگی قلم بند کئے گئے ہیں جس کا ایما حضرت ممدوح ہی کی طرف سے ملا تھا۔ درحقیقت حالات و واقعات تو خود حضرت ہی نے رقم فرما دیئے تھے بندۂ ناچیز صرف ترتیب کا مرہونِ منّت ہے۔ البتہ حضرت دادا پیر کے ملفوظات عالیہ سے متعلق باب کو بندہ نے اپنی طرف سے مستند حوالوں سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے۔ پندرھویں باب میں حضرت مرشد کے شجرہ طیبہ کے مطابق تمام مشائخ سلسلہ نقشبندیہ صدیقیہ کے حالات کا مختصر تذکرہ بغرض تبرک و مزید افادہ کے معرض تحریر میں لایا گیا ہے۔ جن کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے شروع ہو کر حضرت مرشد صدیقی پر اختتام پذیر ہوا ہے۔ ؎

گردِ مستان گرد اگر مے کم رسد بوئے رسد

گرچہ بوئے ہم نباشد رؤیتِ ایشاں بس است

"تجلیات صدیقی" میں بندہ نے حضرت موصوف کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے متعلق مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کا پورا احساس ہے اور یہ اعتراف بھی کہ حضرت کی عظمت و شہرت میرے تعارفی الفاظ اور نگارشات سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ حضرت نے اس بندۂ ناچیز کو نہ صرف اپنے الطاف و عنایاتِ بے پایاں سے کتاب ہذا لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی بلکہ اپنے حالات پر مشتمل نہایت اہم اور ضروری مواد بھی مرحمت فرمایا تھا جس کو بندہ نے ترتیب دینے کا شرف حاصل کیا۔ خود اس بندۂ ناچیز نے بھی والہانہ تلاش اور دلی جستجو کے ساتھ انتہائی مفید معلومات اور معتمد حالات

کا دل نشین ذخیرہ بہم پہنچایا۔ کتاب کے مضامین کے لیے جس جامعیت کی ضرورت تھی، اس کو حتی المقدور مدِنظر رکھا۔ یہ صرف رب العزت کی توفیق و عنایت اور حضرت کی کریمانہ توجہات کا طفیل ہے کہ کتاب کو دورِ حاضرہ کے تصنیفی و تالیفی تقاضوں سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً ط

کتاب ہذا میں اگر قارئین کرام کو کوئی کمی یا خامی نظر آئے۔ تو براہ کرم بندہ کو آگاہ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جاسکے۔ انشاء اللہ العزیز

امید ہے کہ برادرانِ اسلام اور حضرت کے متوسلین "تجلیات صدیقی" کے مکالمے سے حضرت کے روحانی انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے استفادہ کرکے دین و دنیا کی فوز و فلاح حاصل کریں گے وما ذالک علی اللہ بعزیز ط ۵

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں   گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

آخر میں بارگاہِ رب العزت میں تضرع و زاری اور عاجزی و انکساری کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ

اے ارحم الراحمین! "تجلیات صدیقی" کو اس حقیر فقیر بندۂ پر تقصیر کے لئے توشۂ آخرت بنا۔ فسق و معاصی سے درگذر فرما مجھے میرے پیر و مرشد کی محبت و معیت دونوں جہاں میں نصیب فرما اور بہ طفیل حضرتِ ممدوح اپنی مرضاتِ عالیہ اور حضور نبی اکرم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور شفاعت سے سرفراز فرما اور "تجلیات صدیقی" کو اپنے فضل و کرمِ بے پایاں سے نافعِ خلائق بنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط

المرقوم ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

الراقم بندہ مدرار اللہ مدرار نقشبندی عفی عنہٗ مردان

باب اوّل

معتقدین کے خطوط و پیغامات

حضرتِ مرشد کے معتقدین سے ایک خصوصی مکتوب کے ذریعے حیاتِ مرشد کے کوائف و حالات طلب کئے گئے تھے۔ میں ان تمام کرمفرماؤں کا تہِ دل سے ممنون اور شکرگذار ہوں جنھوں نے میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے گراں قدر خطوط و پیغامات سے مجھے نوازا۔ جن میں حضرت کی زندگی کے مختلف گوشوں اور اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ پیغامات حضرت سے متعلق متنوعِ معلومات مفید تاثرات، اہم نکات، عبرت آموز اور ایمان افروز حالات و واقعات کا ایک گنج شائیگاں ہے اور گلہائے رنگارنگ کا ایک عجیب گلدستۂ معانی ہے جس کا ہر پھول ع

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست"

کا مصداق ہے۔ ہم تشکر و امتنان کے ساتھ یہ گلدستہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ (مدیر)

(۱)

محترم الافاضل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ نے شیخ العربِ والعجم حضرت مرشد صدیقی کے بارے میں مجھ سے میرے تاثرات اور معلومات طلب فرمائی ہیں۔ جواباً میں اپنی اس ابتدائی ملاقات

کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو تقسیم پاک و ہند سے پہلے ایک طالب علم کی حیثیت سے دہلی میں حضرت سے ہوئی تھی میں ایک دفعہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد دہلی شاہجہانی میں گیا ہوا تھا لوگوں نے سنّتیں پڑھی تھیں اور ابھی خطبہ شروع نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں حاضرین اُٹھ کر جلدی جلدی جامع مسجد کے جنوبی دروازے کی طرف جانے لگے۔ میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ کیا ہوا کہ لوگ صفوں سے اُٹھ کر دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے میرے جواب میں کہا کہ حضرت آرہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازے پر بڑا ہجوم ہے اور دروازے کی سیڑھیوں پر بازار کی طرف سے ایک عظیم جلوس آرہا ہے اور حضرت تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے جب حضرت نے مسجد میں قدم رکھا تو نمازی استقبال کے لیے آگے بڑھے اور مصافحے کا تبرک حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے۔ اس موقعہ پر حضرت لوگوں سے فرما رہے تھے کہ اپنے سروں کو نہ جھکاؤ۔ صرف مصافحہ کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانا ناجائز ہے۔ حضرت کے اس ارشاد سے میں بہت متاثر ہوا کہ آپ اسلامی تعلیمات واحکام کی اتباع کا کس قدر خیال فرما رہے ہیں۔ الغرض نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کے بعد جب ہم حضرت کے پاس پہنچے تو ان کی صحبت میں دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم فتحپوری دہلی کے اکابر علماء، اور دور دراز مقامات سے آئے ہوئے بہت سے علمائے دین اور فرزندان اسلام موجود تھے۔ ہم نے برکت حاصل کرنے کے لیئے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور اس مبارک محفل میں شریک ہوئے۔ یہ محفل عصر تک قائم رہی۔ نماز عصر سے پہلے جب حضرت جامع مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تو علمائے عظام اور فدایانِ اسلام بھی ہمرکاب ہوگئے۔ حضرت راستے پر ملنے والوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور لوگوں سے مصافحہ کرنے کی وجہ سے رک رک کر جا رہے تھے۔

اس تقریب سعید سے واپسی پر میں نے مدرسہ امینیہ دہلی کے مدرس

مولانا عبدالغفور سواتی (آپ ۱۹۶۶ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے بحیثیت مدرس منسلک ہوگئے تھے) سے اور دوسرے ممتاز علمائے دین مفتی ہند مولانا کفایت اللہ صاحب صدر مدرسہ امینیہ۔ مولانا ضیاء الحق صاحب[۱] نائب مدرس مدرسہ مذکورہ اور مولانا محمد حسین صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت کے بارے میں آپ کیا خیال رکھتے ہیں؟ توسب نے بالاتفاق ارشاد فرمایا کہ شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا عبدالمالک صاحب علماء وصلحاء کے صحیح رہبر و مرشد ہیں۔ کیونکہ وہ شریعت و طریقت کے جامع اور صحیح معنوں میں متبع سنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور بعد میں مجھے حضرت سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا ؎

آرزوئے کہ مراہست بہ پابوسِ شریف
خامہ را طاقتِ آں نیست کہ تحریر کند

فقط والسّلام

مخلص حکیم شمس الدین

فاضل مدرسہ امینیہ فتح پوری دہلی حال دہلی دواخانہ

بکھٹ گنج مرداں

---

(۲)

مولانائے محترم۔ السّلام علیکم

حضرت قبلہ کی شانِ اقدس کے متعلق کچھ لکھتے ہوئے مجھے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر بار بار یاد آیا۔ وھو ھٰذا ؎

---

[۱] مولانا ضیاء الحق صاحب اور مولانا عبدالغفور سواتی کو حضرت سے انتساب حاصل ہے

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

لیکن پوری بے بضاعتی کے باوجود میں حضرت کی سیرت کو قوم کا سرمایہ اور امانت سمجھتے ہوئے اس کے بارے میں کچھ معروضات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے سفر و حضر میں حضرت کے ہمرکاب رہنے کا اکثر و بیشتر موقعہ حاصل رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی مجھ پر آئینے کی طرح منکشف ہے۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے بحرِ زخار ہیں اور تقویٰ و طہارت کے شہسوار، اسوۂ حسنہ نبویہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کامل نمونہ اور زندہ مثال ہیں۔ آپ کے فیضِ ظاہری و باطنی کے نور سے نہ صرف پاک و ہند بلکہ کابل، ایران، کشمیر اور دیگر ممالک بھی روشن ہو چکے ہیں اور سرحد کے علمائے کرام کو تو حضرت کے گنجہائے فیض سے وافر حصہ ملا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصلاح و تربیت اور تبلیغ و ارشاد کی ایسی مثال دورِ حاضر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کی سادی پسندی اور اتباعِ سنّت کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ بندہ نے حضرت کی دعوت کی۔ تو پنجاب کے رواج کے مطابق حضرت کے بیٹھنے کے لیے چارپائی بچھائی۔ تو آپ نے چارپائی پر بیٹھ کر کھانے سے انکار فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ فعل سنّتِ نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں صاحب دعوت نے جو پکایا ہو، اگرچہ وہ کتنا ہی سادہ طریقے سے پکا ہو یا کتنا ہی گھٹیا قسم کا ہو۔ کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ شوق سے جو کچھ ماحضر ہو۔ تناول فرماتے تھے۔

ایک دفعہ جلالپور جٹاں کے قیام میں جلالپور میں ایک مشہور بزرگ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہم نے حضرت سے التجا کی۔ کہ ان کی ملاقات کے لئے اگر آپ پسند فرمائیں تو چلیں۔ فرمایا۔ کہ پہلے جا کر تحقیق کرو۔ کہ وہ عورتوں سے پردہ کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر عورتوں سے پردہ نہیں کرتے۔ تو میں ان کو پیر نہیں سمجھتا۔ اور

میرے جانے سے ان کی بیری میں اور اضافہ ہوگا۔ لہٰذا میں تحقیق سے قبل ملاقات کے لیے نہیں جاؤں گا۔ تو حسب ارشاد ہم دو آدمی گئے۔ جاکر تحقیق کی تو وہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے تھے واپس آکر عرضِ حال کیا تو فرمایا۔ یاد رکھو کہ موجودہ دورِ فتن میں جو پیر عورتوں سے پردہ نہیں کرتے اور عورتوں میں بیٹھ کر بالمشافہ گفتگو کرتے ہیں اور تعویذ وغیرہ لکھتے ہیں۔ ان کی مجلس میں مت جاؤ اور ان کو پیر مت سمجھو گویا کہ حضرت صوفیائے کرام کے مشہور مقولہ "نظر بر قدم" کی زندہ مثال تھے۔ حضرت کی وصف بیانی سے قاصر ہو کر یہ شعر اپنے حسب حال پاتا ہوں ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا ایں جاست

والسّلام

حافظ احمد الدین جلال پور جٹان
ضلع گجرات

---

(۳)

(بزبان فارسی) محترم المقام واجب الاحترام۔ السّلام علیکم
عرض حال خدمت عالی آنکہ مکتوب فرحت اسلوب جنابِ والا رسید از مضمونِ مندرجہ اش بسیار خورسندی و خرمی حاصل گردید۔ چونکہ یاددہانی این کمترین بود، بسیار دعاگوئی نمودم کہ بمعۂ ارتفاعِ شانِ نظر بدین کمترین داشتید۔ شکریہ!
عالی جاہا۔ از کراماتِ جناب اقدس حضرت صاحب عاجز از بیان ہستم لہٰذا اکتفا بدو نمودم۔ یکے آنکہ از برائے مہلک امراض خطوطِ جناب والا

برائے مریضان بطرزِ ساخت میدادم وبفضلہٖ تعالیٰ صحتیاب میگر دیدند دوم آنکہ یک دفعہ بمعیت جناب والا بہ مزارِ اقدس حضرت محمد معراج الدّین صاحب وحضرت محمد عثمان دامانی صاحب وحضرت دوست محمد قندھاری صاحب بہ موسیٰ زئی شریف واقع ڈیرہ اسمٰعیل خاں رفتہ بودم ۔ چونکہ مراقبہ شدیم درحالتیکہ استغراق شروع می شد ، ہمہ اہل درنظرم آمد کہ بطرفِ آسمان بالا شدیم وتا بہ نیمۂ آسمان بیدار بودم وبعدازاں مستغرق شدہ بے جان شدم ۔ چونکہ از مراقبہ فارغ شدیم ۔ ہمراہان ہمہ از کیفیت ولذّتِ مراقبہ چناں گفتند کہ ایں چنیں لذّت درمراقبہ ہرگز ندیدہ بودیم

برادرِ عزیز! چونکہ ذخیرۂ خطوط آں والا را بہ مریضان از دست دادہ این چندکہ باقی بود بخدمت ارسال نمودم ۔

والسّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

مولوی نصیرالدین مقام

امباڈھیر ضلع پشاور

نوٹ :۔ (واضح رہے کہ حضرت مولانا موصوف ایک معمّر اور ممتاز عالمِ دین ہیں اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت مرشد کی دعاؤں کے طفیل ان کا ذکر قلبی جاری ہو چکا ہے ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك)

---

(۴)

محترمی! اسلام مسنون!

میں حضرت مرشد سے اپنے نیازمندانہ اور ارادت مندانہ تعلق کو اپنے لیئے سعادتِ دارین سمجھتا ہوں ۔ میرے بھائی حاجی عبدالاحد صاحب بھی حضرت کے معتقدین میں سے ہیں اور ہمارا تمام خاندان حضرت سے اپنی نسبت پر افتخار

کناں ہے ۔حضرت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے آفتاب و ماہتاب ہیں اور میں بچشم بصیرت دیکھ رہا ہوں کہ ان کے انوار و تجلیات سے ارضِ پاک کا چپہ چپہ روشن و منور ہے ۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے حضرت کے فیض عام سے فائدہ اٹھایا - والسّلام مع الاحترام

اخلاص مند

حاجی عبدالحی

کلاتھ مرچنٹ شاہین مارکیٹ مردان

---

(۵)

محترم بھائی صاحب - السّلام علیکم

جواباً عرض ہے کہ جب میں نے پہلی دفعہ حضرت مدظلہ العالی کے حکم عالی کے مطابق خانیوال حاضر ہو کر شرفِ قدم بوسی حاصل کیا ۔اس موقعہ پر بندہ نے حضرت کی خدمت میں دو خواب بیان کئے ۔ ایک یہ کہ رجب کے مہینے میں بشب جمعۃ المبارک صبح صادق سے ایک گھنٹہ پندرہ منٹ پہلے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا درآنحالیکہ حضور سے معانقہ کا شرف حاصل ہوا ۔اس حالت میں مَیں فرطِ مسرت سے زار و قطار رو رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مردہ ہیں ۔مگر شکر الحمدللہ کہ آپ تو زندہ ہیں ۔اس حالت میں حضور علیہ السّلام مجھے کچھ فرما رہے ہیں لیکن میں زیادہ رونے کی وجہ سے نہیں سنتا ۔صرف خیر کا لفظ یاد ہے ۔ اسی حالت میں بیدار ہوا حضرت صاحب نے فرمایا ۔کہ حیات النبیؐ ثابت ہے اور مزید فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السّلام کے روضہ اقدس پر سلام عرض کیا تو حضور علیہ السّلام نے میرے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ وعلیکم السّلام مع الصدق والامان والغفران حضرت نے اس کا اظہار مجھ سے پہلے کسی سے نہیں کیا تھا اور مجھ نالائق ہی کو یہ

اعزاز عطا فرمایا۔

دوسرا خواب یہ تھا کہ ایک بڑی کڑاہی ہے جس میں لوگ گرُ ھ پکا رہے ہیں مگر گڑھ کے کنارے جوڑے نہیں ہوتے اور اس گڑھ کے کنارے جوڑے تھے میں نے دیکھا کہ اس کڑاہی میں گوشت پک رہا ہے جو خوب گلا ہوا ہے۔ اس گوشت میں دل بھی ہے۔ جو زندہ ہے۔ میں نے ایک بڑے چمچے سے اس کو کڑاہی سے نکال کر کنارے پر رکھا۔ تو وہ سانس لیتا ہے میں متعجب ہو کر کہتا ہوں کہ گوشت تو پک گیا ہے اور یہ زندہ ہے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس کو ذبح کیا۔ حضرت مدظلہ العالی نے فرمایا۔ کہ آدمی نامعلوم تھا یا معلوم۔ میں نے عرض کیا۔ کہ نامعلوم تھا۔ حضرت نے اس خواب کی عملی تعبیر کے طور پر مجھے اپنے مبارک ہاتھوں سے سندِ خلافت لکھ کر عطا فرمائی اور خلیفۂ مجاز بنایا۔ بندہ اپنے آپ کو خوب جانتا ہے کہ کچھ قابلیت نہیں رکھتا۔ مگر یہ حضرت کی نظرِ کرم و شفقت تھی۔ کہ مجھے اس بارِ عظیم کا اہل سمجھا۔ اللہ حضرت کے طفیل مجھے اپنا لائق بندہ بنا دے۔

یہ سندِ خلافت بیعت کے تین مہینے کے بعد مجھے عطا ہوئی۔ اس پر سندھ سے آئے ہوئے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور اس کو سندِ خلافت دینے میں جلدی ہوئی۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ میں اپنی طرف سے اجازت نہیں دیتا۔ مجھے حکم ہوا ہے۔ اس کے بعد کسی نے کہا کہ حضور علیہ السّلام نے اجازت کا حکم فرمایا تھا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآءط

حضرت کے مجھ ناچیز پر بہت فیوضات ہیں۔ جس کی وجہ سے مجھے بفضلہٖ تعالیٰ نعمتِ اطمینان حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب متوسلین کو حضرت کے فیوض و برکات سے مزید مالامال فرمائے۔ آمین

ایک دفعہ حضرت ''چینہ'' تشریف لائے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت نے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ چینہ میں مجھے چین مل گیا۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ آمین

والسلام

(مولانا) عبد الصمد فاضل دیوبند

امیر جمعیۃ علمائے اسلام شو لگرہ مقام

چینہ تحصیل چارسدہ

---

(۶)

مولانائے گرامی قدر۔ السلام علیکم

یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرت مولانا شیخ الکل محمد عبد المالک صاحب صدیقی رح کے حالاتِ زندگی پر "تجلیات صدیقی" کے نام سے ایک اہم کتاب لکھ رہے ہیں یہ ارادہ نہایت مبارک ہے اور اس میں استخارہ کی بھی ضرورت نہیں ع۔

در کار خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

آج کل لوگ افسانوں، ناولوں وغیرہ اخلاق سوز کتابوں کے مطالعے میں اپنے اوقاتِ عزیز ضائع کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی کتابوں کا مطالعہ حرام ہے اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ اگر ہمارا تعلیم یافتہ اور نوجوان طبقہ حضرت صدیقی صاحب جیسی بزرگ ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرے تو اس کی برکت سے وہ اپنے اخلاق و کردار اور سیرت کی صحیح تعمیر کر سکیں گے۔ اور دین و دنیا میں کامران و سرفراز ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ "تجلیاتِ صدیقی" آپ کے لیے موجب خیر و برکت فی الدارین ثابت ہو گی۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔

میں حضرت صدیقی صاحب کی خدمت اقدس میں لسان الغیب حافظ شیرازی کے چند اشعار بطور عقیدت پیش کرتا ہوں۔

تنت بنازِ طبیباں نیاز مند مباد — وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد

سلامت ہمہ آفاق درسلامتِ تست　　به ہیچ عارضہ شخصِ تو درد مند مباد

دراں بساط کہ حسنِ تو جلوہ اندازد　　مجالِ طعنۂ بدبین و بدپسند مباد

ہر آں کہ روئے چوں ماہت بچشم بد بیند

بر آتشِ تو بجز چشم او سپند مباد

محترمی! سلسلہ نقشبندیہ کی ایک کڑی حضرت مولانا شیخ عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات بھی تھی۔ آپ مقام جد با علاقہ آزاد بونیر کے اصلی باشندے تھے اور ۳۲ سال مدینہ منورہ میں گذار کر مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کو بشب اتوار بعد از نماز عشار مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وفات پاگئے۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ مرحوم کے چار فرزند ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب محمد سعید صاحب۔ محمد شریف صاحب اطال اللہ حیاتہم۔

فقط والسّلام

عقیدت مند قاضی حبیب الحق

مقام پر مولی ضلع مردان

---

(۷)

مکرمی سلام مسنون

ہمارے حضرت قبلہ صدیقی اُن اولیاء اللہ میں سے ایک ہیں، جن کے متعلق ربِ ذوالجلال کا ارشاد ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ط جن کو اللہ جل جلالہٗ نے ایسا نور عطا کیا ہے اور ایسی کشش عطا کی ہے جو اس وقت کسی اور کو نصیب نہیں ہے اِلَّا نَادِرًا۔

اگر ہم حضرت بابرکات کے ظاہری اعمالِ حسنہ پر نظر ڈالیں۔ تو ہم کو اتباعِ سنت میں کوئی کمی بیشی نظر نہ آئے گی۔ جہاں تک آپ کے باطنی کمالات کا تعلق ہے تو ہم جیسے بے بضاعت ان کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرۂ مبارک میں ایسی نورانیت اور جلال پیدا کیا تھا کہ ان کی طرف دیکھنے سے آدمی پر رعب طاری ہوجاتا تھا۔ نیز حضرت کی صحبت میں یہ تاثیر تھی کہ ملنے والوں کے دل میں نیکی کی طرف رغبت پیدا ہوتی تھی۔ اس ضمن میں اگر میں اپنا ایک واقعہ بیان کروں تو بیجا نہ ہوگا۔ جب میں حضرت صاحب کے ساتھ مراقبہ میں شریک ہوا تو اس وقت میں نے ایسا حال دیکھا کہ ساری مسجد خدائے پاک کے انوار سے معمور ہوئی ہے اور یہ کہ میں قیامت کے میدان میں کھڑا ہوں۔ حضرت صاحب کی بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ اتباعِ سنت کے پوری طرح پابند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر علمائے پاک وہند آپ کے مرشدِ کامل ہونے پر متفق ہیں۔ ایک موقعہ پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے فرمایا کہ حضرت! قیامت کے دن ہمارا خیال رکھنا۔ غرض حضرت کی ذات بابرکات رشد وہدایت اور فیوضات وبرکات کا سرچشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم متوسلین اور تمام فرزندانِ اسلام کو ہمیشہ سیراب رکھے۔

وَيَرْحَمُ اللهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا ط

والسّلام

مولوی سعیداللہ جان

خطیب جامع مسجد بنوسے خیل ہوتی مردان

(۸)

محترم مدیرِ اعلیٰ نوائے ملت۔ وعلیکم السّلام

گرامی نامہ پہنچ کر باعث شرف وعزت ہوا۔ جناب نے "تجلّیات صدیقی" کے نام سے حضرت مدظلہٗ العالی کے سوانح زندگی وفیوضات کو کتابی شکل میں

شائع کرنے کا جو عزم وارادہ کیا ہے وہ بہت مبارک ہے۔ رب العزت اس میں کما حقہٗ کامیابی عطا فرمائے اور کتاب کو خواص وعوام کے لیے نفع بخش بنائے
حضرت کی کرامات وفیوضات کے سلسلے میں کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

(۱) ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مدظلہٗ العالی پسونڈہ سے ناراض ہوکر آگئے تھے۔ پسونڈہ میں بارش نہیں ہوتی تھی۔ اور بارش کی سخت ضرورت تھی۔ پسونڈہ والوں کو احساس ہوا کہ حضرت کی خفگی کے ساتھ یہاں سے چلے جانے سے بارش بند ہے۔ اس لیے حضرت کو راضی کرکے بلانا چاہیئے۔ چنانچہ پسونڈہ والوں نے حضرت کو بلایا۔ حضرت والا مع اہلیہ محترمہ تشریف لے گئے۔ ساتھ میں میری اہلیہ بھی گئی تھی، تو حضرت کی زندہ کرامت کا ظہور ہوا کہ پسونڈہ بستی میں داخل ہوتے ہی زوردار بارش ہوئی۔ جائے قیام پر بھیگتے ہوئے پہنچے۔

(۲) پیرجی عبدالرحیم صاحب پسونڈوی کی کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ عمر جوانی سے ڈھل چکی تھی۔ حضرت کی خدمت میں دعا کی درخواست کی گئی۔ حضرت کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا فرمایا۔

(۳) میرے والد بزرگوار کے سرٹیفکٹ ایک ایجنسی میں ملازمت کے لیے دیے تھے۔ ملازمت ملی نہ سرٹیفکٹ واپس ملتے تھے۔ میرے والد بزرگوار حضرت کی خدمت میں مویشیوں کی بیماری کے دفعیہ کے لیے نمک پڑھوا کر لا رہے تھے۔ راستے میں خیال کیا کہ اگر پیر کامل ہیں تو حضرت کے پڑھا ہوا نمک میرے پاس ہے میرے سارٹیفکٹ مل جائیں گے ورنہ نہیں۔ والد بزرگوار ایجنسی کے دفتر میں گئے۔ سارٹیفکٹ طلب کرنے پر بے چون وچرا سارٹیفکٹ دے دئے۔ خوش ہوتے ہوئے گھر آئے اور یہ ذکر کیا۔

(۴) حاجی محمد حسین کی لڑکی کی شادی اس قول واقرار پر ہوئی کہ لڑکا پاکستان چلا گیا۔ تو لڑکی پاکستان نہیں جائے گی۔ کچھ عرصہ کے بعد لڑکا پاکستان چلا گیا۔ اور پھر واپس آکر لڑکی کو لے جانے لگا۔ حاجی محمد حسین کے نہ بھیجنے پر لڑکے والوں

نے دعویٰ عدالت میں دائر کر دیا۔ لڑکے کی طرف سے کئی با اثر لوگ مقدمہ کی پیروی کرنے لگے۔ مقدمے کی صورت حال حاجی محمد حسین کے خلاف ہو گئی۔ حاجی محمد حسین حضرت کی خدمت میں پسونڈہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مقدمہ میرے خلاف جا رہا ہے اور لڑکے کی طرف سے کئی سرمایہ دار کوشاں ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ تحصیلدار سے جا کر کہو کہ میرے مقدمے کا فیصلہ آج ہی کرو۔ حاجی صاحب کہنے لگے حضرت وہ میرا نوکر تو نہیں ہے وہ ناراض ہو کر مجھے عدالت سے باہر کر دے گا حضرت نے فرمایا ہم کہہ رہے ہیں تم جاؤ اور کہو۔ پس حاجی محمد حسین جج کے پاس گئے اور کہا کہ میرے مقدمے کا آج ہی فیصلہ کرو۔ جج نے چپراسی کو بلا کر سمن روانہ کر کے اسی روز لڑکے کو اور اس کے وارثوں کو بلا کر اسی روز حاجی صاحب کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(۵) حضرت مولانا قاضی عبد الرشید صاحب قمبر بابا ریاست سوات والے جب دہلی میں مدرسہ ریاض العلوم میں مدرس تھے۔ جمعۃ المبارک کے روز حضرت کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ بعد از نماز جمعہ بیعت کیا گیا۔ حضرت کی ایک توجہ سے قلب کی یہ کیفیت ہو گئی کہ تمام جسم حرکت سے ہلتا رہتا تھا۔ بالخصوص قلب کی حرکت اللہ کے ساتھ گردن حرکت کرتی تھی۔ طلباء دریافت کرتے تھے۔ حضرت مولانا یہ تم کو کیا ہو گیا۔ مولانا جواب دیتے تھے کہ بھئی یہ ایک مرض ہو گیا ہے، جب تک مولانا دہلی میں مقیم رہے ان کی یہی حالت رہی۔

(۶) میری اہلیہ جب بیعت ہوئی تو حضرت کی ایک توجہ سے جذب اور واردات کی کیفیت یک لخت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ بتدریج ان کے اسباق سلطان الاذکار تک پہنچ گئے۔ پھر دس دن بیمار رہ کر فوت ہو گئی۔

(۷) بندہ نے دوسری شادی کی جس میں حضرت کی شرکت کا شرف حاصل

ہوا۔ اس اہلیہ سے لڑکا تولد ہوا۔ اس کا نام سراج احمد رکھا گیا۔ وہ لڑکا تین سال بیمار رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مجھے بہت صدمہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا جواب حضرت نے بہت تسلی بخش تحریر فرما کر وعدہ فرمایا۔ جب دہلی آئیں گے سراج احمد سے ملاقات کریں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت دہلی تشریف لائے اور میں نے وعدہ یاد دلایا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے ہاں حاضری کے بعد سراج احمد کی قبر پر میں لے گیا۔ حضرت نے فاتحہ پڑھی اور فرمانے لگے۔ تمہاری اہلیہ مرحومہ کی قبر کہاں ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے فرمایا کہ جن اپنے بیٹے کے پاس ہیں اور کہتی ہیں کہ حضرت آپ ہماری جگہ پر تشریف لائیں اور پھر میں حضرت کو وہاں لے گیا۔ حضرت نے ان کو توجہ دی پھر فراش خانہ کٹڑہ ہدو میں نماز ظہر ادا کی۔ پھر حضرت نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ دعا کے وقت تمہاری اہلیہ جن پھر سامنے آگئیں اور کہتی ہیں کہ حضرت آپ کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرا درجہ بلند فرمادیا اور آپ کا مقام بھی میں دیکھ آئی ہوں۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

(۷) اور شیخ کی کیا یہ کرامت کم ہے کہ ۱۹۳۵ء سے اب تک بلا ناغہ ہر سال حج مبارک پر جاتے رہے ہیں اور حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں باقاعدہ حاضری ہوتی رہی۔ بارگاہِ رسالت میں ایسی قبولیت کی مثال اس وقت کے شیوخ میں ملنی بہت مشکل ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ومحبت جو حضرت میں تھی وہ اس زمانہ کے شیوخ میں کم تر نظر آتی ہے یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت کرم اور فضل واحسان ہے کہ ہمیں ایسے عاشق رسول اور متبع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت سے مشرف وسرفراز فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

کچھ عرصہ بیمار رہنے کی وجہ سے بہت سے اہم واقعات یادداشت میں نہیں رہے۔ دعا فرمانا۔

والسلام

احقر عنایت اللہ مالکی از دہلی

(۹)

مکرمی حضرت مولانا صاحب۔ السّلام علیکم

آپ نے ایک اہم کام کا عزم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس میں آپ کی خصوصی امداد فرمائے اور اعلیٰ حضرت کے متوسلین کو "تجلّیات صدیقی" سے مستفید ہونے کا موقعہ دے۔

میں صرف اپنے تاثرات پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت جامع کمالات تھے۔ لیکن تین چیزوں نے مجھے خصوصیت سے متاثر کیا ہے۔

(۱) اظہارِ حق۔ جس میں آپ "لایخافون لومۃ لائم" کے صحیح مصداق تھے

(۲) غذا ۔ یعنی خورد و نوش میں احتیاط۔ اس صفت میں شاید ہی کوئی آپ کے ساتھ شریک ہو۔

(۳) نمائش اور تصنّع سے نفرت اور سادگی پر سختی سے پابندی۔

والسّلام

احقر عبدالمتین نقشبندی ہزاروی

حال مقیم گوجرخاں ضلع راولپنڈی

---

(۱۰)

محترم المقام ۔ السّلام علیکم

حضرت قطب الاشاد کی ہستی بہت بلند ہستی ہے میں جتنا حضرت سے متاثر ہوں کسی اور بزرگ یا عالم سے اتنا متاثر نہیں ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنا اور تقوی حضرت کی زندگی کا خلاصہ ہے۔ اگرچہ ان کے ایسے

حالات بہت زیادہ ہیں۔ جن سے ان کے رتبہ کی بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن میں صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے ان کی محبت مع اللہ اور خوف من اللہ بطریق احسن معلوم ہوتا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی جامع مسجد بننے والی تھی صرف بنیادیں بھر گئی تھیں اور تعمیر اور عمارت ابھی تک نہیں بنی تھی حضرت صاحب دارالعلوم تشریف لائے تھے آپ کے ساتھ اور علماء اور بزرگانِ دین بھی تھے۔ حضرت مع ان حضرات کے جامع مسجد کی جگہ کے معائینے کے لیے تشریف لے گئے۔ دوسرے حضرات جوتے اُتارے بغیر مسجد کے احاطے میں چلے گئے۔ جو اب مسجد ہے اس وقت صرف زمین تھی لیکن حضرت صاحب جوتے اُتار کر مسجد کے احاطے میں تشریف لے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابھی تو مسجد نہیں ہے تو فرمایا کہ مسجد کے لیے یہ جگہ مخصوص کی گئی ہے اگرچہ اس وقت مسجد نہیں ہے لیکن بعد میں یہ زمین مسجد بننے والی ہے۔ اس لئے احترام کرنا چاہئے۔

اگرچہ ظاہر میں یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو اس سے حضرت صاحب کے تقویٰ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا اتنا پاس رکھتے تھے کہ مسجد اللہ سے منسوب زمین پر جوتیوں سمیت قدم نہیں رکھتے تھے تو باقی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کتنا پاس رکھتے ہوں گے۔ والسّلام

مخلص

(مولانا) محمد ہارون مدرس

دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

---

(۱۱)

محب الاولیاء، خادم الصلحاء، السّلام علیکم

اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کے ملفوظات عالیہ اور کرامات کے اندر بڑی تاثیر ہوتی ہے اور ان میں لوگوں کے لیئے فوائد کا ایک گنجینہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت پیر داد قطب الارشاد مولانا محمد فضل علی قریشی قدس سرہم نے ایک دفعہ مسکین پور شریف میں عرس مبارک کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پیر اور مرشد وہ ہے جس سے کرامت کا ظہور ہو جائے۔ اگرچہ وہ شریعت کا تبع نہ ہو۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ ولی اللہ اور مرشد کی پہچان یہ ہے۔ کہ وہ شریعت مقدسہ اور سنت نبویہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا کامل طور پر پابند ہو اور اس کے اندر تقویٰ و خشیت الٰہی موجود ہو۔ ہمارے حضرت قبلہ صدیقی صاحب اس معیار پر پورے اترتے تھے اور وہ صحیح معنوں میں صاحبِ تقویٰ متبعِ سنّت، بلند کردار، بلند سیرت اور تمام فضائلِ محمودہ کے حامل تھے۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ذکر کثیرہ سے مراد ذکر قلبی ہے۔ کیونکہ زبان سے ذکر کثیر اور دائمی ذکر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے سالک کو ذکر قلبی پر پوری توجہ دینی چاہیئے۔

حقیقت ہے کہ ہمارے شیخ حضرت صدیقی صاحب موجودہ دور میں واحد ہستی تھے جو جامع شریعت و طریقت، عامل قرآنی، ناشر فرمان رسول اللہ اور عاشق سنّتِ نبویہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات سے ہمیں کامل طور پر مالا مال فرمائے۔

خیر اندیش

(مولانا) عبدالحمید

بارنس روڈ۔ کوئٹہ

---

(۱۲)

محترمی السّلام علیکم

بہت ہی فرحت ہوئی کہ آپ نے ایک اہم کام یعنی "تجلیات صدیقی" کی ترتیب و تدوین کا ارادہ فرمایا ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے باحسنِ طریق اس کام کو انجام تک پہنچائے۔ آمین۔

افسوس کہ ہم نے حضرت شیخ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات عالیہ کو قلم بند کرنے کا بروقت خیال نہ کیا اور نہ حضرت کے مکتوبات گرامی کو محفوظ رکھا ورنہ آج ہمارے ہاتھوں میں حضرت کے فرمودات و مکاتیب کا ایک بے بہا ذخیرہ ہوتا۔ بہرحال میرے پاس حضرت کے چند مکتوباتِ مبارکہ موجود تھے جنھیں میں "تجلیات صدیقی" کے لئے ارسال کر رہا ہوں جن میں حضرت نے علوم شریعت کے حصول پر بہت زور دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر علماء نہ ہوں تو لوگ دین سے بے خبر رہ کر چوپاؤں کی طرح زندگی اختیار کریں گے۔ نیز حضرت نے ان مکاتیب مبارکہ میں تصفیۂ باطن، تزکیۂ نفس اور اپنے اندر اخلاقِ نبوی پیدا کرنے کی پُرزور تلقین کی ہے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے معمولات کی پابندی کی تاکید فرمائی ہے۔ والسّلام

مخلص

حافظ نورمحمد ... مدرسہ عربیہ اسلامیہ

نیوٹاؤن کراچی ۵

---

(۱۳)

جناب مولانا صاحب۔ السّلام علیکم

مجھے کئی بار احمد پور شرقیہ میں حضرت صدیقی سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے حضرت روحانیت کے جس بلند مقام پر فائز ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ الحمد للہ آپ کے چشمۂ فیض سے علماء، صلحاء و فضلاء کی ایک بہت بڑی جماعت سیراب

ہے اور بفضلہٗ تعالیٰ عوام بھی محروم نہیں ہیں۔ اتباعِ شریعت، احیائے سنت اور فرزندانِ اسلام کی صحیح معنوں میں روحانی تربیت حضرت کا نشانِ امتیاز ہیں اللہ جل مجدہٗ آپ کے چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین۔ والسّلام

مخلص

(مولانا) محمد لطافت الرحمٰن سواتی

استاذ جامعہ اسلامیہ بہاول پور۔

---

(۱۴)

مشفق محترم۔ السّلام علیکم

آپ کو علم ہے کہ بندہ کو اصحاب علم و معرفت اور اربابِ تقویٰ کا ہمیشہ قرب حاصل رہا ہے۔ لیکن بایں ہمہ جب میری آنکھیں حضرت مرشد کے دیدار میمنت بار سے روشن ہوئیں اور حضرت کی صحبت و معیت کے چند گراں قدر لمحات سے مجھے سرفراز ہونے کا موقعہ ملا۔ اور حضرت کے ساتھ پہلی دفعہ مراقبہ میں شریک ہوا۔ تو میرے قلب و ذہن کی دنیا ہی بدل گئی اور میں آستانۂ عالیہ صدیقیہ کا حلقہ بگوش ہو کر ہی رہا۔ بمصداق ؎

دربارِ شہنشی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ

میں حضرت مرشد کا ممنونِ کرم اور مرہونِ احسان ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کو بیعت کے ساتھ سندِ خلافت بھی عطا فرمائی۔ اور بندہ کو اپنے الطافِ بے پایاں سے سرفراز فرمایا۔ ؎

بحمد اللہ کہ صدیقی گرامی
مرا از نظرِ الفت ساخت نامی

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے فیوضات میں برکت دے اور ان سے ہم تمام متوسلین اور ہم سب کے اہل وعیال کو ہمیشہ مستفید رکھے آمین۔ والسّلام

آپ کا مخلص
(مولانا صاحب حق) عبدالحلیم خطیب
جامع مسجد بام خیل تحصیل صوابی مردان

---

(۱۵)

برادر مکرم۔ السلام علیکم
میرے دل میں حضرت مرشد کے لئے قدر واحترام اور محبت وعقیدت کے جو جذبات موجزن ہیں۔ میں ان کے اظہار اور بیان سے قاصر ہوں۔ ع
لِسَانِیْ عَاجِزٌ نَا لصَّمْتُ اَوْلٰی
اللہ تعالیٰ ہم علمائے صوبہ سرحد کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت مرشد کے فیوض وبرکات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اور سعادتِ دارین حاصل کریں۔ والسّلام

(مولانا) فضل مولیٰ صدر جمعیت العلمائے اسلام
ساکن کوٹ ضلع پشاور

---

(۱۶)

محترم گرامی قدر۔ السّلام علیکم
حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ محترم مدظلہ العالی کی شان جس قدر بلند

ہے اسی قدر حضرت کے حالات و کیفیات بھی بلند مقام رکھتے ہیں ان کو سپردِ قلم کرنا مجھ جیسے ناچیز کے احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ تاہم میں دو واقعات جو کہ نہایت ہی اہم ہیں "تجلّیاتِ صدیقی" میں شامل ہونے کے لئے عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) ایک دفعہ اعلیٰ حضرت مرشد نے فرمایا۔ کہ میرے قبلہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ کسی کے خط کو گھر میں لاکر کبھی نہ سُناتے تھے۔ مگر جب کہ میں خط لکھتا تو حضرت علیہ الرحمۃ اسے گھر لاکر والدہ صاحبہ کو (جو بفضلہ تعالیٰ اب تک حیات ہیں) سُنا دیتے تھے اور بچوں کو جمع کر کے فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی جان کا خط آیا ہے اور پھر سب کو سُناتے تھے۔ سبحان اللہ حضرت دادا پیر صاحب کو ہمارے مرشد سے کتنی شفقت اور محبت تھی۔

(۲) جب کبھی حضرت شیخ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے تو دادی اماں (اہلیہ محترمہ دادا پیر صاحب) صرف شیخ صدیقی کے ساتھ سفر کیا کرتی تھی اس پر بعض خلفا حسد کرنے لگے۔ جس کا علم دادی اماں کو ہوا۔ تو فرمانے لگیں کہ حضرت شیخ رہ نے صرف محمد عبدالمالک کو اپنی زندگی میں بیٹا بنایا تھا اور کسی خلیفہ کو بیٹا کہہ کر نہ پکارتے تھے۔ اس لئے میں صرف ان کے ساتھ سفر کرنے جاتی ہوں۔ باقی رہیں حضرت والا کی کرامتیں۔ تو دوسری کرامات کے علاوہ موصوف کی کرامات فقیر اپنے وجود میں محسوس کرتا ہے کہ مجھ جیسے ظلوم وجہول تو حضرت قبلہ ہی کی توجہات سے انسان بنے۔ اور پابند صوم و صلوٰۃ ہوئے۔ ورنہ ہماری زندگی صرف حیوانی زندگی تھی ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
مرے مولیٰ یہ تیری مہربانی

نیز میرے سامنے ہزاروں لوگ حضرت قبلہ ہی کے توجہات سے صاحب کرامت، صاحب نسبت اور مختلف قابل رشک احوال و کیفیات کے مالک بنے اور سب سے بڑی کرامت تو حضرت شیخ مدظلہ العالی کی یہ ہے کہ نہ فقط آپ

اور مشاہیر علمائے سرحد و پاکستان بلکہ ہندوستان و افغانستان کے نامور اور ممتاز حضرات بھی حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہیں۔ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

والسّلام

فقیر محمد ابراہیم

خطیب جامع مسجد جنرل پوسٹ آفس میکلوڈ روڈ

کراچی ۱

---

(۱۷)

جناب مولانا صاحب۔ السّلام علیکم

حضرت شاہ صدیقی صاحب نہایت ذاکر اور سالک کے ... کیفیتِ ذکر کے پہچاننے والے، سالک کی استعداد اور موجودہ ترقی باطنی جو بعدِ مجاہدہ باذکر حاصل ہوتی ہے اس کو صحیح پہچاننے والے، اپنی توجہ باطنی سے سالک کی کیفیت قلب میں ترقی دینے والے، زنگ کو دور کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے، نمونۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے۔ قانع و حرص و ہوا سے پاک اور اس کے مصداق تھے۔ "یَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" حضرت نہایت درجہ عفیف اور غضِ بصر یعنی نظریں نیچی رکھنے والے تھے اور اسی صفت میں حضرت لاثانی اور منفرد تھے۔

(۱) احقر کی ایک کیفیتِ مطلوبہ و مقصودہ کے لئے دعا کی درخواست کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا۔ "کیفیت مطلوب نہیں عمل مقصود ہے۔" بڑے کام کی بات حضرت نے تحریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمل پر اجر موعود ہے نہ کہ تحصیل کیفیات پر۔ عادت اللہ تعالیٰ تو اسی طرح ہے کہ عمل مسلسل

مخلص پر کیفیت و داعیہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ تاکہ عمل میں دوام و سہولت بھی ہو۔ مگر سالک کو اس کیفیت کی ہوس کا کوئی حق نہیں۔ اگر عمل صالح بغیر کیفیت جاری رہے، تو اس پر اجر مضاعف ملتا ہے اور حدیث شریف سے اُس کی تائید ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر نماز میں دل نہ لگے پھر بھی فرض سمجھ کر پڑھتا ہے اس کے لیے اجر دگنا ہے۔ اسی سے حضرت شاہ صدیقی صاحب کی شانِ تربیتِ باطنی کا کمال مترشح ہے۔

(۲) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اب دنیا کمانے کا کام بالکل بند کرو نہ کوئی ٹیوشن کرو خالص دنیا کمانے کا کام۔ جو کچھ امامت و خطابت و تدریس کے عوض بغیر ٹھیرائے مل جائے۔ اسی پر قناعت کرو۔ اس سے منجانب اللہ تعالیٰ رزق اس طرح ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ الخ (سورۃ طلاق)

پس بندہ کو اسی کا مشاہدہ ہوا اور ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ کیسی جچی تلی بات اور صحیح پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اس پر یہ شعر پیشِ نظر ہو گیا۔ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید شک مکن ہرگز
پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی

نیز ؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۳) مجھے بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ تو میں دل میں خیال کرنے لگا کہ مجھے اپنے اندر کوئی دینی ترقی معلوم نہیں ہوتی۔ بغیر کسی خاص تعلق مع اللہ کے احساس کے کیسے میں لوگوں کو بیعت کروں۔ میرے اس دلی خیال کی ترجمانی حضرت نے اسی وقت الفاظ میں فرمائی جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس کو الہام ہو گیا کہ یہ اس اجازت سے مطمئن نہیں۔ پس

فرمایا۔ شروع میں ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں تو کوئی بھی ترقی نہیں اور میں تو اسی طرح کورا کا کورا ہوں۔ مگر عمل دائم کے بعد ترقی محسوس بھی ہونے لگتی ہے پھر بطور نظیر فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کی اجازت عطا فرمائی تو مولانا گنگوہی نے بھی دل میں ایسا ہی خیال فرمایا تھا۔ پھر چھ ماہ بعد مولانا گنگوہی نے فرمایا: اب محسوس ہو گیا کہ حضرت حاجی صاحب نے کیا عطا فرمایا تھا وہ یہ تھا "نسبت باطنی" نہ شاقہ زہد۔ اگر مجھے یہ علم کہ نسبت باطنی عطا فرمائی ہے۔ پہلے سے ہو جاتا۔ تو میں چھ ماہ تک اتنے مجاہدات کیوں کرتا۔ اس ضمن میں راقم یہ عرض کرنا بھی مفید سمجھتا ہے کہ۔ جب حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا گنگوہی کا مذکور ملفوظ نقل کیا گیا تو حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا کہ: "یہ علم ان مجاہدات ہی کی برکت سے حاصل ہوا۔ پس مجاہدات بیکار کیسے ہوئے یہ اب کام کے ثابت ہوئے۔"

مزید برآں عرض ہے کہ جو شخص بھی اجازت بیعت حاصل ہونے کے بعد یہ سمجھے کہ میں بیعت کرنے کے قابل ہوں۔ اس نے اس اجازت کا ناجائز استعمال کیا۔ بیعت اس نیت سے کرنا چاہیئے۔ کہ چونکہ حضرت نے حکم دیا ہے۔ اس کی تعمیل کرتا ہے۔ نیز بیعت ہونے والے کو سمجھے کہ یہ شخص مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اگر اس کی بخشش قیامت میں ہو گی، تو اس بیعت کی برکت سے یہ ہی مجھے جنت میں کھینچ کر لے جائے گا۔ نیز طریقت کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ کسی حاصل کو حاصل نہ سمجھے۔ بلکہ مزید ترقی کا متمنی رہے۔ ؎

حاصل عشق یہی ہے کہ نہ ہو کچھ حاصل
اس کو حاصل ہی نہ سمجھو کہ جو حاصل ہو جائے

آپ کی یاد آوری کا تہ دل سے شکر گذار ہوں، جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء
والسلام

(مولانا) منظور احمد
خطیب جامع مسجد ڈومیلی ضلع جہلم

(۱۸)

محترم و مکرم - السّلام علیکم
شریعت پر صحیح معنوں میں عمل کرنا طریقت کہلاتا ہے - اس لیے اس دورِ پُر فتن میں یہ اور بھی ضروری ہے - کہ ہم اربابِ طریقت اور اہلِ صلاح و تقویٰ کا دامن پکڑیں اور منزلِ مراد پر پہنچ جائیں - ولنعم ما قیل - ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
خاک شو در پیشِ شیخ باصفا — تا ز خاکِ تو بروید کیمیا
ہر ولی را نوح کشتیباں شناس — صحبت ایں خلق را طوفاں شناس
چوں شوی دور از حضور اولیا — در حقیقت گشتۂ دور از خدا

اس زمانے میں حضرت مرشد صدیقی کا وجودِ مسعود ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھا اور ان کے دستِ حق پرست میں ہاتھ دے دینے ہی میں فلاح و کامیابی مضمر تھی - میں حضرت کی دو کرامتوں کا ذکر کرتا ہوں -

(۱) حضرت سے بیعت ہونے کے بعد میرے ایک دوست اللہ یار نے ایک خواب دیکھا - صبح کو وہ خواب بیان کرتے ہوئے اللہ یار نے مجھے کہا - کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ تو وعظ کر رہا ہے - تیرے آگے ایک منبر ہے آسمان سے درخت گلاب کی ایک سنہری شاخ نیچے آئی - آتے آتے منبر پر دو شاخیں سونے کی بن گئیں اور دونوں کے سروں پر دو پھول سونے کے بشکل گلاب لگے ہوئے ہیں - میں آپ کا وعظ سُنتا رہا - آسمان سے رحمت کی بارش برستی ہے - وعظ ختم ہونے کے بعد ایک پھول آپ کے گھر میں آپ کے ساتھ داخل ہوا - اور جب میں گھر چلا گیا تو دیکھا کہ ایک سنہری پھول میرے گھر میں بھی داخل ہوا ہے جس سے میرا گھر روشن ہوا - میرا ایک لڑکا بیمار تھا وہ بھی شفایاب ہوا -

اس خواب کے چند دن گزرنے کے بعد حضرت قبلہ صدیقی نے احقر کی دعوت قبول فرمائی اور میرے گھر تشریف لائے اور رات مسجد کے حجرے میں بسر فرمائی۔ صبح کو پند و موعظت اور نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد احقر کے بیت الحزن میں قدم رنجہ فرما کر تبرکاتِ عالیہ سے مالا مال فرمایا۔ یکایک بادل نمودار ہو کر بارش ہونے لگی۔ حضرت نے بندہ کے بچوں، گھر والوں اور عورتوں کو بیعت فرمایا۔ واپس جانے کی تیاری شروع ہوئی۔ اِدھر بارش قدرے زیادہ ہوتی جاتی تھی لیکن حضرت نے فرمایا ابھی جانا ہے بارہا عرض کیا لیکن حضرت بارش ہی میں گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ بندہ خود چھتری کو پکڑ کر ساتھ ہی ساتھ چلا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر اللہ کریم نے مجھے بھگانا ہے تو خشک نہیں رہ سکتا اللہ کریم کے قبضہ میں ہر چیز ہے۔ چلتے چلتے اسی خواب دیکھنے والے اللہ یار کے مکان کے قریب جب حضرت کی سواری پہنچی تو ژالہ باری شروع ہو گئی۔ کثرت سے موٹے اور بے جنگلی بیر کے دانے کے برابر گر رہے تھے۔ فرمایا اس مکان کے اندر چلو۔ گھوڑی سے نیچے اترے اور اللہ یار کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کا لڑکا بیمار تھا اس کو دم فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ژالہ باری ہی میں مکان سے باہر تشریف لائے۔ بندہ اوپر چھتری کرنے لگا۔ فرمایا اس کو دور کرو۔ اللہ کریم بچانے والا ہے نہ یہ چھتری و مکان اور دست مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے۔ بس وَاللہِ بِاللہِ اسی وقت دونوں چیزیں بند ہو گئیں اور سورج کا ٹکڑا بدلیوں سے نمودار ہوا۔ اور آپ سوار ہو کر اسٹیشن پہنچے اور گاڑی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ اللہ اکبر تعبیر خواب بالکل درست ثابت ہوئی۔ حضرت مرشد نے بیک وقت خانۂ فقیر کو بھی روشن فرمایا اور اس کے بعد اسی وقت اللہ یار کے خانۂ ویران کو بھی اپنی تشریف آوری سے منور فرمایا اور پھول سنہری ایک بندہ کے گھر اور دوسرا اللہ یار کے گھر رونق افروز ہوا۔ وذالک فضل اللہ العظیم دوسرے دن اس کا لڑکا بھی شفایاب ہو گیا

جو مدتوں سے بیمار تھا اور حکیموں نے جواب دے دیا تھا۔

(۲) جناب حافظ محمد قاسم صاحب مرحوم اور حافظ محمد رفیق صاحب کی روایت سے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تقسیم پاک وہند کے وقت حضرت مرشد پسونڈہ میں مقیم تھے جو میرٹھ کے قریب ہے۔ تورات کو ہندو سکھ لوٹ مار کرنے کے لیئے جتھے کے جتھے بن کر آتے تھے۔ جب حضرت کے اقامت خانے کے قریب آتے۔ تو تمام کے تمام بالکل اندھے ہو جاتے تھے اس لئے وہ حضرت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اور بعد میں ان دشمنوں نے خود اپنا یہ حال بیان کیا اور حضرت کے معتقد ہوئے۔ حضرت مرشد نے پسونڈہ میں ایک دینی درسگاہ بھی قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت کی قیام گاہ اور یہ دینی مدرسہ اب بھی وہاں قائم ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم رہے گا۔ ؎

اگرچہ حسن فروشاں بہ جلوہ آمدہ اند
کسے بہ حسن لطافت بہ یار ما نہ رسد

والسّلام مع الاحترام

امام مسجد چک ۱۶۰/۱۰R تحصیل خانیوال ضلع ملتان

(۱۹)

جناب مولانا صاحب۔ السّلام علیکم

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین شیخ المشائخ حضرت قبلہ مرشدنا و مولانا پیر محمد عبدالمالک صاحب صدیقی دامت برکاتہم العالیہ گزشتہ چند سالوں سے ہر سال گرما کے وسط میں جامعہ حنفیہ انوار العلوم رجسٹرڈ راولپنڈی میں تشریف لاکر پندرہ روز قیام فرماتے تھے۔ قیام کے دوران سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ خلفاءِ مجاز و دیگر سلسلہ عالیہ سے منسلک حضرات کی تعلیم و تربیت اور سلوک کا درس دیا کرتے تھے اور ذکر و فکر کے شائقین حضرات کو بیعت فرماتے۔ درس تربیت کے اختتام پر تکمیل پانے والے حضرات

کو خلعتِ خلافت سے نوازتے

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے جاری کردہ چشمۂ فیضان کو ہمیشہ قائم رکھے اور خواص و عوام کو ان کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب فرمائے۔ آمین۔

(الحاج مولانا) سید چراغ الدین شاہ
مہتمم جامعہ حنفیہ انوار العلوم جامع مسجد قاضی نظام الدین
راولپنڈی

---

(۲۰)

ہمارے محترم مولانا صاحب۔ سلام مسنون

ہمیں یہ معلوم کر کے بے پناہ خوشی حاصل ہوئی۔ کہ آپ قطب الارشاد قیوم زمن حضرت قبلہ مرشد صدیقی صاحب مدظلہ العالی کے حالات پر "تجلیات صدیقی" کے نام سے ایک جامع کتاب لکھ رہے ہیں۔ ہم دونوں کی دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل میں کما حقہٗ کامیاب فرمائے۔ آمین۔ ہمارے مخلصانہ جذبات آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ کے مخلص

(مولانا) عبدالودود

(مولانا) شہزاد گل

مقام کمر گے ضلع مردان

---

(۲۱)

مکرمی مولانا مدرار صاحب۔ السّلام علیکم

ہم "تجلیات صدیقی" کے جلد سے جلد منظر عام پر آنے کا نہایت بیتابی اور

ذوق وشوق کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت کی حیاتِ مقدسہ ملت مسلمہ کی امانت ہے اور اس امانتِ مقدسہ کو محفوظ رکھنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کو کتاب کی صورت میں لایا جائے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کتاب کو بتعداد کثیر شائع کیا جائے۔ تاکہ یہ ہر عقیدت مند کے ہاتھوں میں پہنچ سکے۔ اور نہ صرف موجودہ بلکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے متمتع ہو سکیں۔

(مولانا) فضل اللہ
خطیب جامع مسجد تحصیل صوابی

---

(۲۲)

حامداً ومصلیاً

فدوی حقیر علمائے حقہ، اولیائے کاملہ اور اتقیائے اصفیہ کا خادم ہے۔ جناب ولی الاولیاء ملجاء خاص وعام حضرت مرشد مولانا عبدالمالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس فقیر کا حلقہ بگوشی اور اتباع کا تعلق اس وقت سے نصیب ہوا ہے جب کہ فدوی دارالعلوم حقانیہ چار باغ سوات میں تحصیل علوم وفنون میں مشغول تھا اور شرح ملا جامیؒ، فصول اکبری اور میر ایساغوجی پڑھتا تھا۔ غالباً اس وقت سن عیسوی ۱۹۵۵ء تھا۔

تو اس زمانہ میں حضرت موصوف قنبر نام گاؤں میں تشریف لائے ہمارے دارالعلوم کے صدر مدرس جناب مولوی شین صاحب حضرت موصوف کے مرید تھے۔ انہوں نے ان کے پاس آنے کا ارادہ کر کے تمام طلباء کو مزید فرمایا کہ جو طالب علم قنبر کو حضرت مرشد کی ملاقات کے لئے چلا جائے۔ تو بہت نفع حاصل کرے گا۔ چنانچہ استاذ مکرم کے اس ارشاد کے مطابق تمام طلباء قنبر چلے گئے انہیں طلباء میں یہ تراب الاقدام بھی حاضر تھا۔

حضرت نے اس وقت بندہ کو ۲۵ بار استغفار اور ۲۵ بار درود شریف

پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد اگرچہ حضرت کی قدم بوسی کا جذبہ اور شوقِ ملاقات زیادہ تھا۔ لیکن اسباب کے عدمِ موافقت سے بہت زمانہ دوبارہ ملاقات نصیب نہ ہو سکی۔ آخرکار اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۲ جولائی ۱۹۷۳ء کو حضرت کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جبکہ حضرت اپنے معمول کے مطابق تبلیغی و اصلاحی دورے پر مردان تشریف لائے تھے۔ اس ملاقات میں حضرت نے بندہ کو مکمل طور پر بیعت فرما کر داخلِ طریقت فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک —

مولوی فضل سبحان

ڈاگئ کس کورونہ مردان

---

(۲۳)

حضرت قبلہ صدیقی رح سے میری بیعت کا واقعہ

مکرمی۔ سلام مسنون! اس وقت میری عمر ۷۲ سال پوری ہو رہی ہے۔ جبکہ میرا سنِ پیدائش ۱۹۰۱ء ہے۔ ۱۹۱۴ء میں رئیس المجاہدین حضرت مولانا فضل احمد صاحب عرف حاجی صاحب ترنگزئی کے سایۂ عاطفت میں والد بزرگوار کی ہمرکابی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ والدِ ماجد مشہور فقیہہ عالم فاضل اور رئیس الواعظین تھے۔ حضرت والد مولانا محمد حسین صاحب رح کو صلحاء اور اولیاء اللہ سے والہانہ تعلق تھا اور محبتِ اہلِ بیت سے سرشار تھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے جدامجد حضرت مولانا اعظم الدین صاحب رح اور عمِ محترم حضرت مولانا سید حسین صاحب مشہور علماء و صلحاء گزرے ہیں۔

جناب حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم غازیٔ اسلام اور مجاہدِ کبیر تھے۔ آپ کے مجاہدانہ کارناموں نے برطانوی حکومت کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ آپ حضرت مولانا نجم الدین صاحب رح کے واسطے سے حضرت غوث سید و شریف

مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت عبدالغفور صاحب شہرۂ آفاق ولی اللہ اور افغان قبائل کے مسلّمہ روحانی اور دینی پیشوا تھے۔ عہد طفولیت میں میری زبان میں لکنت تھی۔ جناب حاجی صاحب میرے لیے گھر سے کشمش لاتے اور دم کرکے مجھے کھلاتے۔

ایک بار حاجی صاحب ترنگزئی مرحوم نے میرے والد کو فرمایا کہ اس چھوٹے مولوی صاحب کو حضرت اخوند درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر لے جائیں۔ اور روضے کے قریب اس سے قرآن کریم کی تلاوت کرادیں۔ چنانچہ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و برکت سے میری زبان کی لکنت مکمل طور پر جاتی رہی اور زبان میں فصاحت آگئی۔

حضرت اخوند درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ افغانوں میں ایک جلیل القدر ولی اللہ گزرے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ علی ترمذی عرف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشہور آفاق ولی اللہ سے بیعت فرمائی اور ان دونوں بزرگوں نے ملّتِ افاغنہ کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کا بندہ پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ مجھے چھوٹے مولوی صاحب کے نام سے پکارتے تھے اور مجھ سے وعظ بھی کراتے تھے۔

بندہ کو حضرت فقیر صاحب سپنخڈی ایجنسی ملاکنڈ کی مربیانہ صحبتوں سے بھی حضرت والد کی معیت میں فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ یہاں کبھی میں جمعۃ المبارک کے دن حضرت فقیر صاحب موصوف کے ارشاد کے مطابق وعظ کیا کرتا تھا۔ جب حضرت فقیر صاحب اور حضرت ترنگزئی صاحب کا وصال ہوا۔ تو بندہ روحانی فیوضات سے محروم رہا۔ مگر میری یہ کوشش برابر جاری تھی کہ جہاں بھی ہوسکے اہل اللہ کی صحبتوں سے مستفید ہوتا رہوں اور کسی مردِ خدا سے بیعت کروں۔ اس سلسلے میں میں حضرت علامہ الحاج مولانا شیخ عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا شرف بھی حاصل کرچکا ہوں۔ مگر یہ کس کو

خبر تھی کہ میری روحانی وابستگی شیخ الاولیا، حضرت مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مقرر ہے۔ اس کا سبب یہ بنا کہ میں شیخ کامل کی جستجو میں غالباً ۳ر اگست ۱۹۶۲ء کو بروز جمعۃ المبارک اپنے ایک دوست کے ہمراہ مانسر ضلع اٹک کے مشہور فقیر صاحب کے پاس نماز عصر کے وقت حاضر ہوا۔ نماز با جماعت ادا ہونے کے بعد حضرت فقیر صاحب مانسر نے مجھے خصوصی ملاقات سے سرفراز فرمایا۔ موصوف کے چہرے پر نور ایمانی چمکتا تھا۔ میں نے ان سے بیعت کرنے کی التجا کی۔ مگر انہوں نے جواباً تحریر فرمایا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ مگر میرے اصرار پر انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے تمہارے لیے دعا کی۔ تم بہت جلد ایک مردِ مؤمن کے ہاتھ کامیاب ہو جاؤ گے اس دعا سے میری بڑی تسلی ہوئی۔

چنانچہ شیخ الاولیاء سلطان العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ دورۂ پشاور کے سلسلے میں حسبِ دعوت دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ مولانا مدرار اللہ مدرار بھی جو میرے حقیقی بھائی اور عالم فاضل ہیں۔ میرے ہمراہ تھے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے دیکھا کہ آپ اکابر علمائے دین کے پُروقار حلقے میں روبقبلہ جلوہ نما ہیں۔ حضرت نے ازراہِ کرم بندہ سے معانقہ فرمایا اور اپنے پاس بٹھایا۔ میری التجا پر حضور عالی نے تخلیہ فرمایا اور میں نے اپنی روحانی جستجو اور گذشتہ تاثرات عرض کئے۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا میں تمہیں بیعت کر دوں گا اور فرمایا کہ میں نے بھی بیعت کرتے وقت اپنے مرشد کامل قطب الارشاد حضرت مولانا فضل علی صاحب قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے نماز پڑھنے میں توجہ برقرار رکھنے کی آرزو ظاہر کی تھی اور آج تم سے یہ بات سُن کر میں بہت خوش ہوا۔ تخلیہ ختم ہوا۔

بعد از نماز ظہر علمائے کرام کے مراقبہ کے لئے ایک خصوصی نشست

منعقد کی گئی۔ حضرت نے اس موقع پر مجھے سامنے بلاکر بیعت فرمائی۔ اس بیعت سے میں مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۶۲ء بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر مشرف ہوا۔ بیعت کے چند دن بعد اکیڈیمی علوم اسلامیہ کوئٹہ کو تین ماہ کی ٹریننگ کے لیئے مجھے بلایا گیا۔ حضور سے اجازت لینے کے لئے میں مردان سے حضرت کے پاس چکوال اور وہاں سے ۶۰ میل کے فاصلے پر ولوعہ جہاں حضرت اقامت پذیر تھے چلا گیا۔ حضرتؒ نے سختی سے ہدایت فرمائی کہ ضرور چلو۔ چنانچہ میں ۲۹ اگست ۱۹۶۲ء کو کوئٹہ پہنچا اور یکم ستمبر کو ٹریننگ کے پروگرام میں باقاعدہ شامل ہوا۔ کثرت مصروفیات کے باوجود بیعت کے معمولات کی پابندی جاری رہی۔ حضرت مرشد نے جواباً ہدایت فرمائی کہ معمولات نہ کرو۔ میں تمہارے لئے معمولات کروں گا۔ سبحان اللہ حضرت کی شفقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟ حضرت کی دعاؤں سے میں ٹریننگ میں شامل تمام خطباء کا صدر منتخب ہوا اور تعلیمی، تفریحی اور میس کمیٹی کا سکریٹری بھی مقرر ہوا اور اکیڈیمی سے کامیابی کی سندات حاصل کیں۔

مشکلات کے باوجود بیعت کے معمولات میں بفضلہٖ تعالیٰ کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ اور یہ بھی حضور ممدوح کی ذرہ نوازی ہے کہ ۶ جمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء بروز شنبہ بوقت اشراق بمقام کراچی بندہ کو اپنی ماذونیت کی سند اپنی متبرک ٹوپی کے ساتھ عطا کرنے پر سرفراز فرمایا۔

بیعت کے معمولات میں روزانہ قرآن شریف کی تلاوت، دلائل الخیرات، درود شریف۔ استغفار شریف۔ مراقبہ، تہجد اور اشراق شامل ہیں۔ اور خدائے ذوالجلال کا فضل واحسان ہے اور شیخ الاولیاء، سلطان العلماء، حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اور برکت ہے کہ یہ تمام معمولات میں پابندی کے ساتھ ادا کر رہا ہوں۔ خدائے تعالیٰ حضور ممدوح کے طفیل بندہ کو اتباعِ شریعت وطریقت میں اور زیادہ استقامت اور

سبقت نصیب فرمائے اور حضرت کے درجاتِ عالیہ کو اور بھی بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

(مولانا) مولوی محمد شعیب ڈسٹرکٹ خطیب
مردان

قطبِ عالم مہرِ عرفان و کمال
حضرتِ فضلِ علی صاحب کمال

باب دوم

قطب الارشاد حضرت مولانا فضل علی قریشی کے حالات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نیرِ تابان حضرت قطب الارشاد مولانا محمد فضل علی قریشی، عباسی، ہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودھویں صدی ہجری کے نصف اول کے عظیم بزرگ اور مرشدِ لاثانی گزرے ہیں۔ آپ کے حلقۂ بیعت میں برِ صغیر پاک وہند کے علاوہ بیرونی اسلامی ممالک کے مقتدر علماء، اور پاکیزہ نفوس شامل تھے۔ آپ نے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے رشد وہدایت اور اصلاح وتبلیغ کی جو شمع روشن کی، اس کی روشنی دور دور تک پھیلی اور ہزارہا بندگانِ خدا اس سے مستفید ومنور ہوگئے۔ آپ کی زندگی کا بڑا مقصد اتباعِ سنت، اسلام کا احیاء اور شریعتِ مطہرہ کی ترویج واشاعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۸۴ سال کی لمبی عمر عطا فرمائی تھی اور یہ ساری عمر اصلاحِ نفوس، احیائے سنت اور ترویج واشاعتِ اسلام میں بسر ہوئی۔

ولادتِ مبارکہ وابتدائی حالات:- حضرت موصوف ۱۲۷۰ھ میں داؤد خیل ضلع میاں والی صوبہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا ابتدائی زمانہ داؤد خیل اور کالا باغ میں گزرا آپ کے آباء واجداد عباسی عہد حکومت میں اسلامی لشکر کے ہمراہ سندھ میں وارد ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ سندھ میں قیام کرنے کے بعد انہوں نے پنجاب

کارخ کیا اور ضلع میانوالی کو اپنی بودوباش کے لیے منتخب کیا۔ ۱۹۹۶ء؁ میں یہ ضلع قحط کی لپیٹ میں آ گیا۔ انہی دنوں میں حضرت قبلہ قریشی کے دل میں ہجرت کا ارادہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اپنے بھائیوں کے مشورے سے اپنی اراضی کو اجارے پر دیا۔ اور اس رقم سے ایک بڑی کشتی خریدی اس میں اپنے اہل و عیال اور خاندان کے دوسرے افراد کو لے کر سوار ہو گئے۔ حضرت مرشد صدیقی فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ قریشی کا ارادہ تھا کہ ہم اس کشتی میں سکھر پہنچیں گے اور وہاں سے کشتی فروخت کر کے کراچی اور دہاں سے جس طریقے سے ہو سکے گا حجاز مقدس جائیں گے۔ لیکن دورانِ سفر میں توشۂ خوراک ختم ہونے پر مجبوراً ضلع مظفر گڑھ کی حدود میں جتوئی کے مقام پر کشتی کو لنگر انداز کیا اور وہیں کشتی سے اُتر گئے۔ رات کو کشتی چور لے کر سکھر پہنچے حضرت کے کچھ بھائی اپنی مستورات کی حفاظت اور دوسرے انتظامات کی خاطر وہیں رہے اور بعض کشتی کی تلاش میں سکھر پہنچے۔ سکھر میں کشتی تو نہ ملی۔ کشتی کے چور ملے۔ جن سے بڑی مشکل سے کچھ رقم ہاتھ آئی۔ اب حضرت کو حجاز مقدس جانے کا ارادہ مجبوراً ترک کرنا پڑا۔ اور اسی جگہ قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت جنگل اس شرط پر دیتی ہے کہ آباد ہونے پر نصف حکومت کا اور نصف آباد کار کا ہوگا۔ اس لیے بھائیوں نے حضرت سے مشورہ کرنے کے بعد جتوئی کے قریب سرکنڈے نامی جنگل کو حکومت سے لے کر آباد کیا۔ اور اس کے مالکانہ حقوق حکومت سے حاصل کیے۔ حضرت نے اس بستی کا نام فقیر پور رکھا جس میں آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ طالبانِ حق کی سہولت کی خاطر حضرت نے اس بستی کو بھی خیرباد کہا اور بیٹ اور ڈھنڈوں کے درمیان ایک اور بستی مسکین پور کے نام سے بسائی۔ یہ بستی شہر سلطان سے تین میل

---

۵ ماہنامہ استقلال لاہور بابت ماہ مارچ ص ۶۳

کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں ہر سال بیساکھ کے مہینے میں ہزاروں عقیدت مند جمع ہوتے ہیں اور فیض روحانی کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔

تلاشِ مرشد اور بیعت :- حضرت قبلہ قریشی کے دل میں بیعت کرنے کا خیال ایک القائے ربانی کے بعد پیدا ہوا اور وہ اس طرح کہ ابتدا میں حضرت چاہتے تھے کہ ایک طوطا پال رکھوں اور اس کو اچھی اچھی باتیں سکھاؤں۔ اسی دوران میں ان کے دل میں یہ القا ہوا کہ طوطے کو اچھی باتیں سکھانے کا اتنا فائدہ نہ ہوگا۔ جتنا کہ مخلوق خدا کو اچھی باتیں سکھانے پڑھانے سے ہوگا اور یہ بھی القا ہوا کہ طوطے کی جگہ دل کی طرف کیوں نہ توجہ دی جائے اور اسی کو کیوں نہ ذکر خدا میں لگایا جائے۔ اس القائے ربانی کے بعد حضرت قریشی کے دل میں بیعت کرنے کا ولولہ موجزن ہوا اور یہ ولولہ دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ چنانچہ اسی جذبے کے تحت آپ نے سفرِ جہلم اختیار کیا۔ اور حضرت لعل شاہ صاحب دندوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور درسِ تربیت کی تکمیل کے لیے ان کی خدمت میں باقاعدہ حاضر ہوتے تھے۔ اور ان سے کسبِ فیض فرماتے تھے۔ جب حضرت دندوی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے۔ تو حضرت قریشی کو انتہائی صدمہ پہنچا شیخ کے دردِ مفارقت نے آپ کو اس قدر بیقرار کیا کہ ان کو کسی پہلو آرام نہیں آتا تھا۔ جناب محمد شاہ صاحب جو حضرت دندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت قریشی کی بے تابی کو دیکھ کر انہیں مشورہ دیا کہ آپ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خاں جایئے اور حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ سے بیعتِ ثانی کیجیے۔ چنانچہ ان کے مشورے سے حضرت قریشی موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ محمد سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ثانی کی۔

حضرت خواجہ کی معیت میں سفرِ دہلی :۔

حضرت قریشی ایک بہترین خوشنویس تھے اس لیے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتبِ دینیات کی کتابت اور خطوط نویسی کا کام آپ کے سپرد کیا۔ آپ کے دو خطاب تھے۔ قومیت کے لحاظ سے قریشی عباسی کہلاتے تھے اور تحریر و کتابت کی وجہ سے منشی کہلاتے تھے۔ حضرت مرشد صدیقی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے دربار سے منشی کا خطاب آپ کے لئے باعثِ فخر تھا۔

ایک مرتبہ خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کا سفر اختیار کیا حضرت قریشی کے قلبِ مبارک میں شوق پیدا ہوا اور دعا کی کہ یا اللہ! حضرت خواجہ مجھے دہلی بلوائیں اور میں دہلی پہنچوں۔ اتنے میں حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوبِ مبارک ملا۔ کہ آپ دہلی آجائیں۔ چنانچہ آپ بصد ذوق و شوق دہلی تشریف لے گئے اور چتلی قبر پہنچے۔ جہاں شاہ ابوالخیر رح حضرت خواجہ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کے محافظ تھے۔ حضرت خواجہ سراج الدین رح کا وہاں قیام تھا حضرت خواجہ نے حضرت قریشی کو اس متبرک مقام پر خلافت عطا فرمائی۔

اصلاح و تربیت کا آغاز :۔

دہلی سے واپسی پر آپ نے فقیر پور شریف میں لوگوں کی اصلاح و تربیت کا آغاز کیا اور سلسلہ بیعت شروع کیا۔ لوگ کثرت سے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے لگے اور علماء حضرات بھی بکثرت داخل بیعت ہو گئے۔ آپ کی توجہات میں بےحد اثر اور انتہا درجے کا جذب پیدا ہوا۔ عوام و خواص سب کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ جس پر بھی توجہ اور نگاہِ فیض پڑتی۔ اس کے دل میں ذکر اللہ کا جذبہ موجزن ہو جاتا۔ آپ کاشتکاری کرتے اور خود ہل چلاتے اور اپنی محنت اور کسبِ حلال سے روزی کماتے۔ یہ آپ کی کرامت ہی کا اثر تھا کہ ہل چلاتے وقت جب

لوگ زیارت اور بیعت کو آتے ۔ آپ اس حالت میں نگاہِ فیض اٹھاتے آنے والے سب کے سب تڑپ جاتے اور حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے بغیر واپس نہ جاتے۔

ان دنوں ضلع مظفر گڑھ میں چار قسم کے پیر موجود تھے جو آپ کی روز افزوں مقبولیت سے خائف ہو گئے ۔ چنانچہ انہوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد آپ کی مقبولیت کو نقصان پہنچانے کی خاطر غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کیا ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا مواخذہ فرمایا ۔ چار میں سے تین مختلف مصائب میں مبتلا ہو گئے ۔ اور ایک حضرت کے پاس آیا اور ان کا حال سُنایا اور معافی مانگی ۔ حضرت نے اس کو معاف فرما دیا ۔

حضرت کی برکت سے تمام ماحول ذکر حق سے منوّر ہو گیا اور یہ حقیقت تھی کہ اس وقت اس علاقے میں خاندان چشتیہ ، خاندانِ قادریہ اور کسی قدر خاندان سہروردیہ کا چرچا تھا ۔ لیکن خاندان نقشبندیہ کا چرچا تھا نہ عمل تھا ۔ اسی باعث عوام میں بدظنیاں واقع ہوئی تھیں کہ نہ ستار ہے نہ قوالی ہے اور پھر بھی حضرت قریشی کے جذب اور کشش کا یہ عالم ہے ، کہ لوگ کھنچے چلے آرہے ہیں ۔

حضرت چھ ماہ گھر میں قیام فرماتے اور چھ ماہ[۵۱] وعظ و تلقین اور تبلیغ کی خاطر مختلف علاقوں میں جاتے ۔ ابتدا میں آپ کی شہرت مظفر گڑھ اور بہاول پور تک محدود تھی ۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں آپ کا اسمِ گرامی صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور ہندوستان میں مشہور ہو گیا ۔ اور بے شمار علماء و صلحاء آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو گئے ۔

آپ ایک بلند پایہ عالم دین تھے آپ فرمایا کرتے کہ میں نے درسی کتابیں مولانا قمرالدین صاحب سے پڑھیں اور دورۂ حدیث مبارک مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے پڑھا ۔ آپ علم اور عمل دونوں کے جامع تھے ۔ اس لیے طبقۂ علماء

۵۱ ماہنامہ استقلال لاہور مارچ ۱۹۶۳ء

میں از حد مقبول تھے۔

سفر دیوبند کے کوائف

علمائے دین میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دار العلوم دیوبند جیسے شہرۂ آفاق دینی مدرسے کے اکابر علماء وفضلاء کو آپ سے دلی محبت تھی اور آپ کی ذاتِ گرامی سے انہیں خصوصی تعلق خاطر تھا۔ یہ ان کی خلوص ومحبت ہی کی کشش تھی، کہ آپ کو دیوبند کے لیئے اپنے اوقاتِ مبارکہ میں سے ضروری وقت نکالنا پڑا اور آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرتِ مرشد مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی حضرت قبلہ قریشی کے ساتھ تھے۔ حضرت صدیقی بیان فرماتے ہیں کہ دیوبند میں حضرت قریشی کا قیام تین دن رہا۔ یہ قیام حضرت علاّمہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ محترم کے مکان پر تھا اور قیام کا یہ سارا عرصہ وعظ وتلقین، رشد وہدایت، اصلاحِ باطن اور بیعت کے فوائد کے بیان میں گذرا۔ جس سے دار العلوم کے طلباء اور متعلقین کو مستفید ہونے کا زرّین موقعہ ملا۔

حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ دیوبند کے سفر کے لیے میں نے ہی حضرت قبلہ قریشی کو آمادہ کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ متعقدین کی دعوت پر حضرت ضلع بجنور مقام کھاری پر تشریف فرما ہوئے تھے۔

چنانچہ اس دعوت کا ذریعہ میں ہی تھا۔ لوگوں نے فرطِ عقیدت سے تمام راستوں کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا تھا۔ حضرت شیخ نے جوں ہی جھنڈیوں کو دیکھا۔ عصا کو کھڑا کیا اور جھنڈیوں کو توڑنا شروع کر دیا، کہ فضول اسراف کیوں کیا گیا۔ جماعت نے دیکھا تو خود توڑنا شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اتنا اسراف کیوں کیا گیا۔ قیامت میں کیا جواب دوگے۔ کھاری میں رات گذرنے کے بعد میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت واپسی میں دیوبند تشریف لے چلیں تو از حد کرم ہوگا۔ فرمایا پہلے تو تو منع کرتا تھا

اب خود چلنے کو کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا میں اس کا مخالف نہیں تھا۔ بلکہ صرف یہ چاہتا تھا کہ پہلے آپ کے حسنات سے علماء کو واقف کروں پھر آپ کو لے جاؤں۔ حضرت کے آنسو نکل آئے۔ فرمایا۔ مجھ میں حسنات کہاں ہیں۔ میں تو پُر عصیان ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! تین اوصاف اللہ کریم نے آپ کو ایسے عطا فرمائے ہیں۔ جن کو اہلِ دل فراموش نہیں کر سکتے۔

(۱) آپ پیری مریدی کے ساتھ مکمل طور پر متبع سنّت ہیں۔ اور آپ کے اعمال میں بدعت کو کوئی دخل نہیں۔ حالانکہ اس چودھویں صدی کے نام نہاد پیران طریقت تصوف اور اسلام کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ اور شریعت کی جگہ بدعت کو فروغ دے رہے ہیں (۲) اخلاق اور اخلاص (۳) ایثار اور دوسروں کی حاجت روائی۔ حضرت نے جواباً باچشمِ پُرنم فرمایا اگر یہ چیزیں تم دیکھتے ہو تو استقامت کے لئے دُعا کیا کرو۔

حضرت کے اندر ایثار دو قسم پر واقع تھا۔ مہمان کے لئے روح کی غذا اور جسم کی غذا۔ جسمانی غذا کا برتاؤ یہ ہے کہ مہمان بے وقت آتا تو اپنے کھانے کو باہر کر دیتے اور خود صبر سے گزار لیتے۔ روحانی غذا کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں جرائم پیشہ لوگ آپ کی توجہات سے آج متبع سنّت بن چکے ہیں۔

الغرض حضرت قریشی دیوبند تشریف لے جانے پر آمادہ ہو گئے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو میں علمائے دیوبند کو ایک خط کے ذریعے حضرت کے ارادے سے مطلع کر دوں۔ فرمایا۔ اُف اتنی بے ادبی کہ علماء میری آمد کا انتظار کریں۔ ہرگز۔ نہیں میں اس قابل نہیں کہ علماء میرے لئے زحمت انتظار اٹھائیں۔ چنانچہ میں نے کوئی عریضہ نہیں لکھا اور یوں ہی سوار ہو گئے جب کہ دیوبند پہنچنے میں ایک یا دو اسٹیشن باقی تھے۔ میں نے عرض کیا کہ

حضرت ! کپڑے بدل لیجئے۔ فرمایا۔ تو مجھے تصنّع سکھاتا ہے۔ میں ڈر گیا اور چپ ہوگیا۔ مگر جب آپ دیوبند اسٹیشن پہنچے تو طلباء اور مشتاقانِ دیدار کا ایک جم غفیر نظر آیا۔ دیکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا۔ کیا تو نے خط لکھا تھا۔ میں نے خط نہیں لکھا۔ عرض کیا۔ لیکن حضرت آپ کس طرح چھپ سکتے ہیں۔ جب نماز عشاء کا وقت آیا تو حضرت نے فرمایا۔ کپڑوں کی گٹھڑی اٹھالا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کپڑے بدلنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا۔ تیرا کہنا بھی مان لوں۔ دیسی کپڑوں کا لباس زیبِ تن فرمایا۔ حضرت کے عمل میں تصنّع کا شائبہ تک نہ تھا۔ ہر عمل اللہ عزوجل کے لئے کیا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت شیخ نے شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رح سے فرمایا یہ پردہ کیا کرتا ہے۔ جس پر حضرت شیخ الاسلام نے جواب دیا، ان کے عمل اور اس (حضرت صدیقی کی طرف اشارہ تھا) پردے نے ہمیں آپ کی زیارت کا شوق دلایا۔ جو اللہ کریم نے ہمیں نصیب کر دی حضرت شیخ بہت خوش ہوئے۔ حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے مسکین پور شریف میں مشورہ کیا گیا تھا کہ کسی مبلغ کو درس و تربیت کے لئے دیوبند روانہ کرنا چاہیئے۔ مگر وہ مبلغ انتہا درجے کا عالم باعمل ہو۔ چونکہ میں پہلے سے دہلی کے لئے منتخب ہوگیا تھا جس پر حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ یہی دیوبند بھی جائیگا۔ درس کے تاثرات حضرت شیخ نے دیوبند میں جو دیکھے تو اس پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔

قیام دیوبند کے دوسرے روز حضرت قریشی نے فرمایا۔ دوپہر کا قیلولہ مدرسہ کی مسجد میں کروں گا۔ چنانچہ تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ طلباء تکیہ وغیرہ اُٹھا کر لائے، تو حضرت لیٹ چکے تھے اور طلباء بوجہ اس کے کہ حضرت کو تکلیف ہوگی۔ تکیہ پیش نہ کرسکے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ

اسلامی سادگی کے پیکرِ مجسم تھے۔

ظہر کے وقت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے نماز پڑھائی۔ سر پر کپڑے کی ٹوپی تھی نماز سے فراغت کے بعد حضرت قریشی نے قاری صاحب سے فرمایا کہ دارالعلوم میں ہوتے ہوئے افضل سنّت کا ترک۔ فوراً قاری صاحب نے اشارہ کیا۔ صافہ لایا گیا۔ اس کو مسجد کے مصلّے پر رکھ دیا گیا۔ ہر نماز کے وقت جو کوئی امامت کو آتا۔ ٹوپی پر صافہ باندھتا۔ اسی روز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نماز ظہر کی فراغت پر مدرسہ کی مسجد میں حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ طلبار بھی ساتھ تھے۔ حضرت قریشی نے انہیں دیکھا۔ تو کھڑے ہو گئے اور نہایت محبت سے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ زندگی میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ جو دونوں حضرات کے درمیان ہوئی۔ حضرت مدنی نے بیٹھنے کے بعد ان الفاظ میں اپنا مقصود پیش کیا کہ

"حضرت اگر میں آپ کی نظر مبارک میں غلامانِ غلام کی حیثیت سے جچا دیا جاؤں تو میری ایک عرض ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ منظوری پہلے دے دیں۔ حضرت قریشی نے فرمایا کہ آپ ظاہر تو فرمائیں۔ منظوری قبل از اظہار کیسے مناسب ہو گی۔ حضرت مدنی نے حضرت صدیقی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ انہوں نے مجھے ایک پرچہ بھیجا ہے کہ حضرت آج دہلی تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن عرض یہ ہے کہ تین دن دارالعلوم کی عزّت افزائی کے لیے عطا فرمائیں اور جب تک آپ اس عرض کو منظور نہیں فرمائیں گے۔ میں بیٹھا رہوں گا۔ یہ میرا درس حدیث کا وقت ہے۔ حضرت قریشی نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ بوجھ بھی مجھ پر رہے گا۔ بہت اچھا ٹھیروں گا۔ چنانچہ مولانا کی خواہش کے مطابق حضرت قریشی دیوبند میں تین دن جلوہ افروز رہے اور اس سہ روزہ قیام کے دوران میں حضرت کے بارے میں طلبار و فضلائے دیوبند کے حسنِ اعتقاد میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور سب کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آج دیوبند میں حضرت مولانا قاسم ثانی تشریف لا چکے ہیں۔

ایک دن طلبائے دیوبند نے ظہر یا عصر کے بعد حضرت سے عرض کیا: کہ ہمیں کچھ نصائح فرمائیں۔ اس وقت آپ مسجد کے برآمدے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس پر ایک فصیح وبلیغ و مدلل تقریر ارشاد فرمائی جس سے طلباء از حد متاثر ہوئے۔ یہ وعظ اتنا پر اثر تھا کہ اکثر طلباء وصلحاء حضرت سے بیعت ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس عالمانہ وفاضلانہ تقریر سے وہ طلباء بھی بہت متاثر ہوئے۔ جن کو اپنی تنگ ظرفی کی بنا پر حضرت کے علم کے بارے میں کچھ زیادہ حسن ظن نہ تھا۔

حضرت قبلہ قریشی سے اکابر دیوبند کے حسن عقیدت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ایک دن حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے حضرت کے اعزاز میں دعوتِ طعام دی۔ کھانا کھانے کو جب حضرت قریشی تشریف لے جانے لگے تو قاری محمد طیب صاحب نے بنفسِ نفیس حضرت کا جوتا سیدھا کیا۔ جس کو حضرت نے پہنا۔ اسی طرح دوسرے اکابر نے بھی حضرت کے اعزاز میں دعوتیں دیں۔ جن میں آپ باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

قیام دیوبند کے دوران ایک مرتبہ حضرت شیخ عیدگاہ کے راستے سے دیوبند میں تشریف لانے لگے تو فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مولانا (حضرت مدنی) کا درسِ حدیث سنوں۔ مگر ساتھ ہی فرمایا کہ مولانا کو کوئی اور تکلیف تو نہیں فرمائیں گے حضرت صدیقی نے جواباً عرض کیا کہ مولانا کی پشت پر جہاں کہ وہ درس دیتے ہیں ایک دروازہ ہے۔ ہم چپکے سے وہاں جاکر بیٹھ جائیں گے۔ اس پر حضرت قریشیؒ بہت خوش ہوئے پشت پر دروازہ ہونے کے بعد باوجود جوں ہی حضرت قریشی نے دارالحدیث کے دروازے پر قدم رکھا۔ فوراً حضرت مدنی درس کی تقریر کرتے ہوئے دروازے پر پہنچے اور حضرت سے مصافحہ و معانقہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت ہم کلامی کی ضرورت ہو تو درس بند کروں اور اگر اجازت ہو تو درس جاری رکھوں حضرت قریشی نے فرمایا میں سننے کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ درس شروع ہونے کا پہلا وہ لفظ تھا جو چلا تھا "میں ابھی بتلائے

دیتا ہوں کہ امام نووی نے حنفیت پر کتنے اعتراضات قائم کئے ہیں ۔ مولانا کی تقریر جاری تھی کہ اتنے میں مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب تشریف لائے ۔ اور عرض کیا کہ حضرت جنازہ آیا ہے ۔ چنانچہ درس بند ہو گیا ۔ اور سب شرکتِ جنازہ کی غرض سے کھڑے ہو گئے ۔ حضرت قریشی نے دیکھا کہ شیخ الاسلام پیچھے ہٹ گئے ہیں اور آگے چلنا نہیں چاہتے ۔ حضرت قریشی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے داہنے رکھا اور ساتھ ساتھ ہاتھ پکڑے چلے ۔ شیخ الاسلام نے قاری محمد طیب صاحب کو اشارہ کیا کہ تم نماز پڑھاؤ حضرت قریشی نے اس لئے نماز جنازہ کی امامت نہیں فرمائی کہ کفن کھدر کا نہ تھا ۔ شیخ الاسلام کو حضرت قریشی کے اس عمل کے بارے میں پہلے ہی سے علم تھا ۔ اس لیئے انھوں نے قاری صاحب کو جنازہ پڑھانے کا اشارہ فرمایا ۔

بعد نماز جنازہ وہی نقشہ تھا ۔ دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چلے جب واپس درس کے مقام پر آئے تو طلباء نے گھڑیاں نکالیں ۔ تاکہ علم ہو کہ درس کا وقت ختم ہو چکا ہے ۔ اتنے میں مولانا معظم علی صاحب (سفیر دیوبند) آئے ۔ ان کے ہاں حضرت کی دعوت تھی ۔ جس میں مولانا مدنی اور قاری محمد طیب صاحب بھی مدعو تھے ۔ چنانچہ سب اکٹھے صاحب دعوت کے مکان پر تشریف لے گئے اس موقعہ پر بھی حضرت قریشی اپنے ہاتھ میں مولانا مدنی کا ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے رہے ۔ جب معظم علی صاحب کا دروازہ آیا ۔ تو مولانا مدنی نے حضرت کا ہاتھ چھوڑ دیا ۔ حضرت نے پوچھا یہ کیا ۔ انہوں نے فرمایا کہ دروازہ تنگ ہے ۔ اکٹھے دو نہیں جا سکتے اور میں آپ سے آگے نہیں جا سکتا ۔ حضرت مسکرائے اور آگے چلے ۔ جب کمرے میں داخل ہوئے تو تین قالین بچھے ہوئے تھے ۔ ان میں ایک دیسی اور دو ولایتی تھے ۔ حضرت قریشی چونکہ پہلے داخل ہو چکے تھے ۔ ایک قالین پر کھڑے ہو گئے ۔ اس کے بعد مولانا

مدنی داخل ہوئے اور پردیسی قالین پر کھڑے ہو گئے۔ تیسرا قالین باقی تھا کہ قاری محمد طیب صاحب داخل ہوئے شیخ الاسلام مدنی نے خوش طبعی کے لہجے میں کہا کہ تو تو صاحبزادہ ہے آگے چل ولایتی قالین پر کھانا آیا تو اثنائے طعام میں بھی حضرت مدنی بامعنی خوش طبعی فرماتے تھے۔ گویا کہ حضرت قریشی سے برسوں کی ملاقات ہے۔ دعوت سے فراغت کے بعد دونوں حضرات کی واپسی سابقہ دستور کے مطابق ہوئی۔ یعنی حضرت مدنی کا ہاتھ حضرت قبلہ قریشی کے ہاتھ میں ہے اور دونوں حضرات ساتھ ساتھ جا رہے ہیں اور پھر اپنے اپنے مقام پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔

ایک وقت مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی مسجد میں حلقۂ ذکر اللہ قائم ہوا حضرت قریشی کی توجہات سے جذبات خوب امنڈ کر طلباء پر واقع ہوئے۔ علماء میں کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ سب کے حسنِ عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔

قیام دیوبند کے اثناء میں حضرت قبلہ قریشی نے ایک دن قبرستان میں مولانا محمد قاسم صاحب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے مزارات کے قریب مع جماعت مراقبہ فرمایا۔ مراقبہ میں خلافِ عادت کافی تاخیر ہوئی اور فراغت کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا میں کچھ احوال عرض کروں میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ جماعت علماء کی ہے اور اہل دانش و بینش کا اجتماع ہے، اس لئے یہاں اظہارِ کشف و بیان میں کوئی خطرہ نہیں ہے آپ نے بجواب حضرت صدیقی فرمایا کہ میں نے آج مراقبہ (غنودگی) میں ایک واقعہ دیکھا۔ ایک نہایت سرسبز میدان ہے جس میں محدثین دیوبند، دہلی اور گنگوہ کے موجود ہیں جس کی تفصیل بھی حضرت نے فرمائی۔ غالباً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ شاہ عبد العزیز صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری وغیرہ وغیرہ

موجود تھے۔ یہ سب حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے جمع تھے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ تشریف لائے۔ ان سب حضرات نے مصافحہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصافحہ لیا۔ مجھے (قریشی صاحب کو) بھی مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ بعدِ مصافحہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ اظہار خوشنودی فرمایا کہ یہ لوگ میری سنّت کے زندہ کرنے والے "محیّی السنّت" ہیں۔ میں (صدیقی صاحب) نے عرض کیا۔ حضرت کچھ لوگ ان پر بدظنیا کرتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ چمگادڑ صفت لوگوں کا کچھ علاج نہیں۔ یہ حالات علماء کے ذریعے حضرت مدنی تک پہنچے۔ انہوں نے انتہائی خوشی کے عالم میں فرمایا۔ کہ ہمیں شیخ وقت کی زبانِ مبارک سے دنیا کے عالم میں خبر مل گئی، کہ ہمارے اکابر مقبول بارگاہِ رسالت ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

الغرض دیوبند کے سہ روزہ قیام میں علماء فضلاء و صلحاء کے علاوہ اکابر شیوخ دیوبند حضرت قبلہ قریشی سے بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آتے رہے اور آپ کے ساتھ انتہائی تعظیم واحترام کا سلوک کرتے رہے۔ دیوبند کے اکثر طلباء حضرت کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ قطب الارشاد حضرت قریشی کا دیوبند کا یہ تبلیغی دورہ ازہمہ باب پوری طرح کامیاب رہا۔ ؎

آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد
کاش بہ ما ہم نظرے داشتے

دہلی کا سفر

دیوبند سے رخصت ہونے پر حضرت نے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ یہاں دہلی میں بھی علمائے عظام، طلباء اور خواص وعوام نے آپ کی خوب پذیرائی کی اور جذبۂ عقیدت واحترام کے ساتھ پیش آئے۔ دہلی پہنچتے ہی حضرت قریشی نے حضرت صدیقی سے فرمایا۔ مدرسہ امینیہ چلیں۔ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ سے ملاقات کرآئیں۔ جب امینیہ پہنچے۔ تو مفتی

صاحب پُرخلوص انداز میں حضرت سے ملے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ پریشان بھی نظر آتے تھے۔ پریشانی کی وجہ دریافت کرنے پر مفتی صاحب نے یہ بتائی کہ میں خود ملاقات کے لئے حاضر ہوتا۔ حضرت نے فرمایا۔ مدعا پورا ہوا۔ امینیہ سے واپسی کے کچھ دیر بعد مفتی اعظم ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت قریشی کا قیام مسجد سبیل محلہ گڑ والا ل کے اندر حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تھا (مولانا مدنی موصوف حضرت قریشی کے خلفاء میں سے ہیں) مکان میں داخل ہوتے ہی مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو دیکھا کہ ہاتھ میں تشتری، آم اور چاقو لئے آ رہے ہیں۔ مفتی اعظم نے حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رح سے کہا کہ مجھے خدمت کا موقع دیں۔

دراصل مفتی صاحب اس چیز کے متلاشی تھے کہ انہیں حضرت کی خدمت کا کوئی موقع ملے۔ مولانا مدنی نے وہ چیزیں مفتی صاحب کو دے دیں۔ مفتی صاحب آم لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت کھڑے ہو گئے معانقہ و مصافحہ فرمایا اور بیٹھ گئے۔ مفتی صاحب آم تراشتے رہے اور حضرت شیخ کھاتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت قریشی نے فرمایا کہ حضرت ایک مسئلہ ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ کیا مسئلہ ہے حضرت نے فرمایا مفتی صاحب! حدیث میں آیا ہے کہ جن آدمیوں کی زبان موٹی ہو۔ جن پر کلماتِ نماز نہ چڑھتے ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ سبحان اللہ کہتے ہوئے نماز پڑھیں۔ لیکن مفتی صاحب میں نے ایسی زبانیں بھی پائی ہیں جو سبحان اللہ بھی نہیں پڑھ سکتیں ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔ مفتی صاحب نے سکوت فرمایا۔ مفتی صاحب کو چُپ دیکھ کر حضرت قریشی نے فرمایا۔ مفتی صاحب ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ اللہ اللہ کہتے ہوئے نماز پڑھیں۔ مفتی اعظم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ حضرت قریشی نے فرمایا کہ آپ مفتی اعظم ہیں میں تصدیق چاہتا تھا۔ وہ ہو گئی۔

ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مسجد سبیل دہلی میں جس میں مولانا عبدالغفور رح مدنی

امام تھے۔ علماء وصلحاء کا مجمع تھا۔ حضرت قریشی نے ایک کونے سے دیکھنا شروع کیا۔ آخر کونے تک دیکھتے گئے۔ فرمایا ہمارے ہاں عورتوں کو خون آتا ہے وہ بھی خاص مقام سے لیکن یہاں مردوں کو آتا ہے اور وہ بھی منہ سے۔ (پان کی سرخی کی طرف اشارہ تھا) حضرت کا یہ ارشاد اتنا پُر اثر تھا۔ کہ کئی حضرات نے اسی وقت سے پان کی عادت چھوڑ دی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ پان کھانے کو ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت قریشی پر اتباعِ سنّت کا اتنا غلبہ تھا کہ ایک دن گل محمد نامی اسٹیشن ماسٹر چینی کوٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا۔ گل محمد کو یہ خیال آیا کہ حضرت شیخ نے پہچانا نہیں۔ عرض کیا حضرت میں تو آپ کا غلام ہوں آپ نے پہچانا نہیں۔ حضرت شیخ کو بوجۂ غلبۂ اتباعِ سنّت کے پُرجوش الفاظ استعمال کرنے پڑے۔ آپ نے فرمایا تو مجھے ملامت کرتا ہے۔ تجھے نہ خدا پہچانے گا نہ رسولؐ پہچانے گا۔ باعث یہ تھا کہ وہ شخص داڑھی منڈوایا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ تائب ہوا، اور داڑھی رکھی اور مرتے دم تک اس سنّت پر قائم رہا۔

حضرت مرشد صدیقی بیان فرماتے ہیں کہ قیام دہلی کے دوران ایک مرتبہ حضرت قبلہ قریشی نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اس وقت سر میں شدید درد ہونے کی وجہ سے حضرت نے مجھے آرام کرنے کو کہا اور مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحؒ و مولانا قمر بابا صاحبؒ وغیرہ چیدہ علماء حضرت کے ساتھ جانے پر تیار ہوئے میں نے موقعہ پا کر عرض کیا۔ کہ میں چاہتا ہوں حضور چند آدمیوں کو ماذون فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا۔ بہت اچھا واپسی پر مشورہ کریں گے۔ ساتھ ہی میں نے یہ بھی عرض کیا۔ کہ مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو بھی ماذون فرمائیں۔ اگرچہ سلوک تھوڑا ہے مگر آپ کی فیاضی کے لئے اس نے دلا ن ہمت کی ہے۔ یہ عرض

کرتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑا۔ حضرت نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ واپس آئیں گے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ حضرت نے واپسی ہوتے ہی میرے ساتھ علیحدگی فرمائی۔ چنانچہ ایک چھوٹے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اور سب کو فرمایا بڑے کمرے میں تشریف لے جائیں۔ حضرت آہستگی کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوئے فرمایا کہ

"حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خرقۂ مبارک عطا فرمایا ہے۔ میں نے تیری سفارش کی۔ کہ اس کے لئے بھی خرقہ عطا فرمائیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اس کو تو میں پہلے دے چکا ہوں"۔ تو حضرت نے فرمایا۔ تو نے حال مجھے کیوں نہیں بتایا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت میں نے حالات کو تخیل سمجھتے ہوئے عرض نہیں کیا۔ فرمایا واقعہ ہو چکا۔ اب یقین آیا۔ جو آپ کے ساتھ ہوا تو پھر یہ صحیح ہو گا۔ آئندہ کے لئے حضرت نے امر فرمایا کہ جو حالات اور واردات ہوں، وہ لکھ کر بھیجا کر۔ یہ تخیل نہیں تھا۔ ساتھ ہی فرمایا۔ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تیرے متعلق یہ حکم دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جس کی خلافت اور ماذونیت کے لئے وہ کہیں انکار نہ کرنا کیونکہ انکی خدمات ہمارے ہاں مقبول ہو چکی ہیں"۔

میں اس حال میں باہر نکلا کہ یہ واقعہ تو بڑا غنیمت ہے میں نے مولانا سید امیر صاحب سے کہہ دیا تھا کہ سات اجازت نامے تیار کرلیں۔ کیونکہ اس وقت طبع شدہ نہیں تھے۔ جب میں باہر نکلا کہ ان اجازت ناموں میں اضافہ کے لیے کہہ دوں۔ کہ سات سے زیادہ تیار ہونے چاہئیں۔ معاً مولانا قاضی عبدالرشید صاحب عرف قمر بابا صاحب جماعت صلحاء کے بڑے کمرے سے باہر آئے۔ یہ ان کی ایمانی فراست تھی کہ مجھ سے کان میں کہا کہ آج فیاضی کا دن ہے۔ بخل نہ کرنا۔ حالانکہ وہ میری اور حضرت شیخ کی تخلیہ والی گفتگو سے واقف نہ تھے۔ میں نے اپنے ارادے میں توسیع کی۔ مولانا سید امیر صاحب کو آکر کہا۔ کہ انیس ۱۹

اجازت نامے تیار کریں۔ جب حضرت شیخ کی خدمت میں اجازت نامے پیش ہوئے تو فرمایا۔ ٹھیک ہے میں سب پر دستخط کر دیتا ہوں۔ ان کے اظہار اور دینے میں ذرا صبر کریں۔ جب سلوک کی تکمیل کریں۔ ان کو رفتہ رفتہ دیتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ سب کو ختم کر بیٹھیں۔ چنانچہ میں نے اندازاً سات علماء کو بلایا جن میں قمبر بابا صاحب۔ مولانا سید امیر صاحب اور مولانا عبدالغفور صاحب مدنی شامل تھے۔ باقی علماء کے نام اس وقت یاد نہیں آرہے ہیں۔ ان علماء کو میں نے حضرت شیخ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت شیخ نے ان سب کو ماذون فرمایا اور انہیں سندِ خلافت عطا فرمائی۔ مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کے سوا باقی سب حضرات مجھ سے بیعت تھے۔ اور مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو حضرت شیخ سے میں نے بیعت کرایا۔ جب حضرت شیخ تمام کو ماذون فرما چکے تو پھر مجھ سے تاکیداً امر ثانی فرمایا کہ ماذونیت کے یہی کلمات تم ان کو کہو اور خصوصاً یہ بھی فرمایا کہ مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو بھی یہ بات کہنا۔ میں نے یہ الفاظ سن لئے۔ اور امر کی تعمیل کی۔ تین علماء حضرت کی دائیں جانب تھے۔ ان کو ماذونیت کے کلمات کہے۔ چوتھی جگہ جہاں مولانا عبدالغفور صاحب مدنی بیٹھے تھے۔ میں شرم کی وجہ سے چپ ہو گیا۔ حضرت نے تیسری بار فرمایا۔ کیا اس کا تعلق صحبت کا تجھ سے نہیں ہے۔ اس کی نسبت ضعیف ہو جائے گی۔ جب تک تو اجازت نامہ کے یہ کلمات نہ کہے گا۔ چنانچہ میں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ اور حضرت نے دعا فرمائی، سات خلافت نامے تقسیم کئے۔ اور بقایا میرے پاس رکھے اور فرمایا جب سلوک کی ترقی ہو۔ رفتہ رفتہ یہ اجازت نامے علماء کو دیتے رہنا۔

سفر دہلی سے مراجعت

حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ دہلی سے وطن جانے کی تیاری ہوئی۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمام علمائے سرحد میرے وطن میں آکر پھر اپنے وطن جائیں تاکہ

ان کو علم ہو جائے کہ میری زندگی کیسی گذر رہی ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ ضرور حاضر ہونگے۔ پھر وقت آیا کہ سب حاضر ہو گئے۔ جن میں قمر بابا صاحب اور مولانا عبد الغفور صاحب مدنی اور دیگر سب جماعت شامل تھی۔ اس وقت حضرت شیخ نہر کے اوپر تشریف فرما تھے۔ مجھے علیحدہ کر کے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ علماء مقاماتِ سلوک میں مزید ترقیات حاصل کریں اور یہ سفر باعثِ ظفر ہو جائے میں نے عرض کیا۔ کیا کرنا ہے۔ فرمایا۔ یہاں سے تین میل کے فاصلے پر کھجور کی کٹی ہوئی چھڑیاں ہیں۔ ان کو لنگر کے لئے اٹھوالاؤ۔ میں باہر آیا اور مولوی صاحبان سے کہا۔ آپ کا سفر مقبول ہوا اور کہا۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ جب علماء چلتے چلتے تھک گئے۔ تو کہنے لگے۔ کہاں لئے جا رہے ہو۔ میں نے کہا حضرت کا حکم ہے چپ چاپ چلے آؤ۔ چنانچہ اس مقام پر پہنچے۔ جہاں لنگر کا آدمی کھڑا تھا انھوں نے چھڑیاں اٹھائیں اور کندھوں پر رکھنے لگے۔ میں نے کہا نہیں صاحبان۔ آپ لوگ ان کو اپنے سروں پر اٹھائیں۔ کیونکہ اس سے آپ کا علاج کرنا مقصود ہے جب حضرت شیخ نے اس کا مشاہدہ فرمایا، مسکرائے کہ اس نے بڑا اچھا طریقہ نکالا ہے۔ چنانچہ فیضان الٰہیہ جوش میں آیا۔ عجیب کیفیت طاری رہی۔ علماء کے سینے فیضان الٰہی سے بھر گئے۔

حضرت شیخ نے اس موقع پر ماذون حضرات کو پند و عبرت کے لئے ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شیخ نے انتہائی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے ایک ایسے شخص کو ماذون کیا۔ جس کے ساتھ بہت سے لوگ بیعت میں داخل ہوئے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ شخص ماذونیت اور خلافت کی قدر نہ کر سکا اور جاہ پسندی کی طرف مائل ہو گیا۔ سواری کو چھوڑا اور مریدوں کو حکم دیا کہ مجھے پالکی میں اٹھایا کرو۔ شیخ کی خدمت میں جب حاضر ہوتا تھا تو ان کی قیام گاہ کے قریب پالکی سے اترتا تھا۔ اور اس سے اس کا مقصد اپنی بڑائی کا اظہار تھا۔ پیر بھائی اس کو سمجھاتے تو وہ اور بھی بے باکی پر اتر آتا۔ یہاں تک

کہ ایک دفعہ بالکل شیخ کے سامنے پالکی سے اترا۔ پیر بھائیوں نے اسے ملامت کیا۔ تو وہ غصے میں آکر کہنے لگا کہ مجھے تمہارے شیخ سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ کیونکہ مجھے حضرت خضر علیہ السّلام سے فیض آتا ہے۔ شیخ نے جب اس جملہ کو سُنا تو جمعۃ المبارک کے روز اپنے خطبے میں فرمایا۔ جس خضر نے اس کو اپنی نسبت سے نوازا۔ وہ خضر میں ہوں۔ اس لیئے میں اپنی نسبت واپس لیتا ہوں۔ شیخ کا یہ فرمانا تھا اور ادھر اس شخص کی حالت غیر ہو گئی۔ تمام لوگ اس سے متنفر ہونے لگے اور وہ لوگوں سے علیٰحدہ ہو کر جنگلوں میں پھرتا رہا اور اسی طرح اپنی عمر برباد کی۔ پھر کسی شخص نے اس کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے جس کی قدر کرنی چاہیئے اور اپنے شیخ کے ساتھ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ تاکہ فیضانِ الٰہی میں اور بھی اضافہ ہو اور جس نے اس عظیم نعمتِ خداوندی کی ناشکری کی وہ محروم رہا۔

ارشادِ باری ہے۔ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ اگر تم نے میری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو میں انہیں اور زیادہ کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی۔ تو یقیناً میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

گندم میں برکت

حضرت مرشد صدیقی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نقیر پور شریف میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ نے گندم کا ڈھیر لگایا ہوا ہے۔ جو میرے اندازے کے مطابق تیرہ یا پندرہ من ہوتا تھا۔ شیخ نے فرمایا یہ گندم اندر لے جانا ہے۔ اس وقت جماعت میں پچاس ساٹھ آدمی تھے، جن میں کسان بھی تھے۔ حضرت شیخ اور سب نے مل کر اشراق سے اُٹھانا شروع کیا۔ اشراق سے دوپہر ہو گئی۔ نماز ظہر کے بعد پھر اٹھانے لگے۔ یہاں تک کہ عصر اور پھر مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ نماز مغرب کے بعد بڑے بڑے تنومند کسان گردن اور پیٹھ پر ہاتھ سے مجھے اشارہ کرتے، کہ یہاں درد ہو گیا ہے حضرت کو کچھ عرض کر۔ میں نے حضرت شیخ سے

عرض کیا۔ گندم میں اللہ تعالیٰ نے جو برکت دی ہے کیا وہ اندر پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مخلوقِ خدا کو اسے باہر سے اندر لے جانے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمایا ہو سکتی ہے۔ سب چل پڑے۔ پھر ایک ہی پھیرے میں گندم ختم ہو گئی۔ اس گندم میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی۔ کہ سال بھر مخلوقِ خدا کھاتی رہی۔ درآنحالیکہ مہمانوں کی تعداد روزانہ سینکڑوں تک پہنچ جایا کرتی تھی۔

تواضع و انکساری

حضرت کی طبیعت میں تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جالندھر میں قیام کے دوران جب کھانا حاضر ہوا۔ تو سب کو حکم ہوا کہ میرے پاس آئے اور ہاتھ دھوئے۔ چنانچہ حضرت نے بنفسِ نفیس لوٹا لے کر سب کے ہاتھ دھلائے اور خود کھانا لائے اور سامنے رکھتے۔

ایک مرتبہ فقیر پور شریف میں مہمانوں کا زبردست ہجوم تھا۔ جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت شیخ آرام فرما رہے تھے۔ حضرت صدیقی فرماتے ہیں کہ میں بھی لیٹ گیا۔ حضرت شیخ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر نکل کر جماعت کے جوتے جھاڑ جھاڑ کر سیدھے کرتے گئے۔ میرے کان میں اس وقت آواز پڑی جب جوتے بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ میں دوڑ کر بھاگا۔ اس وقت میری زبان سے ایسے الفاظ نکلے کہ جماعت جاگ اُٹھی۔ ساری جماعت پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ہر کوئی روتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اللہ کہنے والی جماعت ہو۔ اس لیئے میں نے تمہارے جوتے صاف کئے۔ کہ میری قیامت اچھی ہو۔ تم بخل کرتے ہو کہ روتے ہو۔

آپ جماعت میں کمزور لوگوں کی خاطر بارہا ایسا کرتے۔ کہ اپنی سواری ان کے حوالے کر دیتے اور خود پیدل چلتے اور جب اثنائے سفر میں کسی

موقعہ پر جماعت کے تھکنے کے سبب آرام کرتے۔ تو ضعیف لوگوں کی خود چاپی کرتے۔ وہ چلاتے اور انکار کرتے۔ تو فرماتے، تجھے زیادہ تکلیف ہے تو یہ کرنا میں تجھے چاپی کرتا ہوں تو مجھے چاپی کرنا۔ سبحان اللہ اللہ والوں کے اخلاق کیسے بلند ہوتے ہیں۔ دوسروں کے آرام پر اپنا آرام قربان کرتے ہیں اور خدمتِ خلق کو عزتِ نفس سمجھتے ہیں اور دل میں غرور و تکبر کا شائبہ تک نہیں لاتے۔

حضرت مرشد صدیقی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر میں ضلع ملتان کے قصبہ جلال پور پیر والا میں مجھے بخار ہوا۔ حضرت شیخ کو علم ہوا تو وہاں سے روانگی کے وقت آپ نے گھوڑی میرے لئے چھوڑ کر خود پیدل سفر اختیار کیا۔ میں باہر نکلا تو گھوڑی کھڑی ہے اور اس کے پاس آدمی بھی کھڑا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ حضرت تیرے لئے گھوڑی چھوڑ گئے ہیں۔ میں ادباً سوار نہ ہوا۔ پیدل چل پڑا۔ حضرت شیخ راستے میں رک گئے تھے۔ مجھے اس حال میں دیکھ کر فرمایا۔ سوار ہوجا۔ میں چپ رہا۔ دوسرے شخص نے ایک اور گھوڑی لادی۔ اس نے کہا حضرت آپ سوار ہوجائیں۔ یہ بھی سوار ہوجائے گا۔ چنانچہ حضور کے سوار ہونے کے بعد میں بھی سوار ہوگیا۔ جب آگے دریا آیا۔ تو دریا پار کرنے کے لئے اونٹنی زیادہ موزوں تھی۔ اس لئے حضرت شیخ نے گھوڑی چھوڑ کر اونٹنی پر سوار ہونا پسند فرمایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر بٹھایا۔ کہ پانی نقصان دے گا ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ قریشی کتنے متواضع۔ منکسر المزاج ایثار پیشہ اور خیر خواہ و ہمدردِ خلائق تھے۔

حضرت جہاں گشت کے مزار پر

ایک مرتبہ حضرت قریشی عرس کے فوراً بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزارِ مبارک پر تشریف لے گئے۔ میں (حضر

صدیقی) بھی ہمراہ تھا۔ مزارِ مبارک پر مراقب ہوئے اور خلافِ معمول بہت تاخیر ہوئی۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ میں پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا۔ کہ آج عجیب معاملہ تھا۔ جب میں مراقب ہوا۔ تو صاحبِ مزار کو وہاں نہیں پایا۔ قبر مبارک روشن تھی۔ مگر خالی تھی۔ قبر کے چاروں طرف ظلمت تھی۔ کافی دیر کے بعد جہانیاں جہاں گشت رح تشریف لائے ملاقات ہوئی۔ حضرت جہانیاں جہاں گشت نے فرمایا کہ میں یہاں نہیں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں تین دن سے دربار میں گیا ہوا تھا کیونکہ یہاں عرس کے موقع پر طوائفوں کا رقص و سرود اور میری قبر کو سجدے وغیرہ ہو رہے تھے۔ یہاں معصیت کا بازار گرم تھا۔ میں ہر سال عرس کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قیام کرتا ہوں تاکہ اللہ کی معصیت سے محفوظ رہوں۔ میں ابھی واپس نہ آتا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا۔ کہ میری امت کا ایک ولی منتظر ہے۔ اس لئے واپس آیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح کے قبر مبارک میں واپس آتے ہی ظلمت دور ہو گئی۔ اس واقعے میں اولیاء اللہ کے مزارات پر غیر اسلامی طریقے سے عرس منانے والوں کے لئے درسِ عبرت موجود ہے

حضرت کی کرامت

حضرت قریشی صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ کی مجلس میں باغیٔ شریعت آتے تھے اور تابع شریعت ہو کر جاتے تھے

ایثار و مہمان نوازی

ایثار کا یہ عالم تھا کہ آپ کی غذا وہ ہوتی۔ جو جماعت کی ہوتی۔ پہلے جماعت کو کھلایا کرتے اور سب کے بعد آخر میں خود تناول فرماتے۔ اگر اس وقت باہر سے مہمان آجاتے تو لانگری کو حکم تھا کہ فوری اطلاع دے۔ اطلاع دینے کا طریقہ یہ

تھا کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہے ۔ ایسی صورت میں حضرتِ اعلیٰ اپنا کھانا باہر لاکر مہمان کو پیش کرتے اور خود بھوکے رہتے ۔

توکل شعاری

حضرت قریشی ایک مرتبہ ڈیرہ غازی خاں کے سفر سے واپس مسکین پور شریف تشریف لائے ۔ تو بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے ۔ اِس وقت لنگر میں صرف پانچ سیر آٹا تھا ۔ اس لیے لانگری نے حضرت مرشد مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی اور دو اور صاحبان کو منتخب کرکے ان سے کہا کہ آٹا بہت تھوڑا ہے اور جماعت اس وقت پانچ سو کے قریب ہے بہتر یہ ہے کہ تم تدبیر سوچو ۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر رخصت مل گئی تو جماعت چلی جائے گی اور لنگر میں تکلیف نہ ہوگی ۔ جب یہ بات مہمانوں کو معلوم ہوئی ۔ تو بہاول پور کی جماعت نے جو نسبتاً زیادہ تھی ۔ مولانا نذیر احمد صاحب کو منتخب کیا ۔ کہ آپ رخصت لیں ۔ حضرت رخصت فرما دیں گے تو ہم سب چلے جائیں گے ۔ چنانچہ مولانا نذیر احمد صاحب مجلس سے ذرا آگے کو سرکے حضرت نے فرمایا ۔ مرشد کیا بات ہے ۔ عرض کیا ۔ جماعت رخصت چاہتی ہے فرمایا ۔ مولوی صاحب رخصت نہیں ملتی ۔ اور دیکھتے ہیں کہ ہمارا خدا پانچ سیر آٹا ہے یا اور ہے ۔ یہ الفاظ ایسے تھے کہ سب مہمان دم بخود رہ گئے اور تین دن تک مقیم رہے اور لنگر سے ہر مہمان کے لیے معمول کے مطابق دو دو روٹیاں برابر ملتی رہیں ۔ تیسرے دن جماعت نے حضرت مرشد صدیقی صاحب کو منتخب کیا ۔ آپ نے حضرت قبلہ قریشی کی خدمت میں یہ عرض کیا ، حضور اب ان کو عورتیں یاد آرہی ہیں ۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا ۔ اچھا جاؤ ۔ اور تبسم کے ساتھ فرمایا ۔ کہ دیکھ لیا کہ پانچ سیر آٹا خدا نہیں ہے ۔ مطلب یہ کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئیے اور اس کی ذات پر بھروسہ کرنے والوں کے سامنے کوئی مشکل ٹھہر نہیں سکتی ۔ اس کے بعد حضرت نے بازار سے اناج منگوانے کا انتظام فرمایا ۔

حق گوئی کی تلقین

حضرت مرشد صدیقی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ سفر ڈیرہ غازی خان وغیرہ سے اپنے مقام مسکین پور شریف واپس تشریف لائے۔ حضرت نے علماء حضرات کو جو رفیق سفر تھے۔ مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ سفر میں نے تمہارے ساتھ اس لیئے اختیار کیا تھا کہ آپ حضرات نقائص سے آگاہ کریں گے۔ مگر افسوس آپ حضرات نے مجھے آگاہ نہیں کیا۔ علماء نے عرض کیا حضرت دوران سفر کوئی نقص ہم نے نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ کیا میں معصوم ہوں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ مگر تم نے حق گوئی کا ثبوت نہیں دیا۔ علماء خاموش رہے اور معذرت پیش کرتے رہے کہ حضرت ہم نے کوئی نقص شرعی آپ کے کسی عمل میں نہیں دیکھا۔ دوسرے دن حضرت نے وضو فرمایا اور علماء دیکھتے تھے کہ حضرت نے گردن کے مسح کے لئے نیا پانی لے کر مسح فرمایا (یہ اس بناء پر تھا کہ علماء کچھ کہتے ہیں یا نہیں ورنہ حضرت کا معمول یہ نہیں تھا کہ نیا پانی گردن کے مسح کے لئے لیتے) ایک عالم نے عرض کیا۔ حضرت ہمارے مذہب میں گردن کے لئے نیا پانی لینا نہیں ہے۔ فوراً حضرت شیخ نے ان مولوی صاحب کو دعا دی اور فرمایا: شاباش تم نے میری غلطی پکڑی بعد میں دوسری مجلسوں میں حضرت اس واقعے کو بار بار دہراتے۔ اور فرماتے کہ فلاں مولوی صاحب نے مجھے اس غلطی پر آگاہ کیا۔ اللہ اس کو جزائے خیر دے۔ اور مزید توفیق بخشے۔

اس واقعے سے حضرت کی اس تعلیم کا پتہ چلتا ہے کہ۔ اپنی غلطی کو خوشی سے سنو۔ اور اپنی تصحیح کرو اور یہ کہ حق گوئی میں کسی کی رو رعایت نہیں کرنی چاہیئے۔ الحمدللہ شیخ کی تعلیم ایک عجیب طرز کی ناصح ہوتی تھی۔

سید بخاری کی حاضری

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح ایک دفعہ حضرت قریشی کے قریہ سے

گزر رہے تھے حضرت کی تلاش میں وہ کھیت پر پہنچے۔ حضرت شیخ اس وقت ہل چلا رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے ان کے قلب پر انگلی رکھ کر قلبی ذکر کی تعلیم کی۔ انگلی رکھنے کے ساتھ ہی ذکر قلبی جاری ہو گیا۔ وہ اسی وقت سے عقیدت مند ہو گئے۔

جب عطاء اللہ شاہ صاحب نے قادیان جاکر وہاں تقریر کرنے کی تیاری کی تو بوجہ عقیدت حضرت کے پاس ملتان تشریف لائے۔ اس وقت آپ ملتان میں تشریف رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے حضرت سے بذریعہ اسپیشل ٹرین اپنے ہمراہ قادیان چلنے کی درخواست کی، تاکہ حضرت کے فیض سے اس تبلیغی مہم میں باحسن وجہ کامیاب ہوں۔ حضرت نے تحفظِ ختم نبوت کے جذبے سے یہ درخواست بخوشی منظور فرمائی اور قادیان تشریف لے گئے۔ حضرت مرشد صدیقی کا بیان ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت شیخ قبلہ کی صدارت میں قادیان کے اس عظیم الشان تبلیغی جلسے سے ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ تقریر کے دوران حضرت شیخ اُٹھنے لگے۔ معاً حضرت شاہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تقریر صرف جناب والا کا تصرف ہے اگر آپ تشریف لے گئے۔ تو پھر میں تقریر نہ کر سکوں گا۔ اس لئے آپ تشریف رکھیں اور کرسئ صدارت پر بدستور جلوہ افروز رہیں۔ اور فرمایا کہ میری مثال پستول کی ہے۔ آپ اس میں روحانیت کا بارود ڈالتے رہیں گے، میں چلاتا رہوں گا۔ ؎

تیر قضا ہر آئینہ از ترکشِ حق است
لیکن کشادِ آں ز کمانِ محمدؐ است

حضرت شیخ شاہ صاحب کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے کرسئ صدارت پر آخیر وقت تک تشریف فرما رہے۔ شاہ صاحب نے نہایت پُر اثر، بصیرت افروز اور مدلل تقریر فرمائی اور قادیانیت کی مصنوعی اور

جھوٹی نبوت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں۔ حضرت شاہ صاحب حضرت قبلہ شیخ رح کی اس معیت و رفاقت کو ہمیشہ یاد کرتے رہے اور حضرت کے فیوض و برکات اور روحانی تصرفات کے عمر بھر معترف رہے۔

ذکر خدا میں از خود رفتگی

ایک مرتبہ رنگ پور تعلقہ سمرسٹہ ریگستان میں حضرت شیخ کے ہمراہ سفر جاری تھا اس دوران میں حضرت شیخ کے اوپر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جس کے اثرات اور پرتو جماعت پر یہ تھے کہ تین دن تک کھانے اور پینے کی حاجت نہ ہوئی صرف ذکر اللہ کا شغل جاری رہا۔ نماز پنجگانہ باجماعت اور مراقبہ جاری تھا۔ تین دن کے ختم ہونے پر آبادی میں تشریف لائے۔ تب حضرت شیخ اور جماعت کو کھانے پینے کی خواہش ہوئی۔ کھانا پکایا گیا اور سب نے کھایا۔

حضرت کی چادر میں برکت

حضرت قریشی کی استعمال کی ہوئی چیزوں میں بھی برکت ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت کی چادر مبارک میں اللہ کریم نے یہ برکت رکھی تھی۔ کہ شادی، بیاہ اور ہر بڑی دعوت کے موقعہ پر متعلقین اور احباب حضور کے زیر استعمال چادر مبارک کو لے جا کر ان برتنوں پر ڈال دیتے تھے۔ جن میں کھانا ہوتا تھا۔ ایک کونے سے کھانا نکالا جاتا۔ جس میں اللہ کے فضل و کرم سے برکت ہو جاتی اور وہ کھانا تمام حاضرین کے لئے کافی ہوتا۔

کشف قبور

حضرت قبلہ قریشی رح کو انتہائی کشفِ قبور تھا۔ جس کا کچھ ذکر پچھلے صفحات میں بروایتِ حضرت مرشد صدیقی ہو چکا ہے ماہنامہ ”استقلال“ لاہور مجریہ ماہ مارچ ۱۹۶۳ء میں ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت قریشی کے کشفِ قبور کا یہ عالم تھا کہ عقیدت مند جب انہیں کسی قبر پر بٹھاتے۔ وہ اس قبر کے مردے کے بارے میں تمام باتیں من وعن بیان کر دیتے۔ جنھیں سن کر اس قبر کے مُردے کے عزیز و

اقارب متعجب ہو جاتے۔ اور ان کی عقیدت کا دم بھرنے لگتے۔ کئی بے نشان قبروں کی انھوں نے نشان دہی کی۔ اور اہلِ قبور کے حالات و کوائف بیان کئے [1]

(موقر ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک مجریہ شعبان ۱۳۹۱ھ میں محترم فہیم عثمانی نے حضرت قبلہ قریشی سے اپنی ایک ملاقات کے تاثرات اور کچھ واقعات بیان کئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے بعض واقعات درج کئے جاتے ہیں)

(مدرار عفی عنہ)

دیوبند کی ایک دعوت کا حال

قیام دیوبند کے دوران حضرت قبلہ قریشی صاحب صبح کے ناشتہ پر والد صاحب کی درخواست پر ہمارے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت تہمد باندھے ہوئے تھے۔ والدہ فرماتی ہیں کہ حضرت کے تقویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا تھا کہ ناشتہ میں کوئی بھی ترچیز ایسی نہ ہو، جو کسی ہندو یا غیر مسلم کے یہاں سے آئی ہو۔ حتیٰ کہ گھی تک بھی بطور خاص ایک مسلمان پڑوسی کے گھر سے منگایا جس کی اپنی بھینس تھی۔ کیونکہ دیوبند کی دکانوں پر جو گھی آتا تھا وہ عموماً دیہات کے لوگ شہر میں لاکر فروخت کرتے تھے اور ایسے گھی کے بارے میں اس بات کا تعین مشکل تھا کہ وہ مسلمان کے گھر کا ہے یا ہندو کے گھر کا۔ ناشتہ میں دیگر اشیاء کے علاوہ آم کا سادہ اچار بھی تھا۔ دیوبند میں یہ طریقہ عام تھا کہ رس بھرے آم کو نچوڑ کر اس میں نمک مرچ ملا لیتے تھے اور روٹی لگا کر کھاتے تھے۔

حضرت دیگر اشیاء کو چھوڑ کر اس اچار سے روٹی تناول فرماتے رہے، والد مرحوم نے کہا حضرت ناشتہ میں جتنی اشیاء ہیں ان میں سے کوئی بھی شے ایسی نہیں ہے جو ہندو کے یہاں سے خریدی گئی ہو جس میں

---

[1] ماہنامہ "استقلال" لاہور ماہ مارچ ۱۹۶۳ء

بطور خاص ہر لحاظ سے تقویٰ کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ حضرت نے فرمایا درست ہے مگر سادہ اچار کے کھانے سے تقویٰ موٹا ہوتا ہے اور ان دیگر اشیار کے کھانے سے نفس موٹا ہوتا ہے، بتاؤ تمہیں کس کا موٹا ہونا مطلوب ہے غرض حضرت خواجہ صاحب نے پورا ناشتہ اسی سادہ اچار سے تناول فرمایا۔ والد صاحب نے بعد میں گھر والوں کو بتایا کہ اسی طرح حضرت نے لائل پور میں ایک دعوت میں ساری روٹی محض پانی سے تناول فرمائی۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب لائل پور تشریف لائے۔ والد مرحوم کے پاس قیام فرمایا۔ والد صاحب (مولانا محمد مسلم عثمانی رح) مدرسہ اشاعت العلوم میں درس و تدریس کی ذمہ داری کے سلسلے میں کوئی بیس بائیس[۲۲] سال لائل پور میں رہے ہیں۔ غرض حضرت خواجہ صاحب لائل پور تشریف لائے۔ تو والد صاحب کے پاس ٹھیرے۔ ایک مرید نے دعوت کر دی۔ حضرت نے قبول تو فرمالی۔ مگر دعوت میں سالن اور پلاؤ وغیرہ میں سے کسی بھی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ ساری روٹی محض پانی کے ساتھ تناول فرمائی۔

اکلِ حلال کا اہتمام

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دراصل حضرت خواجہ صاحب کو اکل حلال اور طیب غذا کا حد درجہ اہتمام تھا۔ اس بنا پر غذا کے معاملے میں حضرت اس قدر محتاط تھے۔ کہ پھلوں کے سوا بازار کی کوئی چیز تناول نہ فرماتے تھے اور نہ ہی کوئی ایسی شے کھاتے جس میں بازار کا گھی ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر تبلیغی سفر میں حضرت خواجہ صاحب اپنے ساتھ کھانا پکانے کا سامان بھی رکھتے اور گھر سے گھی مسالہ وغیرہ تک لے کر چلتے۔

مشکوک غذا سے پرہیز

حضرت خواجہ صاحب کی اس عادت احتیاط کے سلسلے میں والد صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب ایک روز اکل حلال اور مشکوک

غذا سے پرہیز کا ذکر کر رہے تھے۔ دورانِ ذکر فرمانے لگے کہ میں زمانۂ سلوک میں گھر سے دو روٹیاں پکوا کر حضرت قبلۂ عالم خواجہ سراالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا اور تمام راستے اسی پر گزارہ کرتا۔ مگر مشکوک غذا نہ کھاتا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایک دن قبلۂ عالم کی خدمت میں جا رہا تھا، راستہ میں ایک رات ایسی بستی میں ٹھیرا، کہ وہاں صبح کے وقت کسی رئیس کے گھر ولیمہ کی دعوت تھی۔ صبح ہوتے ہی دعوت کا چرچا عام ہو گیا اور لوگ اطراف و اکناف سے دعوت کھانے کے لئے آنے لگے۔ لیکن میرے پاس بھنے ہوئے چنے تھے۔ میں نے ان کو کھا کر پانی پیا اور شکرانۂ الٰہی بجالا کر شیخ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں لوگ مجھے دعوت کے لئے روکتے اور اس کے چھوڑنے پر مجھے دیوانہ کہتے تھے، مگر میں غذا محتاط نہ ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا تقویٰ کے خلاف سمجھتا تھا۔

خلقِ خدا کی دلجوئی

مسکین پور شریف میں سالانہ اجتماعات کے مواقع پر خلقِ خدا کا ہجوم ہوتا تھا۔ لوگ پیچھا نہ چھوڑتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرتے رہتے۔ ہر ایک کو حضرت صاحب خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہتے۔ بسا اوقات دیر تک بیٹھے رہنے کی وجہ سے کمزور اور نڈھال ہو جاتے۔ بھوک کی بنا پر گرنے کے قریب ہو جاتے مگر زبان سے ذکر تک نہ فرماتے۔ حضرت خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ مہمانوں کو کھلائے بغیر کبھی کھانا نہ کھاتے۔ اکثر صبح کو ایک بجے اور رات کو گیارہ بجے مہمانوں کا کھانا تیار ہوتا۔ اس قدر پیرانہ سالی کے باوجود آپ انتظار فرماتے۔ مہمانوں کی خدمت گذاری میں اس قدر شغف تھا کہ ابتدائی زمانہ میں حضرت اپنے ہاتھ سے چکی میں آٹا پیس کر مہمانوں کیلئے لاتے۔ زوجۂ محترمہ روٹیاں پکاتیں۔ اور حضرت اپنے سر پر رکھ کر لاتے۔ اپنی زمین کی پیداوار سے لنگر چلاتے اور فرمایا کرتے کہ ہم تو درویشوں کے نوکر ہیں۔ مزدوری کرتے ہیں اور کھاتے ہیں۔

مزارِ مبارک کی سادگی

راقم الحروف کو پاکستان بننے کے بعد ایک بار سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مزار مبارک پر حاضری کا موقعہ ملا ہے۔ میلوں دور سے ہی فیوض و برکات کے آثار محسوس ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ لحد مبارک کچی ہے اردگرد ایک کمرہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔ مزارِ مبارک کے اندر داخل ہونے کے بعد سکون و اطمینانِ قلب کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مزارِ مبارک کی تعمیر میں کسی قسم کے نقش و نگار سے کام نہیں لیا گیا۔ جس طرح حضرت کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ اسی طرح مزارِ مبارک بھی سادگی کا مجسمہ نظر آتا ہے۔ اور الحمد للہ ہر قسم کی مشرکانہ اور بدعی رسوم سے پاک و مبرا ہے۔

حضرت قبلہ قریشیؒ کا حلیۂ مبارکہ

حضرت اعلیٰ کا رنگ گندم نما، قد مبارک درمیانہ، سینہ کشادہ اور چہرہ مبارک بھاری تھا۔ پیشانی مبارک سے انوار و تجلیات عیاں تھے کاشتکاری کرتے تھے۔ موٹا لباس پہنا کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں انتہائی جذب اور نظر میں بلا کی تاثیر تھی۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی گفتگو میں حلاوت ہوتی اور اطوار دلنشین تھے۔ پنجابی اور اردو کے علاوہ آپ کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر نمایاں عبور حاصل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں دو نکاح کئے تھے۔ اولادِ نرینہ کی کافی تھی۔ مگر صاحب وصال ہو رہی۔ آپ کے وصال کے وقت تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں غالباً باقی تھیں۔ جن میں دو صاحبزادیاں اب بھی زندہ ہیں جو شادی شدہ ہیں۔ آپ کے وصال کے ساتھ ہی چھ ماہ کے اندر اندر صاحبزادے دار فانی...... انتقال فرما گئے۔ حضرت والدہ ماجدہ صاحبہ (اہلیۂ حضرت شیخ) بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ مسکین پور شریف

میں قیام ہے اللہ کریم ان کو زندگی طویل عطا فرمائے۔ آمین۔

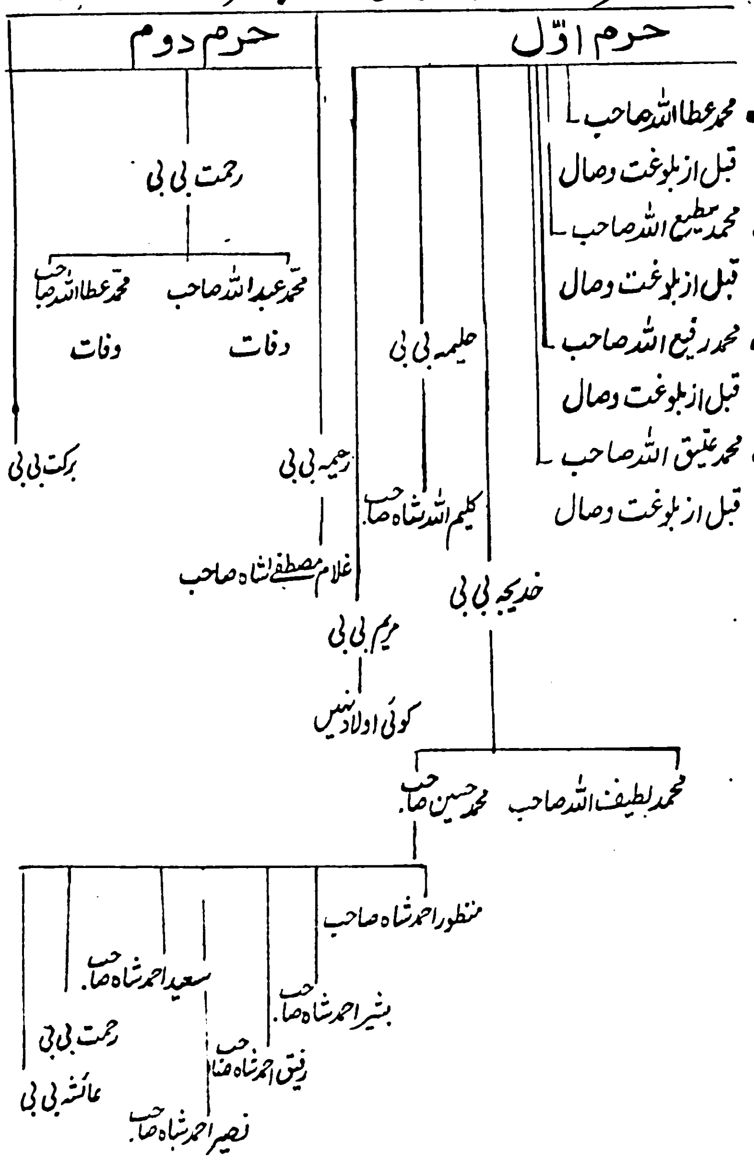
حضرت کا وصال مبارک

آپ شب اوّل ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو رحلت فرما کر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آفتابے بود شد اندر حجاب
رحمتِ حق باد بروے بے حساب

خاندانی شجرہ مبارکہ عالیہ

حضرت قبلہ محمد فضل علی صاحب قریشی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ



باب سوم

قطب ربّانی حضرت قریشیؒ کے ملفوظاتِ عالیہ

حضرت مرشد صدیقی مدظلہ العالی کی خواہش تھی کہ "تجلیاتِ صدیقی" حضرت قبلہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ مبارکہ سے پوری طرح مزین ہو اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا جائے۔ اس لئے ہم نے حضرت قریشی کے سوانح حیات کے بعد آپ کے ملفوظاتِ عالیہ کے لئے "تجلیات صدیقی" کا یہ تیسرا باب مخصوص کر دیا ہے۔ یہ ملفوظاتِ عالیہ رشد و ہدایت اور پند و موعظت کا ایک گنجِ شائیگاں اور بے بہا خزینہ ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ قارئین کرام اور سعادت مند نوجوان حضرت پیر کامل قریشی رح کے ان ارشاداتِ مبارکہ سے کماحقہٗ فائدہ اٹھائیں گے۔ حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر اس واقعہ کے حسبِ ذیل ہے۔ ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را
مدثر ارعفی عنہٗ

ملفوظاتِ عالیہ درجِ ذیل ہیں۔

حضرت قریشی نے فرمایا۔

(۱) حضرت خواجہ حسن بصری رح اپنے ایک سُود خوار پڑوسی کے لئے دعائیں مانگتے رہتے تھے کہ "یا اللہ دور و دراز سے تیری مخلوق مجھ سے فیضیاب ہو رہی

ہے۔ میرا یہ پڑوسی محروم ہے یا اللہ! اسے ہدایت فرما۔

حسبِ دستور حضرت خواجہ صاحبؒ ایک دن دعا مانگ رہے تھے، کہ آپ کے اس پڑوسی حبیب عجمی کے دل میں خیال آیا۔ کہ دور سے لوگ آکر فیضیاب ہو جائیں اور میں پڑوسی ہو کر محروم رہوں۔ یہ بات مروت سے بعید ہے۔ لہٰذا اس خیال کے آنے پر وہ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے لڑکوں کو کہا۔ کہ دور بھاگو۔ کیونکہ حبیب سود خور آرہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کی شامت ہم پر پڑ جائے۔ اس بات کا آپ پر بڑا اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے اسباب مہیا کر دئے۔ الغرض وہ حضرت خواجہ رح کی خدمت میں پہنچے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ سود خواری سے توبہ کی۔

حضرت خواجہ صاحب کی صحبت آپ پر اثر انداز ہوئی بعد میں آپ بڑے ولی اللہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے مقروضوں کو اپنا تمام قرضہ سود سمیت معاف کر دیا۔

گر تو سنگ خارا و مرمری بودی ؎
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

(۲) حضرت نے فرمایا۔ ہلیلہ کو جب شہد میں ڈالتے ہیں۔ تو تھوڑے دنوں کے بعد اس کی کڑواہٹ مٹھاس میں بدل جاتی ہے۔ اس طرح شیخ متبع سنت کا اثر مرید پر پڑتا ہے۔ اس کے رذائل کو اخلاقِ حسنہ سے مزین کرتا ہے۔

(۳) فرمایا:۔ حضرت حبیب عجمیؒ پڑھے لکھے نہ تھے مگر مسئلہ صحیح بتا دیتے اور موضوع حدیث بتا دیتے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ آپ پڑھے ہوئے نہیں۔ مگر فقہ کا مسئلہ کیسے بتاتے ہیں۔ اور قرآن شریف اور حدیث شریف عربی میں ہیں۔ وہ کیسے سمجھ لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب ضرورت ہوتی ہے تو فقہ کا مسئلہ حضرت امام صاحب سے پوچھ لیتا ہوں۔ قرآن شریف جس وقت تلاوت کیا جاتا ہے تو اس وقت نور نکلتا ہے۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ خدائی نور ہے

جب حدیث صحیح پڑھی جاتی ہے تو نورِ نبوی نکلتا ہے لہٰذا میں سمجھ لیتا ہوں کہ حدیث صحیح ہے۔ جب موضوع حدیث پڑھی جاتی ہے نور نہیں نکلتا۔ لہٰذا میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ موضوع ہے۔'

ایک دن امام یوسف رح اور امام احمد بن حنبل رح نے طے کیا کہ حضرت حبیب رح سے امتحان کے طور پر کوئی مسئلہ دریافت کریں۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک شخص کی نماز قضا ہو گئی ہے مگر اس کو یاد نہیں کہ کونسی نماز قضا ہوئی ہے۔ اب وہ کیا کرے۔ حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا: کہ یہ بڑے غافل دل والا ہے جس کو اتنی غفلت ہو اسے پانچوں نمازیں قضا پڑھنی چاہئیں۔ حقیقت میں مسئلہ بھی ایسے ہے۔

(۴) فرمایا۔ لوگو! باطن کی صفائی بڑی چیز ہے کوئی اندھا نہ جانے تو اس کی مرضی۔ ہماری ضد نہیں ؎

خاک شو در پیشِ شیخ باصفا
تا ز خاکِ تو بروید کیمیا
تا نمیرد دانۂ اندر زمیں
تا زیک صد کے شود اندر زمیں

(۵) فرمایا۔ ہر علم کے واسطے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم باطن کے واسطے بھی استاد کی ضرورت ہے مسلمانو! نیکیوں میں جلدی کرو اور ہر بدی سے بچو۔ دل کا علاج کرو۔ کوئی بیماری تم کو آتی ہے تو کتنے حکیم تلاش کرتے ہو۔ اگر ایک حکیم کا علاج فائدہ نہیں دیتا تو دوسرے حکیموں کے پاس جاتے ہو۔ اگر یونانی حکیموں سے فائدہ نہیں ہوتا۔ تو ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہو۔ غرض جب تک شفا نہیں ہوتی۔ حکیموں اور ڈاکٹروں کا دروازہ نہیں چھوڑتے ہو۔ ظاہری جسمانی مرض کے لئے تم ساری دنیا کے حکیم نہیں چھوڑتے ہو۔ مگر تمہارا قلب جو رئیس الاعضاء ہے وہ بیمار ہے وہ اللہ کے

راستے سے اندھا ہو گیا ہے۔ اس کے علاج سے تم غافل ہو۔ تم ایک بھی حکیم روحانی متبع شریعت کے پاس نہیں جاتے۔ یہ کیسا انصاف ہے۔

(۱) فرمایا۔ لوگ اس خیال کے ہیں کہ جب ایک پیر پکڑا جائے۔ تو دوسرے کے پاس نہ جانا چاہیئے۔ ایک آنکھ میں درد ہو۔ تو جو بیں حکیم ڈھونڈھتے ہو۔ ایک سے فائدہ نہ ہو، تو دوسرے کے پاس جاتے ہو۔ جب تیرے قلب کی اصلاح ایک سے نہیں ہوئی تو دوسرے کے پاس کیوں نہیں جاتا۔

مسلمان بھائیو! مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ پیر۔ اگر ایک پیر تم نے پکڑا۔ اس کی خدمت میں بہت آتے جاتے رہے۔ ذکر و فکر میں محنت بھی کرتے رہے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو اس حالت میں دوسرے پیر کی تلاش کرنی چاہیئے حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت
از تو نہ رمید زحمتِ آب و گلت
از صحبتِ وے اگر تبرا نکنی
ہرگز نہ کند روح عزیزاں بحلت

ہر شخص کو اپنی اصلاح ضروری ہے جس جگہ تمہاری اصلاح ہو جائے وہاں جمے رہو۔ ایسی حالت میں دوسرے کے دروازے کی طرف بھاگنا بالکل ناشکری اور باعثِ محرومی ہے۔

(۷) فرمایا۔ ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اور وہ فوت ہو گیا ہو اور اس کے فیض سے طالب محروم رہا ہو اور کچھ حاصل نہ کیا ہو تو اس حالت میں دوسرا پیر پکڑنا لازم ہے اس سے پہلی بیعت نہیں ٹوٹتی۔ بلکہ یوں سمجھے کہ پہلے مرشد کی مہربانی ہے اس سے بد اعتقاد نہ ہو۔ بلکہ یوں سمجھے کہ میرا مقسوم ان کے پاس نہ تھا۔

اللہ کے بندو! انصاف کی نظر سے دیکھو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

قدس سرہ کے چار پیر تھے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رح کے بھی چار پیر تھے۔ مقصود تو ایک خدا کی ذات ہے۔ خدا کے بندے اور خدا کے طالب بنو۔

(۸) فرمایا۔ پیر پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے ہدایت حاصل ہو کھیت کی پیداوار میں پیر کا حصہ مقرر کرنا مقصود نہیں۔ چٹی بھرنا مقصود نہیں۔ مسلمانو! افسوس کا مقام ہے کہ رسمی پیر خراب کر رہے ہیں۔ ان کو اپنے دَر پر نہ آنے دو۔ یہ گمراہ کر رہے ہیں یہ کس کتاب کا مسئلہ ہے کہ اناج میں سے پیر کا حصہ ہے۔ پیر صاحبِ شریعت پکڑو۔ حصہ اور بھنگ پینے والے بے نماز اور بے دین سے بچو۔ ایسا پیر شیطان ہے خود بھی گمراہ ہے اور تم کو بھی گمراہ کرے گا۔

(۹) فرمایا۔ پیر کی شناخت میں تم کو بتاتا ہوں۔ پیر وہ ہے جو خود بھی شریعت کے اوامر و نواہی پر کاربند ہو اور اپنے مریدوں کو بھی شریعت پر چلائے اس کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا کی محبت سرد پڑ جائے۔ اسے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ وہ پرہیزگار اور متقی ہو۔ شبہ کی چیز نہ کھاتا ہو۔ کسی بزرگ کا صحبت یافتہ ہو۔ کسی بزرگ نے اسے اجازت دی ہو۔ بقدر ضرورت علم شریعت جانتا ہو۔ علم سلوک سے بھی واقف ہو۔ ایسی صفات والا پیر پکڑو۔ بے دین کو چھوڑ دو ؎

او خویشتن گم است کرا رہبری کند[۱]

(۱۰) فرمایا۔ ؎

صحبت صالح اگر یک ساعت است
بہتر از صد خلوت و صد طاعت است
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
گو نشیند در حضور اولیاء

---

[۱] "ماہنامہ" الحق"، اکوڑہ خٹک بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

مسلمان بھائیو! دین میں کوشش کرو۔ مسلمانوں کی حالت بہت گر گئی ہے
مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا کَثَّرَ ذِکْرَہٗ جس شخص کو جس چیز کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر بہت کرتا ہے۔ مسلمانو! خدا تعالیٰ کو یاد کرو۔ دیکھو مجنوں کو لیلیٰ سے محبت تھی۔ وہ لیلیٰ لیلیٰ کرتا تھا۔ پنوں سسی کو یاد کرتا تھا۔ رانجھا کو ہیر کی یاد تھی۔ جس کو جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہ اس کو یاد کرتا ہے۔ تم خود کو مسلمان کہتے ہو۔ کیا تم خدا تعالیٰ کو یاد نہیں کرو گے۔ کیا خدا تعالیٰ کا ذکر چھوڑ کر غیر اللہ کو یاد کرو گے۔

(۱۱) فرمایا۔ آپ حضرات نے اسلام سے کیا سیکھا ہے؟ داڑھیاں منڈا رکھی ہیں۔ تم میں سے اسلام کی خوشبو نہیں آتی۔ اگر مولوی ہے تو غرور سے بھرا ہوا ہے۔ اگر حافظ ہے تو غرور میں مستغرق ہے۔ عالم ہو یا پیر سب غرور میں مست ہیں۔ بتاؤ کیا تمہارا غرور بجا ہے؟ اپنے دادا حضرت آدم علیہ السّلام کی تعلیم یاد کرو۔ آپ نے کہا تھا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ط

فخر تو شیطان نے کیا تھا وہ دونوں جہان میں رحمت الٰہی سے محروم ہو گیا دیکھو! "خان" کی "خ" ٹیڑھی ہے اسی طرح "حاکم" کی "ح" کج ہے یہ دونوں کج ہیں۔ راہِ راست پر نہیں آتے۔ مولوی سے مولانا بن گئے باقی رہے پیر انہوں نے اس بات کو لے لیا۔ ہمارا دادا بڑا دیندار اور صاحبِ کمال تھا۔ یہ خاص خاص فرقے تو دین کو جواب دے گئے اور دین سے منہ موڑ گئے۔ تو اب دین کی خدمت کون کرے۔

(۱۱) فرمایا۔ مسلمانو! عجز دنیا زورثۂ نبوی ہے اور تکبر و غرور میراثِ فرعون و ہامان و نمرود و شداد و شیطان ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے جس کا ورثہ لینا ہے لے لو۔

(۱۲) فرمایا:- دین کی یہ حالت ہے کہ نماز سُنو تو نہیں آتی۔ جنازہ کی نماز کی دعائیں نہیں آتیں۔ ہاں ضد کرنا آتی ہے۔ بڑا بننا آتا ہے۔ ان کی مثال یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک شخص موہنی نوہانی ہے۔ اس کا ایک بیل ہے وہ لڑائی میں مشہور ہے۔ اس کے سینگ بڑے اور ٹیڑھے ہیں، وہ کنوئیں پر کام نہیں دیتا۔ ہل نہیں چلاتا۔ صرف لڑائی کا کام دیتا ہے۔ جس بیل کو دیکھتا ہے۔ دیکھتے ہی لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اپنے بڑے بڑے سینگوں سے بیلوں کو گرا دیتا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ مگر شریعت کے مطابق کوئی کام نہیں کرتے۔ فقط بیل والی لڑائی جانتے ہو۔ بزرگوں پر اعتراض کرنے اور شر و فساد کے لئے تیار رہو۔

(۱۳) فرمایا:- میں تمہیں شریعت کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تم کو اللہ کا نام بتاتا ہوں۔ تعجب کی بات ہے کہ ہندو بھی اللہ کے نام سے خوش ہوں۔ یہود و نصاریٰ بھی اللہ کا نام لینے پر خوش ہوں۔ مگر مسلمان ناراض ہوں۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

مسلمانو! اللہ کا ذکر سیکھو، شریعت کا علم حاصل کرو۔ اس پر عمل کرو۔ اللہ والوں کی بڑی شان ہے۔ میں بادشاہ ہمایوں کے مقبرے پر گیا۔ کوئی اس کی قبر نہ بتا سکا۔ وہاں ایک مجوسی خاکروب بیٹھا ہوا تھا۔ اس جہان میں اسے کیا کر و فر، ملک و مالِ دنیا حاصل تھا۔ سپاہ موجود رہتی تھی۔ مگر مرنے کے بعد قبر کا پتہ کوئی نہیں دیتا۔ پھر میں حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ بہت سے لوگ وہاں فاتحہ اور دعا میں مشغول پائے۔ آپ کے وسیلے سے اپنی حاجات اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے تھے، ہندو اور انگریز بھی سلام کر رہے تھے۔ امیر و فقیر سب بزرگوں کے مزارات پر جاتے ہیں۔ شہنشاہی دونوں جہان میں ان حضرات کی ہے۔ کیا عجب بادشاہی ہے ع

چاکری خواہند از اہلِ جہاں

(۱۴) فرمایا:- اپنی ذات بدلنا حرام ہے۔ بدلنے والے پر لعنت ہے یہ لعنت کا کام ہے کہ سید نہ ہو مگر اپنی ذات بدل کر سید بن جائے۔ مولوی صاحبان کو عالم باعمل ہونا چاہیئے۔ بے عمل مولوی اور جاہل پیر ملک کی خرابی کا باعث ہیں۔ لوگ سودی قرض لے کر مردے کی فاتحہ کرتے ہیں۔ میں اُن لوگوں کی شکایت کرتا ہوں۔ جو علم پر عمل نہیں کرتے۔ ان کے واسطے علم سم قاتل ہے دیکھو مصری میٹھی چیز ہے مگر صفرا کے مریض کو کڑوی لگتی ہے۔ اس میں مصری کا کوئی قصور نہیں۔ اسی طرح علم کا قصور نہیں۔ بلکہ قصور اس کا ہے جو اس پر عمل نہیں کرتا۔ میری مولوی صاحبان کے ساتھ عداوت نہیں۔ وہ شریعت کے حامل ہیں۔ میں ان کا غلام ہوں۔ کسی اہل اللہ نے کیا خوب ہی خوب فرمایا ہے۔

گردِ نعلِ اسپ سلطانِ شریعت سرمہ کن

(۱۵) فرمایا:- مولوی غرور میں مست ہیں تبلیغ اور وعظ و نصیحت دوسروں کو نہیں کرتے۔ بس یہ کام ہے کہ فلاں کافر اور فلاں کافر ہے کیا اسلام نے تم کو یہی سکھایا ہے کہ مسلمانوں کو کافر بناؤ۔ یہ بھی ایک غلطی ہے کہ اپنے لڑکوں کو "دینی تعلیم" سے محروم کر کے انگریزی پڑھائی شروع کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو۔ اگر اولاد کو دین کا علم نہ سکھاؤ گے۔ تو وہ بے دین ہو جائے گی۔ خود بھی دوزخ میں جائے گی اور تم کو بھی دوزخ میں لے جائے گی۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انگریزی تعلیم کا اثر بُرا ہوتا ہے۔ عقائد صحیحہ نہیں رہتے۔ مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دو۔

(۱۶) فرمایا:- جب تک کسی اللہ والے شیخ کا ہاتھ نہ لگے۔ تب تک انسان بننا مشکل ہے۔ یہ غرور تم کو خراب کر دے گا کہ میں مولوی ہوں۔ فلاں کتاب میں نے "سلوک" کی پڑھی ہے میں عالم ہوں۔ مجھے کسی کی حاجت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ انبیاء علیہم السّلام

کا علم سب سے بڑا ہوتا ہے۔ مگر آپ حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ط (سورہ طٰہٰ) اور کہ "اے میرے رب مجھے اور زیادہ علم دے۔ تیرا علم حضرات انبیاء علیہم السّلام کے علم کے سامنے ذرہ کی مثال نہیں رکھتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت خضر علیہ السّلام کو کہتے ہیں۔ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ط (الکھف) تیرے ساتھ رہوں۔ اس پر کہ مجھ کو سکھا دے جو کچھ سکھائی گئی ہے تجھے بھلی راہ۔ تُو کہتا ہے کہ میں عالم ہوں۔ مجھے دوسروں کے پاس جانے کی حاجت نہیں۔ لوگوں کی سمجھ کیسی ہو گئی ہے۔ یہ حال عالموں کا ہے باقی رہے جاہل وہ "خان بہادر" بن گئے ہیں۔ ان کو کوئی سلام نہ کرے تو مارنے کے لئے تیار ہیں۔

(۱۷) فرمایا:۔ لوگو! عمل صالح بجالاؤ۔ شیطان کا کہنا نہ مانو۔ اگلے زمانے کے عالموں کا احوال جو دیکھتے ہیں۔ وہ آج نہیں ملتے۔ ایک لڑکے کو حجاج نے بلایا۔ اسے کہا کہ قرآن شریف سے کچھ تلاوت کر۔ لڑکے نے پڑھا۔

اِذَا ذَهَبَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَخْرُجُوْنَ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ط حجاج نے اسے کہا کہ تو نے قرآن کیوں غلط پڑھا ہے قرآن صحیح یوں ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ط یعنی جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے داخل ہوتے اللہ کے دین میں فوج فوج۔ لڑکے نے کہا کہ جس طرح آپ نے پڑھا ہے اس طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پڑھا جاتا تھا۔ مگر اب "یَدْخُلُوْنَ" دین میں داخل ہونے کا زمانہ نہیں "یَخْرُجُوْنَ" دین سے نکلنے کا زمانہ ہے حجاج نے لڑکے کو کہا کہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں لڑکے نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک شیطان ہے قبیلہ بنی ثقیف سے حجاج نے کہا تو کیسی گستاخی کرتا ہے۔ "میں تم کو مار ڈالوں گا"۔ لڑکے نے کہا کہ موت

ایک دن آئی ہے۔

دیکھا اگلے وقت کے یہ لڑکے ہیں اور یہ ہے ان کی استقامت۔ آج کل کے مولویوں کا حال قابلِ رحم ہے۔ اگلے وقت کے لوگ دین کے معاملے میں شیر تھے۔

(۱۸) فرمایا: حضرت حسن بصریؒ اپنے مریدوں کو فرمایا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے صحابۂ کرامؓ تم کو دیکھتے۔ کہ تم کس قدر دنیا کے کاموں میں منہمک ہو تو تمہیں مسلمان نہ سمجھتے۔ اگر تم انہیں دیکھتے تو تم ان کو دیوانہ سمجھتے۔ حضرت حسن بصری تمہارے اسلام اور صحابہ کرامؓ کے اسلام میں کفر و اسلام کا فرق بتاتے ہیں۔

(۱۹) فرمایا: حضرت داؤد طائیؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں آپ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور انہیں عرض کیا کہ اے ابنِ رسول اللہ مجھے تعلیم دو اور نصیحت کرو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اے حضرت داؤد آپ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ آپ نیک ہیں۔ میری نصیحت کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ حضرت داؤد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مرتبہ بلند کیا ہے۔ آپ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ حضرت امام حسینؓ کے پوتے ہیں، اور حضرت بتولؓ کے پوتے ہیں۔ آپ کی شان جیسا کوئی نہیں۔ اس پر امام جعفرؓ نے فرمایا کہ "اے داؤد میں اسی فکر میں ہوں کہ قیامت کے دن اگر مجھ سے حضرت نانا صاحب یہ سوال کریں کہ میرا نواسہ ہو کر تو نے میری کونسی سنت ادا کی ہے۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت بہت گریہ کیا۔ کیونکہ جب ابن رسولؐ کا یہ حال ہے تو داؤد کس باغ کی مولی ہے۔

جب بزرگان دین کے خوف کی یہ حالت ہے تو ہم کیوں مغرور ہیں جن حضرات کو قربِ الٰہی حاصل ہو۔ ان پر خوف کا غلبہ رہتا ہے۔ ؎

بزرگاں راں دہشت آلودہ اند ۔ کہ در بارگاہِ ملک بودہ اند

(۲۰) فرمایا:۔ دیکھو جو لوگ بادشاہ کے قریب رہتے ہیں ان کو ہمیشہ جان

کا خوف رہتا ہے تم اس حقیقت کو کیا جانو۔ مسلمانو! خدا کا قرب حاصل کرو داڑھیاں نہ منڈاؤ۔ تم کو کیا چٹی پڑی ہے کہ تمہاری ضد داڑھی کے ساتھ ہے تمہارے سب کام خلافِ سنت ہیں۔ آنحضرت صلعم نے داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم فرمایا ہے۔ تم اس حکم کا الٹ کرتے ہو۔ داڑھی پر مشین پھرواتے ہو اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے ہو۔ مسلمانو! اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے طالب ہو تو آپ کی ہر سنت پر عمل کرو کیونکہ مَنْ ضَیَّعَ سُنَّتِیْ حَرُمَ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ۔ جو سنت کو ضائع کریگا اس پر عمل نہ کرے گا وہ آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

تعجب کا مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل نہ کریں اور اس کے باوجود شفاعت کی اُمید رکھیں۔ علم بغیر عمل فائدہ نہیں دے گا۔ علم پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ علم تو شیطان کو بھی بہت ہے۔ مگر عمل درکار ہے [1]

(۲۰) فرمایا:۔ طالب حق کے لئے استقامت کا ہونا لازمی ہے۔ ؎

اے پسر راہِ شریعت پیش گیر
زود تر ترکِ ہوائے نفس گیر

افسوس! غفلت نے تم کو گھیر رکھا ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آزادی کا کوئی پروانہ حاصل کرلیا ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو وہ پروانہ مجھے بھی تو دکھاؤ۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ برتو۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

غور کا مقام ہے کہ ہمارے ہادی معصوم حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یتیم ابوطالب، محبوبِ کبریا تو ساری ساری رات نوافل پڑھتے۔

---

[1] ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک جمادی الاول ۱۳۹۱ھ

اللہ تعالیٰ کو اتنا یاد کرتے۔ کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ محبوب کو تو اتنا خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور آپ کی امت اتنی غافل ہے کہ عبادت کی پروا نہیں حضور علیہ السّلام جو کی روٹی کھا کر ساری رات عبادت کرتے اور اپنی امت کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگتے۔ مگر افسوس امت کا حال یہ ہے کہ مرغن غذائیں کھاتی ہے۔ سونے کے لئے عمدہ بستر اور پلنگ ہیں باوجود ان انعامات کے نوافل پڑھنے کا ذکر تو درکنار پنجگانہ فرض نمازیں بھی ادا نہیں کرتی۔

(۲۱) فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات ہم پر بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ بکری وغیرہ تمہارے لئے حلال کر دی ہیں۔ تم گنہگار ہو۔ انہیں ذبح کر کے کھاتے ہو۔ اس جہان کی سب چیزیں تمہاری خاطر بنائیں۔ اپنی نعمتوں کے طرح طرح خزانے تم کو عطا فرمائے۔ مگر تم ان نعمتوں کا حق ادا نہیں کرتے۔ اگر تم کو کوئی شخص ایک لاکھ روپے دے اور کہے کہ اس کے عوض تم ایک آنکھ نکال کر اسے دے دو۔ تو تم ایسا کرنے کے لئے تیار نہ ہو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے تمہیں دو قندیلیں (آنکھیں) عطا فرمائیں۔ رات دن ان سے تم دیکھ رہے ہو۔ ان میں تیل ڈالنے کی حاجت نہیں۔ بلا قیمت اور بلا محنت یہ تم کو ملی ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ کو تم نے کوئی رقم دی ہے؟

اے عاجز اور کمزور انسان! تیرا سارا وجود خدا تعالیٰ کے احسانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تیری عمر حضرت نوح علیہ السّلام کی عمر جتنی بھی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ ایک مثال بیان کرنے سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اندازہ لگ جائے گا۔ دیکھو اگر کوئی شخص تمہاری گردن پکڑ لے۔ اور تمہیں ہلاک کرنے کا قصد کرے۔ تو تم اپنی جان بچانے کے لئے سب مال و اسباب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ گے۔ اہل و عیال بھی دینے سے دریغ نہ کرو گے۔ سب کچھ دے کر اپنی جان بچانے کی فکر کرو گے۔ کہ کسی

طرح میری جان بچ جائے۔ لہذا دنیا کا سب مال ایک سانس کی قیمت ٹھہری رات دن میں تم چوبیس ہزار بار سانس لیتے ہو۔ اب انہیں کیوں مفت میں ضائع کرتے ہو۔ ہر سانس بڑی قیمت والی چیز ہے۔ اس قیمتی متاع کو انسان خرچ کر رہا ہے۔ اگر ہر سانس قیمتاً خریدتا۔ تو قدر جانتا۔ کہ یہ کتنی گراں بہا نعمت ہے۔ بزرگانِ دین ایک سانس کے ساتھ چار بار شکر کرتے ہیں اور حفاظت کرتے ہیں۔ اسے ذکر الٰہی سے خالی نہیں جانے دیتے۔ سانس کی قدر بزرگان دین نے سمجھی ہے ایک ایک سانس میں چار چار مرتبہ اللہ اللہ کر لیتے ہیں۔ کیا تم سے اللہ تعالیٰ سوال نہیں کرے گا۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ط پھر اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ کیا تم نے یہ آیت قرآن مجید میں نہیں پڑھی؟ تم قرآن مجید کی عظمت اور قدر سے غافل ہو۔ دو موقعوں پر تم اسے ہاتھ لگاتے ہو۔ ایک قسم اٹھاتے وقت۔ چور نے جوتا چرایا۔ اسے بھوسے میں چھپا رکھا ہے اور ایک جوتے کے لئے قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی قسم اٹھا رہا ہے کہ میں نے جوتا نہیں چرایا۔ دوسرا تمہارا جب کوئی عزیز مرتا ہے تو ملاں تھوڑی رقم لے کر مردے کو ایمان لے دیتا ہے۔ ملاں اس طرح قرآن کی قدر نہیں کرتا۔

قرآن گھر میں طاقچے میں رکھا ہوا ہے۔ اس پر مٹی جم رہی ہے۔ مگر گھر والا اسے ہاتھ نہیں لگاتا۔ اپنی عورت کے حیض بھرے کپڑے تو صندوق میں رکھتا ہے، ہفتہ وار انہیں دیکھتا ہے، دھوپ میں رکھتا ہے۔ تاکہ کسی کپڑے کو کیڑا نہ کھا جائے۔ افسوس تیری مسلمانی پر۔ جیسا تو برباد ہوا ہے ایسا اور کوئی نہیں نہ تو مسجد میں جاتا ہے اور نہ ہی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ یہ دونوں تجھے بددعا دے رہے ہیں۔ قیامت کے دن یہ دونوں تیری شکایت کریں گے۔

(۲۲) فرمایا:۔ جس وقت کوئی مصیبت آتی ہے یا مرض لاحق ہو جاتا ہے

تو اس وقت تو مسجد کی طرف جاتا ہے، منافقانہ۔ جب مصیبت ٹل گئی۔ یا مرض سے شفا ہو گئی۔ تو بیوی اپنے مرد کو لے کر "سخی سرور" کی قبر پر جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھول جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام یاد نہیں رہتے۔ کہتے ہیں۔

"اے سخی سرور! فلاں مصیبت یا بلا تو نے ٹالی ہے"۔

(۲۳) فرمایا:۔ لوگ تھوڑا سا ذکر کر کے ترقی کے خواہاں ہیں۔ ذکر فکر مداری کا تماشا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ط" اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سمجھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

لہٰذا تم کوشش کرو۔ راستہ کھل جائے گا۔ آج کل تو بہت آسان کام ہے۔ پہلے وقت کے مشائخ بہت محنت کراتے تھے۔ محنت کرتے کرتے جب کسی کا قلب ذکر میں شاغل ہو جاتا۔ تو وہ بڑے مشائخ میں سے گنا جاتا تھا۔

(۲۴) فرمایا:۔ کوئی شخص زراعت کرتا ہے اگر ایک فصل نہیں ہوتی تو کیا وہ زراعت کو چھوڑ دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اس میں پہلے سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ دہقان بھی اتنی عقل رکھتا ہے کہ خراب زمین میں زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم بھی ذکر اذکار میں زیادہ محنت کرو۔ ذکر میں ثمرات کے طالب نہ بنو۔ مقصود رضائے الٰہی ہے مرتے دم تک طلب نہ چھوڑو۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ط

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

گر نشاید بدوست رہ بردن　　شرطِ عشق است در طلب مردن

اوحدی سی سال سختی دید　　تا شبے روئے نیک بختی دید

(۲۵) فرمایا:۔ حضرت امام ربانی صاحب رح فرماتے ہیں "ما فضلیا نیم در

طریقۂ ما محرومی نیست۔ آخر خواہند داد۔" کسی کو قبر میں فیض پہنچتا ہے کسی کو آخرت میں پہنچے گا۔ یہ طریقہ بڑے فیض والا ہے۔ اس طریقے کا پیر و محروم نہیں رہتا۔ آپ استقامت حاصل کرو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ط

بے شک جنھوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے۔ کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ۔ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں ؎

ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

آپ کشف و کرامت کے طالب نہ بنو۔ ذکر و اذکار میں کوشش کرو اور اس میں استقامت حاصل کرو۔

(۲۶) حضرت ابو بکر شبلیؒ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں گئے۔ سارا سال خدمت میں رہے حضرت شیخ نے آپ سے کچھ نہ پوچھا۔ ایک سال کے بعد پوچھا کہ اے لڑکے کہاں سے آئے ہو تو آپ نے جواب دیا "شبل سے" اس سے زیادہ حضرت شیخ نے کلام نہ فرمایا جب دوسرا سال گذر گیا تو دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت میرا نام ابو بکر ہے" جب تیسرا سال گذر گیا تو آپ نے پوچھا کہ میرے پاس آنے کا مقصد کیا ہے؟

حضرت ابو بکر رح نے عرض کیا: کہ حضرت اللہ تعالیٰ کا نام پوچھنے آیا ہوں۔ لہٰذا تین سال بعد حضرت جنید رح نے مہربانی فرمائی۔ دیکھئے تین

سال میں حضرت شیخ نے تین کلمات فرمائے۔ اس سے حضرت شبلی رح کی استقامت کا اندازہ لگائیے۔ کہ تین سال حضرت شیخ رح نے آپ کے ساتھ کوئی کلام نہ کیا۔ مگر آپ اسی خیال میں مطمئن رہے کہ حضرت شیخ رح کسی نہ کسی وقت ضرور توجۂ کرم فرمائیں گے۔ آپ نے اپنی خوش اعتقادی میں سر مو جتنا بھی فرق نہ آنے دیا۔

آج کل تو حالات بالکل برعکس ہیں۔ لوگ بزرگ کی خدمت میں آ کر کہتے ہیں۔ حضرت! جلدی کرو فیض دو۔ آج ہی مجھے گھر واپس لوٹنا ہے۔ دوسرے ساتھ یہ بھی جتلاتا ہے کہ حضرت میں نے بہت بزرگ ڈھونڈھے ہیں تیسری بات یہ کہتا ہے کہ مجھے جذبہ بھی آج ہی ہو جائے اور میری گھر والی میرے اوپر مہربان رہے۔ چوتھی عرض یہ بھی کہ مجھے دنیاوی مال و اسباب فراوانی سے ملے۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ مجھے کوئی مُسخّرات کا وظیفہ بھی بتلا دیجئے۔ مگر حضرت جلدی فرمائیں۔ کیونکہ مجھے گھر جانا ہے۔ یہ ہے اس زمانے کے لوگوں کا حال ہے۔ اگر انہیں ذکر الٰہی بتایا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ذکر کرنے کی مجھ سے ہمت نہیں ہو سکتی۔ مجھ سے ذکر و فکر نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی کایا پلٹ دیں۔ وہ بھی سب کچھ ایک بار ہی کر دیں۔ بھلا بتاؤ۔ ایسے مرید کو شیخ کیسے فیضیاب کر سکتا ہے۔ وہ کوئی اسرافیل تو نہیں کہ ایک پھونک مار دے۔ عجلت ایسی ہے کہ ابھی معراج کی تیاری ہے۔ مگر محنت کرنے کو تیار نہیں۔ صرف یہ تمنا ہے کہ شیخ ایک پھونک مارے اور سب کچھ حاصل ہو جائے۔

بھلا بتاؤ مسافر کو اگر راستہ بتا دیا جائے اور وہ اس پر گامزن نہ ہو تو ایسا کم ہمت مسافر منزلِ مقصود پر کیسے پہنچے گا۔ لوگوں کے دلوں میں کیسے غلط خیالات جم گئے ہیں۔

(۲۷) فرمایا: ہمارے بزرگوں کی ہمتوں کا حال دیکھئے۔ حضرت معین الدین

چشتی اجمیری رح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان ہارونی رح کی خدمت میں تین برس تک رہے۔ اس طویل عرصے میں شیخ رح نے اتنا بھی نہ پوچھا۔ کہ کہاں سے آئے ہو۔ مگر حضرت معین الدین رح کی استقامت رنگ لائی۔ اور تین سال کے بعد حضرت شیخ نے مہربانی فرمائی۔ اس طرح کے بہت سے بزرگوں کے احوال ہیں۔

(۲۸) فرمایا: طالب میں طلب کا مادہ ہونا چاہیئے۔ طلب ہو۔ تو مطلوب ملتا ہے۔ ؎

آب کم جو، تشنگی آور بدست
تا بیابی آب از بالا و پست

کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں محنت کرو۔ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ رات کو مراقبہ میں بیٹھتے۔ تو صبح ہو جاتی۔ صبح کو فرماتے۔ افسوس رات چھوٹی ہے پیچ ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

(۲۹) فرمایا: طالب کو لوگوں کی ملامت سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ ذکر اذکار میں لگے رہنا چاہیئے۔ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے۔ لوگوں کے کہنے سننے میں آکر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ جذب ہو جائے تو بند نہ کریں اور مُشت سے کم داڑھی کبھی نہ کٹانی چاہیئے۔

(۳۰) فرمایا: تہجد کی نماز دو رکعت پڑھے۔ اول رکعت میں بارہ دفعہ قل شریف پڑھے۔ دوسری رکعت میں گیارہ بار۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک ایک قُل شریف کم کرتا جائے۔ حتیٰ کہ بارھویں رکعت میں ایک بار قل شریف پڑھے۔ بعض یوں بھی پڑھتے ہیں کہ پہلی رکعت میں ایک

بار قُل شریف پڑھتے ہیں۔ دوسری رکعت میں دو بار علیٰ ہٰذا القیاس بارھویں رکعت میں بارہ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ مگر اس سے پہلا طریقہ بہتر ہے۔ مگر ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ اچھا تو یہ ہے کہ تین دل اکھٹے ہو جائیں۔ رات کا دل، مؤمن کا دل اور قرآن حکیم کا دل یعنی سورہ یٰسین پڑھے۔

(۳۱) فرمایا:۔ پہلے لوگوں میں دین کی بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ خلیفہ بغداد کی ماں نے کہا کہ اے فرزند تیرا ملک عنقریب غرق ہونے والا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا اماں کیوں؟ ماں نے کہا کہ بیٹا آج تیرے محلہ والی مسجد میں صرف ستر عورتیں تہجّد کی نماز پڑھنے آئیں۔ جلد انتظام کرو۔ دوسری عورتیں کیوں نہیں آئیں۔ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔

(۳۲) فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہادی بن جاتا ہے۔ آپ ذکر کریں ضرور فائدہ ہوگا۔

(۳۳) فرمایا: بھرے ہوئے برتن کو کون بھر سکتا ہے۔ وہ تو پہلے ہی بھرا ہوا ہے۔ خالی برتن کو بھرتے ہیں جب تک طالب کا دل فخر و غرور اور انانیت سے خالی نہ ہو۔ اور گدا بن کر نہ آئے۔ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اوّل طلب شرط ہے۔

(۳۴) فرمایا: حکیم بھی بیمار کو دوا دیتا ہے۔ لوگ دنیا کے واسطے قسطنطنیہ تک مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے جاتے ہیں۔ دنیا کے واسطے دین، ایمان اور جان ضائع کرتے ہیں۔ اتنا لمبا سفر صرف دنیا کے واسطے کرتے ہیں مگر اس وقت کے طالبانِ خدا تعالیٰ کو دو میل چل کر کسی بزرگ کی خدمت میں جانا دو سو کوس نظر آتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سورۃ طٰہٰ) اور سلامتی اس کے لئے ہے جو سیدھی راہ چلے[1]

[1] ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک ذیعقد ۱۳۹۱ھ

اسمائے گرامی خلفائے کرام

قطب الاقطاب حضرت خواجہ فضل علی صاحب قریشی عباسی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت حافظ قاری کریم بخش صاحب بہاولپور گھلوان

۲۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلی شریف حالیہ شجاع آباد

۳۔ حضرت محمد موسےٰ صاحب جلالپور پیروالا

۴۔ حضرت مولانا جھنگی والے صاحب ضلع مظفر گڑھ

۵۔ حضرت مولوی نور بخش صاحب کھلن ضلع مظفر گڑھ

۶۔ حضرت مولوی محمد عبد المالک صاحب صدیقی احمد پور شرقیہ

۷۔ حاجی کریم بخش صاحب جنڈ فضل پور

۸۔ حضرت مولانا عبد الغفار صاحب لاڑکانہ

۹۔ حضرت مولوی عبد العزیز صاحب حیدر درحسن ڈیرہ غازی خان

۱۰۔ حضرت مولوی حافظ اللہ بچایا صاحب عبد اللہ پور، بھاولپور

۱۱۔ حضرت محمد یوسف صاحب چنی گوٹ

۱۲۔ حضرت مفتی عبد اللہ صاحب پانی پت کرنال

۱۳۔ حضرت مولوی محمد مسلم صاحب دیوبند سہارن پور

۱۴۔ حضرت مولوی غلام محی الدین

صاحب رنگپور

۱۵- حضرت مولوی فیروز شاہ صاحب
جہلم۔

۱۶- حضرت مولوی بخش شاہ صاحب
خان بیلہ بہاول پور

۱۷- حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب
حویلی لانگ۔

۱۸- حضرت مولوی احمد الدین صاحب
اوچ شریف

۱۹- حضرت مولوی نور احمد صاحب
سٹھاری مظفر گڑھ

۲۰- حضرت خدا بخش صاحب
بیٹ پرگنہ

۲۱- حضرت قریشی محمد سعید صاحب
احمد پور شرقیہ

۲۲- حضرت مولانا نذیر احمد صاحب
احمد پور شرقیہ

۲۳- حضرت حاجی واحد بخش صاحب
ٹانوری

۲۴- حضرت مولوی عبدالستار
صاحب نگر پرگنہ جلال پور

۲۵- حضرت سید کریم حسین شاہ
صاحب لیٹوری

۲۶- حضرت مولانا شیخ محمد عبدالغفور
صاحب مدنی عباسی رحمۃ اللہ علیہ
مدینہ طیبہ

۲۷- حضرت مولوی عبدالخالق صاحب
جلال پور کھاکی

۲۸- حضرت مولانا محمد معصوم صاحب
سوات چغرزئی

۲۹- حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب
سوات چغرزئی

۳۰- حضرت مولانا غلام مرتضے صاحب
ڈیرہ غازی خان

۳۱- حضرت مولوی عتیق اللہ صاحب
علاقہ سرحد نبزف

۳۲- حضرت حاجی نور محمد صاحب
خیر پور ڈھا بہاولپور

۳۳- حضرت مولوی سید خان ملا صاحب
بنیر۔

۳۴- حضرت اللہ دتہ صاحب بیٹ
داھی جلالپور

۳۵- مولوی عبدالمالک صاحب
مظفر گڑھ

۳۶- حضرت حافظ قاری عبداللہ
صاحب رامپور ضلع نینی تال

۳۷۔ حضرت عبدالرحمٰن صاحب
حویلی لانگ
۳۸۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب
احمد پور شرقیہ
۳۹۔ حضرت مولوی حاجی نور بخش
صاحب ناچک پرگنہ
۴۰۔ حضرت مولوی محمد بخش صاحب
حاجی پور ڈیرہ غازی خان
۴۱۔ حضرت عبدالرشید صاحب خیل
۴۲۔ حضرت خدا بخش صاحب سندھ
۴۳۔ حضرت مولوی نبی بخش صاحب
باگڑ پچی
۴۴۔ حضرت سعد اللہ صاحب قنبر
لاڑکانہ
۴۵۔ حضرت محمد صالح صاحب گجرات
۴۶۔ حضرت محمد یار صاحب مدنی
داہس حال ملیسی
۴۷۔ محمد منیر صاحب احمد پور
۴۸۔ حضرت مولوی غلام حسین صاحب
بیلی ڈیرہ غازی خاں
۴۹۔ حضرت محمد یونس صاحب
جھجہ ضلع رہتک
۵۰۔ حضرت علی محمد صاحب نمرو تلات

۵۱۔ حضرت محمد رمضان صاحب
کوٹ چھٹا
۵۲۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ
شاہ صاحب گیلانی ڈیڑہ
غازی خان
۵۳۔ حضرت غلام حیدر خان صاحب
بڈھن خان صاحب احمد پور
شرقیہ۔
۵۴۔ علی محمد صاحب بیٹ والا
۵۵۔ حضرت علی محمد صاحب پہاڑی
۵۶۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب
مراد آباد
۵۷۔ حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب
ٹوبہ ٹیک سنگھ
۵۸۔ حضرت کمال محمد صاحب۔ جلالپور
پیروالہ
۵۹۔ حضرت لطف اللہ صاحب
ڈیرہ غازی خاں
۶۰۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب
مدکی علاقہ سندھ
۶۱۔ حضرت مولوی غلام دستگیر
صاحب۔ ہلانی سندھ
۶۲۔ حضرت اختر محمد شاہ صاحب

مدیجی سندھ

۶۳- حضرت غلام محمد صاحب
ترنڈہ بہاولپور

۶۴- حضرت محمد اکرام الدین صاحب
دہلی شریف

۶۵- حضرت مولوی عبدالواحد صاحب

ہالہ پٹہ سندھ

۶۶- حضرت سید حسین علی شاہ
صاحب قریشی مسکین پور شریف

۶۷- اللہ دتہ صاحب عمر پور
پرگنہ

منظہرِ عرفاں صدیقی نژاد   پیکرِ علم و عمل سعدُ البلاد

باب چہارم

حضرت مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی کے سوانح

حضرتِ مُرشد سیدی و سندی علامہ مولانا محمد عبد المالک صاحب صدیقی کی ذات بابرکات جامع کمالات و مجموعہ فضائل و حسنات ہے۔ آپ علم و عمل کے پیکر، رُشد و ہدایت کے حامل، دعوت و اصلاح کے علمبردار اور اللہ تعالیٰ کے بندگانِ کاملین میں سے ہیں۔ اس دَورِ پُرفتن میں آپ کی مقدّس ہستی مسلمانانِ پاکستان کے لئے ایک عظیم القدر نعمتِ الٰہی تھی۔ آپ نے اپنی مصلحانہ جدّ و جہد اور مبلّغانہ و مرشدانہ کارناموں کا آغاز حضرت دادا پیر قطب الارشاد مولانا فضل علی قریشی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے بعد ہی فرمایا اور اپنی کثرتِ عبادات و ریاضات اور اشغال و اوراد کے علاوہ لوگوں کی روحانی تعلیم و تربیت میں ہمہ وقت مصروف رہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ وہی ہے جس پر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام گامزن تھے۔ یعنی اشاعت و تبلیغ قرآن، اعلائے کلمۃ الحق، تذکیۂ نفس و تصفیۂ قلب۔ صوفی وہ ہے جو شریعت کا پابند ہو۔ اسوۂ رسول اور سُنتِ مقدّسہ کو ہر دم پیشِ نظر رکھے اور اپنی زندگی اصلاح امّت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بسر کرے۔ بلاشبہ یہ تمام اوصاف حضرت مُرشد صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی میں بطریقِ احسن موجود تھے۔ آپ جیسے متقی بزرگوں کی صحبت کیمیا تاثیر ہوتی ہے جو پتھر کو بھی سونا بنا دیتی ہے۔

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلبِ سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشاں ست

اگر آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگوں کے عملی نمونے مسلمانوں کے سامنے ہوتے تو وہ عملی دشواریوں کا حل ڈھونڈھنے میں کبھی ناکامیاب و نامراد نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ولادت و ابتدائی حالات

حضرت قبلہ صدیقی مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ کو بمقام ڈھکوان (موہلنیاں) احمد پور شرقیہ بھاولپور میں بوقت تہجد پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی مولوی نور محمد صاحب تھا جو ریاست بھاولپور کے زمیندار خاندان سے تھے اس خاندان میں بکثرت اہل اللہ و اولیائے کرام گزرے ہیں۔ آپ اپنے خاندانی حالات یوں بیان فرماتے ہیں۔

میں اپنے والد کی دسویں اولاد ہوں۔ مجھ سے قبل نو بھائی پیدا ہو کر فوت ہوئے جن میں سے صرف دو بھائی شادی شدہ ہو کر فوت ہوئے۔ ان میں سے ایک مولوی محمد صاحب، صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہوئے۔ انکی بیوائیں کافی عمر پاکر گھر میں والدہ صاحب کے ہمراہ رہیں۔ مولوی صاحب کے صاحبزادے عبدالخالق صاحب اور ان کے لڑکے حافظ عبدالواحد صاحب ماشاءاللہ بقیدِ حیات ہیں اور ۱۳۸۹ھ میں حج بیت اللہ کے لئے میرے ہمراہ تشریف لے گئے تھے اس کے علاوہ دو بہنیں زندہ رہیں۔ اور کافی عمر پاکر وفات پائی۔ میرے نویں بھائی عبدالقادر عالمِ شیر خوارگی میں پہلوئے مادر سے غائب ہو گئے۔ والدہ صاحبہ نے خبر دی کہ مجھے رونے کی آواز آسمان کی طرف سے آرہی تھی۔ والد صاحب قبلہ نے اسے غلط سمجھا۔ اور تلاشِ بسیار کے باوجود بچہ نہیں ملا۔ اس وقت کے اہل اللہ سے استخارہ کرانے پر معلوم ہوا کہ ملک شام و عراق میں ابدال کی تعداد

چالیس ہے۔ ان میں سے ایک کم ہوگیا ہے۔ اس کمی کو بحکم الٰہی پورا کرنے کے لئے اس معصوم کو اُٹھا کر وہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ آخرت سے پہلے ملاقات ناممکن ہے۔ بچہ صحیح و سالم ہے متفکر نہ ہوں۔ خواجہ اللہ بخش رح جو خاندان اویسیہ کے شیخ تھے۔ والدہ صاحبہ کے اصرار پر احمد پور شرقیہ تشریف لائے۔ جو کہ خاندانی پیر تھے۔ ان سے اولاد کے لئے عرض کیا۔ شیخ ممدوح نے فرمایا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ مگر درویش ہوگا اور دور و دراز سفر کرے گا اور تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ممدوح کی دُعاؤں سے میری ولادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت کے متعلق آپ خود یوں فرماتے ہیں۔ مولوی محمد دین صاحب سے قرآن کریم شروع کیا اور نو ماہ میں باقاعدہ ختم کیا۔ اسی اثناء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ کچھ دن زراعت کا کام بھی کیا لیکن والد صاحب نے میری نزاکت بدن کا خیال کیا اور مجھے دینی تعلیم دینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مجھے ہمشیرہ صاحبہ کے پاس شہر بھیجدیا اور ان کے پاس خورد و نوش کا انتظام کیا۔ ہمشیرہ صاحبہ شادی شدہ تھیں۔ اس طرح تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر کبھی غیر کا دست نگر نہیں رہا۔ ابتدائی تعلیم میں نے مولوی اللہ بخش صاحب سے حاصل کی۔ اور پھر عربی کی تعلیم اپنے بہنوئی مولوی شیر احمد صاحب اور ان کے برادر بزرگوار مولوی عبدالعزیز صاحب سے باقاعدہ حاصل کی۔ فن حدیث میں میں نے مشکوٰۃ شریف انہیں سے پڑھی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب غیر مقلد تھے۔ ان کے اثرات مجھ پر بھی واقع ہوئے اور خاندان حنفیہ سے تعلق رکھنے کے باوجود میں ایک عرصے تک غیر مقلد رہا۔ والد صاحب کی طرح میں بھی خاندان اویسیہ میں بچپن ہی میں بعیت ہوگیا تھا اور اسی عالم میں جوان ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ تشریف لائے تھے۔

حضرت قریشی سے بیعت

ایک دن ہمشیرہ صاحبہ سے معلوم ہوا کہ تیرے اُستاد ایک شیخِ وقت سے ملنے مسجد قبہ والی میں گئے ہیں۔ اس وقت میری عُمر سولہ سترہ سال کی ہوگی اور ہنوز تعلیمی سلسلہ جاری تھا چنانچہ میں بھی بوقت عصر مسجد قبہ والی میں گیا۔ دیکھا کہ علماء صلحاء اور امراء کا مجمع موجود ہے اور مراقبہ کرنے کا انتظام شروع ہے۔ اور میں نے بھی کپڑا منہ پر ڈال کر حضرت کا چہرہ دیکھنا شروع کیا۔ حضرت شیخ طریقت مولانا فضل علی قریشی رح اس وقت بغیر کپڑے کے توجہ دے رہے تھے۔ فیضانِ الٰہیہ کے جوش سے شیخ پر مشاہدہ حضور انور سیدنا و مولانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا اور ندائیہ کلمات صلوٰۃ و سلام کے شروع ہوئے۔ ندائیہ کلمات حضرت شیخ کی زبان مُبارک سے بالجہر ظاہر ہوئے تھے۔ باوجودیکہ غیر مقلد کافی تعداد میں تھے۔ مگر کسی شخص کو شیخ سے بداعتقادی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت سے ان کے حسنِ عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ جس وقت حضرت شیخ کی زبانِ مبارک سے ندائیہ کلمات بالجہر ظاہر ہو رہے تھے۔ اس وقت چہرۂ مُبارک انوار و تجلیات سے چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں حضرت شیخ سے بیعت کرنے کا زبردست جذبہ پیدا ہوا۔ میرے اُستاد نمبر ۲ مولانا عبدالعزیز صاحب نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہماری مسجد شیشم والی میں تشریف لاکر نماز مغرب پڑھائیں حضرت نے ادائیگی نماز کی اس دعوت کو قبول فرمایا۔ واپسی پر میں نے اپنے بہنوئی اور اُستاد مولانا بشیر احمد صاحب سے بطریقِ سُنت مشورہ کیا کہ میں اس شیخ سے بیعت کر لوں؟ مولانا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ فوراً بیعت کر لیں۔ شیخ متبع سنت ہیں اور اس وقت ایسا کوئی شیخ نہیں ہے۔

میں مغرب کی نماز کی اذان[۵] دے رہا تھا۔ اس وقت حضرت شیخ کی نگاہ

---

۵ اذان اور تکبیر پر کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی اللہ عزوجل کے گھر کی صفائی، اذان

مجھ پر پڑی اور اپنی توجہات مجھ پر مبذول فرمائیں۔ اذان کے بعد مکبّر ہونے کی وجہ سے میں حضرت کے پیچھے کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد میرے اُستاد مولانا بشیر احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بیعت ہونا چاہتا ہے۔ حضرت نے فوری منظوری کا اظہار فرمایا۔ اور مجھے دوزانو بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اور حاضرین سے فرمایا کہ ایصال ثواب کے لئے الحمد شریف، درود شریف اور قل شریف پڑھ لو۔ حضرت شیخ نے خود بھی یہ کلمات پڑھ لئے۔ اس وقت میں نے ایک قلبی لذت محسوس کی جسے میں نے اپنے تمام وجود میں محسوس کیا۔ یہ شیخ کی توجہ کا فیض تھا۔ حضرت نے اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جسے مراقبہ میں شمولیت کرنی ہو۔ وہ بوقت عشاء قبہ والی مسجد پہنچے۔ چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد بوقت مراقبہ مجھے حضرت کے دائیں بازو مصلّے کے قریب جگہ مل گئی۔ حضرت شیخ نے خاص توجہ عطا فرمائی۔ اور اوّل مراقبہ میں ہی میرے قلب پر ذکر "اللہ" جاری ہوا۔ اتنی تیز آواز کے ساتھ کہ مسجد کے بیشتر آدمی اُٹھ کر دیکھنے لگے کہ "اللہ" کی آواز کہاں سے آئی ہے۔ میں اس وقت باہوش بیٹھا تھا۔ کسی قسم کی بیہوشی طاری نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں کو متوجہ دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ بچہ تم میں سے ہے۔ میرے ساتھ آنیوالوں

اور تکبیر صرف اللہ کی رضا کی خاطر کرتا تھا۔ بوقت پیدائش میری والدہ صاحبہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ اے اللہ میرے بچے کی عمر دراز کر۔ میں اسے تیرے گھر کی صفائی کرنے والا بناؤں گی بغیر کسی معاوضہ کے۔ والدہ ماجدہ کی دعا اور وعدے کی وجہ سے میں اس خدمت کے لئے وقف تھا اور مسجد کی صفائی کے لئے ایسی کوشش کرتا کہ معمولی تنکا بھی بڑا گراں گزرتا تھا۔ بایں وجہ آج یہ سعادت نصیب ہوئی، کہ حضرت شیخ کو میری اذان پسند آئی (حضرت صدیقی رح)۔

میں نہیں ہے کہ کہیں تم اندیشہ کرو کہ تصنّع ہے۔ اللہ کریم نے تمہارے لیے "برہان" قائم فرمایا اور قلبی ذکر کے اجراء کا مشاہدہ کرایا ہے۔ پھر فرمایا کہ قلبی ذکر باقی ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے تم کو کچھ توجہ دی ہے اس کی قدر کرنا۔ حضرت کی اس توجہ کا اثر اندازاً تین برس برابر قائم رہا۔ رات کا سونا ترک ہوا اور مراقبہ کی کثرت نصیب ہوئی۔ تمام رات مراقبہ میں گزرتی تھی ذکر اللہ نے اتنی ترقی کی کہ ایک مسجد کے غسلخانے میں گرمی کی شدّت سے غسل کر رہا تھا کہ اچانک سینے کے بائیں جانب قلب کے مُقام پر نظر پڑی تو قلب کے مقام پر اسم ذات "اللہ" نقش کیا ہوا نظر آیا۔ مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا کہ شاید پھر نظر نہ آئے۔

شیخ کی خدمت میں حاضری

حضرت صدیقی رح فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ کہ اتنے میں حضرت شیخ کی طرف سے ایک ذریعے سے اطلاع پہنچی کہ ہم احمد پور شرقیہ نہیں آئیں گے جب تک تو خود ہمارے پاس نہیں آئے گا۔ چنانچہ میں پہلی بار حضرت کی خدمت میں حاضر اور شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ میں اس وقت آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین کرتا تھا حضرت شیخ اس کو تنفّر سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ نہایت محبت کے ساتھ فرمایا۔ کہ ہمارے مذہب حنفیہ میں بھی اس فعل کو مستحبات میں رکھا گیا ہے۔ مگر دیکھنا تمہارے نزدیک یہ سُنّت ہے تو سُنّت کے لحاظ سے یہ کیا کریں لیکن اگر یہ ارادہ ہو کہ آمین بالجہر پر احناف کو ایذا پہنچے تو تمہاری نماز خراب ہو گی۔ حنفیوں کا کچھ نہ بگڑے گا۔ دوسرے "آمین" کہا کرو۔ "اذان" نہ دیا کرو۔ حضرت کے اس کلام مُبارک سے دل پر فوراً اثر ہوا۔ میں نے تقلید قبول کی اور پھر حنفی المسلک ہوا۔ اور یہ چیزیں ترک

کر دیں۔ الحمدللہ بجائے مستحب کے سنت پر پابندی نصیب ہوئی۔

وارِدات وکشفیات کی کثرت

حاضری کے دوران حضرت شیخ کی محبت انتہا کو پہنچی۔ مجھے اولاد میں تصور فرمالیا۔ اور کیفیاتِ قلب یعنی واردات وکشفیات اتنی کثرت سے ہونے لگے کہ کوئی وقت فراغت کا نہیں ملتا تھا۔ جب حضرت کو عرض کیا تو فرمایا کہ ان حالات کو قلمبند کر کے مجھے بھیجا کر۔ چنانچہ اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ کسی حال اور کشف پر حضرت نے کہیں اعتراض نہیں فرمایا بلکہ تصدیق فرماتے رہے۔ مختلف حالات کے ساتھ بڑی سعادت یہ نصیب ہوئی کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مجھ پر فوری مراقبہ کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ہاتھ دراز کریں تجھے بیعت کرتا ہوں۔ میرے منہ سے جواب میں پیش ہوا کہ میں بیعت ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کس سے بیعت ہوا ہے جواباً عرض کیا حضرت قریشی صاحب سے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ دراز فرما کر فرمایا یہ قریشی کے ہاتھ ہیں۔ معاً میرے ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں پہنچے۔ باقاعدہ بیعت "ایمان مفصل" پڑھا کر فرمائی اور ساتوں لطائف پر انگشت مبارک رکھ کر اسم ذات بتلایا اور خاص توجہ سے نوازا۔ الحمدللہ شیخ رحؒ کی محبت نے نسبت کو انتہائی قرب عطا فرمایا۔

حضرت قریشی پر ایک خاص کیفیت

ایک مرتبہ میں چنی گوٹ ریاست بھاولپور میں حضرت شیخ کی معیت میں حاضر تھا۔ حضرت مع جماعت کے چنی گوٹ کے جنگل میں بہتر ہوا پانے تشریف لے گئے تھے۔ میں چنی گوٹ کی آبادی میں تھا۔ اس اثناء میں حضرت شیخ رحؒ کو وضو تازہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب

دوڑے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا۔ تو کہاں ہے۔ حضرت شیخ رح پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی ہے۔ حضرت جنگل میں دوڑنے لگے اور ہم تجھے تلاش کرنے لگے۔ میں تیری تلاش میں یہاں پہنچا ہوں۔ میں دوڑتا ہوا حضرت شیخ رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ حضرت شیخ دوڑ رہے ہیں اور میرا نام پکارتے ہیں اور کیفیت حال میں مستغرق ہیں۔ میں دوڑ کر حضرت کے سامنے ہوا۔ حضرت ہنس رہے تھے۔ فرمایا "آگیا" عرض کیا۔ حاضر ہوں اور یہ لوٹا پانی کا بھی حاضر ہے۔ چونکہ لوٹا اور مسواک سفر میں میرے سپرد رہا کرتا تھا تمام جماعت کو یہ علم ہو چکا تھا کہ حضرت پر ایک کیفیت ہے اور کچھ "راز" کی بات ہے چنانچہ وہ سب دور کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ رح نے وضو فرمایا۔ جب وضو ختم ہوا تو دو رکعت نفل ادا فرمائے اور دُعا فرمائی۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنی نعلین مبارک کو میرے سامنے سیدھا کر دیا اور حکم دیا کہ اس کو پہن لے۔ میں نے اس حال کو اپنی گستاخی اور بے ادبی پر محمول کیا کہ یہ گندآلود پاؤں حضرت شیخ رح کی نعلین مبارک میں کیسے ڈالوں اور دل میں اللہ کریم سے دُعا کی، کہ اے اللہ! حضرت کے قلب میں تو ہی انکشاف فرمادے۔ میں اس فرمانِ شیخ پر گویا عمل کر چکا اور مجھ سے بے ادبی صادر نہ ہو جائے۔ غالباً حضرت نے یہ تین مرتبہ فرمان فرمایا کہ تیرا اور میرا پاؤں برابر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت برابر ہے۔ فرمایا "بہت اچھا" میں نے فوراً حضرت کی نعلین مبارک حضرت کی طرف سیدھی کی اور حضرت نے نعلینِ مبارک پہن کر چنی گوٹھ واپسی فرمائی۔ واپسی سے قبل خلوت میں فرمایا کہ حاجی کریم بخش کے پاس میرا نعلین کا جوڑا ہے وہ اس سے تم لے لینا۔ جماعت تاک رہی تھی۔ مگر خاص کلام مبارک نہیں سن رہی تھی۔ چنی گوٹھ میں قیام کے دوران میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں احمد پور واپسی کروں۔ حضرت نے سکوت

فرمایا اور حاجی کریم بخش سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارا ساتھی فقیر ۔ پور شریف جانے کے لئے کون کون ہو گا ۔ میں سمجھ گیا کہ اس سے حضرت کا اجازت دینے کا اشارہ نہیں ہے ۔ میں نے حاجی کریم بخش صاحب کو اشارہ کیا کہ میں چلوں گا ۔ اور میرا نام کہدے تو حاجی صاحب نے میرا نام پیش کیا ۔ جواب میں فرمایا ۔ ٹھیک ہے ۔ سفر میں بہت سامان اُٹھانا ہے ۔ مولانا عبد الغفار صاحب اور حاجی کریم بخش صاحب نے بھی اپنا نام پیش کیا ۔ مجھے حیرت ہوئی کہ ہم صرف تین باقی رہ جائیں گے اور یہ تمام جماعت رخصت ہو جائیگی اور یہ بھی حیرت تھی کہ وہ سامان کیا ہو گا مگر مجھے اس بات پر خوشی تھی کہ حضرت ساتھ رکھنا چاہتے ہیں ۔ الغرض دریا پر پہنچے ۔ ان دنوں دریا انتہائی طغیانی پر تھا ۔ کشتی تمام دن میں صرف ایک پھیرا لگاتی تھی ۔ ہم کشتی میں سوار ہوئے لیکن گرمی شدت کی تھی دوران سفر کشتی میں تمام مسافروں پر پسینہ جاری تھا ۔ اتنے میں کشتی میں سوار ایک بڑے زمیندار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے شیخ وقت آپ کی موجودگی میں ہم تباہی کا شکار ہیں ۔ آپ دُعا فرمائیں ۔ حضرت شیخ دست بدُعا ہوئے ۔ حضرت کا رُخ شمال کی جانب تھا ۔ معاً اسی جانب سے ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور فوراً بارش شروع ہوئی ۔ اتنے میں کشتی بارش سے بھر گئی اور اس کے غرق ہونے کا خطرہ محسوس ہونے لگا ۔ ملاح پانی نکال رہے تھے اور بڑی مشکل سے کشتی کو دھکیل کر کنارے سے باندھ دیا ۔ حالانکہ خشکی اور کنارا مشکل دریا کے نظر آتا تھا ۔ حضرت شیخ کشتی سے اُترنے لگے تو میں حضرت کی نعلین کی تلاش میں لگا ۔ مجھے نعلین مبارک مل گئیں ۔ مگر مجھے اپنی جوتی نہ ملی ۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضرت کے دست مبارک میں میرا جوتا تھا ۔ میں نے بہت پریشان اور شرمندہ ہو کر دوڑنا شروع کیا مگر پانی کی وجہ سے دوڑنا مشکل تھا ۔ اور شرمندگی سے جا کر اپنی جوتی حضرت شیخ کے دست مبارک سے لے لی ۔ حضرت نے فرمایا کیا ہوا ۔ میں تو لئے جا رہا تھا ۔ اوپر سے بارش اور نیچے پانی دونوں جاری تھے ۔ بڑی مشکل سے قریب کے ایک گاؤں کی مسجد میں پہنچے ۔ وہاں پانی چین نہیں لینے

دے رہا تھا۔ چھت بوسیدہ تھی اور پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جن ہاتھوں نے اس بارش کو دعوت دی ہے جب تک وہی ہاتھ نہ اُٹھیں گے بارش بند نہ ہوگی۔ حضرت نے ہاتھ اوپر اُٹھائے۔ معاً بارش بند ہوگئی۔ گاؤں کے لوگ باہر نکلے۔ دیکھا کہ شیخ وقت تشریف فرما ہیں۔ اُنہوں نے چارپائیاں باہر ڈالیں۔ رات وہاں گزاری۔ مگر اس رات ایک نئی کیفیت حضرت سے ظاہر ہوئی۔ میں اور حاجی کریم بخش صاحب حضرت کے پیر دبا رہے تھے جب تھکان ہوئی تو ہم بھی سو گئے۔ جب ہم سو کر اُٹھے تو مولانا عبدالغفار صاحب نے بتایا کہ تم دونوں کے سونے کے بعد حضرت شیخ اُٹھ بیٹھے اور بقیہ تمام رات مراقبہ کے عالم میں مستغرق رہے (چونکہ مولانا عبدالغفار صاحب ہم دونوں سے پہلے سو چکے تھے اس لئے اس کیفیت کو انہوں نے ہی دیکھا)۔

حضرت صدیقی کی ماذونیت

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد علی پور کے لئے روانگی کی تیاری کی۔ حضرت صدیقی رح فرماتے ہیں کہ چونکہ میں حضرت کے داہنی جانب گھوڑے کے جا رہا تھا اور مولانا عبدالغفار صاحب و حاجی کریم بخش صاحب بائیں جانب جا رہے تھے کہ حضرت قبلہ شیخ رح نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تیرا سبق کونسا ہے۔ میں نے عرض کیا "مراقبۂ معیت" جواب میں مراقبۂ معیت کی تشریح اور بڑی تعریف فرمائی اور مزید فرمایا کہ ولی کی انتہا مراقبۂ معیت ہے۔ آگے مقامات انبیاء علیہم السلام کے ہیں اور معاً اسی وقت مجھے ماذون فرمایا۔ تو میرے اوپر یہ کیفیت فوراً طاری ہوئی کہ میرے سر اور بدن پر ایک بوجھل سامان رکھا گیا ہے۔ میں گرنے لگا۔ معاً میرا ہاتھ گھوڑی کے خورجین پر پڑا۔ اور میں لڑھکتا ہوا اور گھسٹتا ہوا کافی دُور تک چلا گیا۔ پھر میں سنبھل گیا۔ اور چلنے کے قابل ہوا۔ اس کے بعد حضرت نے مولانا عبدالغفار صاحب اور حاجی کریم بخش صاحب

سے اسباق دریافت فرمائے۔ ان کے سبق مجھ سے پیچھے تھے۔ حضرت نے ان کو بھی ماذون فرمایا۔ مگر میں نے دیکھا کہ نہ وہ گرے اور نہ لڑکھڑائے بلکہ برابر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم علی پور سے گزر کر فقیر پور شریف پہنچ گئے۔ حضرت اپنے دولت خانے سے دو عمامے (صافے) لائے۔ اور حاجی کریم بخش صاحب سے فرمایا کہ یہ صافہ جو میرے ہاتھ میں ہے مستعمل ہے اور جو بغل میں ہے وہ نیا ہے۔ مجھے کونسا پسند ہے۔ حاجی کریم بخش صاحب نے مستعمل کو پسند فرمایا۔ وہ حضرت نے ان کو دے دیا۔ اور مولانا عبدالغفار صاحب کو نیا صافہ بغل مبارک سے نکال کر عطا فرمایا۔ میرے متعلق فرمایا کہ اس کو اپنی نعلین (تبرکاً) دے چکا ہوں۔ مجھ پر اس وقت یہ راز کھلا کہ نعلین مبارک دینے کا اور جنگل میں دوڑنے کا راز کیا تھا۔ ایسی کیفیت اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔ مولوی نور بخش صاحب پر گریہ طاری ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو جملہ خلفاء یوں ہی رہے۔ حضرت نے تمہیں نعلین مبارک عطا فرمائی اور قدم بقدم چلنے کی سعادت سے مشرف فرمایا۔

حضرت قریشی کے دو قطب

ایک دن مسکین پور شریف میں سالانہ اجتماع کے موقع پر جب کہ خلفاء کی جماعت موجود تھی۔ حضرت شیخ نے انتہائی فرحت اور محبت میں فرمایا کہ ایک شخص جو میرا پیر بھائی تھا۔ میرے پاس آیا اور آنے کا سبب بیان کیا کہ میں نے استخارہ کیا کہ میری قسمت کس کے سینے میں ہے حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی رح خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ تمہاری قسمت منشی صاحب (حضرت قریشیؒ) کے سینے میں ہے دیگر یہ کہ اللہ کریم نے ان کو دو قطب عطا فرمائے ہیں۔ ایک یمین اور ایک یسار۔ یمین ایک مولانا جھگی والے مشہور تھے اور یسار فرمایا کہ محمد عبدالمالک احمد پور شرقیہ کے ہیں۔ جب میں نے اس واقعے کو سنا تو بہت شرمندہ ہو کر اپنے شیخ کی

فرحت پر مسرور ہوا اور حضرت شیخ نے اس واقعے کو اس طرز پر بیان فرمایا جو تصدیق کے طور پر تھا۔ میرے پیر بھائی اور خلفاء سن کر متحیّر ہو گئے۔

حضرت قریشی کا ارشادِ خاص

ایک دن ہم مسکین پور شریف سے بہاولپور کے سفر پر جا رہے تھے اثنائے راہ میں جب دریائے راوی پر پہنچے تو میں نے پیاس کی وجہ سے عرض کیا کہ حضرت میں دریا میں پانی پی لوں۔ فرمایا پی لو۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیر بھائیوں کی ایک کثیر جماعت بھی پانی پینے کو آئی۔ میں سب سے پہلے پانی پی کر واپس ہوا۔ حضرت شیخ مجھ سے آگے آگے دریا سے پانی پینے کو تشریف لے گئے تھے۔ میری واپسی سے پہلے حضرت شیخ نے بھی پانی پی کر واپسی فرمائی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ پیر بھائیوں کی زیادہ تعداد تھی۔ اور حضرت شیخ کے ساتھ کم تھی اس پر حضرت نے تفاول لے کر ایک واقعہ بیان فرمایا، جب کہ میں حضرت کے پاس پہنچا۔ حضرت میرے سامنے ہو کر مخاطب ہوئے۔ "نیچے دیکھ" ایسی زمین تھی جب کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملاقات حاصل کی تھی۔ جیسے تم آئے ہو ایسے میں آیا تھا ویسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تھے۔ پھر فرمایا "نیچے دیکھ" ایسی زمین تھی اور یہ کلام انتہائی درجہ کی شفقت، محبّت اور رضا سے لبریز تھا۔

نورِ ایمان کا تذکرہ

ایک دن سفر کے دوران جب کہ میں حضرت قریشی کی گھوڑی کی گردن کے پاس جا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اس مولوی صاحب کو دیکھو۔ نورِ ایمان اس میں نہیں ہے اور دوسرے شخص کی مثال بیان فرمائی کہ وہ عالم نہیں مگر نورِ ایمان اسکے چہرے سے عیاں ہے۔ میں نے گھوڑی کی لگام پکڑ کر عرض کیا۔ حضرت وہ تو آپ سے بیعت ہوئے ہیں۔ جواب میں فرمایا "بہت اچھا" اللہ کریم رحم فرمائے گا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ نے

اسی مولوی صاحب کو ماذون فرما کر بیعت کرنے کی اجازت بخشی۔

موسیٰ زئی شریف میں حاضری

ایک مرتبہ نقیر بہ پور شریف کے قیام کے دوران حضرت نے فرمایا۔ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں چلنا چاہیئے۔ (یہ مقام حضرت شیخ کے مشائخ کا ہے) میں نے جواباً عرض کیا کہ مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ احمد پور جا کر واپس آسکوں فرمایا کہ کرائے کے لیئے جاتا ہے (چونکہ میں ہمیشہ اپنا کرایہ استعمال کیا کرتا تھا) کرایہ میرے پاس ہے۔ اجازت نہ ملنے سے احمد پور نہ جا سکا موسیٰ زئی شریف کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں "لعل حسین مروڑ" ریلوے اسٹیشن پر حضرت اُترے۔ فرمایا یہاں میرا ایک پیر بھائی ہے۔ اس کی زیارت کر کے چلیں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا غلام حسین صاحب رح متصل اسٹیشن اپنے مکانات تیار کرا رہے تھے ملاقات کے بعد حضرت شیخ جہاں سے گارا آرہا تھا ایک تسلہ گارے کا اپنے سر پر رکھ کر جہاں تعمیر کا کام ہو رہا تھا لے گئے۔ وہاں مولانا غلام حسین صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا نے پریشان ہو کر فرمایا کہ قریشی صاحب گارا لائے ہیں۔ جلدی اُتارو۔ باوجود اسکے کہ وہاں ایک اینٹ بھی ایسی نہ تھی جو اس گارے سے لگے۔ مولانا مذکور نے فرمایا قریشی صاحب آپ کے گارا لانے نے میرا کام بند کرا دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ صبح سے یہ غریب کام کر رہے ہیں۔ ان کو آرام بھی ملنا چاہیئے۔ مولانا پر ایک فرحت طاری ہوئی۔ مولانا نے ایک پُرجوش تقریر اس مکان سے نکل کر کی۔ اور فرمایا۔ میرا مقصد پورا ہوا۔ مولانا ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر کا عنوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف تھی۔

دورانِ طعام حضرت مولانا موصوف رح نے اپنے ہاتھ سے ترکاری ایک برتن میں ہم تینوں کے لئے اُتاری۔ ان میں حضرت شیخ، میں اور حاجی کریم بخش صاحب

تھے۔ ہم دونوں اس شرم میں بیٹھے تھے کہ حضرت شیخ رح کے ساتھ ایک برتن میں کیسے کھائیں۔ حضرت رح نے آہستہ سے فرمایا کہ مجھ بوڑھے کا خیال رکھنا اور میرے ساتھ کھاؤ۔ ایک برتن میں کھانے کا شرف حضرت شیخ کے ساتھ اس سفر میں نصیب ہوا۔ صبح حضرت شیخ نے مولانا سے رُخصت چاہی۔ اور مولانا نے اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت شیخ نے مولانا سے معانقہ اور مصافحہ فرمایا۔ جب میری (حضرت صدیقی کی) باری آئی تو حضرت مولانا غلام حسین نے اِتنا بھینچا کہ ایک سوت کے برابر اور بھینچتے تو میری بغل کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ غرض کہ انتہائی محبت فرمائی حضرت شیخ بھی اس واقعے کو دیکھ کر مسکرائے۔ رُخصت پاکر ریل میں سوار ہوئے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں پہنچنے پر حضرت کے ایک پیر بھائی کے مکان پر رات کو قیام کیا۔ صبح بس کے ذریعے موسیٰ زئی شریف روانہ ہوئے۔ موسیٰ زئی شریف میں حضرت مولانا دوست محمد قندھاری رح، حضرت مولانا محمد عثمان دامانی رح اور حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین صاحب رح تینوں کے مزارات مسجد مُبارک کی شمالی جانب اکھٹے موجود ہیں۔ ان کے دربار میں حاضری دی۔ نماز مغرب کے وقت مقرّر امام موجود نہ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب سراج الدین رح کے صاحبزادے اور سجادہ نشین امام ہوئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت شیخ رح نے میرے کان میں آہستہ سے فرمایا۔ نماز مکروہ تحریمہ ہوگئی۔ اعادہ کرلو میں بھی اعادہ کرتا ہوں۔ ان کلمات کو سُن کر حد درجہ فرحت دل میں پیدا ہوئی کہ قبلہ شیخ کو شریعت مقدسہ کی پابندی اور احتیاط کا کتنا لحاظ ہے کہ مرشد کے بیٹے کا بھی لحاظ نہ کیا۔ دراصل حضرت صاحبزادے خواجہ محمد ابراہیم صاحب کی ریش مُبارک چھوٹی یعنی ایک مُشت سے کم تھی۔ اور فرمایا۔ میرے پیر کے فرزند ہیں اور جانشین۔ مگر ان سے شریعت مقدسہ کے حقوق کہیں بالاتر ہیں۔

مُرشد کے ساتھ اِنتہائی تعظیم کا برتاؤ | نمازِ عشاء کے بعد حضرت قریشی اس

مکان میں سونے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ جس میں حضرت شیخ کے لئے ایک عمدہ پلنگ اور بستر موجود تھا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت سجادہ نشین صاحب نے آپکے لئے بھیجا ہے۔ حضرت نے حکم دیا کہ پلنگ کو کھڑا کر دو اور بستر کو اس کے اوپر رکھو اور فرمایا کہ میں عمر بھر حضرت مرشد کے مقام پر کبھی چارپائی پر نہیں سویا۔ اور اس قسم کی بے ادبی کبھی نہیں کی اور فرمایا کہ حضرت کی زندگی میں تمام خلفاء کے ساتھ ساتھ میرا بستر بھی ہوا کرتا تھا لیکن میں کبھی اس پر نہیں سویا۔ بلکہ سامنے ریت پر لیٹ کر ریت کو رضائی بنا کر اور سر پر کپڑا لپیٹ کر سو جایا کرتا تھا اور صبح حضرت شیخ رح کے ہمراہ نماز کو حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ بعض دفعہ میرے پیر بھائی صاحبان میرے مرشد حضرت خواجہ سراج الدین رح کے حضور عرض کرتے کہ معلوم نہیں یہ قریشی رات کو کہاں رہتا ہے؟ اس کا بستر اور پلنگ خالی رہتا ہے۔ خواجہ رح مسکرا کر سکوت فرماتے تھے۔ میرا ہمیشہ کا یہی برتاؤ اور طریقہ رہا۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت قریشی رح نیچے زمین پر ایک کمبل کو لپیٹ کر سو گئے۔

مزارات پر مراقبہ حضرت شیخ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور دو حضرات یعنی خواجہ عثمان دامانی صاحب رح اور حضرت دوست محمد قندھاری رح کے مزارات کی طرف متوجہ ہو کر مراقبہ کرو۔ اور حاجی کریم بخش کو حکم دیا کہ تم خواجہ سراج الدین رح کی طرف متوجہ ہو کر مراقبہ کرو۔ جب میں (حضرت صدیقی رح) دونوں حضرات کے مزارات کے بالکل قریب بیٹھ کر متوجہ ہوا۔ تو دونوں حضرات کی ہم کلامی کا شرف مجھے نصیب ہوا۔ اس وقت تیسرے حضرت یعنی خواجہ سراج الدین صاحب رح بھی میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے ساری کیفیت حضرت شیخ رح کی جناب میں پیش کر دی۔

خواجہ علاء الدین سے ملاقات جب صبح کی نماز سے فراغت ہوئی تو حضرت قریشی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ علاء الدین

صاحب جو میرے مُرشد کے بھتیجے ہیں، کی خدمت میں چلیں۔ وہاں قریب ہی میں حضرت موصوف ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ خواجہ صَاحب فوراً کھڑے ہوئے حضرت قریشی سے معانقہ و مصافحہ فرمایا اور اپنے ساتھ بیٹھنے کو جگہ دی۔ مگر حضرت شیخ رح سامنے اس طرح اَدب سے بیٹھے۔ جس طرح ایک غلام ہوتا ہے۔ شیخ کا رویہ خواجہ صاحبؒ کے ساتھ انتہائی اَدب و احترام کا تھا۔ ہم دونوں خدّام حضرت شیخ کے عقب میں بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ علاء الدین صاحب نے حضرت قبلہ سے سفر کی خیریت معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ حالات سُناؤ۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ کیا حالات سناؤں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا آپ کے پیچھے یہ دو آدمی بیٹھے ہیں۔ یعنی آپ کے خادم ان میں سے ایک جو مغربی بازو میں ہے ان پر مزارات کے جو حالات ہوئے ہیں۔ وہ سُناؤ۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ دو بیٹھے ہیں آپ کس کے لیے حکم دے رہے ہیں۔ فرمایا کہ پیچھے دیکھو۔ میری (حضرت صدیقی کی) طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ جو چھوٹے قد کا ہے مزید ازراہ عنایت فرمایا کہ یہ آپ کی تمام جماعت میں اہل ہے! اس کا خیال رکھنا۔ حضرت شیخ کو بہت خوشی ہوئی۔ دونوں حضرات میری طرف متوجہ ہوئے اور دُعائیہ کلمات میرے لیئے فرمائے۔ مزارات کی حاضری پر ایک حال یہ بھی گزرا۔ اور معلوم ہوا کہ مَیں موسیٰ زئی شریف کی مسجد میں ایک ممبر کے اوپر بیٹھا ہوں اور میرے شیخ بھی ایک ممبر پر تشریف فرما ہیں مگر میرا ممبر حضرت شیخ رح کے ممبر سے کچھ اونچا تھا اس واقعے کے سننے پر حضرت شیخ رح نے بڑی فرحت حاصل کی اور الحمدللہ پڑھا۔

سلاسل سبعہ کی اجازت

درہ بن ایک مُقام ہے جو موسیٰ زئی شریف کی سرحد پر واقع ہے۔ وہاں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رح کے ملفوظات "فیوضاتِ عثمانی" کے پانچ نسخے حضرت شیخ رح نے ایک صاحب علم سے حاصل فرمائے۔ بعدازاں فقیر پور شریف واپسی ہوئی۔ جب یہ پانچ نسخے حضرت

نے تقسیم فرمائے تو ایک نسخہ مجھے بھی عطا فرمایا میں نے حضرت کے تسبیح خانے میں جا کر اس کا مطالعہ کیا جس میں سلاسل سبعہ کے سلسلے جات درج تھے۔ میں یہ دیکھتے ہی فوراً باہر آیا۔ حضرت صحن میں جماعت سے کچھ کلام فرما رہے تھے حضرت میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے "فیوضات عثمانی" کتاب پیش کی اور عرض کیا کہ حضرت اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی بھی اجازت ہے فرمایا اچھا! اتنا سمجھدار ہو گیا، تم کو تمام سلاسل کی اجازت ہے میں نے اس اجازت کو قبول کر کے دل کی زبان سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی کرم نوازی سے اتنی جرأت ہوئی۔

غ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

اس سے قبل مجھے (حضرت صدیقی رح کو) صرف ایک خاندان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت تھی۔

اجمیر شریف کا سفر اجمیر شریف میں عرس کے موقعہ پر حضرت شیخ رح کے ساتھ بندہ بھی حاضر ہوا۔ حضرت نے وہاں رنڈیوں کا شغل اور دیگر غیر شرعی رسومات کا انداز دیکھا تو سجادہ نشین صاحب سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ چنانچہ حضرت نے علیحدگی میں سجادہ نشین صاحب سے فرمایا کہ تمام بوجھ قیامت کا آپ پر لد رہا ہے بہتر ہے کہ آپ ان رسومات سے مخلوق خدا کو منع کریں اور اپنا بوجھ ہلکا کریں جیسا کہ رنڈیوں کا آنا سجدہ کرنا وغیرہ۔ حضرت سجادہ نشین صاحب نے بڑی فرحت کے ساتھ اس کلام کو سن کر قبول فرمایا۔ اس پر حضرت شیخ رح خوش ہوئے۔ عرس شریف کے ختم پر دہلی روانگی فرمائی۔

دہلی کا سفر حضرت نے جامع مسجد دہلی میں قیام فرمایا۔ غالباً ایک یا دو دن بہت مختصر قیام کیا اور مشائخ کے مزارات پر حاضری دی اور وطن واپسی کا ارادہ فرمایا۔ جماعت نے عرض کیا کہ حضرت دہلی میں کچھ

زیادہ قیام ہوتا تو مخلوقِ خدا زیادہ فائدہ اُٹھاتی۔ حضرت شیخ رح نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "یہ آئے گا جماعت بنائے گا" پھر ہم ٹھہرا کریں گے۔ حضرت کے اس ارشاد پر مجھے تسلی اور خوشی ہوئی کہ الحمد للہ بہترین علاقہ میں حضرت شیخ مجھے بھیج رہے ہیں چنانچہ واپسی وطن پر حضرت شیخ نے مجھے باصرار فرمایا کہ تم دہلی چلے جاؤ۔

دہلی میں دین کی تبلیغ

چنانچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمانِ مبارک کے مطابق میں دہلی پہنچا اور تبلیغِ دین اور سلسلہ کے فرائض انجام دینا شروع کیے۔ الحمد للہ علماء، صلحاء، اور طلباء کثیر تعداد میں آنے لگے۔ حضرت شیخ کو میری تبلیغی مساعی کی اطلاع پہنچنے پر بہت خوشی ہوئی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب کہ حضرت کلیانہ میں تشریف فرما تھے اور رات کو میں حضرت کے پیر دبا رہا تھا اور جماعت سو چکی تھی۔ حضرت نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تجھ سے ایک بادشاہ بیعت ہوگا۔ غالباً اسی رات کی صبح کو حضرت شیخ نے عربی، فارسی اور پنجابی زبان کے سلاسل مرتب فرمائے۔ جن میں اپنے نام مبارک کے بعد میرا نام بھی درج فرمایا۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ ملک اردو زبان کا ہے۔ اردو میں اگر یہ سلسلہ بن جاتا تو اچھا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ رح نے فوراً اردو زبان میں بھی شجرہ مرتب فرما دیا۔ حضرت ان تمام سلاسل کو لے کر مع جماعت دہلی تشریف لائے۔ اور اپنے خرچ پر ان تمام سلاسل کو طبع فرمایا۔ اسی شجرہ مبارکہ کو ہر اجتماع سالانہ پر مولانا نور الحسن صاحب کو امر فرمایا کرتے تھے کہ پڑھو۔ چنانچہ وہ پڑھتے۔ میرا نام آنے پر حضرت کے چہرۂ مبارک پر بہت فرحت نمودار ہوا کرتی تھی۔ کچھ دن کے بعد خلفاء حضرات نے مولوی نور احمد سیٹھاری کو اپنی جماعت کی طرف سے منتخب کرکے حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر یہ عرض کرو کہ ہمارے قلوب اب کام نہیں کریں گے کہ آپ نے اپنے بعد محمد عبد المالک کا نام درج کیا ہے۔ ہمارا نام درج نہیں کیا۔ حضرت شیخ نے جواباً فرمایا کہ یہ تقسیم خداوندی ہے جو ہو چکی ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اللہ کے حکم سے ہوا ہے مولانا نور احمد واپس ہوئے اور خلفاء کو یہ حال سنایا۔

خلفاء حضرات نے سلاسل میں اپنے اپنے نام خود درج کیے ہیں جو قاعدے کے مطابق درست ہیں۔ البتہ حضرت شیخ رح نے صرف میرا نام خود درج فرمایا تھا۔ یہ وہ سعادت ہے جو حضرت شیخ رح کی شفقتِ خاصہ سے مجھے نصیب ہوئی۔ جو طریق اہل اللہ میں چلا آرہا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

جنّات کا فرار

دہلی میں ابتداءً میں حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رح کے مکان محلہ گڑھ والا میل پر جو دہلی سے باہر تھا مقیم تھا۔ ایک مرتبہ دہلی شہر کی جماعت نے شہر والوں کے فائدے کی خاطر مجھ سے خواہش ظاہر کی۔ کہ میں شہر کے اندر قیام اختیار کروں۔ چنانچہ میں نے یہ مشورہ مانا اور مکان کی تلاش میں جماعت نکلی۔ حکیم بھینسے والے جو قاضی حوض کو چہ پنڈت میں مطب کیا کرتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا ایک چوبارا خالی ہے مگر اس میں جنّات ہیں جو آتا ہے بھاگ جاتا ہے اگر پسند ہو تو حاضر ہے۔ چنانچہ جماعت نے مجھے خبر دی۔ میں نے کہا جنّات سے اتفاق کر لینا آسان ہے لہٰذا وہ چوبارا لے لو۔ چنانچہ چوبارا لے لیا۔ اور حکیم صاحب نے تین ماہ تک قطعاً کرایہ نہیں لیا۔ اس کے بعد لینا شروع کیا۔ وہ بھی تھوڑا تھوڑا۔ حضرت قبلہ صدیقی رح فرماتے ہیں کہ میں نے اس چوبارے میں آٹھ ماہ مسلسل قیام کیا۔ اس قیام میں پہلی ہی شب کو جنّات نے کچھ اپنا تصرف دکھایا۔ مگر میں نے کہا بھائی اب فیصلہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم تم مل کر خدا کو یاد کریں۔ اگر پسند نہ ہو تو تم بھاگ جاؤ۔ مجھے یہ جگہ مفت مل گئی ہے۔ میں چھوڑنے والا نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد جنوں نے کوئی کارروائی نہیں کی میں پرامن طریقے پر آٹھ ماہ مسلسل گزارنے کے بعد وطن واپس آیا۔ میرے چھوڑتے ہی کرایہ دار اس میں آگئے۔ لیکن جنّات نے کوئی حرکت نہیں کی۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جنّات اس مکان کو بالکل چھوڑ گئے۔

حکیم ناصر الدین صاحب مجھے دعوت دے کر اپنے شہر انبالہ لے گئے۔ بیعت کے بعد میں ایک چوبارے میں رہنے لگا جو ان کے مطب کے قریب تھا۔ یہ چوبارا بھی جنّات کے تصرفات کی وجہ سے خالی پڑا تھا اور اس میں کوئی شخص کرایہ پہ رہنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس چوبارے میں پہلی رات کو جب میں سویا تو میرے پاؤں کیجانب ایک انسانی شکل نمودار ہوئی۔ جو یقیناً "جن" ہوگا جو بڑھتی بڑھتی اپنا سر آسمان تک پہنچائی۔ میں نے اس کو کہا کتنا قد لمبا کرے گا۔ میں نے یہ مکان چھوڑنا نہیں۔ اگر تو نے خدا کو یاد کرنا ہے تو ہمارے ساتھ رہ جا۔ ورنہ چلا جا۔ چنانچہ میں ایک ماہ ٹھہر کر رخصت ہوا۔ پھر جن کی کوئی حرکت نظر نہ آئی۔

امام العلماء بننے کیلئے دعا

سفر دہلی سے فارغ ہو کر احمد پور پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سفر سندھ میں تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ میں سکھر حاضر ہوا۔ حضرت شیخ قریشی رح کی زیارت و ملاقات سے شرف یاب ہوا۔ حضرت نے بوقت ملاقات معانقہ فرماتے ہی محبّت اور فرحت سے فرمایا کہ اللہ کریم تم کو امام العلماء بنائے یا بنائے گا۔ کچھ دن کے بعد میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے میرے سوار کروانے کے لئے اسٹیشن پہ چلنے کے لئے فرمایا۔ میں نے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ حضور اسٹیشن پر چلنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ مگر حضور نے فرمایا کہ تم کو سوار کروا کر واپس آؤں گا۔ چنانچہ میں آپکی معیّت میں اسٹیشن تک آیا۔ مجھے ریل میں سوار کرایا۔ پھر بعد میں واپس تشریف لے گئے۔

مکان کی تعمیر

ایک مرتبہ حضرت شیخ احمد پور شرقیہ تشریف لائے اور مولانا بشیر احمد صاحب کے گھر تشریف فرما ہو کر مراقبہ کیا۔ بعد فراغت مراقبہ باہر تشریف لائے۔ سامنے میرا مکان تعمیر کے اعتبار سے ناقص نظر آیا۔ مولانا بشیر احمد صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ مکان کس کا ہے جو ناقص کھڑا ہے

مولانا نے میری جانب اشارہ کیا کہ اس کا ہے حضرت شیخ سمجھے کہ تعمیر مکمل کرانے کی طاقت نہ ہوگی۔ تو فرمایا ایک آدمی کو کہہ تاکہ وہ جامع مسجد میں جماعت سے کہے کہ میرا حجرہ بننا ہے تمام جماعت یہاں آجائے چنانچہ تمام جماعت فوراً پہنچی۔ اور حضرت شیخ نے خود اینٹیں اُٹھانا شروع کر دیں اور شام تک مکان کی چھت تیار ہوگئی۔ یہ اندازِ محبت تھا کہ میرے مکان کو فرمایا کہ یہ میرا حجرہ ہے اور بنفسِ نفیس اسکی تعمیر میں حصہ لیا حضرت شیخ رح کی مٹھیاں کرتا تھا قریب قریب آدھی رات یا پون رات حضرت جب بھی بیدار ہوتے۔ جماعت کو سرِ مبارک اُٹھا کر دیکھا کرتے تھے کہ وہ سوئی ہے اس وجہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اس بچہ کو میں زندہ پاتا ہوں۔

حضرت صدیقی کے لطائف

ایک مرتبہ احمد پور شرقیہ مسجد قبہ والی میں حضرت قریشی رح تشریف فرما تھے۔ میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ کیا نفی اثبات کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا "جی ہاں" فرمایا۔ نفی اثبات کو ترک کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل چلا جائے اس باعث میں نفی اثبات کی تعداد (۲۱) مرتبہ ایک سانس میں پوری نہ کر سکا اور جب کبھی حضرت شیخ جماعت کے لطائف تازہ فرمایا کرتے تھے اور مجھ کو بھی یہ سعادت حاصل ہوتی تھی۔ مگر میرے لطائف پر انگشت نہایت آہستہ پہلو کی جانب رکھ کر اللہ اللہ فرماتے تھے جبکہ دوسروں کے لطائف پوروے کی طرف سے رکھ کر تازہ فرماتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ میرے لطائف انتہائی لطافت اور نزاکت اختیار کر چکے تھے حضور کی توجہات کے باعث۔ اسلئے حضرت شیخ رح صرف اشارہ کے طور پر میرے لطائف تازہ کیا کرتے تھے۔

حضرت قریشی رح کی انتہائی شفقت

ایک مرتبہ سفر ربل میں فیضان الٰہی بذریعہ شیخ تصوّر کرنے بیٹھا تھا۔

اور فیضان الٰہیہ تیزی کے ساتھ واقع ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ رح نے مجھے آواز دے کر فرمایا یہ خیال چھوڑ دے۔ ایسا نہ ہو کہ تو بیہوش ہو کر ریل سے باہر چلا جائے چنانچہ فرمان کے مطابق میں نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ میری پرورش اور درس و تربیت میرے عمل پر نہیں ہوئی بلکہ حضرت شیخ رح کی شفقت اور محبت ہی میری پرورش کرتی رہی۔ اکثر و بیشتر میرے اوپر یہ کیفیت طاری ہوتی، کہ میں حضرت شیخ کی گود میں پڑ کر آپ کے قلب مبارک کے اوپر منہ رکھ کر فیضانِ الٰہی کو بطریق کسی چیز کو پینے کے پیا کرتا تھا۔ اور حضرت شیخ میری اس کیفیت پر راضی رہتے تھے۔ بلکہ اپنا دستِ مبارک میری پشت پر رکھ کر مجمع کو نصائح سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات مجمع کو فرمایا کرتے کہ تم کو میں مردہ پاتا ہوں اور اس بچے[1] کو زندہ پاتا ہوں اور یہ کیفیت اس وجہ سے تھی کہ حضرت شیخ کو مجھ حقیر سے خصوصی محبت تھی جس کی وجہ سے میرے وجود پر بھی محبت کی کیفیت رہا کرتی تھی۔ اس حال میں کہ میرے والدین زندہ تھے اور میں حضرت شیخ کے ساتھ سفر میں رہا کرتا تھا اور مجھے حضرت کی شفقت سے دو قسم کی سعادت حاصل تھی۔ ایک حضرت کا مسواک اور لوٹا میرے پاس ہوا کرتا تھا۔ دوسرے بدن دبانا اور والدین کی محبت شیخ کی محبت کے مقابلے میں کم درجے پر تھی۔ میرے والدین نے مجھ کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ تم حضرت شیخ کے یہاں حاضری کی سعادت کو مقدم رکھو۔ اس پر ہم راضی ہیں اور ہماری جانب سے اجازت ہے۔

توحید کے اسرار ایک مرتبہ میں دہلی سے واپس آیا، تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سفر تبلیغ پر سکھر میں ہیں۔ بوقت روانگی دہلی سے میں نے ایک عریضہ ارسال کیا تھا اور کچھ حالات اور اسرار توحید کے بہت باریک لکھے

---

[1] حضرت قبلہ صدیقی رح

تھے۔ حضرت شیخ نے بوقتِ حاضری پوچھا کہ تو نے اس کی کیا تعبیر لی ہے اور کیا سمجھا ہے میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضرت میں نے بارہا آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا ہے کہ مجھے اس عالم سے نجات دلوائیں اور بچالیں۔ میرا اس سے کوئی مقصد نہیں اور نہ میری خواہش ہے حضرت نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے مگر تو نے تعبیر کیا دی؟ امرِ شیخ رح کے تحت میں نے تعبیر بیان کی۔ حضرت فرحت سے بھر گئے اور فرمایا الحمدللہ۔ انشاء اللہ! اللہ کریم آپ کو ضائع نہیں کرے گا اور دعائیں دیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

مولانا تاج محمود سے ملاقات

ایک مرتبہ کراچی کے سفر سے واپسی پر سکھر اترا۔ عید کی رات آنے والی تھی۔ مشورہ کیا کہ حضرت مولانا تاج محمود صاحب رح کے مقام پر پہنچ کر زیارت کریں۔ چند آدمی اور بھی ساتھ ہولئے۔ جب وہاں قریب پہنچے تو میں نے جماعت کو کہا کہ یا تو تم پہلے چلے جاؤ یا مجھے تنہا چھوڑ دو۔ جماعت کے ساتھ جانا خلافِ ادب ہے چنانچہ میں تنہا روانہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جماعت کے آدمی پہنچے۔ جب میں اکیلا حاضر ہوا تو حضرت مولانا تاج محمود صاحب رح چارپائی پر آرام فرما تھے اور جماعت نیچے بیٹھی تھی۔ میں بھی نیچے بیٹھنے لگا۔ حضرت نے مجھے امر کے طور پر منع فرمایا کہ نیچے نہ بیٹھنا اور جماعت کو حکم دیا کہ جلدی کرسی لاؤ۔ چنانچہ کرسی آئی۔ حضرت نے اپنے سامنے کرسی کو رکھوایا اور مجھے حکم دیا کہ اس پر بیٹھو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور بیٹھ گیا۔ مولانا نے سب سے پہلے مجھے یہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار لو اور بلّی کے بچوں کی گردنیں کاٹو۔ میں نے جواب میں کہا کہ بہت اچھا حضرت آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا اہل کرے۔ جب نماز عشاء کا وقت ہوا تو میں نے دل میں عرض کیا کہ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ جواباً فرمایا۔ رات یہاں رہنا ہوگا۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت خوش ہوگئے۔ اور اپنا پلنگ اور بستر اپنے درویشوں کے ذریعے سے

میرے لیئے روانہ فرمایا۔ درویش سندھی حرّوں کے اثرات لیئے ہوئے معلوم ہوتے تھے کہ آتے ہی مجھ سے کہا کہ یہ پلنگ اور بستر شیخ کا اپنا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مشائخ معالجِ امّت ہوتے ہیں میں اس میں سوؤں گا تو جہنّم کی آگ سے بھی محفوظ ہو جاؤں گا۔ اس پر وہ حُر صفت دُرویش بھی بہت خوش ہو گئے اور میں بھی سو گیا۔ جب صبح ہوئی اور نماز با جماعت ادا کی تو حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ باوجود قادری خاندان ہونے کے اور ہر صبح کو ذکر بالجہر کرنے کے آج مطابقِ خاندانِ نقشبندیہ کے دل پر متوجہ رہے اور جہر سے ذکر بالکل نہیں کیا۔ حتّیٰ کہ اشراق کا وقت آ گیا۔ مولانا نے اشراق کی نماز ادا کی بعد فراغت نمازِ اشراق کے میں نے عرض کیا کہ اجازت دیجیئے، کہ میں گھر جاؤں۔ فرمایا بہت اچھا چائے پی کر جانا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلتے رہے اور مجھے لے گئے۔ دولت کدہ کے سامنے نشست گاہ بنی ہوئی تھی مجھے کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور خود چارپائی پر بیٹھ گئے۔ باقی حضرات بنچوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ میں چائے نہیں پیتا، آج ایک متبعِ سُنّت شیخ رہ کے یہاں چائے آئے میں کیسے انکار کروں۔ شیخ نے فراستِ ایمانی سے اسے محسوس کر لیا اور قدرت نے میری مدد فرمائی کہ شیخ کے یہاں سے میرے لیئے دودھ اور سب کیلئے چائے آئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے مقامات جیسے ابدال، اوتاد، افراد، قطب الارشاد قطب الاقطاب اور غوث اعظم کا ذکر فرما کر فرمایا کہ

ہر کجا چشمہ بود شیریں ؎
مردم و مُرغ و مُور گرد آیند

یہ شعر پڑھا اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ سمجھے۔ میں نے عرض کیا آپ سمجھائینگے تو میں سمجھاؤں گا۔ اگرچہ میرے دل کو کھٹکا پیدا ہو گیا تھا کہا میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ ایسے مقامات کے لوگ ایک جگہ پر قیام پکڑیں تاکہ مخلوقِ خدا فیض حاصل کرے۔

میں نے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اہل کرے۔ حضرت اُٹھے اور اپنے مکان کے آخری دروازے تک میرے ہمراہ تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سُنّت ادا ہو گئی۔ حتیٰ الباب ادا ہو گیا۔ اَب مجھے رُخصت دیں۔ چنانچہ معانقہ و مصافحہ کر کے مجھے رَوانہ فرمایا۔ یہ مولانا تاج محمود صاحب مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے مُرشد نمبر ۲ تھے۔ اس ملاقات میں جو ساعتیں نصیب ہوئیں۔ وہ فقط تصرف شیخ کا تھا۔

دین پوری بزرگ سے ملاقات

ایک مرتبہ تنہا میری حاضری ایک آدمی کے ہمراہ دین پور شریف ہوئی تھی۔ دین پور شریف والے بزرگوں نے بہت شفقت فرمائی۔ خود پلنگ پر تشریف فرما تھے اور بیمار تھے حکم دیا کہ ان کے لئے جنتی کمرہ کھول دو۔ جنتی کمرہ اس کمرے کا نام رکھا ہوا تھا جہاں شمال اور جنوب کی ہوا خوب آتی تھی۔ الحمد للہ کہ مجھے یہ شرف متبع سُنّت کی زبان سے داخلہ جنت نصیب ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور آخرت میں بھی داخلہ جنت نصیب ہو گا۔ یہ تفاول اس وقت قلب میں مضبوط پیدا ہوا۔

اس وقت میرے صافہ کے اندر ایک انگلی کے برابر بچا ہوا مسواک بندھا ہوا تھا دین پوری بزرگ کی نگاہ جب اس پر پڑی۔ تو دریافت کیا کہ یہ مسواک ہے میں نے اثبات میں جواب دیا۔ مجھے حکم دیا کہ یہ مجھے دے دو۔ میں نے اپنے صافہ کے پلے سے کھول کر پیش کر دیا۔ حضرت نے فوراً اپنے منہ میں لے کر چوسنا شروع کیا۔ مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ مجھ جیسے گنہگار کے منہ کا استعمال شدہ مسواک ہے مگر واپس نہیں لے سکتا تھا اتنے میں حضرت نے لانگری کو آواز دی۔ وہ آیا۔ فرمایا۔ لنگر خانہ میں مسواک ہیں اُٹھا لاؤ۔ تین مسواک وہ لایا۔ ایک مسواک شیخ رحہ نے میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ عزیز محمدؐ کو یہ مسواک دیدو

عزیز محمد میرا ساتھی تھا۔ اور اسی شیخ کا مرید تھا۔ مگر میرے ذریعے سے اس کو دینا اس میں بھی ایک راز تھا۔ اس کو میری صحبت میں فوائد علمی اور اعتقادی پہنچے تھے۔ یہ قطعی طریق پر سبائی شیعہ ہوچکا تھا۔ ایک دن ان کے بھائی قریشی محمد سعید صاحب میرے پاس آئے اور بہت رویا کہ ہمارے یہاں کوئی شیعہ نہیں اور یہ شیعہ بن چکا ہے۔ اسکے لئے دعا اور تدبیر فرمایئے۔ چنانچہ میں نے ان پر السلام علیکم کرنا شروع کیا۔ یہ نسخہ اپنا اثر لایا اور وہ میرے ساتھ مانوس ہوگیا۔ پھر میں اس کو دین پور شریف لے گیا کہ وہ اس کے مرشد ہیں۔ انشاء اللہ فوائد کا سبب پیدا ہوگا۔ اب رہے دو مسواک جو شیخ کے ہاتھ میں باقی تھے۔ وہ مجھے عطا کئے۔ اور فرمایا کہ آپ کا مسواک تبرکاً میرے پاس رہے گا اور اس کے بدلے دو مسواک آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ عجیب تصرف شیخ کا مشاہدہ کیا کہ اتنے زبردست شیخ نے میرے مسواک کو اپنے منہ میں لے کر چوسنا شروع کیا۔ یہ دین پوری بزرگ شیخ غلام محمد صاحب معروف حضرت خلیفہ صاحب، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رح کے مرشد نمبر ایک تھے۔

حضرت قریشی کی معیت میں دین پور حاضری

ایک مرتبہ حضرت قبلہ قریشی رح خانپور تشریف فرما ہوئے۔ اور مجھے یاد فرمایا میں خانپور حاضر ہوا۔ حضرت شیخ رح نے فرمایا۔ دین پور شریف کے بزرگ علیل ہیں۔ طبع پرسی کے لئے دین پور چلنا ہے۔ چنانچہ دین پور شریف کو روانگی ہوئی۔ حضرت خلیفہ صاحب دین پوری علیل تھے۔ عیادت کے بعد دین پور شریف کے بزرگوں نے فرمایا کہ رات یہاں قیام کرنا ہوگا۔ حضرت قبلہ شیخ نے اسے قبول کیا۔ مگر تین شرائط کے ساتھ۔ اوّل یہ کہ میں کھاتا بہت ہوں۔ دوم سوتا بہت ہوں اور سوم باتیں بہت کرتا ہوں۔ دین پور شریف کے بزرگوں نے فرمایا کہ انہی صفات میں سے کچھ حصہ ہم کو بھی دے کر جانا۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو

خلیفہ صاحب دین پور شریف نے مجھے طلب فرمایا اور کہا کہ میرے لڑکے مولوی عبدالہادی اور دوسرے صاحبزادے کو اپنے مُرشد اور شیخ کے یہاں پیش کرو۔ اور عرض کرو کہ یہ میرے بچے ہیں ان کو توجہات عطا فرمائیں۔ کہ یہ خالی نہ رہیں۔ چُنانچہ حضرت شیخ رحؒ نے ان کو قلبی ذکر کی تعلیم دے کر خوب توجہ عطا فرمائی۔ رات گزار کر حضرت شیخ رحؒ نے واپسی کی۔

ایک نوجوان کی بیعت کا عجیب واقعہ

حضرت سیلانی بادشاہ رحؒ کا روضہ سمرسٹہ میں ہے۔ ریگستان کا سفر کرتے ہوئے رات کو میں وہاں پہنچا کہ اچانک عشاء کی نماز کے بعد غالباً دو آدمیوں نے بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے صاحب مزار کا ادب کرتے ہوئے مزار مُبارک کے شمالی جانب اندھیرے میں بیعت کیا۔ تسبیح کھٹکائی۔ بغرض توجہ کہ یکایک نوجوان مسجد کے اندر سے نکل کر صحن میں آیا۔ اور میری جانب دیکھا۔ تسبیح کی آواز سُن کر اسنے بار بار میری جانب آمدورفت جاری رکھی۔ جب۔۔ب توجہ سے فارغ ہوا۔ تو وہ شخص مسجد کا چراغ اُٹھا کر میری جانب لایا۔ اور میرا چہرہ دیکھا اور پھر جاکر چراغ رکھ کر میرے پاس آیا اور بیعت کی درخواست کی۔ میں نے استفسار کیا۔ کہ چراغ لاکر میرا چہرہ دیکھنا اور پھر بیعت کی درخواست کرنا اس میں کیا راز ہے اگر تم نے یہ عمل نہ کیا ہوتا۔ تو میں نہ پوچھتا اور بیعت کر لیتا۔ اس نوجوان نے کہا کہ میں نے تونسہ شریف میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحؒ کے مزار مُبارک پر چلّہ کھینچا کہ معلوم ہو جائے کہ میری قسمت کس کے سینے میں ہے آخری شب میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحؒ اور خواجہ اللہ بخش صاحبؒ وران دونوں کے درمیان ایک اور صاحب ہیں جنھوں نے تسبیح کھٹکاتے ہوئے ضرب اللہ کی دی اور میرا قلب جاری ہوگیا۔ اس وقت خواجہ صاحب سلیمان تونسوی رحؒ نے فرمایا کہ دیکھ لے

تیری قسمت اس کے سینے میں ہے۔ پس اس وقت سے میں دو عمل کرتا تھا ایک یہ کہ آپ کی تلاش کرتا رہا۔ اور دوسرے قلبی ذکر کرتا رہا۔ اور قلبی ذکر کا فائدہ پہنچا۔ کہ میرے تمام بدن سے اللہ اللہ ہوتا ہے اور دوسرے کشش کے طور پر یہ حاصل ہوا کہ پانچ سو میل کے فاصلے پر کسی بھی صاحبِ وصال بزرگ کا مزار ہو تو میں ان سے ہم کلامی کر سکتا ہوں۔ آج آپ کی شکلِ مبارک دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔" وہ آپ ہی ہیں"! مجھے بعیت کر لیں۔ میں نے اسے بعیت کیا۔ اور قلب پر انگلی رکھ کر اسمِ ذات بتلایا تو قلب پہلے ہی سے جاری تھا۔ پھر یکے بعد دیگرے تمام لطائف پر انگلی رکھنے سے معلوم ہوا کہ تمام جاری ہیں۔ واقعی وہ اس دعوے میں کہ اس کے تمام بدن میں اللہ اللہ ہوتا ہے۔ وہ سچّا تھا کہ اس کے تمام لطائف جاری تھے۔ میں اور میرے ہمراہی اور وہ شخص تمام رات ذکر میں مشغول رہے! ایک عجیب چاشنی اور لذّت حاصل رہی۔ صبح میں اور میرے ساتھی اپنے اپنے وطن روانہ ہوئے اور وہ نوجوان بھی علیحدہ روانہ ہو گیا اسکے بعد میں نے آج تک پھر دوبارہ اسے نہیں دیکھا۔ خدا معلوم وہ کون تھا اور کس جگہ کا کتنا منوّر اور روشن چہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے میری آخرت کا اثاثہ مرضیہ بنائے آمین۔ شاید یہ کوئی ابدال تھا۔ واللہُ اَعلَمُ بالصواب۔

کلیانہ میں حضرت قریشی کی تشریف آوری

حضرت شیخ رح نے مجھے ماذون فرمایا تو ہندوستان کی طرف روانہ فرمایا اور اس کا مقدمہ کلیانہ ریاست جیند مشرقی پنجاب بنا۔ مجھے حکم فرمایا کہ وہاں جا کر سلسلہ کی تبلیغ کروں۔ شیخ رح کے حسبِ الحکم میں کلیانہ پہنچا۔ میرے کچھ پیر بھائی حضرت شیخ سے بعیت شدہ وہاں موجود تھے۔ میرے پہنچنے پر مخلوقِ خدا کثرت سے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ کلیانہ کی آبادی دس ہزار کے

قریب تھی۔ غالب اکثریت آٹھ نو ہزار مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ ان میں کثرت پٹھانوں اور مغلوں کی تھی یوں شیخ اور سیّد بھی تھے۔ بیعت ہونے والوں میں مردوں اور عورتوں دونوں کی کثرت تھی۔ قاری عبداللہ صاحب اور حاجی جیون بخش صاحب نمبردار بہت پیش پیش رہتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد غالباً ماہ ستمبر یا اکتوبر میں حضرت شیخ کی خدمت میں دعوت بھیجی اور حضرت شیخ تشریف لائے۔ کلیانہ سے چرخی دادری (موجودہ ڈالمیا دادری) کا اسٹیشن تقریباً پانچ میل دُور تھا قصبہ کے آدمی جماعت کی شکل میں حضرت کے استقبال کے لئے ہاتھوں میں بڑے بڑے جھنڈے لے کر اللہ اکبر کے نعروں سے فضا کو معمور کرتے ہوئے اسٹیشن پر حاضر ہوئے شہر دادری کے مسلمان بھی کثرت سے سپرنٹنڈنٹ پولیس رمضان علی صاحب کی سرکردگی میں شیخ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ پولیس کا کافی اِنتظام ہونے کے باوجود مجمع جوش میں بے قابو ہوگیا۔ حضرت کے ریل سے اُترنے کے ساتھ ہی میں فرطِ مسرت سے قدم بوسی کے لئے جُھک گیا۔ حضرت نے اِنتہائی شفقت سے اُٹھا کر مجھے گلے سے لگالیا۔ اسٹیشن سے رَوانہ ہوکر جامع مسجد دادری میں آرام فرمایا میں حضرت کا بدن دَبانے لگا۔ دوسرے حضرات بھی میرے شریک ہوئے۔ میں ہٹتا ہوا پیروں تک چلا گیا حضرت نے اِنتہائی خوشی کے عالم میں میری طرف دیکھ کر تین مرتبہ فرمایا۔

تیرے میرے میں فرق نہ کوئی اب

جامع مسجد دادری میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد بذریعہ بیل گاڑی اور اونٹوں پر مشتمل جلوس کی شکل میں کلیانہ روانگی ہوئی۔ کلیانہ پہنچنے پر قاری عبداللہ صاحب نے کمال دکھایا۔ انہوں نے تین جماعتیں ترتیب دیں۔ ایک بوڑھوں پر مشتمل دوسری نوجوانوں پر تیسری بچّوں پر۔ اللہ اللہ کے ذکر سے پہاڑ گونج اُٹھے۔ حضرت کا دل بہت خوش ہوا۔

جنّات کا حضرت صدیقیؒ کو پنکھا چلانا

ضلع بجنور کے مقام کھاری پر ایک دن بوقتِ دوپہر مجھ پر تھکان ہوا۔ میں احاطہ مسجد کے متصل ایک چھوٹے حجرے میں سونے چلا گیا۔ اس میں ایک چارپائی رکھی تھی۔ دروازہ بند کر کے لیٹ گیا۔ اتنے میں شپ شپ پنکھا چلنے کی آواز ہونے لگی اور ساتھ ہی چاپی کرنے لگے۔ میرے اوپر ایک چادر ڈلی ہوئی تھی چونکہ دروازہ بند تھا۔ کنڈی میں نے خود لگائی تھی۔ باہر سے کسی کے آنے کا امکان ختم ہو چکا تھا۔ مجھے یقین ہوا کہ یہ جنّات کی قوم ہیں جو ہمارے دین کے شریک ہیں۔ تمام دوپہر چاپی کی اور پنکھا چلایا۔ جب نماز کے وقت میں باہر نکلا تو وہاں کے باشندے سب حیران تھے کہ مجھے پسینہ کیوں نہیں؟ باوجود اس کے کہ اس کوٹھڑی میں ہوا کا کوئی راستہ نہیں۔ میں نے کہا ایک تم ہی رہ گئے پنکھا کرنے والے اور کوئی مخلوق اللہ کی پنکھا کرنے والی نہ رہی۔

خواب میں فیضِ نبویؐ سے مستفید ہونا

حضرت مرشد صدیقیؒ فرماتے ہیں کہ میں احمد پور شرقیہ کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ معاً خیال آیا کہ قیلولہ سنّتِ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہے۔ اس خیال کے آتے ہی بغرض اتباعِ سُنّت مسجد ہی میں ایک جانب جا کر لیٹ گیا۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ جانبِ شمال جا رہے ہیں۔ میں انکے پیچھے پیچھے ہوں۔ نیز اس جانب سے ایک دریا اتھلے پانی کا آ رہا ہے جس میں ہم دونوں کے پیر ٹخنوں تک بھیگ کر ٹھنڈک پا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دریا کی درمیانی تیز رو نہایت صاف و شفاف نظر آئی۔ میں نے منہ لگا کر اس کا پانی پینا شروع کر دیا۔ پانی پیتا جاتا ہوں مگر سیراب نہیں ہوتا ہوں۔ نہ تھکتا ہوں۔ خواب ہی میں ارشاد ہوا کہ یہ قلبِ مطہرِ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آ رہی ہے، بیدار ہو گیا۔ اللہ کا

شکر ادا کیا کہ اتباع سُنّت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم میں سوجانا بھی فائدے سے خالی نہیں۔

حضرت تھانوی رحؒ سے مُلاقات

ایک مرتبہ دیوبند سے میرا ارادہ ہوا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر انکی زیارت کروں۔ چنانچہ اس کا سبب یہ بنا کہ ایک مُرید مولانا تھانوی کا دیوبند سے تھانہ بھون جانے لگا۔ اسنے مجھے اطلاع کی۔ میں نے ایک پرچہ اس عبارت کا تحریر کرکے دیا کہ میں ایک درویش نقشبندی ہوں امُید ہے کہ میں کبھی آپ کی زیارت کروں گا۔ مولانا نے اسی پرچہ پر ایسی عبارت تحریر فرمائی کہ میں اس قابل کب ہوں کہ آپ جیسے میرے پاس تشریف لائیں۔ اس وقت عبارت کے پورے الفاظ یاد نہیں خلاصہ یہی تھا۔ چنانچہ اس ارادے سے میں دیوبند سے سٹیشن کی طرف چلا کہ گاڑی کچھ دیر سے آرہی تھی۔ اتنے میں حضرت قاری محمد طیّب صاحب بھی تشریف لے آئے اور میرے پاس ہی آکر بیٹھے۔ طلباء کا مجمع ہوگیا۔ کچھ مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ چنانچہ ریل میں ایک ہی ڈبے میں سفر رہا۔ راستے میں حضرت قاری صاحب اُتر گئے۔ میں سیدھا تھانہ بھون پہنچا۔ بوقت اشراق مولانا کی مسجد پہنچ گیا۔ مسجد کے شمالی جانب مولانا کے درویش سے معلوم ہوا کہ سامنے جو حضرت بیٹھے ہیں یہی مولانا تھانوی ہیں۔ اس نے مجھ سے استفسار کیا کہ کیا آپ نئے آئے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم اس وقت مل سکتے ہیں اس نے جواباً کہا کہ جب نئے آئے ہو تو مل سکتے ہو میں وہاں بڑھ کر پہنچا تو مولانا نے مصافحہ کے بعد واقفیتِ حالات چاہی۔ جس میں یہ بات بھی آئی کہ آپ کے اور میرے درمیان کوئی خط وکتابت پہلے سے ہوئی ہے یا نہیں۔ میں نے وہی پرچہ پیش کردیا۔ جس سے مولانا کو میرے متعلق یہ علم ہوگیا کہ یہ شخص دیوبند سے تبلیغی سلسلے میں اکثر آتا جاتا رہتا ہے تو تمام دن مولانا نے اپنا نظام الاوقات ختم کرکے مجمع کے طریق پر

گزارا۔ دوپہر کو بھی مجمع قائم رہا اور مختلف باتوں میں مشغول رہے اور مجھے بالکل اپنے ساتھ ہی جگہ دی۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو نماز پڑھی۔ بعد فراغتِ نماز میں مولانا کی نشست گاہ پر پہنچا تو مجمع بھرا ہوا تھا۔ سب سے آخری سرے پر بیٹھ گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ "کیا میں وہاں آجاؤں"۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو آپ کو نہیں بلایا۔ فرمایا کہ آپ کے اس عمل کا تقاضا یہی ہے بہتر یہ ہے کہ آپ میرے پاس ہی آجائیں۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے حضرت مولانا نے فرمایا بھیجا کہ کھانا آپ کا میں بھیجوں گا۔ آپ اور انتظام نہ کریں۔ میں نے جواب میں کہلوایا کہ میرے پاس انتظام پہلے سے ہے۔ مولانا نے اس طریق دعوت کو تین مرتبہ کہلا بھیجا۔ ساتھ یہ بھی کہلوایا کہ میں اپنے گھر سے تیار کرا کے بھجواتا ہوں۔ میں نے جواب میں کہا کہ میرا مقصد آپ کی زیارت کا تھا۔ کھانا کھانا نہیں تھا۔ میں اسی پر عمل کروں گا۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز مولانا نے پڑھائی۔ اور ہم سب نے آپ کے پیچھے اقتدا کی جب عشاء کی نماز ختم ہوئی اور مولانا فرض نماز کے ختم پر گھر کو روانہ ہونے لگے تو میں فوراً جوتوں کی جگہ پر پہنچا اور مولانا سے رخصت چاہی اور مصافحہ کیا۔ مولانا نے مصافحہ کو مضبوط رکھ کر فرمایا "قیامت میں میرا خیال رکھنا" دوسری مرتبہ پھر یہی کلمات دہرائے۔ میں نے جواب دیا کہ مولانا میں اپنے مرشد قبلہ کے فرمان سے صحتِ آخرت کے لئے قصبات، دیہات اور شہروں میں تبلیغ کے لئے پھرتا ہوں۔ مولانا نے پھر تیسری مرتبہ ان الفاظ کا اعادہ کیا کہ قیامت میں میرا خیال رکھنا۔ اسکے بعد مولانا گھر چلے گئے۔ میں نے بقایا نماز پوری کی اور اسٹیشن کی جانب روانہ ہوگیا۔ اور گاڑی میں سوار ہو کر سہارنپور پہنچا۔ اور دوسرے دن عشاء کے وقت مظاہر العلوم میں پہنچا۔ عشاء کی نماز ادا کی۔ بعد نمازِ عشاء تمام طلباء و مدرسین دارالعلوم میں مجھ سے ہم کلام ہوئے جس میں مولانا اسداللہ صاحب، مولانا ذکریا صاحب شیخ الحدیث، قاری عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ

سہارنپور اور دیگر علماء موجود تھے۔ فرمایا مجھ کو اس جگہ کتنا قیام ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ صبح سویرے ہی مجھے بجنور روانہ ہونا ہے۔ علماء میں سے کسی نے وکالتاً فرمایا کہ دیوبند میں تیرہ دن اس مرتبہ آپ کا قیام ہوا ہے اور اس سے پہلے بھی ہم سنتے رہے ہیں۔ ہمارے ہاں کیوں تین دن قیام نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔ کہ کچھ رنج یا ناراضگی ہے۔ میں نے نفی میں جواب دیا اور عرض کیا کہ میرے قبلہ شیخ بجنور تشریف لا رہے ہیں۔ مجھے استقبال کے لئے پہنچنا ہے۔ پھر علماء نے اصرار نہیں کیا۔ اور کہا کہ اچھا مجبوری ہے۔ لیکن پھر کبھی یہاں حاضر ہونا ہوگا۔ میں نے جواباً کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن اس کے بعد قیام پاکستان تک پھر سہارنپور جانا نہ ہو سکا۔

حضرت مولانا انور شاہ سے ملاقات

قیام دہلی کے دوران مجھے اطلاع ہوئی کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری "مدرسہ امینیہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے ایک پرچہ اس مضمون کا لکھ کر مولانا محمد شریف صاحب کوہستانی کے ذریعے روانہ کیا اور وہ اتنی ہی عبارت تھی کہ میں درویش نقشبندی ہوں۔ آپکی ملاقات کا طالب ہوں مجھے وقت عطا فرمائیں۔ خدا کی حکمت جب محمد شریف روانہ ہونے لگے۔ میں نے انہیں بلوایا اور کہا کہ حضرت شاہ صاحب کی شخصیت بہت بلند ہے عین قرینِ قیاس ہے کہ انکساری بھی بلند ہوگی۔ اگر فرمائیں کہ میں خود وہاں آجاؤں تو اس جواب پر اکتفا نہ کرنا بلکہ عرض کرنا کہ وہ آنا چاہتا ہے یہاں وقت دیں۔ چنانچہ امینیہ میں مولانا محمد شریف صاحب نے جب یہ پرچہ پیش کیا تو (مولانا محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا) حضرت شاہ صاحب اس پرچے کو کافی دیر تک دیکھتے رہے اور بعد میں فرمایا کہ یہ شیخ بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ میں خود ملنے کو جاؤں گا۔ مولانا محمد شریف نے عرض کیا کہ حضرت یہ ممکن نہیں مجھے حکم دیا تھا کہ وہاں ملاقات کا وقت لے کر آنا۔ حضرت شاہ صاحب نے محمد شریف صاحب سے استفسار کیا

کہ کیا تم ان سے بیعت ہو۔ انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا کل صبح آجائیں۔ میں فراش خانہ سے مدرسہ امینیہ کی طرف چند طلباء کی معیت میں رَوانہ ہوا۔ بارانِ رحمت کا آسمان سے نزول ہوا۔ قلب میں معاً خیال آیا کہ یہ بڑی شخصیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس کا ادب بہت ضروری ہے چنانچہ یہ پورا فاصلہ پیدل طے کیا! اور سواری سے عذر کیا۔ مدرسہ امینیہ کی بالائی منزل میں جنوب کی جانب حضرت شاہ صاحب کمرے میں تشریف فرما تھے۔ جب ہم کمرے کے قریب پہنچے تو فوراً اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور مجھے معانقہ اور مصافحہ سے سرفراز فرمایا۔ میرے کپڑوں کو گیلا دیکھ کر فرمایا کہ کیا پیدل آرہے ہو۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ کی خدمت میں سواری پر کس طرح آتا۔ حضرت شاہ صَاحب بہت خوش ہوئے مجھے اپنے ہمراہ اندر لے گئے اور اپنے قریب بٹھایا۔ اچھا خاصا اجتماع علماء اور طلباء کا وہاں موجود تھا۔ اَچانک میرے ساتھی مولوی عندلیب علائی والے پر جذب کے آثار طاری ہوئے۔ اور حضرت شاہ صَاحب نے مجھ سے گفتگو منقطع فرما کر ادھر متوجہ ہوئے اور زبان سے یہ الفاظ ادا فرمائے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ جذب کے ختم ہونے پر میری طرف متوجہ ہوئے کہ یہ علماء اور طلباء معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں فارغ التحصیل ہیں اور فلاں فلاں زیرِ تعلیم ہیں۔ فرمایا الحمدللہ یہ انعامات الٰہیہ علماء و طلباء کے سینے کو آراستہ کررہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور آپ کی محبت میں اضافہ ہوا۔ اس کے بعد مجھے احترام و محبت کے ساتھ رُخصت فرمایا۔

مولانا احمد علی صَاحب کا واقعہ

ایک مرتبہ مولانا احمد علی صاحب لاہوری دہلی تشریف لے آئے اور بوقت شام حافظ سید ممتاز علی شاہ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت میرے پاس کھانا آچکا تھا میں نے کہا حضرت تناول فرمایئے جواباً کہا کہ میں کھانا ہوٹل سے کھا کر آرہا ہوں ایک صدمہ

ہے وہ سُنانا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے سفر کی علت کیا ہے۔ فرمایا حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کی بیماری کا تجاوز جس کے باعث دیوبند اترنا ہوا۔ اور علمائے دہلی کے اجتماع میں شرکت کو بُلایا گیا تھا اسلئے دہلی آیا اور اجتماع میں شرکت کی۔ شریکِ اجتماع تمام علماء تھے کوئی بھی عوام یا طلباء میں سے نہیں تھا۔ نماز عصر کا جب وقت ہوا۔ میں نے صدر جلسہ سے عرض کیا کہ نماز عصر کا وقت ہے جلسہ برخاست کر دیجئے اور فرمایئے کہ تمام علماء ایک جگہ نماز ادا کریں۔ مگر صدر صاحب نے سورج کو دیکھ کر فرمایا کہ ابھی تو بہت وقت ہے میں نے صبر کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر عرض کیا لیکن انہوں نے پھر کہا کہ ابھی وقت ہے تیسری مرتبہ جب کہ سورج اور دھوپ زرد شکل اختیار کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نماز کا وقت مکروہ ہو چکا ہے آپ جلسہ برخاست نہیں کرتے۔ صدر صاحب خاموشی سے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ انکے جانے کے بعد میں نے جلسہ برخاست کیا اور مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ علماء صاحبان ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور اکھٹی نماز نہ پڑھی۔ پھر فرمایا کہ جب ہم علماء اور مقتدار حضرات کا عملی نمونہ یہ ہے تو عوام کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ حضرت مرشد صدیقی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بیان کر کے مولانا احمد علی صاحب مجھ سے رخصت ہو گئے۔

حضرت انور شاہ صاحبؒ کی عیادت

مولانا احمد علی صاحب کے جانے کے بعد میں نے دیوبند کی تیاری کی کہ حضرت شاہ صاحب کی عیادت کروں۔ چنانچہ میں دیوبند پہنچا[1]۔ حضرت

---

[1] مولانا عبدالرؤف صاحب شیخ الحدیث (چارسدہ) نے پاکستان میں مجھے یاد دلایا کہ اسوقت قاری محمد طیب صاحب نے بندہ کو آپکے ہمراہ روانہ کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا مکان بتلاؤں۔ مولانا عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو حضرت شاہ صاحب کے مکان پر پہنچایا تھا۔

شاہ صاحب کے مکان پر پہنچ کر انکی عیادت کی اور مزاج پُرسی کی سعادت حاصل کی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔ طبع پُرسی کے بعد حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ کھانا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس دہلی سے پکّا ہوا کھانا ساتھ ہے اسے کھاؤں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کھانا یہاں کھایا جائے اور میں اس میں کچھ شریک نہ کروں۔ میں نے کہا کہ کچھ پس خوردہ ہے تو لے آئیں میں کھا لوں گا۔ کھانے سے فراغت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ پان لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں پان کا عادی نہیں ہوں۔ پھر فرمایا کہ چائے لاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں چائے کا عادی نہیں ہوں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں ظہر کے بعد چائے پیا کرتا ہوں، آپ کے لئے صرف پانی کا اضافہ ہوگا۔ میں نے پھر جواباً عرض کیا کہ میں عادی نہیں ہوں اب حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ یہ دونوں علتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے اس کے بعد فرمایا۔ اب کیا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اب واپس دہلی جاؤں گا۔ جواب میں بطریق امر فرمایا کہ دہلی جانا نہیں ہوگا بلکہ دیوبند میں قیام کر کے درس تربیت دینا ہوگا۔ چنانچہ میں نے محلہ محل میں چند رفقاء کے مشورہ سے قیام کیا۔ طلباء بیعت میں کثرت سے آنے لگے۔ چونکہ تمام مدرسین میرے متعلق صراحتاً اور اشارتاً دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دو دن کے بعد ابتدائی قیام میں قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ میں موجود نہیں تھا۔ میرے ساتھی کھانا تیار کر رہے تھے۔ دیکھ کر تشریف لے گئے۔ پھر دوبارہ تشریف لائے۔ میں موجود نہیں تھا۔ سہ بارہ تشریف لانے پر میری قاری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مگر میں نے حضرت شاہ صاحب کے ٹھہرانے کی بات کو مخفی رکھا۔ کہا: قاری صاحب آپ بھی صاحب طریقت ہیں اور مولانا شیخ الاسلام بھی اور مولانا شیخ الادب بھی۔ میں بھی خاندان نقشبندیہ کا ماذون شدہ ہوں۔ اور تربیت کے درس دینے

کا اپنے شیخ سے مامور ہوں۔ کہیں آپ صاحبان کے دل میں مغائرت پیدا نہ ہو۔ قاری صاحب نے فرمایا۔ اوّلین مدعی اور داعی آپ مجھے سمجھیں اور آپ ہمیشہ دیوبند میں آیا کریں۔ تاکہ دیوبند کو روحانی فیض جو باعث ترقیات ہے وہ پھر سے نصیب ہو۔ پس میں مطمئن ہوا اور میرے دیوبند کی آمد و رفت لسلسلۂ تبلیغ شروع ہوگئی۔ بحمد اللہ تمام علماء و مدرسین ممدومعاون رہے اور کسی جانب سے کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ یہ تمام فیوض و برکات حضرت شیخ رح کے تصرفات تھے کہ ہر جگہ اور ہر شیخ کے یہاں قبولیت اور پسندیدگی کا اظہار ہوتا رہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بلاوا

ایک دن میں نے بوقت اشراق ہندوستان کو خطوط روانہ کئے کہ فلاں دن فلاں گاڑی سے میں انشاء اللہ تعالیٰ دہلی پہنچ رہا ہوں۔ ڈاک لکھنے کے بعد میں مراقب ہوگیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور مجھ کو سینۂ مبارک کے اندر لے لیا۔ اور یہ سعادت پہلی مرتبہ نصیب ہوئی اور حیرت تھی کہ اس سے کیا مقصد ہے۔ اچانک صوبیدار حاکم خاں اور حافظ غلام حبیب صاحبان تشریف لائے۔ اور صوبیدار حاکم خان نے مجھ کو عربستان لے جانے کی پیشکش کی۔ میں نے کہا کہ میرے مرشد قبلہ مدظلہ العالی موجود ہیں۔ انکی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا! انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہمراہ مسکین پور شریف چلتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں مسکین پور شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت قبلہ قریشی رح مسجد کے لئے اینٹیں اُٹھا رہے تھے۔ ہم بھی اس میں شریک ہوگئے اور حضرت نے جب مجھے اینٹیں اُٹھاتے دیکھا تو شفقت کی وجہ سے اس کو گوارا نہ فرمایا اور فرمایا کہ آؤ یہاں بیٹھیں اور باتیں کریں۔ میں نے عربستان کی تیاریٔ دعوت کا حال پیش کیا تو حضرت کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بُلایا ہے تو جاؤ۔ صوبیدار حاکم خاں

صاحب کو کچھ رقم اپنی جیبِ خاص سے عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اس کا نصف حصّہ مکۂ مکرّمہ میں دینا اور نصف حصّہ مدینۂ منوّرہ میں دینا اور لنگی اپنے پاس سے مجھے عطا فرما کر حکم دیا کہ حرمین شریفین میں اسکے اوپر نماز پڑھنا۔ میرے لئے یہ سب سے پہلا موقعہ حاضری حرمین شریفین کا تھا[۱]۔

حضرت صدیقی کا پہلا سفرِ حج

حضرت مرشد صدّیقی بیان فرماتے ہیں کہ جب میں حج کے ارکان ادا کرنے لگا اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا تو اچانک بیت اللہ شریف کا دروازہ کھُلا۔ مجھے بھی اندر جانے کا شوق پیدا ہوا۔ پھر میں نے دُعا کی۔ کیونکہ میرے نزدیک پیسے دے کر اندر جانا ناجائز ہے میں ہر شوط پر دُعا کرتا تھا۔ آخر ساتویں شوط کے ختم پر ملتزم شریف کی حاضری پر دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر میں مقبولِ بارگاہِ خداوندی ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے داخلہ بیت اللہ مرحمت فرمائیں گے۔ اور اگر مردود ہوں تو مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوگی۔ اس وسوسہ کے بعد میں چلا۔ جہاں ملتزم شریف کی حد ختم ہو رہی تھی تو اچانک بیت اللہ شریف کا زینہ خالی کیا گیا۔ اور سپاہی کے ذریعے سے راستہ خالی کرایا گیا۔ جملہ حجاج کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو بیت اللہ شریف کے کلید بردار ایک سفید ریش نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ

---

[۱] اگرچہ حضرت مرشد صدیقی کے پہلے حج کی تاریخ معلوم نہیں ہے لیکن متذکرہ واقعے سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے اپنے مرشد حضرت قبلہ قریشی کی زندگی ہی میں پہلا حج کیا تھا۔ حضرت قریشی کی وفات ۱۹۳۵ء کو ہوئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیقی کا پہلا حج ۱۹۳۵ء سے قبل کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ کتاب ہذا کے بابِ اوّل میں مولانا عنایت اللہ صاحب دہلوی کے مکتوب سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ حضرت ۱۹۳۵ء کے بعد اب تک ہر سال حج سے مشرف ہوتے چلے آ رہے ہیں (مدیر/رعفی عنہ)

آپ آجائیں۔ میں خائف ہوا کہ بولنے والا مجھے خاص طور پر اشارہ کر کے بلا رہا ہے کیا راز ہے۔ میں رُک گیا اور دیکھتا رہا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا کہ آپ آجائیں میں بُلا رہا ہوں۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ بھول رہے ہوں اور بعد میں مجھے زینے سے دھکا دے کر گرا دیں۔ خیر میں دل مضبوط کر کے زینہ پر چڑھا۔ دوسرا کلید بردار سفید ریش وہاں موجود تھا۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب میں دروازہ مُبارک پر پہنچا۔ دونوں کلید برداروں نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور مجھے کہا کہ اپنے ہمراہ اپنی جماعت کو بھی بُلا لیں۔ میں نے آہستہ آواز میں اور ہاتھ کے اشارے سے جماعت کے افراد کو بُلایا۔ چنانچہ جماعت کے تمام افراد میرے ہمراہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو گئے۔ میرے دل پر داخلہ کے وقت یہ حالت طاری (القاء) ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داخلہ بیت اللہ کے وقت اوّل ستون تک سات قدم کئے تھے چنانچہ میں نے چھوٹے چھوٹے سات قدم اتباع سُنّت میں کئے۔ اور ستون اوّل کے پاس حاضر ہو کر دو رکعت نفل شکرانہ ادا کئے۔ اور ایسا ہی اور دوستوں نے اور بیت اللہ کے چاروں کونوں میں نوافل ادا کئے۔ اس کے بعد ہم کو کوئی نکالنے والا نہیں تھا جیسا کہ اور لوگوں کو نکالا جا رہا تھا۔ ہم لوگ ایک طرف توبہ کے دروازے کی جانب بیٹھ کر مراقب ہو گئے۔ مراقبہ کے اوّل دو حضرات نے تجدید بیعت کے لئے کہا۔ جن میں ایک حافظ غلام حبیب صاحب تھے۔ تیسرے ایک اور صاحب بھی تھے جو میرے ساتھ ہی عراقی کونے کے اندر میرے والد کی شکل کے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ عربی زبان بولتے تھے۔ انہوں نے بھی بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور درخواست کی کہ مجھے بھی بیعت کرو۔ میں نے عذر کیا کہ میں دُور کا ہوں۔ آپ رہنے دیں۔ چنانچہ وہ چُپ ہو کر میرے ساتھ بیٹھے رہے۔ مراقبہ میں برابر شامل رہے۔ الحمد للہ فیضانِ الٰہیہ مثل بارانِ رحمت نصیب ہوا۔ مگر جب کہ یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ مبادا کسی کا

وضو ساقط ہو گیا تو چونکہ ہم بیت اللہ کے اندر ہیں یہ بے ادبی ہو گی اور اس کا سبب میں بنوں گا۔ معاً مراقبہ ختم کیا اور دُعا کی۔ جب اُٹھ کر دروازے پر آئے تو کلید بردار نے پھر مصافحہ کیا رخصت کا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ کل صبح میری چائے کی دعوت قبول فرمائیے۔ چنانچہ میں نے وعدہ کیا کہ بہت بہتر میں حاضر ہوں گا۔ صبح کو حاضری نصیب ہوئی اور چائے چونکہ میں پیا نہیں کرتا مگر احتراماً میں ان کے ہاتھ سے پیالی لیکر اپنے لبوں تک لے گیا اور ادباً عرض کیا کہ میں چونکہ چائے پیا نہیں کرتا اس لئے آپ اسے اشارتاً میرا چائے پینا قبول کریں۔ میری چائے کو خود میزبان صاحب نے نوش فرمایا۔ میرے ساتھیوں نے چائے نوش کی۔ اور وہ حضرات بہت خوش ہوئے۔ اسکے بعد اسی سفر میں مزید چار مرتبہ بیت اللہ شریف کا داخلہ مرحمت فرمایا۔ جب پانچ مرتبہ داخلہ کی سعادت مکمل ہو گئی تو پھر میرے دل میں یہ شوق پیدا نہ ہوا کہ میں مزید داخل ہوں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ داخلہ فرمانے کے بعد فرمایا تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو امت پر یہ داخلہ گراں نہ ہوتا۔

یادداشت میں نقص واقع ہے کہ عربستان میں یا واپسی عجم یہ خیال پیدا ہوا کہ بیت اللہ شریف میں عراقی گوشے میں جن عربی صاحب نے بیعت کی خواہش ظاہر کی اور میں نے دُوری کے عُذر سے بیعت نہیں کیا تھا کہ وہ میرے حقیقی بھائی ہوں گے۔ جن کو عالم شیر خوارگی میں ملائکہ نے اُٹھا لیا تھا اور جن کا نام عبد القادر تھا اور جن کو عراق اور شام کے ابدالوں میں داخل کیا گیا تھا کہ وہاں ایک ابدال فوت ہو چکا ہے استخارۂ علماء و صلحائے سے میرے والدین کو یہ اطلاع ملی تھی۔ اس مرتبہ یہ شبہ قوی ہوا کہ اوّلاً تو وہ میرے والد کے ہم شکل اور بہت مُشابہ تھے۔ دوسرے بیت اللہ کا داخلہ اتنی آسانی اور آرام سے نصیب ہوا۔ غالباً اس میرے بھائی ابدال کے طفیل میں اللہ کریم نے عطا فرمایا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

جدّہ شریف میں ایک ابدال سے مُلاقات

ایک مرتبہ جدّہ شریف میں ایک ہوٹل پر میں کھانے کے لئے حاضر ہوا۔ کھانا آیا۔ کھانا شروع کیا۔ اتنے میں ایک نوعمر، بارعب اور نورانی چہرے والا شخص میری طرف آیا۔ میری روٹی سے لقمہ توڑا اور میری ترکاری سے لُقمہ تر کر کے اپنے مُنہ میں ڈالا۔ اور فوراً چلا گیا۔ صاحب ہوٹل نے اتفاقاً دیکھ لیا۔ وہ کافی تعداد میں عُمدہ کھانے لے کر میرے قریب آئے ان صاحب کی میزبانی کے لئے لیکن چونکہ وہ صاحب جا چکے تھے۔ مالکان ہوٹل متعجّب ہوئے کہ یہ کون شخص ہے جس کے ہمراہ ان صاحب نے لقمہ کھایا۔ وہ میری بڑی عزّت کرنے لگے۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بتلایا کہ یہ یہاں کے ایک ذمّہ دار حاکم ہیں یعنی "ابدال" ابدالِ وقت کی صفات وہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہاں ان کی کرامات بارہا ظاہر ہوئی ہیں اور یہ صاحبِ کرامات ہیں۔ آپ کے پاس کیسے آئے اور کب سے واقف ہیں۔ میں نے اللہ کریم کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنے کرم سے ایک ابدال وقت اور ایسے صاحبِ صفات کا پس خوردہ عطا فرمایا۔ میں کوچوں میں پھرنے لگا کہ دوبارہ ملاقات ہو جائے۔ کچھ وقت تلاش و جستجو کے بعد ایک دن ایک کوچہ میں وہی نوجوان سامنے آیا اور معاً مجھ سے آکر لپٹ گیا میری دلی خواہش پوری ہوئی۔ وہ معانقہ کر کے چلا گیا۔

مدینہ منوّرہ میں ایک اور اہل اللہ سے ملاقات

دوسری مرتبہ ایسا ہی ایک واقعہ مدینہ طیّبہ میں نصیب ہوا۔ وہ بھی نوعمر تھا اچانک میرے سامنے آکر مجھ سے کہا۔

"آبوی واحد قرش" جب اس نے یہ کلام فرمایا۔ میری نظر اسکے چہرۂ مبارک پر گئی۔ اس کا چہرہ ولایت کا علمبردار تھا اور انوار سے پُر تھا۔ میں نے جیب میں سے تمام ریال اور قرش نکالے۔ مگر اس اللہ کے بندے نے ریال وغیرہ نہیں لئے بلکہ

"واحد قرش" کہہ کر صرف ایک قرش لے لیا اور چلا گیا۔ میرے دل میں یہ تمنا باقی رہی کہ کاش وہ دوبارہ ملتا اور میں اس سے معانقہ کرتا۔ اللہ کریم نے ان کے لئے بھی مجھے ایسی سعادت عطا فرمائی کہ اچانک ایک کوچہ میں مدینہ منورہ میں ظاہر ہوئے۔ ہنستے ہنستے معانقہ کیا۔ لپٹ گئے اور پھر چلے گئے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر ایک موقع پر میں جنت البقیع میں پہنچکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک پر کھڑا ہوا تھا کہ کھڑے کھڑے آنکھیں بند ہو گئیں اس وقت ایک عجیب کیفیت اللہ تعالیٰ نے طاری کر دی کہ میرا وجود ایسا بنا گویا کہ میں بالکل دودھ پینے والا بچہ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اماں جان! جیسے تم نے مجھے دودھ پلایا تھا، ویسے ہی میرے اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ اماں جان نے مجھے فوری طور پر اُٹھا لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور میں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور کئی بار ایسی کیفیت رہی۔

رحمت دو عالم ؐ کی کرمفرمائیاں جب میں باب بلال رضی اللہ عنہ میں بہ روئے انور بیٹھکر مراقب ہوتا تھا تو حضور اکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو کر مجھ کو یہ ارشاد فرماتے

"تو مجھے ایسا پیارا لگتا ہے جیسا کہ میرا بیٹا ابراہیم لگتا ہے"۔ علیہ السلام اتنے میں میرا وجود مثل نور مصطفےٰ کے بنتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب مبارک میں مجھے لے لیتے تھے اور اس مقام میں میں اپنے آپ کو فیضان الٰہیہ سے فیضیاب ہوتے ہوئے پاتا تھا اور یہ کیفیت قریب قریب ہر حاضری اور ہر سال عطا ہوتی رہی اور اسی کیفیت پر بعض اوقات وطن میں بھی مشرف ہوتا ہوں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اور یہ رابطہ شیخ ؒ اور اتباع کی برکات سے نصیب رہا۔ اور نصیب ہوتا ہے۔ چونکہ

بشیخ رح مجھ کو فرزند ہی سمجھتے تھے۔ اس لئے محبت شیخ رح نے اس "مقام مرضیہ" پر جہاں نسبت اور رابطہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم ہے۔ وہاں محبوبیت عطا فرمائی۔

ایک مرتبہ دربار مقدس میں روئے انور کی طرف حاضر تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی آنکھوں سے دیکھا۔ تو میں نے جماعت کے لئے عرض کیا کہ ان کے لئے شفقت عطا ہو۔ اس وقت شیخ غلام محمد میری بائیں جانب کھڑا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جماعت کے لئے اس کو ذریعہ بنا کر اس کی طرف دیکھا۔ چونکہ یہ حاضر تھا اور اس پر ایک انتہا درجہ کی کیفیت پیدا ہوئی مگر حقیقت سے وہ ناواقف رہا۔ اس کے بعد میرے ہمراہ صلوٰۃ وسلام میں شریک ہوتا رہا۔ بوجہ اس لذت کیفیت کے۔

حضرت شیخ رح سے جب سے بیعت کی۔ اس وقت سے حضرت شیخ رح کا روئے مبارک کبھی بے وضو دیکھنا پسند نہیں کیا۔ ہمیشہ باوضو صحبت میں رہا۔ جب اللہ کریم نے سفر حجاز نصیب فرمایا تو طبیعت میں احساس پیدا ہوا کہ بیت اللہ کا حق اس سے زیادہ ہے اور کبھی وہاں بھی بے وضو نہیں رہا۔ اسکے بعد مدینۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری نصیب ہوئی روضۂ اقدس کو بے وضو دیکھنا انتہا درجہ کی بے ادبی تصور کی۔ ہمیشہ باوضو دربار رسالت میں حاضری دی۔ اور روضۂ اقدس کو ہمیشہ باوضو دیکھا۔ اچانک ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہوا فضل ربی سے جب میں نے پیش ہو کر رخ مبارک کی طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللہِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللہِ عرض کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۂ اقدس سے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

" وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ مَعَ الصِّدْقِ وَالْاَمَانِ وَالْمُسْتَعَانِ يَا وَالْغُفْرَانِ "

یہ الفاظِ مقدس محض آداب کی وجہ سے مجھے نصیب ہوئے۔ مولانا محمد عالم صاحب[۱] جو میرے رفیق سفر تھے۔ وہ میری داہنی جانب تھے انہوں نے بھی سنے اور ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی کہ ان کے تمام بدن میں کپکپی ہونے لگی۔ روضۂ مقدس سے جب پیچھے ہٹے۔ جب ان سے معلوم کیا کہ آپ کے اوپر کیا کیفیت تھی۔ انہوں نے کہا کہ میری فرحت کا کچھ انتہا نہ رہا کہ "میرے مرشد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات جواب میں فرمائے" جو اوپر درج ہو چکے ہیں۔ تب یقین ہوا کہ اس کیفیت کا شاہد ایک عالم باعمل بھی ہے۔

وضاحت:۔ ویسے تو حضرت مرشد قبلہ صدیقی مدظلہ العالی کو ۱۹۳۵ء سے ہر سال زیارت حرمین شریف کی سعادت نصیب ہوتی ہے لیکن آپ نے اپنی بیاض میں مذکورہ حج کے علاوہ صرف تین اور حجوں کا ذکر فرمایا ہے جس کی تفصیل حضرت ہی کے قلم سے ذیل میں درج کی جاتی ہے (مدرار عفی عنہ)

حج مبارک ۱۳۸۹ھ

الحمد للہ ثم الحمد للہ اس مرتبہ حاضری دربار محبوب کبریا کی نصیب ہوئی۔ پھر وہی سابقہ شفقت کی کیفیت عطا ہوئی۔ جس کی وجہ سے تمام سفر کا تھکان ختم ہوا اور قبولیت پر عجب قسم کی بشارتیں نصیب ہوئیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوا۔ میدان عرفات میں دربار الوہیت سے بے پناہ شفقت کا القاء ہوا۔ اور طواف میں مغفرت کی بشارتیں نصیب ہوئیں جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اللہ کریم نے اپنے فضل سے اس سفر کو مقبول فرمایا چونکہ یہ سفر حج امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھا۔ جس کا صلہ اللہ کریم نے یہ عطا فرمایا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

---

[۱] بحمد اللہ حضرت مولانا بقید حیات ہیں اور مقبوضہ (بھارت) میں مقیم ہیں۔

حج اکبر ۱۳۹۰ھ اس مرتبہ چونکہ میں نے حج مُبارک میں خانہ کعبہ کی حاضری سے قبل ہی دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حاضری کو مقدم کیا۔ توجدہ مُبارک سے روانگی کے وقت میں ایک عجیب طرح کی شفقت نمودار رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اپنے کسی عزیز کو بغل گیر کیا کرتے ہیں اسی طرح کی حالت باربار رہی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

حج مُبارک ۱۳۹۱ھ اس سال کے حج مبارک سے واپسی کے بعد ایک ایسی کیفیت دَرپیش آئی کہ جسد زمین پر رہا اور روح پرواز کر کے آسمان کی جا کر نصف چرخی انوار سے منوّر ہو کر گھومت نظر آتا تھا۔ فیضان الٰہیہ کی شعاعیں محیط کرنے پر گویا معمور نظر آتی تھیں۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید یہ وہ مقام ہو گا جو کہ حضرت شیخ رح سے ایک دن ایک شخص نے استخارہ کا اظہار فرمایا تھا۔ استخارہ یہ تھا کہ شخص مذکور نے اپنی قسمت، کی معلومات چاہی تھی کہ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی رح استخارہ کے اندر معلوم ہوئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تیری قسمت قریشی صاحب کے سینے میں ہے۔ جن کو منشی صاحب بھی کہا جاتا ہے جن کو اللہ کریم نے دو قطب عطا فرمائے ہیں۔ ایک یسار اور ایک یمین۔ اس شخص نے استخارہ کا حال حضرت شیخ رح سے ظاہر فرمایا تھا۔ یمین اور یسار کے نام لئے۔ یسار میں میرا نام حضرت شیخ رح نے فرمایا اور یمین میں ایک اور عالم باعمل جو پیر بھائی تھے ان کا اسم مُبارک ظاہر فرمایا۔ اللہ کریم جانتے ہیں کہ واقعہ اس مرتبہ پر فائز معلوم ہوتا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور یہ عالم فقط بلندی کے اعتبار سے ایک آسمان تک رسائی محدود نہیں۔ معلوم ہوتی تھی بلکہ بعض وقت عرش مقدس تک بعض وقت کم وبیش بلندی معلوم ہوتی تھی۔ اس حال میں فیضانِ الٰہیہ دُور تک محیط ہوتے نظر آتے تھے۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم ان واقعات کی برکات سے آخرت بہترین نصیب فرمائے۔ آمین صدیقی عفی عنہ۔

حضرت قریشیؒ کی ایک کیفیت

ایک دن دوپہر کے وقت فضل پور میں حضرت قبلہ قریشیؒ اور تمام جماعت آرام فرما تھی اور میں حضرت شیخ کے پیر دبا رہا تھا کہ اچانک حضرت شیخ کے اوپر ہنسی کی کیفیت طاری ہو گئی اور میرے متعلق انتہائی محبت کا جوش آیا۔ اس کو روکنا مناسب نہ سمجھا۔ مجھ کو حکم دیا کہ میرے اوپر پاؤں کے ساتھ آجا۔ میں چونکہ اس کو بے ادبی سمجھا اس لئے خاموش رہا۔ حضرت شیخؒ نے مجھے اپنے ہاتھ مبارک سے کھینچ لیا اور اپنے اوپر لے لیا۔ حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے خوب اپنی چھاتی مبارک سے لگا کر بھینچا۔ اسی حالت میں داہنی کروٹ اور بائیں کروٹ کی طرف گھومے (جھومنا شروع کیا) ہنسی کی کیفیت طاری اور انتہائی فیض کا وقت تھا جس کی کیفیت زبان ادا نہیں کر سکتی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

حضرت قریشیؒ کی ایک اور کیفیت

دوسرا واقعہ فضل پور میں حاجی کریم بخش صاحب کے مقام میں حضرت قبلہ قریشیؒ پر ہنسی کی ایک کیفیت آئی۔ اور آپ نے ایک دیوار کے احاطے کے اندر اچانک دوڑنا شروع فرمایا۔ میں بھی پیچھے دوڑا اور اسی حال میں تمام جماعت دوڑی۔ مگر تمام جماعت تھک کر بس کر گئی۔ میں حضرت شیخؒ کے ساتھ برابر دوڑتا رہا۔ جب حضرت شیخؒ نے دوڑنے کی کیفیت ختم کی تو مجھے دیکھا کہ میں حضرت شیخؒ کے ساتھ ہی باقی تھا۔ باقی تمام جماعت ٹھہر چکی تھی۔ حضرت شیخؒ بڑے خوش اور بشاش ہوئے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

خواب میں رسول مقبول کی زیارت

ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں روضہ مقدس پر حاضر ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پلنگ پر آرام فرما ہیں کہ میں پاؤں مبارک کی طرف اپنے آپ کو دست بستہ

کھڑا ہوا پاتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ معانقہ و مصافحہ سے مشرف فرمایا۔ انتہا درجہ کی شفقت کا کلام فرماتے ہوئے ایک بات بطریقِ امر فرمائی کہ

"ہر برس تو میرے پاس آیا کر"

میں نے جواب میں عرض کیا۔ حضورؐ! میں مسکین ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دلالوں کو یا تاجروں کو (دونوں میں سے ایک لفظ تھا) کہہ دوں گا تو ہر برس آیا کر۔ میں نے عرض کیا۔ "بہت بہتر" چنانچہ یہ سلسلہ ایسا ہی چلتا رہا اور حاضری نصیب ہوتی چلی آرہی ہے۔ ایک مرتبہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ ابوبکر ابن عبدالقادر امین عرب معلم نے بمبئی سے بذریعہ خط پیشکش[۱] کی۔ مگر میں نے صاف انکار کر دیا۔ غالباً تین مرتبہ اس نے خط کے ذریعے دعوت دی۔ اس وقت میں پسونڈہ ضلع میرٹھ (بھارت) میں تھا اور مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک یاد نہیں رہا تھا۔ اس کے بعد تین چار برس تک عتاب میں رہا۔ بوجہ زادِ راہ نہ ہونے کے حاضری نصیب نہیں ہوئی۔ فرمانِ مبارک یاد آنے پر بارہا معافی طلب کی۔ اللہ کریم نے پھر سے رحمت فرمائی اور ہر سال حاضری ہونی شروع ہوئی۔ جو تا حال قائم ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اور عتاب سے نجات نصیب ہوئی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

حضرت صدیقی کے لئے اولاد کی بشارت

پسونڈہ ضلع میرٹھ کے قیام میں مولانا محمد اکبر صاحب اور مولانا محمد اصغر صاحب یہ دو بھائی کابل کے رہنے والے تھے اور دہلی پڑھنے کی غرض سے آئے تھے۔ مدرسہ امینیہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مولانا محمد اکبر صاحب ڈپٹی گنج دہلی کی مسجد کے امام تھے۔ جب امینیہ کے بعض مدرسین و طلباء بیعت ہوئے تو یہ بھی بیعت

---

[۱] کہ میں اخراجات حج کے لئے رقم دیتا ہوں۔

ہوئے۔ ان پر واردات، و الہام بکثرت شروع ہوئے۔ میں نے یہ حالات گھر میں بیان کیے۔ اس وقت احمد پوری اہلیہ میرے ساتھ تھی جو کہ بے اولاد تھی اور ہے۔ اس نے کہا کہ مولانا سے کہو کہ مراقبہ کرے کہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے اولاد ہے کہ نہیں۔ تو مولانا محمد اکبر صاحب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر اس غرض سے جا کر مراقب ہوئے۔ معاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ ہوا۔ اور دیدار مقدس کے ساتھ کلام کا شرف عطا فرمایا۔ فرمایا تیرے پیر کی اولاد میں فاطمہ، کلثوم، محمد عبدالماجد، محمد عبدالواحد۔ جب یہ حال میری اہلیہ احمد پوری نے سُنا تو اس نے کہا کہ مولانا سے کہو کہ معلوم کریں کہ وہ اولاد مجھ سے ہوگی یا کسی اور سے ہوگی۔ پھر مراقبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام کا شرف عطا فرمایا۔ مولانا کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ راز کی بات ہے ہم نہیں بتلاتے۔ چنانچہ سفر ہندوستان ختم ہوا۔ پاکستان بن گیا۔ بس کچھ ماہ گزرے ہوں گے کہ مجھے ریاست سوات کی طرف سے دعوت آئی اور ادھر میرے قبلہ مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے حکم آیا کہ تم سفر کرو۔ چونکہ یہ میری والدہ صاحبہ (اہلیہ حضرت مرشد) کا فرمان تھا میں فوری طور پر سفر سوات پر روانہ ہوا۔ اور پہنچ کر سلسلہ تبلیغ شروع ہوا کہ مولانا خلیل الرحمان صاحب حق صاحب فرزند مولانا قمبر بابا صاحب نے پیشکش کی کہ آپ ہماری بہن سے رشتہ قبول کریں۔ چنانچہ اس سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ فاطمہ، کلثوم، محمد عبدالماجد اور محمد عبدالواحد جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ نام رکھے اور ان کے علاوہ مزید اولاد کے نام میں رکھے۔

حافظ غلام حبیب صاحب کیلئے فرمان مُبارک

اور ایسا ہی ایک واقعہ مولانا حافظ غلام حبیب صاحب (خطیب چکوال) کے سلسلے میں مزار مقدس حضرت خواجہ باقی باللہ رح

یہ مولانا محمد اکبر صاحب پر وارد ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا اکبر صاحب کو فرمایا کہ حافظ غلام حبیب صاحب کو یہ کہدو کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دیدے کہ وہ اس کی دینی ترقی میں حائل ہے اور اس کی دوسری بیوی عنقریب فوت ہو جائیگی۔ اور اس کے بعد دو جگہ سے اس کو رشتہ کی پیشکش ہوگی۔ ایک طرف کی پیشکش قبول نہ کرنا کہ وہ متکبر ہیں۔ اور دوسری طرف کی پیشکش قبول کرنا۔ یہ عورت وفادار ہوگی۔ اور اس کے اولاد ہوگی۔ ایک کا نام حافظ عبدالرحمٰن اور دوسرے کا نام عبدالرحیم ہوگا۔ چنانچہ مولانا حافظ غلام حبیب صاحب دہلی مجھ سے رخصت ہو کر وطن گئے۔ اور یہ سارا واقعہ طلاق و وفات کا پیش آیا اور تیسری شادی کی جہاں کے لئے فرمان تھا اولاد پیدا ہوئی جس میں اللہ پاک نے اپنی رحمت سے حافظ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم بھی دئیے۔ اسکے علاوہ حافظ صاحب کی اور بھی اولاد ہے۔ یہ دونوں حالات مولانا محمد اکبر صاحب کے تھے جو صحیح واقع ہو گئے۔

مولانا محمد اکبر صاحب کا عشق مرشد

مولانا محمد اکبر صاحب کے اوپر صحیح حالات بکثرت وارد ہوتے تھے۔ اب علم نہیں کہ وہ زندہ ہیں کہ نہیں؟ کیونکہ وہ کابل میں تھے اور پٹھان قوم میں عجیب مہلک مرض ہے کہ وہ خط نہیں لکھا کرتے اسلئے کوئی معلومات نہ ہو سکیں کہ زندہ ہیں کہ کیا؟ کافی عرصہ ہوا۔ کہ ان کے بھائی مولانا محمد صغر صاحب کوئٹہ کے پہلے سفر کے دوران ملے اور کہتے تھے کہ میرے بھائی مولانا محمد اکبر صاحب درس حدیث پڑھاتے ہیں۔ درس کے دوران جب آپ یاد آتے ہیں تو روتے روتے درس بند کر کے اندر چلے جاتے ہیں۔ عشق مرشد کا یہ عالم ہے اور اطلاع عرض کرنے کے لئے وہ پٹھانوں والا مرض غالب ہے۔ محبت

مولانا کو دہلی کے زمانہ سے انتہائی بھتی (یعنی حضرت مرشد صدیقی صاحب سے) کئی آدمیوں کے ذریعہ مجھ کو کہلوایا کہ حضرت کابل کی دعوت قبول کریں میری بہن جو اس وقت موجود ہے وہ حضرت صاحب کو نکاح کر دوں گا میں نے انکار کیا کہ شادیوں کا میں نہ طالب ہوں نہ کروں گا۔

———— :(※): ————

بابِ پنجم

سیرتِ صدّیقیہ کے چند تابناک پہلو

گذشتہ اوراق میں حضرت قبلہ مرشدی صدیقی مدظلہ العالی کے حالات زندگی کے بارے میں جو مواد پیش کیا گیا۔ وہ حضرت ہی تحریر کردہ تھا۔ اب راقم الحروف اپنی معلومات کی بناء پر "سیرت صدیقیہ" کے چند تابناک پہلوؤں اور ایمان افروز گوشے ہدیہ قارئین کرتا ہے جو معتقدین اور عام فرزندانِ اسلام کے لئے مزید موجبِ عبرت اور سرمایۂ رشد و ہدایت ثابت ہوں گے۔ حضرت کے مجموعۂ مکارم و محاسن ہونے کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ کو کہیں خوبی نظر آجائے تو سمجھئے کہ وہی خوبی ہمارے مرشدِ معظم میں بطریق احسن موجود ہوگی۔ ؎

ہر جا کہ سخن از حسن و خوبی گذرد
مجنون ہمہ را صفاتِ لیلیٰ داند

(مدثر ارعفی عنہٗ)

حق گوئی و بیباکی

مردِ مؤمن و مردِ خدا کا یہ امتیازی وصف ہوتا ہے کہ وہ اظہارِ حق کے مواقع میں کبھی خاموش نہیں رہتا اور عوام تو چھوڑ سب سے بڑی جابر طاقت کے سامنے بھی کلمۂ حق کہتے ہیں اور کبھی کسی کی رو رعایت نہیں کرتے۔ آپ کو عہد ایوبی کے بعض غیر اسلامی امور و مسائل سے سخت نفرت تھی اور آپ ان کے خلاف عین مارشل لا کے دور میں اپنی مجالس تربیت میں آواز اٹھاتے اور ان پر سخت تنقید کرتے۔

اسی طرح آپ موجودہ حالات میں بھی ہر غیر اسلامی چیز کی مخالفت کرتے تھے اور ان علمائے دین پر سخت تنقید کرتے ہیں جو اقتدار کی خاطر غیر اسلامی طاقتوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ملک میں غیر اسلامی نظریات کو فروغ دیتے ہیں۔

حضرت کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ اتباع سنت پر زور دینا ہے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد کچہری مردان میں آپ کی مجلس تعلیم و تربیت میں ضلع مردان کے ایک خان جو ایڈووکیٹ بھی ہیں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے برملا کہا۔ کہ یہ زنانہ چہرہ کیوں بنا رکھا ہے۔ اشارہ منہ پر داڑھی نہ رکھنے کی طرف تھا۔ اور فرمایا۔ داڑھی رکھنا سنت نبوی ہے۔ اور سنت مقدسہ کی مخالفت کرنا دین و دنیا میں خسارے ہی کا باعث ہے۔

ایک دفعہ اکابر علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ان کی ایک خامی کی نشاندھی کی۔ اور سخت تنبیہ فرمائی۔ کہ ان خامیوں کی اصلاح کرنا۔ ورنہ کامیابی نہیں ہو سکتی۔

ایک مرتبہ طلبائے دین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔ کہ علم دین کا حصول دین ہی کے لئے ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ علوم دین کے ادب اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔ اس کے بعد اپنے مرشد کا ایک ارشاد نقل کیا جو انہوں نے طلباء سے فرمایا۔ کہ جاؤ کتابوں کی الماری میں دیکھو کہ بخاری شریف پر گدھا ہے طلبا حیران ہوئے کہ بخاری شریف پر گدھے کے ہونے کے کیا معنی ہیں۔ بہر حال جب طلباء نے جاکر دیکھا تو بخاری شریف کے اوپر "میبذی" پڑی تھی۔ جو حکمت کی ایک کتاب ہے۔ حضرت مرشد نے تنبیہ فرمائی کہ کتب دین کی تعظیم کے بغیر دینی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ تائید الٰہی حاصل ہو سکتی ہے۔

تبلیغ دین کے لئے ہمیشہ سفر پر

حضرت مرشدی صدیقی تبلیغ دین اور اصلاح و تربیت

کے لئے ہمیشہ سفر پر ہوتے تھے۔ صرف رمضان المبارک کا مہینہ عبادت و اعتکاف کے لئے وقف کرکے گھر پر گزارتے۔ اور رمضان المبارک کے بعد معمول کے مطابق حج کے لئے تشریف لے جاتے اور ہر سال سرکارِ دو عالم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر حاضر ہو کر خدمت اقدس میں درود و سلام پیش کرتے، اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ہائے بیکراں و فیوضاتِ بے پایاں سے دامنِ مراد بھر کر بصد عز و شان مراجعت فرماتے تھے۔ یہ شعر حضرت مرشد کے بالکل حسبِ حال ہے۔

بہ مقامے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

نذرانوں سے استغنا

حضرت کے مزاجِ مبارک میں استغناً اور بے نیازی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اپنے تبلیغی سفر کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے تھے اور کسی پر بوجھ ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ دینی مدارس میں حسبِ دعوت جب تشریف لے جاتے تو وہاں حضرت کے خورد و نوش پر جو رقم خرچ ہوتی وہ بھی آپ اپنی گرہ سے ادا کرتے کیونکہ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ دینی مدارس کی آمدنی طلباء اور مدارس ہی کے مفاد میں خرچ ہونی چاہئے نہ کہ کسی شخصیت کے استقبال اور مہمانداری وغیرہ پر۔ دراصل حضرت تقویٰ و احتیاط کے جس بلند مقام پر فائز تھے، اُس کے پیش نظر حضرت شبہات اور قریب شبہات امور سے بھی سخت اجتناب فرماتے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سابق طالب علم حال خطیب جامع مسجد ناظم صاحب (مدرار کس کورونہ مردان مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم طلبا حضرت مولانا محمد فرید صاحب کے درس میں بیٹھے

ہوئے تھے کہ اتنے میں مفتی صاحب کو دستخط کرنے کے لئے بلایا گیا جب مفتی صاحب واپس تشریف لائے تو ہم نے مفتی صاحب سے دستخط کے بارے میں استفسار کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صاحب نے خانیوال سے مجھے اس بل کی رقم بھیجی تھی جو دارالعلوم حقانیہ میں ہمارے یہاں کی مہمانداری پر خرچ ہوئی تھی۔

ہر اتباع سنت میں احباب سے ہدیوں کو قبول فرماتے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "تَهَادُوْا تَحَابُّوْا" کے مطابق اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور اپنے مرشد سے مرید کی نسبت میں استحکام و پختگی پیدا ہوتی ہے۔

اہل و عیال کے حقوق کی نگہداشت

حضرت بفضلہ تعالیٰ صاحب اولاد تھے۔ اور آپ کے حرم میں دو بیویاں موجود تھیں جن میں سے سابقہ بڑی صاحبہ کے اولاد نہیں ہے۔ لیکن حضرت مرشد ہماری دونوں والدائیں کے ساتھ پورے عدل و انصاف کے ساتھ مساوی سلوک فرماتے۔ اور کسی کو بھی کسی قسم کی شکایت کا موقعہ پیدا نہیں ہونے دیتے۔ حضرت مرشد نے ہماری دونوں والدائیں کو سکونت کے لئے الگ الگ مکانات دے رکھے تھے بڑی والدہ صاحبہ احمد پور شرقیہ بھاولپور میں سکونت پذیر ہیں۔ اور دوسری والدہ صاحبہ خانیوال میں رہتی ہیں۔ حضرت کا معمول یہ ہے کہ تبلیغی دوروں سے جو دن بچ جاتے ہیں۔ ان کو بطریق عدل و مساوات دونوں والدہ صاحبائیں میں تقسیم فرماتے۔ اور پھر تقسیم ایام کی پوری پابندی فرماتے۔

حضرت مرشد سال ۱۹۶۱ء میں احمد پور شرقیہ والی اہلیہ صاحبہ کو اپنے ہمراہ حج پر لے گئے تھے۔ حضرت کی اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں شامل ہیں اور سب کی دینی تعلیم و تربیت میں حضرت سعی بلیغ فرماتے تھے۔

اقارب ومحتاجوں کی دستگیری

حضرت مرشد اپنے خویشان واقارب، طلبائے دین اور محتاجوں کی امداد فرماتے اور ان کی ضروریات کو پورا فرماتے۔ یہاں تک کہ حالتِ سفر میں بھی اپنے حاجت مند اقارب کو فراموش نہیں کرتے اور ان کے نام مناسب رقومات منی آرڈروں کے ذریعے بھجوا دیتے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اہلِ صحبت و اہلِ تعلق سے پوشیدہ نہیں۔ بارہا ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ جو حضرات حضور کی ملاقات کے لئے خانیوال جاتے اور ان کی مالی حالت کمزور ہوتی تو حضرت ان کو سفر خرچ دے دیتے۔ الغرض حضرت کے ہاتھ کشادہ رہتے، اور اربابِ احتیاج کی دستگیری کرنے میں کبھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔

امیر و غریب سے یکساں سلوک

حضرت مرشد امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مردان میں درس و تربیت کے سلسلے میں تشریف فرما تھے کہ مردان کے سابق ڈپٹی کمشنر کیپٹن خان صبغت اللہ خان صاحب حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تو حضرت ان سے اسی طریقے سے ملے جو عام لوگوں سے ملتے تھے۔ اگرچہ حضرت کے دل میں اپنے ملنے والوں امیر و غریب سب کے لئے محبت و شفقت ہوتی تھی۔ لیکن غریبوں کے مقابلے میں امراء کے ساتھ ترجیحی و امتیازی سلوک کے قطعاً روادار نہیں تھے۔ خان صبغت اللہ خان نماز روزہ کے پابند اور ایک دین پسند ڈپٹی کمشنر تھے اور حضرت کے ساتھ دیرینہ روابط عقیدت رکھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ دربار صدیقی میں ان کے لئے کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است   مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

درسِ قرآن و درسِ حدیث پر زور

حضرت مرشد درسِ قرآن و درسِ حدیث پر بہت زور دیتے اور علماء، وطلباء کو تاکید فرماتے۔ کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے اور عوام تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے۔ تبلیغی جماعت برصغیر پاک وہند میں ایک مصلح جماعت مانی جاتی ہے۔ ایک مجلس میں حضرت نے ان پر بھی زور دیا۔ کہ وہ اپنے روزمرہ کے پروگرام میں درسِ قرآن و درسِ حدیث کو نمایاں جگہ دیں اور اس کا باقاعدگی کے ساتھ التزام رکھا جائے۔ حضرت کی زندگی کا عظیم مقصد قرآن وحدیث کی خدمت واشاعت اور اتباع سنّت اور ترویجِ شریعت تھی۔ اور اس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیثِ مصطفٰے برجان مسلم داشتن

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رح کے لئے دعا

حضرت مرشد کو اپنے پیر بھائیوں اور تعلق رکھنے والوں سے نہایت محبت ہوتی تھی اور ان کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی وفات سے قبل پاکستان کراچی تشریف لائے تھے جب یہاں ممدوح کی بیماری بڑھنے لگی تو فی الفور مدینہ منورہ کو واپسی فرمائی، تاکہ موت کے بعد سیّد کائنات فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب وجوار سے محروم نہ رہیں۔ حضرت مولانا مدنی کی وفات کے بعد آپ کے بڑے بیٹے مولانا عبدالحق صاحب نے مولانا صدیقی کو اپنے خط کے ذریعے خبرِ وفات سے مطلع فرمایا تو حضرت بہت مغموم ہوئے اور مولانا عبدالحق صاحب کو تعزیتی مکتوب مبارک روانہ فرمایا۔ اور حضرت مدنی

مرحوم کے حق میں خاص انداز میں دعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت قبلہ صدیقی نے ایک مجلس میں فرمایا کہ بہت اچھا ہوا کہ مدنی واپس مدینہ منورہ ہوئے اس سے قربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت مولانا شیخ عبدالغفور صاحب مدنی ہمارے دادا پیر حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و ماذون تھے۔ اور غلبہ عشقِ رسول صلعم کے سبب مدینہ طیبہ کی سکونت اختیار فرمائی تھی اور حضرت صدیقی سے تعلق صحبت قائم تھا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْ عَلَیْہِ وَنَوِّرْ قَبْرَہٗ وَقَدِّسْ سِرَّہٗ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

حضرت کا بے مثال تقویٰ

حضرت مرشد کھانے پینے میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بازار کی بنی ہوئی کوئی چیز تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جس میں ہر قسم کی مٹھائیاں، رَس، ڈبل روٹیاں وغیرہ سوڈے کا پانی اور ہر قسم کے شربت جو بازار میں بنتے ہیں۔ بازار کا گھی اور گوشت دودھ اور تنور کی لگی ہوئی روٹی، بازار کی بے دُھلی سبزیاں اور کارخانوں کی چیزیں، انگریزی ادویات، غیر متقی دیسی حکیموں کے تیار نسخہ جات پان وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت بدعقیدہ اور برے لوگوں کے گھر کا کھانا کبھی نہیں کھاتے تھے اور نہ سگریٹ حقہ پینے والی عورت یا مرد کا پکایا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ متقی، با احتیاط اور باوضو مرد یا عورت کے ہاتھ سے اپنا کھانا تیار کراتے اور گھر کا گھی اور دودھ استعمال فرماتے۔ دعوت قبول کرنے کے لئے بھی یہ شرائط ہوتی تھیں۔ کہ کھانے میں گھر کا صاف ستھرا گھی استعمال ہوگا، اور کھانا وضو کی حالت میں تیار کرنا ہوگا۔ حضرت چائے قطعاً

نہیں پیتے تھے۔ حضرت بطریق سنّت ہاتھ دھو کر اگرچہ وضو ہو فرش زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد ہاتھ مبارک دھویا کرتے تھے اور چارپائی یا کرسی پر کھانا کھانے کو خلاف سنّت خیال فرماتے تھے۔ اگر تبلیغی دوروں کے سلسلے میں ایسی جگہ جانا پڑتا۔ جہاں اپنے معتقدین کی جماعت موجود نہ ہوتی تو ایسے موقع پر حضرت اپنے ساتھ اپنا گھی، آٹا اور خورد و نوش کی ضروری چیزیں لے جاتے۔

حضرت کے نزدیک کھانا کھانے کے آداب

حضرتِ مرشد کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ صاحب دعوت نے جو کچھ پکایا ہو، اگرچہ وہ کتنا ہی سادہ طریقے سے پکا ہو یا کتنا ہی ادنیٰ درجے کا ہو۔ اسے کبھی ناپسند نہیں فرماتے۔ بلکہ شوق سے تناول فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ جلال پور جٹاں میں ایک صاحب نے دعوت کی تو اس نے دال پکائی جناب حافظ احمد الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کھانے کو بیٹھے۔ تو وہ دال کی پیالیاں بھری کی بھری رہیں اور دو، دو، تین، تین آدمیوں نے ایک ایک پیالی پر اکتفا کیا تو حضرت نے حاضرین کو تنبیہ فرمائی کہ یہ پیالیاں ختم کرنی چاہئیں تاکہ صاحب دعوت کو یہ سمجھ کر کہ میری دعوت پسند نہ کی گئی۔ ملال نہ ہو اور شرمندگی محسوس نہ کرے۔

حضرت مرشد دعوت میں جو چیز موجود نہ ہو۔ اس کو صاحب دعوت سے مانگ لینے کو سوءِ ادب اور درویشی کے منافی خیال فرماتے تھے۔ ایک دفعہ راولپنڈی میں ساتھیوں میں سے کسی نے صاحب دعوت سے دودھ لانے کو کہا تو حضرت نے سخت تنبیہ فرمائی۔ نیز حضرت قبلہ اس بات کو نہایت ناپسند فرماتے

تھے کہ صاحبِ دعوت کے گھر میں کسی آدمی کو اپنی طرف سے دعوتِ شمولیت دی جائے۔

جیسے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کھانا کھانے کے دوران جو آیا اس کو کھانے پر بٹھلا دیا۔ اور زور زور سے کھانا کھلادیا اور فرمایا کرتے کہ مدعوّین کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ بلی یا کتے کو ٹکڑا اڈالے۔ کیونکہ یہ حق صاحبِ دعوت کا ہے۔ کہ وہ جس کو چاہے کھانا کھلائے۔ یا نہ کھلائے۔ نیز کھانا کھانے کے دوران ساتھیوں کا ایک دوسرے پر سبقت کرنا اور اچھی چیز کو جلدی سے ختم کرنا اور دوسرے کا خیال نہ کرنا ایسے افعال کو بھی حضرت مرشد ناپسند فرماتے تھے اور اس پر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کا قلتِ طعام

حضرتِ مرشد پیٹ بھر کھانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں عام طور پر یہ جملے ارشاد فرمایا کرتے کہ صاحبو! کیا جو پیٹ میں جاتا ہے وہ سونا بن کر نکلتا ہے کہ زیادہ بھرلیں گے تو زیادہ سونا حاصل ہوگا۔ بلکہ وہ تو گندگی بنے گی اور فرمایا کہ زیادہ کھانا اور زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے اور حضرت قبلہ کا اگر اپنا (کھانا) دیکھا جائے تو اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ (الحدیث) یعنی میں اپنے پروردگار کے پاس رات گذارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے "کا عین بَیْن تو نظر آئے گا۔ حضرت مرشد کی قلت خوراک کا یہ عالم ہے کہ صبح کا ناشتہ ایک پاؤ دودھ سے تقریباً زیادہ نہیں ہوتا اور چپاتی سے ایک آدھ لقمہ صاحبِ دعوت کو خوش کرنے کے لئے تناول فرمایا کرتے یا ایک دو انڈے کی زردی یا اسی طرح اگر کوئی اور چیز ہو۔ تو ایک آدھ لقمہ سے زیادہ تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

دوپہر کا کھانا ایک ہندوستانی پھلکے یا اس کی مقدار سے زیادہ تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح شام کا کھانا بھی ہوتا تھا۔ اور گوشت

سے بھی اگر موجود ہو تو ایک آدھ بوٹی سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔ اکثر حضرت مرغے کی ٹانگ کا ٹکڑا زیادہ پسند فرمایا کرتے اور فرمایا کرتے کہ یہ دانتوں میں نہیں اٹکتا۔ بلکہ زیادہ تر حضرت دودھ کو پسند فرمایا کرتے۔ کہ یہ نہایت لطیف اور ہلکی غذا ہے۔ ظہر یا عصر کو اگر پاؤ بھر دودھ نوش فرماتے تو اکثر شام کے کھانے سے انکار فرمایا کرتے۔ بعد از نماز عشا، سونے کے وقت بھی ایک پاؤ یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ پاؤ دودھ نوش فرمایا کرتے تو اس حساب سے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں حضرت کی کل خوراک کا اگر حساب کیا جائے تو ایک چھٹانک آٹے اور زیادہ سے زیادہ تین پاؤ دودھ سے متجاوز نہیں ہوتا تھا اگر حضرت کی قلتِ غذا پر غور کریں تو یہ ماننا پڑے گا کہ قطب الاقطاب قیومِ زمن شیخ المشائخ حضرت قبلہ صدیقی رح کی غذا انوار و تجلیاتِ الٰہیّہ ہیں ورنہ اتنی تھوڑی غذا کے ساتھ انسان گزارہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ دعوت کے موقع پر حضرت کی طبیعت کھانے کو نہیں چاہتی۔ لیکن صاحبِ دعوت کی دلجوئی اور اس کو برکت عطا کرنے اور اتباع سنّت کی خاطر کچھ تناول فرما لیتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کا وجود مبارک موردِ انوار و تجلیات الٰہیّہ ہونے کے سبب کھانے سے تقریباً مستغنی ہو چکا تھا۔ وَلنعم ما قیل ؎

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری
کند از لطف بر من قطرہ باری

حضرت کا عورتوں سے پردہ کرنا

قرآنِ حکیم میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو حکم ہے کہ ایک دوسرے کے سامنے آتے وقت اپنی نظریں نیچی کیا کریں اور ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھا کریں۔ حضرت مرشد قرآن حکیم کے غضِ ابصار کے حکم پر یہاں تک عمل کرتے ہیں کہ برقعہ کے اندر بھی غیر محرم عورت کی طرف

نظر نہیں کرتے تھے دوران سفر یا گلی کوچہ میں چونکہ عورتیں تو پردہ نہیں کرتیں اس لئے حضرت قبلہ صدیقی رح عمامہ مبارک کے اوپر سے ایک کپڑا صرف اس غرض سے رکھتے کہ جدھر سے عورت نظر آئی۔ فوراً پردہ فرما لیا تاوقتیکہ عورت نظر سے اوجھل نہ ہو جائے۔ چہرہ مبارک نہیں کھولتے تھے۔

ایک دفعہ مردان کے قیام میں مکان سے مسجد تشریف لاتے ہوئے خادم نے سایہ کرنے کی غرض سے چھتری ہاتھ میں لی ہوئی تھی۔ حضرت نے ہدایت فرمائی کہ جدھر سے کوئی عورت نظر آئے۔ فوراً چھتری آگے کیا کرو۔ کیونکہ دنیا کی گرمی سے دوزخ کی گرمی کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

بیعت یا نصیحت کرتے وقت بھی حضرت قبلہ عورتوں کو علیحدہ کمرے میں بٹھانے کا انتظام فرمایا کرتے اور کمرے کا دروازہ مردوں کی طرف سے بند فرما دیا کرتے اور پھر بیعت بھی ایسے طریقے سے فرماتے کہ جو عورتیں بیعت ہونا چاہتی تھیں۔ علیحدہ کمرے میں چپ چاپ دوزانو بیٹھ جاتیں اور حضرت بیعت کے الفاظ ارشاد فرما کر عورتوں کو فرماتے کہ دل میں پڑھتی جاؤ۔ بعدہٗ ذکر اللہ، استغفار، درود شریف اور تلاوت قرآنِ پاک کی تلقین فرماتے اور کچھ وقت مراقبہ بھی فرماتے۔ پھر پاکدامنی، شوہر اور اولاد کے حقوق اور حُسنِ اخلاق کی تعلیم و نصیحت فرما کر علیحدہ راستے سے رخصت فرما دیا کرتے۔ ساری عمر حضرت نے کسی غیر محرم عورت سے برقعہ وغیرہ کی صورت میں ملاقات اور ہم کلامی نہیں فرمائی اور اگر عورتوں کو کچھ عرض حال کرنا ہوتا۔ تو اپنے مردوں کے ذریعے سے کرتیں یا تحریری طور پر عرض حال کرتیں۔ اس معاملے میں حضرت مرشد بہت زیادہ سختی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کا تبلیغ وارشار

حضرت مرشد تبلیغ وارشاد اور اصلاح وہدایت میں جو سعی بلیغ فرماتے تھے۔ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ فرمایا کرتے کہ جب حضرت اعلیٰ قریشی صاحب نے مجھے ماذون فرمایا اور دہلی کی طرف روانہ فرمایا، تو میرا معمول یہ تھا کہ گھر سے کچھ آٹا وغیرہ یا ستو باندھ لیتے اور قریہ بہ قریہ اور شہر بہ شہر پھر کر اللہ کا نام لوگوں کو سکھاتے۔ جب زادِ راہ ختم ہو جاتا۔ تو پھر واپس لوٹتے۔ اسی طرح اگر ریل کا سفر ہوتا تو گھر سے کچھ رقم باندھ لیتے اور جب تک وہ رقم ختم نہ ہوتی واپس نہ لوٹتے تھے۔ جناب حافظ احمد الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد جو زمانہ حضرت قبلہ کا ہم نے دیکھا وہ بھی ایسا ہی نظر آتا ہے کہ قبلہ ہر وقت درپئے سفر تھے۔ اور اپنے گھر کے انتظام یا اہل وعیال کی خبرگیری کے لئے گھر پر بہت کم قیام فرماتے اور رقم قرض لے کر بھی تبلیغ سفر فرمایا کرتے اور بڑھاپے کی عمر میں جو محنت طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت کے ساتھ حضرتؒ فرماتے تھے۔ اس کی مثال بھی مشکل ہی سے ملے گی۔ بالخصوص تقریباً ہر سال حضرت قبلہ علمائے کرام اور عام فرزندان اسلام کی تعلیم و تربیت خاص کے لئے جو پندرہ روزہ تربیت مردان۔ منگورہ یا راولپنڈی وغیرہ مقرر فرماتے تھے۔ یہ چیز بھی بے مثال ہے۔ اس کا اہتمام اس طرح فرمایا جاتا تھا کہ علمائے کرام کو بھی بالخصوص اور عوام متعلقین کو بھی ایک مرکز میں جمع ہونے کی دعوت ارشاد فرمائی جاتی اور اس کا خرچ مقامی جماعتیں اور احباب مل کر اٹھا لیتے اور حضرتِ مرشد اپنا خرچہ معہ زادِ راہ اور کرایہ وغیرہ کے خود اپنے ہمراہ لاتے اور جماعت کے خرچہ سے کرایہ وغیرہ کوئی خرچ منظور نہیں فرماتے تھے۔ البتہ اگر کوئی صاحب موٹر کا انتظام کرتا تو اس کو رد نہیں فرماتے تھے۔ پھر تربیتی کورس اس طرح شروع فرمایا جاتا۔ کہ ماذونین و خلفاء حضرات کو ایک طرف

بیٹھنے کی تلقین فرماتے اور پھر دوسرے اسباق والوں کی حسبِ سبق علیٰحدہ علیحدہ جماعت بندی کی جاتی۔ پہلے عام مراقبہ فرماتے اور اس کے بعد مقامی یا کاروباری حضرات جو جانا چاہتے چلے جاتے۔ پھر دروازے بند کئے جاتے اور ماذونین کو لطیفۂ قلب سے لے کر لا تعین تک اور دوسرے اسباق والوں کو حسبِ سبق ہر مقام پر خصوصی توجہ دی جاتی۔ اور اعلان فرمایا جاتا کہ ماذونین حضرات اس وقت فلاں مقام پر خیال کریں۔ اور دوسرے وقت پھر فرماتے کہ اس سے آگے فلاں مقام پر خیال رکھو۔ اسی طرح ہر سبق والے کو اپنے سبق کے مطابق خیال رکھنے کو ارشاد فرماتے اور باوجودیکہ حضرت قبلہ کے چشمۂ فیض کے پیاسوں سے مردان منگورہ۔ راولپنڈی وغیرہ مقامات کی بڑی مسجدوں کا ہال بھرا پڑا ہوتا پھر بھی حضرت ہر آدمی کے حسبِ مقام علیٰحدہ علیٰحدہ توجہ فرماتے اور اس طریقے سے ہر روز تین دفعہ مراقبہ ہوتا۔ یعنی پہلے عام پھر خاص گویا کہ چھ دفعہ تین وقتوں میں مراقبہ فرماتے اور قبل از مراقبہ چشمۂ فیض کے پیاسوں کو گھنٹوں تک بیعت فرماتے رہتے۔ اور ایک دفعہ تقریباً پانچ، پانچ، دس، دس آدمیوں کو بیعت کر کے معمولات کی باقاعدہ تلقین فرماتے۔ ادھر بڑھاپے کا عالم اور قلتِ خوراک کا یہ حال اور اِدھر تبلیغ وارشاد اور اصلاح و تربیت میں اس قدر مسلسل انتھک محنت یہ حضرت کی ایک زندہ کرامت تھی۔ علاوہ ازیں جو بھی دو، یا پانچ دس آدمی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے۔ فوراً پند و نصیحت شروع فرما دیتے۔ اور صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ گویا کہ حضرت کا چشمۂ فیض چوبیس گھنٹے لوگوں کو برابر سیراب کرتا رہتا، اور تشنگانِ مئے توحید حسبِ وسعت اپنے اپنے برتنوں کو بھرتے رہتے۔ ہمارے برتن تو ختم ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضرت کی فیض رسانیوں کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔

حضرت مرشد صدیقی
کا تبلیغ وارشاد

حضرت کا تعمیر مسجد کا عظیم الشان کارنامہ

اور امور خیر کی انجام دہی کے سلسلے میں ایک بہت بڑا کارنامہ مساجد کا تعمیر کرنا اور ان میں دینی مدارس کے اجرار کا انتظام فرمانا بھی ہے۔ چنانچہ حضرت نے ہندوستان کے قیام میں اس طرف بھرپور توجہ دی تھی۔ حضرت نے پسونڈہ ضلع میرٹھ میں مسکین پور ثانی کے نام سے ایک قیام گاہ بنائی تھی اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی تھی۔ جس میں مدرسہ مالکیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ بھی قائم فرمائی تھی جو اب تک چل رہی ہے حضرت کی اصل سکونت کا تعلق احمد پور سترقیہ سے ہے۔ یعنی درجۂ ثانی میں خانیوال کو بھی آپ کی رہائش کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مرشد نے اپنے جذبۂ تعمیر مساجد کے تحت خانیوال میں ایک عظیم الشان شاہانہ مسجد تعمیر فرمائی ہے جس کو دیکھ کر بادشاہی مسجد لاہور کا نمونہ سامنے آجاتا ہے اور جس طرح شاہی مساجد کو دیکھ کر مسلمان بادشاہوں کی شان نظر آتی ہے۔ اسی طرح خانیوال کی یہ مسجد جو "مینار والی مسجد" کے نام سے مشہور ہو چکی ہے دیکھ کر حضرت مرشد صدیقی کی روحانی سلطنت کی شان نمایاں طور پر نظر آتی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دلوں پر قائم کی ہے۔

یہ مسجد ۹۱ فٹ چوڑی اور ۱۴۴ فٹ لمبی ہے اور اندر سے سیڑھیوں والا ایک بہت بڑا عالی شان مینار تعمیر کیا گیا ہے۔ جو کئی لاکھ روپے کی لاگت سے بنا ہے۔ حضرت نے ابتدا میں ایک مسجد تعمیر فرمائی تھی اور پھر کئی لاکھ روپے کی لاگت سے ایک دوچھت والی مسجد تعمیر فرمائی۔ جس کے ساتھ ہی مذکورہ مینار بھی بنا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے مسجد کے عقب اور دائیں بائیں کئی ایک مکان خرید کر مسجد میں وسعت فرمائی اور پہلی مسجد کو جو کہ صحن میں آچکی تھی گرا دیا گیا، اور مذکورہ ۹۱ فٹ عرض میں ایک بہت بڑا عالی شان ہال تعمیر کیا گیا ہے اور اس

کے آگے ایک برآمدہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جن کی تمام دیواریں نیچے سے اوپر تک چپس ہو چکی ہیں اور دیواروں اور چھت پر بہترین پھول کاری کا کام ہوا ہے۔ بلکہ مسجد کی عقبی دیوار باہر سے بھی چپس اور پھول کاری سے ایسی مزین نظر آتی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ علاوہ ازیں حضرت قبلہ کا خیال مبارک تھا کہ فرش پر سنگِ مرمر استعمال کیا جائے گا۔ لیکن اس کی فرصت نہیں ملی۔ مسجد کے اخراجات کا صحیح تخمینہ تو معلوم نہیں لیکن غالباً لاکھوں روپے سے متجاوز ہو گا۔ پھر کمال یہ ہے کہ کسی صاحب سے ایک پیسہ تک چندہ نہیں کیا گیا اور نہ اِس مقصد کے لیے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کیا گیا بلکہ حضرت قرض اُٹھا کر مسجد کی تعمیر کو جاری رکھتے اور اللہ تعالیٰ خزانۂ غیب سے امداد فرماتے رہتے۔ بلکہ حضرت قبلہ اس معاملے میں حضرت مائی رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیھا والا اصول استعمال فرمایا کرتے جضرت رابعہ کے پاس ایک دفعہ دس مہمان آئے۔ کھانا صرف ایک آدمی کا موجود تھا۔ تو رابعہ صاحبہ نے وہ بھی خیرات کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" یعنی جس نے ایک نیکی کی تو اس کو اس کا دس گنا بدلہ ملے گا کے اصول کے مطابق خزانہ غیب سے دس آدمیوں کے کھانے کا انتظام فرما دیا۔ حضرت قبلہ فرمایا کرتے: کہ جب قرض وغیرہ خوب ہو جاتا ہے تو ہم بھی خیرات کیا کرتے ہیں اور فرماتے کہ ایک دفعہ ایک روپیہ خیرات کرنے سے بیس ہزار روپیہ آیا۔ گویا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ کی ضرورت چونکہ دس آدمیوں کے کھانے کی تھی اس لئے اتنا ہی انتظام فرما دیا اور حضرتِ مرشد کی ضرورت چونکہ کئی ہزار بلکہ لاکھوں روپے کی تھی، اس لئے اس حساب سے ارسال فرمایا جاتا۔

حضرتِ اعلیٰ نے مسجد میں درس و تدریس کا بھی بہترین انتظام فرمایا

تھا۔ حضرت مرشد صدیقی دامت برکاتہم کے روحانی تصرفات کو دیکھ کر علامہ اقبال کے لفظوں میں کہنا پڑتا ہے کہ ؎

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

طالب علموں پر شفقت

حضرت مرشد علوم دین کے طلبار پر بہت شفقت فرماتے۔ ملاقات کے دوران حضرت طلبار سے دریافت فرماتے کہ کیا تمہارے پاس کرایہ ہے اگر نہ ہوتا تو حضرت اپنی گرہ سے ان کو کرایہ وغیرہ عطا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ علم خوب پڑھو کہ ہم کو عالم صوفی چاہیئے۔ جاہل صوفی نہیں چاہیئے۔ اور جب علمِ ظاہری کے حصول سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خط لکھنا۔ میں تم کو کرایہ وغیرہ ارسال کروں گا تو تم میرے پاس آجانا اور میرے پاس کچھ مدت ٹھیرنا۔ میں تم کو باطن کا علم سکھاؤں گا۔

حضرت صدیقی اور ۱۹۶۵ء کا جہاد

راقم الحروف (مدرآر) نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران حضرت مرشد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارکہ میں ایک عریضہ بھیجا تھا جس کے جواب میں حضرت نے ایک انتہائی مشفقانہ اور ایمان افروز مکتوب ارسال فرمایا جس میں دیگر امور کے علاوہ حضرت نے پاک بھارت جنگ کے بارے میں اپنے دلی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"ہندوستان کا سفر بوجہ جہادِ اسلام کے ختم ہوا۔"

اور پھر دعا فرمائی تھی کہ اللہ کریم مجاہدین اسلام کو کامیاب فرمائے۔ جیسا کہ اس کی ذاتِ مبارک ہی کامیابی کی ضامن ہے۔ آمین ثم آمین۔

یہ مکتوب گرامی نوائے ملت" مجریہ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۵ء میں شائع کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ ۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کو راقم الحروف (مدثر) دورہ بہاولپور کے اختتام پر حضرت مرشد کی قدم بوسی کے لئے خانیوال حاضر ہوا۔ حضرت نے نہایت شفقت و رحمت کا اظہار فرمایا اور اگلی صبح یعنی ۴ دسمبر کی صبح کو نماز کے بعد اپنی جامع مسجد میں بندہ کو درسِ قرآن کے لئے امر فرمایا چنانچہ بندہ نے حضرت کی توجہات کریمانہ کے طفیل تقریباً ایک گھنٹے تک باحسن وجہ درس قرآن دیا۔ اس کے بعد حضرت نے پاک بھارت کا ذکر فرمایا اور اِس جنگ کو جہاد کا نام دے کر فرمایا کہ اس جہاد میں میری جماعت کے لوگ بھی شریک ہیں۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ

"اس نے صحابۂ کرام کے جہادی کارناموں کی تاریخ دہرائی ہے اور اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح مجاہدینِ اسلام پاکستان کو بھی اپنی عنایت اور تائید و نصرت سے سرفراز فرمایا ہے۔"

حضرت قبلہ نے مزید فرمایا۔

"سرحدات پر مقیم عساکر پاکستان کے بارے میں مجھے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ ان میں یہ امر میرے لئے باعثِ صد مسرت ہے کہ محاذِ جنگ پر نہ شراب کبھی دیکھی گئی ہے اور نہ اس کا استعمال کیا گیا ہے اور اس طرح اس جہاد کی بدولت پاکستان کے خاص و عام مسلمان مذہب کے بہت قریب آ گئے ہیں اللہ کرے کہ یہ دینی فضا ہمیشہ قائم رہے۔"

حضرت کے مذکورہ ارشادات مبارکہ "نوائے ملت" مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء میں شائع کئے گئے تھے۔

حضرت نے اس موقع پر بندہ (مدثر) کو لطیفۂ نفس اور لطیفۂ سلطان اذکار کے اسباق دینے سے سرفراز فرمایا۔

دارالعلوم حقانیہ میں حضرت سے میری پہلی ملاقات

حضرت مرشد ۱۹ راگست ۱۹۶۲ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حضرت مہتمم و شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی دعوت پر تشریف لائے۔ اس موقعہ پر بندہ بمعیت چند رفقاء حضرت کی خدمت اقدس میں بغرض حصول شرفِ ملاقات حاضر ہوا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ بندہ حضور کے شرف دیدار و شرفِ ملاقات سے سرفراز ہوا۔ اس موقعہ پر مولانا محمد شعیب صاحب خطیب اور بکٹ گنج کے مولانا الحاج غلام سرور صاحب بھی موجود تھے۔ حضرت نے حقانیہ کی جامع مسجد میں نماز عشاء کے بعد مدرسین و طلباء کو تزکیہ نفس، اصلاح اعمال اور تصفیہ قلب پر ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

حضرت کی مردان میں تشریف آوری

اس کے بعد حضرت محترم مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۶۴ء کو مردان میں تشریف لائے اور جامع مسجد تحصیل میں پندرہ روزہ درس تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا۔ اس تربیت میں صوبہ سرحد کے مختلف اطراف و اکناف کے جید اور مشہور علمائے دین شامل ہوئے پرانے حضرات کے علاوہ کثیر تعداد میں نئے اکابر علماء بھی حضرت سے بیعت ہوئے۔ خلفاء کے علاوہ ضلع مردان کے بیعت شدہ علمائے کرام میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

مولانا قاضی فضل الرحیم صاحب آدینہ۔ جناب مولانا میاں گل جان صاحب گلیاڑہ۔ مولانا عبدالواجد صاحب یار حسین۔ مولانا عبدالواحد صاحب مدرس لوند خوڑ۔ مولانا عبدالمستعان صاحب معروف بہ ناظم صاحب لوند خوڑ۔ جناب مولانا حافظ حکیم ضیاء الاسلام صاحب دواخانہ گلزار

صحت ہوتی ۔ مولانا قاری فیاض الاسلام صاحب ہوتی ۔ مولانا کٹور شاہ صاحب کس کورونہ مردان ۔ مولانا اکبر جان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ حاجی مطیع الرحمٰن صاحب یار ہوتی ۔ مولانا غوث اللہ صاحب دار العلوم اسلامیہ گجرات ۔ مولانا فضل ہادی صاحب بخشالی ۔ مولانا عبد الوہاب صاحب مولوی فاضل لونڈ خوڑ ۔ مولانا احمد صاحب مہتمم دار العلوم شیر گڑھ ۔ جناب مولانا سعدی محمد صاحب زیدہ ۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب دھندیا ۔

حضرت سے مردان کے خاص و عام مسلمانوں نے کثرت سے بیعت کی ۔ جن میں تعلیم یافتہ نوجوان بھی شامل ہیں ۔ بیعت شدہ نوجوانوں میں جناب غلام قادر صاحب معتوم اور جناب میاں جہانگیر صاحب قابل ذکر ہیں ۔ ان نوجوانوں نے حضرت کے اعزاز میں چائے کی دعوت بھی دی تھی ۔ جس میں مولانا غلام حیدر صاحب حضرت مولانا زین اللہ صاحب اور الحاج مولانا عبد الرحیم صاحب بھی شامل ہوئے ۔ آخر الذکر ایک مدت سے بکٹ گنج میں درسِ قرآن کی خدمت میں مشغول ہیں ۔

حضرت کے اعزاز میں دعوتیں

مردان کے معززین نے مختلف مواقع پر حضرت کے اعزاز میں چائے اور کھانے کی دعوتیں دیں ۔ جن میں مندرجہ ذیل کے اسمائے گرامی مجھے یاد ہیں ۔

۱۔ حضرت مولانا قاری محمد صابر صاحب زبدۃ خطیب باغ جامع مسجد مردان
۲۔ مولانا عبد الودود صاحب و مولانا شہزاد گل صاحب کمرکے ۔
۳۔ جناب محمد اشرف خاں صاحب اشرف آباد مردان
۴۔ جناب کیپٹن ڈاکٹر انور صاحب بنک روڈ ۔ مردان
۵۔ جناب حاجی عبد الحیٔ صاحب و جناب ڈاکٹر نور محمد صاحب ایرانی ۔
۶۔ جناب نواب زادہ محمد عمر خاں صاحب ہوتی ۔

۷۔ مولانا سعید اللہ جان صاحب خطیب جامع مسجد بنو سے اخیل ہوتی
۸۔ جناب ڈاکٹر انور صاحب ہوتی
۹۔ مولانا محمد شعیب صاحب خطیب مردان
۱۰۔ جناب مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم دارالعلوم ڈانگ بابا ہوتی
۱۱۔ جناب سید حضرت علی بابا صاحب طورو مردان
۱۲۔ جناب عزیز گل صاحب باڑی چم سیری ہوتی
۱۳۔ جناب حاجی مطیع الرحمٰن صاحب یار ہوتی (متعدد بار)
۱۴۔ جناب محمد اصغر خاں صاحب فاروقی و مولانا حافظ عبدالماجد صاحب یار ہوتی۔
۱۵۔ بندہ مدرار اللہ مدرارؔ عفی عنہٗ
۱۶۔ جناب حاجی شہزادہ صاحب و شاکر اللہ صاحب مردان

حضرت کی مدرار پر کرمفرمائیاں

درسِ تربیت کے سلسلے میں حضرت والا جامع مسجد تحصیل میں جلوہ افروز تھے کہ بندہ نے شرفِ حضوری حاصل کیا۔ حضرت نے نہایت شفقت و محبت فرمائی اور دریافت فرمایا کہ میں بیعت شدہ ہوں کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا ہوں۔ اس پر حضرت نے ازراہِ کرم میرے لطائف تازہ کئے اور سابقہ بیعت برقرار رکھی اور توجہاتِ کریمانہ مبذول فرمائیں حضرت سے محبت و عقیدت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور نسبت گہری اور پختہ ہوتی رہی۔ حضرت جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ میں صوبہ سرحد اور مردان کے دورے پر تشریف لائے۔ اس عرصے میں میں نے دو خواب دیکھے۔ ایک خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء کا ایک بڑا اجتماع ہے جس میں (غالباً) حضرت نے مجھے فرمایا۔ کہ اس اجتماع کے سامنے تقریر کرو۔ چنانچہ خوب برجستہ

تقریر کی۔ دوسرے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں مغموم ہوں اور رو رہا ہوں حضرت مرشد نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اس کے بعد حضرت کی ملاقات مجھے نصیب ہو گی یا نہیں؟ میں نے یہ دونوں خواب حضرتِ اعلیٰ کی خدمت اقدس میں بیان کئے حضرت اُس وقت تو خاموش رہے اور خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں فرمائی۔ لیکن دوسرے دن پروگرام کے مطابق پشاور جانا تھا۔ چنانچہ میں بھی حضرت کی ہمرکابی میں جامع مسجد نمک منڈی پشاور گیا جس کے خطیب و امام مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں۔ پشاور جانے سے پہلے بعض احباب کو حضرت کی طرف سے اشارتاً معلوم ہوا تھا کہ حضرت عنقریب اس ناچیز پر کوئی خاص نظرِ کرم اور مہربانی فرمانے والے ہیں۔ میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ حضرت کی نگاہِ خسروانہ اور نظرِ التفات احقر پر مبذول ہیں۔ اس کیفیت نے میرے دل میں ایک نامعلوم خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ الغرض حضرت مرشد نے اسی سفر میں جامع مسجد مذکور میں بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ بعد از نماز عصر اس ناچیز و نااہل کو سند خلافت و ماذونیت عطا فرمائی اور اس طرح اپنے کرم ہائے بے پایاں کا اظہار فرمایا۔

وَلَنِعْمَ مَاقِیْلَ ؎

دادِ اورا قابلیت شرط نیست

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

دوسری کرمفائیوں کے علاوہ حضرت والا کی ایک بڑی کرمفائی اِس ناچیز پر یہ ہے کہ حضرت نے اپنے وسیع و فہمیدہ حلقۂ عقیدتمندان کے باوجود اپنے اور اپنے مرشد معظم کے سوانحِ حیات پر کتاب لکھنے کی اجازت اس ہیچمیدان ہی کو عطا فرمائی جس کو میں اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے "تجلیات صدیقی" کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بطریق احسن

کامیاب فرمائے جس کے لئے میں نے اپنی تمام کوششیں وقف کر رکھی ہیں۔

حاصلِ عمر نثارِ رخِ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

مردان میں حضرت کے معمولات

مردان کے پندرہ روزہ درس تربیت میں حضرت کا روزانہ معمول یہ تھا کہ ہر نماز کے بعد ذکر اللہ اور ذکر قلبی کے لئے مراقبہ فرماتے تھے جس میں بیعت شدہ حضرات، خلفائے کرام اور تمام حاضرین شریک ہوتے تھے اس کے علاوہ بیعت، پند و نصیحت اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا اور مریدوں کو تزکیۂ نفس اور روحانی مراحل طے کرنے کی عملی تربیت دینے کا خاص پروگرام الگ تھا اور نماز عصر کے بعد حضرت مرشد اپنے بیعت شدہ علماء سے درس قرآن اور درس حدیث پر تقاریر کراتے تھے۔

حضرت نماز تہجد نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے اور تہجد کے بعد قرآن شریف کی تلاوت فرماتے اور دلائل الخیرات بھی پڑھتے تھے۔ یہ سلسلہ نماز صبح تک جاری رہتا۔

جمعۃ المبارک کے دن لوگوں کی خواہش کے مطابق حضرت مرشد نماز جمعہ خود پڑھاتے، خطبہ بھی دیتے اور درسِ قرآن و درسِ حدیث پر مشتمل تقریر بھی فرماتے، حضرت کی تقریر دلپذیر اور مواعظِ حسنہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی اور ان میں حُبِّ رسولؐ اور اتباعِ سنّت کا ایک نیا جذبہ پیدا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اگرچہ اس دورِ پُرفتن میں اہل اللہ و صلحاء کا قحط ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن حضرت مرشد صدیقی جیسی مفتخر ہستیوں کی تبلیغی مساعی کی بدولت ابھی اس خزاں رسیدہ چمنِ امت میں اہل اللہ کی پھیلائی ہوئی بوئے توحید

درسالت بدرجۂ کامل باقی ہے اور یاس ونومیدی کی کوئی وجہ نہیں ہے ؎

کسے کہ محرم رازِ صباست میداند
کہ باوجود خزاں بوئے یاسمن باقیست

حضرت کے بھانجے کی مردان میں آمد

حضرت مرشد اس دفعہ راولپنڈی اور دھمتوڑ ہوتے ہوئے مورخہ ۱۲ جولائی کو مردان تشریف لائے۔ دس دن کے قیام کے بعد منگورہ بھی حسب دعوت تشریف لے گئے واپسی پر بھی مردان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشی۔ اس موقعہ پر حضرت کے بھانجے جناب حافظ محمد امین صاحب نے بھی مردان تشریف لاکر اپنی ملاقات سے ہم عقیدتمندانِ شیخ کو مسرور و سرفراز فرمایا۔ حضرت نے دوران ملاقات تعارف کے طور پر حافظ محمد امین صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے بھانجے ہیں۔ لیکن بحمداللہ راقم الحروف (مدرار) کو قریباً دس سال سے موصوف کا تعارف حاصل ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ مرحوم امیر بہاولپور الحاج صادق محمد خاں خامس عباسی نوراللہ مرقدہٗ سے راقم الحروف کو بوجہ ان کی ذہن پسندی وعلم دوستی کے انتہائی دوستانہ مخلصانہ روابط قائم تھے اور وہ مجھے تقریباً ہر سال ملاقات کے لئے بلاتے تھے۔ چونکہ ان دنوں حافظ محمد امین صاحب امیر ممدوح کے کتب خانے کے لائبریرین تھے اس لئے مجھے ان سے ملاقات کا موقعہ مل جایا کرتا تھا اور میں ان سے بخوبی متعارف ہوں۔

مردان میں ایک مدت کے بعد حافظ محمد امین سے مل کر مجھے ازحد خوشی حاصل ہوئی۔ دلی اُنس ومحبت ہے کہ وہ ہمارے محبوب اور واجب الاحترام مرشد معظم کے خواہرزادے اور برخوردار ہیں۔ وَلنعم ما قیل ع

اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

راولپنڈی اور دھمتوڑ میں حضرت کا قیام

گذشتہ تین چار سالوں سے راولپنڈی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت مرشد وہاں پورے پندرہ دن قیام فرماتے اور درس تربیت میں مشغول رہ کر تشنگانِ معرفت کو سیراب فرماتے ۔ اس درس تربیت میں صوبہ سرحد کے علمائے کرام بھی شریک ہوتے حضرت کا ذاتی قیام راولپنڈی کے ایک مخیر جناب حاجی عبداللطیف صاحب کے مکان پر ہوتا اور درس یافتگان مدرسہ جامع مسجد نظام الدین میں ہوتے جن کا انتظام واہتمام جناب مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب کرتے اور دھمتوڑ ہزارہ میں جناب خطیب مولانا محمد ایوب صاحب حضرت قبلہ کے قیام کا انتظام فرماتے ۔

مولانا حکیم ضیاالاسلام صاحب کی بیعت

جناب مولانا حافظ حکیم ضیاالاسلام صاحب ہوتی کا گھرانا علم ومعرفت اور طریقت کا گھرانا ہے۔ ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا حکیم نور احمد صاحب ہوتی کے ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو خواص وعوام میں یکساں مقبول تھے۔ مشہور قاری اور علم قرأت میں صاحبِ تصنیف تھے۔ مولانا ضیاء الاسلام اپنے والد محترم کے صحبت یافتہ ہیں۔ لیکن ابھی تک بیعت کے دائرے میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہ ہمارے حضرت مرشد کی جاذبیت اور کشش تھی کہ یہ خاندان بھی حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوا۔ چنانچہ مولانا ضیاء الاسلام صاحب کے علاوہ ان کے برادر ارجمند بھی حضرت سے بیعت ہوئے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ حضرت کے خلیفہ مجاز جناب مولانا قاری محمد صابر کے صاحب زیدہ تحصیل صوابی مولانا ضیاء الاسلام صاحب کے بھانجے ہیں۔ حضرت سے مولانا ضیاالاسلام صاحب کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت منگورہ سوات میں درس تربیت کے

لئے تشریف فرما تھے۔ تو مولانا موصوف اپنے چھوٹے بیٹے ریاض احمد کو بھی ساتھ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آنکھیں رُخِ انور کے دیدار سے منور کیں اور زبانِ حال سے یوں گویا ہوئے۔ ع

راہِ نسبت طلبی بین کہ چہ شایاں رفتم

جناب مولانا قاری محمد صابر صاحب

مولانا قاری محمد صابر صاحب کے تاثرات

جو باغ جامع مسجد شاہین مارکیٹ کے خطیب بھی ہیں اور حضرت مرشد کے ماذون بھی۔ گذشتہ سال حج سے واپسی پر انہوں نے حج کے دوران حضرت سے اپنی ملاقات اور حضرت کے معمولات کے بارے میں راقم الحروف کو اپنے تاثرات بیان کئے۔ انہوں نے کہا کہ حج کے دوران باوجود اس کے کہ طبیعت مبارک نصیب اعداء کمزور تھی۔ آپ نے مناسک حج باقاعدہ ادا کئے۔ خانہ کعبہ میں باقاعدہ حاضر ہوتے رہے اور متعلقین کو مواعظ حسنہ اور معمولات کا درس بھی دیتے رہے۔ قاری صاحب نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ بعض اوقات میں حضرت کو سہارا دے کر بیت اللہ شریف لے جانے میں مدد دیا کرتا تھا۔ مولانا محمد صابر صاحب نے اس امر پر بھی اظہار مسرت و تشکر کیا۔ کہ حضرت مرشد نے انہیں مسجد الحرام میں درس قرآن دینے پر مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ موصوف تعمیل ارشاد میں روزانہ مسجد الحرام میں باقاعدگی سے درس قرآن دیا کرتے تھے۔ مسجد الحرام میں یوں تو ہر حاجی و زائر کو حاضر ہونا پڑتا ہے۔ لیکن امرِ مرشد سے حضرتِ صابر کی حاضری کچھ اور شان رکھتی تھی اور واپسی بھی۔ ؎

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے ایک حرفِ غلط
لیک اُٹھے بھی تو ایک نقش بٹھا کے اُٹھے

قیام مردان کے دوران بندہ

حضرت مرشد کی رضوان اللہ و اکرام اللہ پر شفقت

نے حسبِ معمول حضرت مرشد کو چائے کی دعوت دی۔ جسے شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ چنانچہ حضرت مرشد غریب خانہ پر تشریف لائے۔ حضرت کی رونق افروزی کے لئے گھر کے اندر جگہ بنائی گئی تھی۔ اس موقعہ پر بہت سے معتقدین موجود تھے اس کے باوجود کہ میرے بیٹے حضرت کے استقبال میں پیش پیش اور شرفِ قدمبوسی سے مشرف ہوئے تھے۔ لیکن تشریف فرما ہونے کے بعد حضرت نے اپنے کرم ہائے بے پایاں کی بنار پر مجھ سے میرے بیٹوں کے بارے میں استفسار فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ چنانچہ بندہ نے دل میں اللہ کریم کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے بیٹوں کو یکے بعد دیگرے حضور والا کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور حضور عالی نے ہر ایک سے دوبارہ مصافحہ کرنے اور نگاہ دل نواز سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ اس موقعہ پر فرزندانم رضوان اللہ شیدا اور محمد اقبال موجود تھے اور اکرام اللہ شاہد اور کلیم اللہ موجود نہیں تھے۔ انہوں نے بعد میں حضرت کے دیدارِ پُر انوار سے آنکھیں روشن کیں۔ بحمد اللہ رضوان اللہ شیدا اور اکرام اللہ شاہد حضرت سے بیعت شدہ ہیں اور حضرت عالی سے اپنی نسبت پر اور حضرت کی غلامی پر مفتخر و نازاں ہیں۔ حضرت کی توجہاتِ خصوصی اور نظرِ التفات کے پیشِ نظر یہ شعر میرے حسبِ حال ہے۔ ؎

آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد
شکر کہ بر ما نظرے کردہ ہم

واضح رہے کہ اس دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۳ء کو بندہ کے غریب خانہ پر تشریف لائے تھے۔ اور اس کے بعد اسی قیام مردان کے دوران مزید دو دفعہ میرے غریب خانہ کو اپنے قدم میمنت لزوم سے عزت و شرافت بخشی تھی اور بندہ کو اور بندہ کے اہلِ و عیال کو کرم ہائے بے پایاں اور عظیم فیاضیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت کے دل کی حرکت ذکر اللہ کے جاری ہونے سے

اگر معانقہ کے وقت حضرت مرشد صدیقی کے سینۂ اقدس سے سینہ چھوتا تھا تو حضرت کا قلب مبارک ذکر اللہ کے جاری ہونے کی وجہ سے زور سے حرکت کرتا ہوا محسوس ہوتا۔ حضرت کا دل اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں "اللہ اللہ" کرتا تھا اور دوام و استمرار کے ساتھ اسم ذات "اللہ" کے ذکر میں سرشار نظر آتا تھا اور یہ ایک ایسی عظیم الشان نعمتِ الٰہی اور کرامت ہے جو اولیاء اللہ ہی کو عطا کی جاتی ہے ایک سالک نے تو کہا تھا کہ ؎

ہر کہ او در صبح دم با یادِ حق بیدار نیست
او محبت را چہ داند لائق دیدار نیست

لیکن حضرت کا دل صرف صبحدم نہیں بلکہ ہر دم اور ہر حالت میں ذکر اللہ سے سرشار رہتا تھا۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَ اللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم ط

یقیناً ہمارے محبوب آقا و مرشد محبوبِ سبحانی و مقبولِ بارگاہ رحمانی ہیں اس نعمت خداوندی پر نہ صرف حضرت کو بلکہ ہم منتسبین کی جماعت کو اللہ کریم کا شکر گذار اور اس کے حمد و ثنا میں ہمیشہ رطب اللسان رہنا چاہئے اللہ کی کرم نوازیوں کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نگاہِ یار جسے چاہے سرفراز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

یہاں یہ واضح رہے کہ دل کی حرکت سے مراد وہ حرکت نہیں جو دورانِ خون کی وجہ سے ہوتی ہے جس کو دل کا دھڑکنا یا حرکت کہتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ حرکت ہے جو "اللہ اللہ" کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس حرکت میں اور دوران

خون سے پیدا ہونے والی حرکت میں ایک بیّن اور نمایاں فرق ہے جس کو وہی شخص عین الیقین کی طرح معلوم و محسوس کرسکتا ہے جو کہ اپنا سینہ قلب ذکر والے کے سینے سے ملالے۔ حضرت کا قلبِ مبارک اتنے زور سے اور تیز رفتار سے اللہ اللہ کرتا تھا کہ ٹھاٹیں مارتا ہوا ایک سمندر معلوم ہوتا تھا اور اس کی آواز کو بھی اہل دل صاف طور پر سُن لیتے تھے۔ حضرتِ مرشد اپنے متوسلین کو ذکر قلبی پر بہت زور دیتے اور فرماتے کہ سعی و محنت کے باوجود اگر کسی کا ذکر قلبی جاری نہ ہو: تو اس کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ کریم کے فضل و کرم سے بعد از موت قبر ہی میں اس کا ذکر قلبی جاری ہو جائے گا۔ اور اس کی مغفرت اور بلندی درجات کا باعث بنے گا۔ حضرت فرمایا کرتے کہ مراقبۂ ذکر الٰہی کو دوسرے طریقوں کے آخری اسباق میں جگہ دی گئی ہے۔ لیکن طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں اس کو اوّلیت دی گئی ہے۔ اور یہی سبق طریقۂ نقشبندیہ کی اصل روح ہے۔ اور اگر سالک ابتدا ہی میں اس سبق میں کامیاب ہو جائے۔ تو دوسرے اسباق کو از بر کئے بغیر وہ ولی بن جاتا ہے۔

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حقیقت کو اپنے ایک مکتوب میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔

" درطریقۂ این اکابر، نہایت در بدایت مندرج است و اقتدا ایشان دراین امر بصحابۂ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ اوشان برکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دراوّل مرتبہ نصیب یابند۔ چیزے کہ دیگر اولیائے امّت را در نہایت کار میسّر گردد۔ فلہٰذا ولایت ایں بزرگواران نقشبندیہ فوق ولایات اولیاء است۔"

یعنی نقشبندی اکابر کے طریقے میں انتہائے کمال اس کی ابتدا میں مضمر ہے اور اس امر میں یہ اکابر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابۂ کرام کے اقتداء و نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی صحبت کی

برکت سے اس چیز کو ابتدائی مرتبہ ہی میں حاصل کر لیتے ہیں جس کو دوسرے اولیائے امت انتہائے کار میں پا لیتے ہیں۔ پس اس لئے نقشبندی بزرگوں کی ولایت دوسرے تمام اولیاء کی ولایت پر فائق ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ فی زمانہ ایسے لوگوں کے قلوب میں بھی ذکر اللہ کی حرکت پیدا نہیں ہوتی (اِلاَّ ماشاء اللہ) جنھوں نے بیس بیس سال صائم الدہر رہ کر اور قائم اللیل ہو کر ایک عمر عبادت میں گذار دی ہے۔ یہ محض ایک فضل ربی ہے۔ جسے چاہتا ہے ملتا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں یہ ایک لازمی امر ہے کہ ہر طالب و مرید کے قلب کو ذاکر کر کے اس کے اندر حرکت پیدا کر دی جائے گویا یہ سلسلہ نقشبندیہ کی اساس اور بسم اللہ ہے جو بڑا عطیۂ خداوندی اور رحمتِ نبویؐ ہے۔ بزرگانِ دین نے لکھا ہے کہ جس کا قلب آخر وقت تک جاری رہ جائے۔ اس کو تین سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

(۱) موت کے بعد اس کی نعش کو مٹی نہیں کھاتی اور قیامت تک جوں کی توں رہتی ہے۔

(۲) اس وقت تک اس کا دم نہیں نکلتا جب تک اس کا شیخ اس کے پاس آکر اس کا وہ مقام اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں کر دیتا جہاں جنت میں وہ انتقال کے بعد قیام کرنے والا ہے۔

(۳) اس کو ولایت یعنی اللہ کے ولی اور دوست ہونے کا عظیم درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہو یہ کچھ کم سعادت نہیں کہ انسان سوتے، جاگتے اُٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی یاد کا ثواب حاصل کرے اور اس کا قلب ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ اسی کو بزرگانِ نقشبند نے

"دست بکار دل بیار"

کے پاکیزہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات

میں لفظ "اللہ" کی عظمت وبڑائی کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ایک دل نشیں اور دل نواز انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"کوئی مسلمان کم از کم لفظ "اللہ" اپنی زبان سے نکالنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ خواہ ایک ہی دو مرتبہ ہو۔ اور یہ لفظ نہایت بڑا مرتبہ رکھتا ہے۔ اور اس کا اجر و ثواب بے حد و بے پایاں ہے۔

اس لفظِ پاک کی وجہ سے کہنے والے میں بھی بڑائی اور عظمت آجاتی ہے۔" (نقشِ حیات اوّل صفہ ۳)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں میں "اللہ" کے لفظ کا کوئی نعم البدل نہیں ملتا۔ رب العالمین کے جتنے نام ہیں۔ لفظ "اللہ" ان سب پر حاوی ہے۔ "اللہ" کا لفظ قرآن حکیم میں دو ہزار سات سو ننانوے (۲۷۹۹) بار آیا ہے۔

اکابر علمائے ضلع مردان کی حاضری

حضرت مولانا الحاج شائستہ گل صاحب مہتمم دار العلوم حنفیہ۔ لنڈے شاہ ضلع مردان اور حضرت مولانا زین اللہ صاحب خطیب جامع مسجد بگٹ گنج مردان دونوں بلند پایہ اور معمر علمائے دین ہیں۔ اگرچہ اوّل الذکر حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب مانکی شریف رح سے اور ثانی الذکر حضرت مولانا شیخ محمد عبد الغفور صاحب مدنی رح سے بیعت ہیں۔ لیکن بایں ہمہ دونوں حضرات حضرت قبلہ کی خدمت میں جب کہ آپ جامع مسجد تحصیل مردان میں جلوہ افروز تھے۔ حاضر ہوئے۔ اور آپ سے اپنے انتہائی خلوص و محبت کا اظہار فرمایا اور آپ کی عظمتِ شان کا تہ دل سے اعتراف کیا۔

مولانا عبد الودود صاحب کا بیان

مولانا عبد الودود صاحب کمر گے مردان کے ماذون ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ حضرت ہمارے گاؤں تشریف لائے۔

تو اپنے معمول کے مطابق کھانا تیار کرنے کے آداب و شرائط سے مجھے آگاہ فرمایا کہ کھانا تیار کرنے والی عورت باوضو ہو۔ جس کے مطابق عمل کیا گیا۔ لیکن غالباً تیسرے دن حضرت نے فرمایا (مجھے علیٰحدہ کر کے) کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے کھانا کو تیار کرنے والی عورت وضو کے ساتھ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم تو اس پر عمل کر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا! کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ پھر جب میں گھر گیا، تو معلوم ہوا کہ گھر والوں کو زنانہ بیماری ہو گئی تھی اور انہوں نے بامر مجبوری گاؤں کی ایک دوسری عورت کو بلایا تھا جس نے وضو کے ساتھ کھانا نہیں پکایا تھا۔

وضو کرنے میں احتیاط برتنے کی تاکید

مولانا حکیم احمد بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے بمقام مردان ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ علماء کا اپنے مرشد کے ساتھ رہنا ضروری ہے کہ وہ اکثر علم سے بے خبر ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ میں ظہر کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا اور قبلہ شیخ میرے قریب ٹہل رہے تھے، جونہی میں نے وضو مکمل کر لیا۔ تو قبلہ شیخ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا وضو سنّت کے مطابق کر لیا ہے۔ تو میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو قبلۂ عالم نے حکم دیا کہ آپ وضو کر کے مجھے دکھائیں میں نے وضو دوبارہ کرنا شروع کر دیا اور جب میں کانوں کے مسح تک پہنچا۔ تو فرمایا۔ اٹھو مجھے وضو کراؤ۔ اور مجھے وضو کرتے دیکھتے رہو۔ حضرت نے وضو فرمانا شروع کر دیا جب کانوں کے مسح پر پہنچے۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ کانوں کا مسح اس طرح کیا جائے کہ

"انگشتِ شہادت کو کان کے لو سے لے کر اندر کے حصّے میں اوپر کی طرف گھما کر کان کے سوراخ میں پہنچائے اور انگوٹھے کو کان کے باہر کے حصّے پر نیچے سے اوپر تک گھمائے۔

" کیوں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ منورہ پر حاضری دی۔ توجہ پر غنودگی اور استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی، اور اسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ وضو فرمار ہے ہیں۔ آپ نے کانوں کا مسح اسی طریقے پر فرمایا۔"

مولانا احمد بخش صاحب کی بیعت کا حال

آپ نے فرمایا مجھے مرشد کی طلب تھی۔ تو اس سلسلے میں میں گولڑہ شریف حضرت مہر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو چشتیہ خاندان کے مشہور بزرگ گزرے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

" تمہاری نسبت نقشبندی خاندان کے پاس ہے۔ جن کا نام یہ ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب نقشبندی"

اس وقت میں ملتان میں پڑھتا تھا۔ حضرت گولڑہ شریف نے فرمایاکہ

" آپ ان کے قریب ہوں گے۔ ان سے بیعت ہوگی۔"

آپ نے سن بھی بتایا اور ماہ بھی جو میں نے لکھ دیا۔

جب حضرت گولڑہ شریف کا بتایا ہوا سن ۱۳۸۱ھ شروع ہوا۔ تو میرے ایک دوست نے اطلاع دی کہ حضرت قبلہ مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی رح خانیوال محلہ غریب آباد میں سکونت پذیر ہیں۔ چنانچہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور فرمایاکہ

" قریب اور دیر" کیا تمہیں حضرت مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح نے نہیں فرمایا تھاکہ ان سے بیعت ہونا۔" میں نے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا تھا اور میں حاضر خدمت ہوں اور بیعت فرمائیں سن اور ماہ وہی تھے جو حضرت گولڑہ شریف نے کئی سال

پہلے مجھے بتائے تھے۔

چنانچہ حضرت نے مجھے بیعت فرمایا۔ میں اکثر حضرت کے ساتھ سفرو حضر میں بحیثیت خادم ہونے کے حاضر رہا۔"

یہ واقعہ حضرت کی کرامت اور مقبولِ بارگاہِ رب العزت ہونے پر ایک بیّن دلیل ہے۔

حضرت کی بُردباری

جناب عبدالمجید صاحب خانیوال نے بیان کیا کہ

(۱) ایک فوجی مجاہد راجستان کے محاذ سے واپسی پر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے کرایہ کے لئے پیسوں کا تقاضا کیا۔ یہاں آنے سے قبل یہ شخص ایک اور مسجد میں گیا تھا، جہاں اسے حضرت کی مسجد کی طرف اشارہ کرکے بھیجا گیا تو حضرت نے اس کو جواب دیا۔ کہ میرے پاس جو رقم ہوتی ہے وہ مسجد پر خرچ ہوتی ہے۔ لیکن میں گھر سے پتہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت گھر تشریف لے گئے اور حضرت والدہ سے فرمایا کہ پیسے ہوں تو مسافر کو دینے ہیں۔ حضرت والدہ نے بیس روپے دے دئے۔ اور حضرت نے چپکے سے اس فوجی کے حوالے کر دئے۔ اس آدمی نے جب پیسے دیکھے تو بجائے شکریہ ادا کرنے کے گالیاں دینے لگا اور یہاں تک کہا کہ یہ مسجد نہیں ہے بلکہ مندر بن رہا ہے، حضرت خاموش رہے اور جماعت کو خاموش رہنے کی تلقین فرمائی چند منٹ کے بعد اس آدمی پر غنودگی سی طاری ہوئی اور تقریباً چار یا پانچ منٹ کے بعد وہ آدمی حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ اور رونے لگا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ کیا دیکھا آپ نے اور کیا ہوا۔ کہنے لگا کہ بہت کچھ دیکھا۔ حضرت نے فرمایا۔ آخر کیا دیکھا بتاؤ تو سہی تو کہنے لگا کہ میں نے دیکھا کہ دو بزرگ آپ کے دائیں

اور بائیں کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ہاریں ہیں اور آپ کو پہنا رہے ہیں۔ جلدی کریں۔ حضرت مجھے بیعت کریں۔ چنانچہ حضرت نے اس کو بیعت کیا۔ وہ شخص حضرت کے پاس چار یا پانچ دن رہنے کے بعد چلا گیا۔

(۲) میرے اپنے بھائی کے ساتھ کسی معاملے میں سخت ناراضگی پیدا ہوئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو گئے۔ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کرتا۔ یا میں اسے قتل کرتا۔ اس وجہ سے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کی درخواست کی تو حضرت فرمانے لگے کہ

"دعا میں کرتا ہوں اللہ رحم فرمائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔"

دُعا کے بعد میں اُٹھ کر گھر چلا گیا۔ رات کو خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت میری چارپائی کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے بدن پر تھپکیاں دے رہے ہیں۔ آنکھیں کھولیں تو حضرت تو نہیں تھے۔ لیکن بھائی کے ساتھ اس دن سے اتفاق ہوا۔ اور جھگڑا ختم ہوا۔

۳۔ میری بیوی نے خواب دیکھا جس میں حضرت سے کراچی جانے کی اجازت طلب کی حضرت نے فرمایا کہ بے شک چلی جائیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں جب گاڑی میں کراچی جانے کے لئے سوار ہوئی تو پورے راستے میں جہاں نظر لگی۔ حضرت کو وہاں دیکھا۔ کہیں حضرت وضو فرماتے ہیں کہیں درخت کے نیچے نماز پڑھتے ہیں۔ کہیں مصلے پر بیٹھے ہوتے۔ میری بیوی کہتی ہے کہ جب میں خواب میں بیدار ہوئی۔ تو میرے دل کو بے انتہا خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

داڑھی کے بارے میں ایک اہم واقعہ اور امیر بہاول پور | مولانا محمد شاہ

عالم نے بیان کیا۔کہ

۱۔ حضرت قبلہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین فوجی آئے۔حضرت نماز عشاء کے بعد اپنی نشست پر تشریف فرما تھے۔تینوں حاضر خدمت ہوئے۔جن میں سے ایک داڑھی والے اور دو بغیر داڑھی کے تھے اور تینوں پٹھان تھے۔تو حضرت نے مسئلہ سمجھانے کے لئے ابتداءً مذاق لطیف کے طور پر فرمایا کہ پٹھان ہو کے عورتیں بن رہے ہو۔یہ بتاؤ کہ جماعت کی صفوں میں کونسی صف میں کھڑے ہو گے۔مرد تو ہو نہیں کیونکہ داڑھی نہیں۔مرد کی نشانی داڑھی ہے۔عورت بھی نہیں کیونکہ عورت کے سر پر چوٹی ہوتی ہے۔لہٰذا تم خنثیٰ ہو گئے۔اب تیسری صف کی تیاری کرنا۔

اس پر وہ فوجی بولے، کہ حضرت! وہاں فوج میں سختی ہوتی ہے درخواست دینی پڑتی ہے آپ دُعا فرمائیں۔انشاء اللہ تعالیٰ داڑھی چھوڑیں گے اس پر حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔فرمانے لگے کہ

نواب بہاول پور کو فوجی افسر (اعلیٰ) کی ضرورت تھی۔تو انگریز کی فوج سے افسر اعلیٰ کے منصب کے لئے آدمی لانے کو غالباً کراچی تشریف لے گئے اور انگریز افسر سے کہا کہ مجھے نہایت بہادر اور سنجیدہ آدمی فوج کی کمان کے لئے چاہیئے انگریز افسر نے فوج کے بڑے بڑے آفیسر جو کہ ان کے معتمد تھے نواب صاحب کے سامنے پیش کر دیئے۔لیکن ان میں سے نواب صاحب کو کوئی پسند نہ آیا۔آخر خود فوج کا معائنہ کیا۔تو ایک سپاہی جو کہ انگریز کی نظروں میں نہایت بیکار تھا۔اس کو پسند فرمایا۔انگریز نے کہا۔نواب

صاحب! یہ اس مقام کا اہل نہیں ہے۔ ان کے سوا بڑے افسر موجود ہیں۔ آپ جس کو چاہیں لے جائیں۔ اس کو چھوڑ دیں۔ لیکن نواب صاحب نے فرمایا۔ کہ نہیں مجھے یہی چاہیئے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا۔ کہ میری ملاقات اس سپاہی سے ہوئی جب کہ وہ نواب صاحب کی فوج کا کمانڈر بنا اور میری ملاقات کے لئے احمد پور شرقیہ آگیا۔ باتوں میں میں نے ان کے عہدے کے متعلق پوچھا تو کہا کہ انگریز افسر نے مجھے کہا کہ داڑھی منڈوا دو۔ یا فوج سے نکل جاؤ۔ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا کہ اے اللہ! میں فوج سے نکل جاؤں گا۔ لیکن داڑھی نہیں منڈواؤں گا۔ جس پر اللہ نے مجھے یہ ترقی دی اور سپاہی سے مجھے کمانڈر بنا دیا۔

حضرت نے فرمایا کہ دیکھ بھیا۔ اس نے ہمت کی اور اتباع سنت کی استقامت دکھائی تو اللہ نے اس کی مدد کی۔ آپ بھی اگر اس طریقے سے کام کرلیں۔ تو بعید نہیں کہ اللہ آپ کی مدد کرے۔ اور کسی درخواست کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جس پر ان فوجیوں نے وعدہ کیا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب ہم داڑھی چھوڑ کر مرد بنیں گے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور گھر تشریف لے گئے۔

۲۔ مولانا موصوف نے مزید کہا۔ کہ حضرت صاحب کشف تھے اور اس کا بارہا مجھے تجربہ ہوا۔ کئی دفعہ ارادہ کرتے ہوئے کہ حضرت سے کسی مسئلہ کی دریافت کروں۔ جب حاضر خدمت ہوتا۔ تو اپنے سوال کا جواب سوال کرنے سے پہلے پاتا۔ مثلاً طالب علمی کے زمانے میں جب آخری سال دورۂ حدیث کا خیال ہوا۔ تو مدرسے کے انتخاب کے لئے دل میں نہایت اضطراب رہا۔ کہ کہاں دورہ کیا

جائے۔ آخر یہ فیصلہ کیا۔ کہ حضرت قبلہ سے مشورہ کیا جائے۔ حضرت قبلہ جہاں مشورہ دیں۔ وہاں دورہ کیا جائے۔ یہ سوال ذھن میں لیتے ہوئے حضرت، قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد جو پہلے الفاظ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے۔ وہ یہ تھے۔

"مولوی صاحب! حضرت مولانا رسول خاں سے بڑھ کر تمھیں اور کونسا استاذ ملے گا۔ فوراً جامعہ اشرفیہ لاہور جائیں اور وہاں دورۂ حدیث کرلیں۔"

تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے دل میں بھی یہی بات تھی کہ حضرت سے مشورہ کروں۔ جہاں حکم ہو۔ وہاں چلا جاؤں گا۔

۳۔ اسی طرح ایک دن شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح کے متعلق ذہن میں کچھ خیال آیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ اس کے متعلق حضرت سے دریافت کروں گا۔ جب حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سب سے پہلی بات جو حضرت کی زبانِ مبارک سے نکلی۔ وہ یہ تھی کہ

"مولوی صاحب حضرت شیخ الاسلام اور اُن کے متعلق اس قسم کے خیالات۔"

اور پھر اس پر دس پندرہ منٹ روشنی ڈالی۔ جس سے میرا دل پوری طرح مطمئن ہوا۔ اور سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ اسی طرح بے شمار واقعات میرے ساتھ گزرے ہیں کہ سوال لے کر جاتا۔ لیکن سوال کا جواب سوال سے پہلے مل جاتا۔

تاریخِ واقعاتِ شہاں نا نوِشتہ شُد
خطہائے شیخ را کہ نوِشتم کتاب شُد

بابِ ششم

حضرت شیخؒ کے مکتوباتِ عالیہ

حضرت شیخ قبلہ صدیقی اپنے مریدوں اور خلفاء کے نام ان کی تعمیر سیرت اور اصلاح وہدایت کی غرض سے وقتاً فوقتاً اپنے مکاتیب گرامی ارسال فرماتے رہے جن کی "تجلیات صدیقی" میں اشاعت از حد مفید ہے۔ اس لئے میں نے مختلف حضرات سے ان مکتوباتِ عالیہ کی نقول طلب کی تھیں۔ مگر اس میں مجھے کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات سے یہ دُرِّ عدن ضائع ہو گئے ہیں۔ بہرحال میں ان حضرات کا ممنون ہوں جنہوں نے مجھ سے اس سلسلے میں تعاون فرمایا ہے اگرچہ میسّر شدہ خطوط تعداد کے لحاظ سے قلیل ہیں اور حضرت کے خطوط الفاظ کے لحاظ سے بھی مختصر ہیں لیکن عبرت ونصیحت جامعیت اور معنیٰ کے لحاظ سے یہ بہت کافی ہیں اور کثیر الفوائد ہیں۔

ع یک حرف بس است اگر در خانہ کس است

نیز یہ شعر اس مقام کے عین مطابق ہے۔

قَلِيلٌ مِنْكَ يَكْفِيْنِيْ وَلٰكِنْ
قَلِيْلُكَ لَا يُقَالُ لَهٗ قَلِيْلٌ

یوں تو تیرا قلیل بھی میرے لئے کافی ہے لیکن تیرے قلیل کو قلیل نہیں کہا جا سکتا۔

یہ مکتوبات ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔ (مدار عفی عنہٗ)

مدار اللہ مدثر کے نام

(۱)

باسمہ الکریم ۔ از محمد عبد المالک صدیقی عفی عنہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ کی تحریر مُبارک (دربارۂ تجلّیات صدیقی) قابل قدر ہے مگر نظرثانی کر کے جو قابلِ اعتراض الفاظ ہیں۔ ان کو نکال دیں۔ چونکہ تمام کے تمام پڑھنے والے داخلِ طریقہ نہیں ہوتے۔ کہیں اُن کو خطرات میں نہ ڈال دیں۔ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے القابات پر نظرثانی کی ضرورت ہے اور تمام خیریت ہے اور دونوں بھائیوں میں سلوک ہے کہ نہیں؟ پورے حال کی واقفیت چاہیئے۔ اپنے گھر میں اور جماعت کو سلام دینا۔ حاجی عبدالحی صاحب نیک محمد صاحب اور ڈاکٹر حامد صاحب کی خدمت میں سلام پہنچانا۔ معمولات کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ ہر ایک کو تاکید فرمادیں۔ صدیقی عفی عنہٗ

از خانیوال ۲ ۳/۷۱

(۲)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تعویذات وعملیات (برائے تجلّیات صدّیقی) روانۂ خدمت ہیں مگر اس میں سورۂ "مزمّل" کا جو عمل ہے۔ اس کو دَرج نہ کریں ایک تو شرعی نقطۂ نظر سے اعتراض ہے دوسرا یہ کہ خالق اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ کر عمل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس میں یہ ڈو ضرر ہیں۔ اسلیئے اس کا شائع کرنا آئندہ کے لیئے میں نے بند کر دیا ہے۔ بقیّہ عملیات بے شک دَرج کر دیں۔

اپنے گھر میں اور بچوں کو اور اپنے بھائی کے گھر میں تمام خورد و کلاں کو سلام دینا۔

صدیقی عفی عنہٗ ازخانیوال ۶ $\frac{۴}{۷۱}$

(۳)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عالمِ باعمل کا مکتوب گرامی پہنچا۔ ۵ ستمبر کو مردان پہنچنا ہوگا۔ آپ کی خدمت میں جہاں بھی پہنچنا ہو۔ ملاقات کروں گا۔ اللہ کریم آپ کو ہر مصیبت سے فلاح نصیب فرمائے۔ آمین۔ دونوں گھروں میں یعنی مولانا صاحب اور اپنے گھر میں سلام فرمانا اور مراقبہ نماز کی پابندی کرنا۔

صدیقی عفی عنہ ۳ $\frac{۹}{۷۲}$

(۴)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ عزیزہ گل فرنیچر تیار کرنے والے نعت خوان کے ذریعے سے حالات و واردات روانہ کر دیئے گئے ہیں۔ اُمید کہ پہنچے ہوں گے۔ واردات کو صحیح ترتیب سے لکھیں۔ طبع کرانے کے بعد اصل کاغذات میری طرف روانہ کریں۔ اور کتابی شکل میں مناسب تختی پر طبع ہو جائیں۔ تو عوام الناس میں تقسیم کرنا یا مجھے روانہ کر دینا۔ یہ معلوم ہو کہ (حج کے لئے) میری سیٹ شوال کی ریزرو ہوگئی ہے۔ انشاء اللہ اس ہفتے کے اندر کراچی پہنچنا ہوگا۔ بشرطِ زندگی۔ تمام جماعت کو چاہیئے کہ دعا کیا کرے کہ میرا یہ سفر قبولیت و محبت اور رضا کا باعث ہو۔ اپنے خاندان تمام کو اور جماعت کو سلام دینا۔

عید سے لے کر سیریاں تک کی مُبارک سب کو دیں۔

صدیقی عفی عنہ ازخانیوال ۴ ۱۲؍۷

(۵)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا مکتوب گرامی خانیوال سے دستی ہوکر احمد پور شرقیہ میں پہنچکر مطالعہ سے گزرا۔ اللہ کریم آپ کے دعاؤں کو ثمرات کا مالک فرمادے۔ اور آپ کو ترقیات نصیب فرمائے۔ الحمدللہ کہ میں بخیریت اور بامراد ہوکر سفر عظیم سے احمد پور شرقیہ آچکا ہوں۔ تسلّی فرمائیں۔

آپ کا ایک اور بھائی ذیقعد میں اللہ کریم نے عطا فرمایا ہے جس کا نام "عبدالواحد" رکھا گیا ہے لہذا ان کے لئے پُرخلوص دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ تمام جماعت خورد و کلاں کو سلام پہنچانے کی اجازت ہے۔ اپنے گھروں میں خصوصاً سلام پہنچانا۔ معمولات کی ابداً پابندی رکھنا۔

صدیقی عفی عنہ از احمد پور شرقیہ ۱۹ ۳؍۷

(۶)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ۶ دسمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز جدّہ شریف روانہ ہوں گا اور انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲ جنوری کو بروز اتوار واپس کراچی ہوں گا۔ "مکّہ مکرمہ محلہ جیاد معلم عبدالقادر امین عرب" یہ پتہ ہے۔ افسوس کا مُقام ہے کہ آپ کے بھائی مولوی محمد شعیب صاحب بوجہ نااہل اولاد کے سخت امتحان میں ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کو ان کے متعلق خیال نہیں۔ آپ نے ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔ کیا بات ہے۔

گھر میں سب کو سلام دینا۔

صدیقی عفی عنہ از کراچی دسمبر ۱۹۷۲ء

(۷)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا مکتوب گرامی ملا۔ حال معلوم ہوا۔ میری بیماری بفضلِ الٰہی کچھ کم ہونا شروع ہوگئی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ کریم شفاء کُلّی نصیب فرمائے۔

صدیقی عفی عنہ موصولہ بتاریخ ۱۰ ۱۱/۷۲

(۸)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۴ ستمبر کو بروز سنیچر میں بذریعہ ریل راولپنڈی پہنچ رہا ہوں۔ پندرہ روزہ درس تربیت کے لئے جو پہلے مردان اور منگورہ ہوا کرتا تھا۔ اس سال راولپنڈی جامعہ حنفیہ انوار العلوم حضرت مولانا سید چراغ الدین صاحب جامع مسجد قاضی نظام الدین عید گاہ روڈ راولپنڈی میں منعقد ہوگا۔

اس میں شمولیت کریں۔ باقی جماعت کو بھی سلام کے ساتھ اطلاع عرض کردیں۔

صدیقی عفی عنہ از خانیوال ۲۸ ۸/۷۱

(۹)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جناب کے مکتوب گرامی محبت آمیز نے مطالعے کا شرف بخشا۔ آپ کے خادم (نہیں بلکہ میرے مخدوم و آقا و سرتاج) کو اللہ کریم نے حاضری کا شرف

عطا فرمایا۔ دُعا فرمایا کریں کہ اللہ کریم ابداً ایسی رحمت کی بارش نصیب رکھے۔ آمین

اللہ کریم کے تعلق کے لیے "مراقبہ نماز" کی تاکید کرنا۔

ابھی تک میرا قیام احمد پور میں ہے کسی مصلحت کے تحت میں۔ دُعا فرمائیں کہ جلد فلاح نصیب ہو۔ اور میں بچوں میں خانیوال پہنچ سکوں۔ معمولات کی پابندی لازماً تمام جماعت پر ضروری ہے۔ اور تمام جماعت کو سلام بھی پہنچانا جو کہ آپ کو مل سکے۔ صدیقی عفی عنہ از احمد پور شرقیہ ۱۷ $\frac{۳}{۶۴}$

مولانا نصیر الدین صاحب امباڈھیر کے نام

(۱)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں ۲۷ ستمبر سے خانیوال میں باخیریت آپ کی والدہ وہمشیرگان کے پاس پہنچا ہوں۔ دُعا کی پوری ضرورت ہے میں بھی دُعاگو ہوں مسنون طریق کا علاج کریں شفا ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تمام برخورداروں کو اور گھر میں سلام فرما دیں اور مراقبہ کی تاکید فرمایا کریں کہ واحد نسخہ حصولِ اخلاص ہے! اور اخلاص تمام اعمال کا روح ہے۔

صدیقی عفی عنہ از خانیوال ۱۵ $\frac{۱}{۶۴}$

(۲)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا مکتوب گرامی پہنچا۔ اتباع سُنّت پر قائم رہنا۔ اپنے گھر کو اور سب جماعت کو سلام دینا۔ صدیقی عفی عنہ از خانیوال ۱۲ $\frac{۱}{۶۷}$

(۳)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمد للہ کہ آپ کا مکتوب گرامی خیریت طرفین کے معلومات کا باعث ہوا۔ جزاکم اللہ۔ اُمید کہ دُعا سے نظر انداز نہ کروگے۔ بلکہ ابداً دُعا سے یاد رکھو گے۔

برخوردار محمد عبدالماجد طال عمرہٗ بخیریت ہے اور مستحق دُعاؤں کا ہے۔ تمام جماعت کو سلام دینا خصوصی اپنے خاندان کے خورد و کلاں کو سلام فرمانا۔

معمولات کی پابندی رکھنا۔ تبلیغی سلسلے میں انتہائی کوشش سے کام لیں تاکہ یہ فیضانِ الٰہی دُور تک پہنچ سکے اور باعث رضا اللہ کریم کا بنے۔

صدیقی عفی عنہ ۳۱ $\frac{۱۲}{۶۸}$

(۴)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ'

محترم عالم باعمل دُعا فرمائیں کہ قدرت حجاز مُبارک کا سفر مقبولہ عطار کھے ابداً۔ تمام جماعت کو اور بچوں کو سلام فرمائیں اور معمولات کی تاکید فرمائیں بیرحد میں مہلک بیماری ہے اس کا خیال رکھو۔ ہر کسی کو خلافت لینے کا شوق ہے اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے آدمی کو کبھی بھی خلافت نہیں دینی چاہیئے۔ یہ محض تکبر ہے اور اس میں قطعاً فائدہ نہیں ہوتا۔ خیال رکھنا کہیں خلافت دینا شروع نہ کر دینا کہ سلسلہ بدنام ہوتا ہے اور ایسے شخص سے کبھی ذکر اللہ کی ترقی خلق اللہ کے لئے نہیں حاصل ہوتی۔ اوّل تو اپنے مرشد کی زندگی میں خود خلافت دینی مناسب اور ادب کے تحت میں نہیں۔ اور خلافت حق ہے باعمل علماء کا، نہ جہلاء کا والسلام۔

صدیقی عفی عنہ۔ از خانیوال

وضاحت:۔ مولانا نصیر الدین صاحب نے حضرت مرشد کے مکتوب مبارک مندرجہ بالا کے بارے میں مجھے لکھا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو خلافت دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن جب یہ خط آیا تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ دراصل حضرت مرشد کو کشف کے ذریعے اس امر کا علم ہوا ہوگا۔ ورنہ میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ (مدرار عفی عنہ)

مولانا سعید اللہ جان صاحب ہوتی کے نام

(۱)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم اجرائے طریقت پر انتہائی فرحت نصیب ہوئی۔ مولانا محمد شعیب صاحب مولانا مدرار اللہ صاحب کی تقریروں کا نتیجہ اللہ کریم نے مرتب فرمایا۔ دعا ہے ایزد متعال بیعت شدگان کو استقامت بر طریقت نصیب فرمائیں۔ دعا جاری ہے۔

صدیقی عفی عنہ از خانیوال

(۲)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ دل کو فرحت ہوئی اور دعا کی۔ مراقبہ کی جماعت کے ساتھ پابندی ضرور رکھنا۔ اپنے والد صاحب اور تمام جماعت کو سلام فرمانا۔

صدیقی عفی عنہ

از خانیوال

(۳)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ دل کو فرحت ہوئی۔ اور دُعا کی۔ دورۂ حدیث مُبارک کب ختم ہوگا۔ اور پھر یہ ارادہ مجھے بہت پسند ہے کہ آپ میرے پاس آکر رہیں۔ اور اسباق پورے کریں۔ تمام جماعت کو سلام دینا۔

اتباعِ سُنّت کے لئے جماعت کو تاکید کیا کریں۔ کیونکہ مقصودِ بیعت یہی ہے۔

صدیقی عفی عنہ

(۴)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ کریم آپ کو اور آپ کے والدین کو زیادہ سے زیادہ توفیق اپنی یاد کی عطا فرمائے۔ معمولات کی پابندی رکھیں۔ مراقبہ ایک گھنٹہ ضرور کیا کریں۔ میں سفرِ سرحد سے فارغ ہوکر خانیوال آچکا ہوں۔ پتہ خانیوال۔ مینار والی مسجد۔ محلہ غریب آباد۔

صدیقی عفی عنہ۔ از خانیوال

(۵)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا مکتوب گرامی پہنچا۔ باعثِ راحت و دعا ہوا۔ عزیزم طویل عرصہ کے بعد آپ کا عزیز نامہ پہنچا۔ آئندہ ایسا نہ کیا کریں۔ بلکہ اپنے حالات جلد جلد لکھا کریں۔ اور ایک اطلاع جو باعثِ فرحت کی ہے کہ آپ نے دورۂ حدیث مُبارک

پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ کریم آپ کو علم نافع پڑھنے کی توفیق عطا فرما کر تبلیغ نافع نصیب فرمائے۔ مدرسین حضرات تمام کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور متعلمین داخل طریقت کو سلام دینا۔ مطابق ہدایت ہر آدمی معمولات کی پابندی رکھے۔

صدیقی عفی عنہ ۳۰ ۶/۶۸

(۶)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

چونکہ آپ نے اقرار کر لیا ہے۔ اس لئے ملامت کا حق نہیں رہا۔ ورنہ آپ کو یہ حق نہیں تھا کہ طویل عرصہ تک نظر انداز رکھا۔ رہا مردان اور سرحد کا دورہ۔ اسکے متعلق تھوڑے دن کے بعد فیصلہ کر سکوں گا۔ دورۂ حدیث حقانیہ میں آپ نے پورا کر لیا ہے کہ کیا؟ مراقبہ کی باجماعت سخت تاکید ہے۔ اس کو یاد رکھیں۔ موقعۂ تقریب پہ آپ کا نہ آنا افسوس کا باعث ہے اور تمام خیریت ہے۔ تمام جماعت کو سلام دینا۔ آئندہ خطوط لکھنے میں سستی کو ختم کر دینا اور جیسی عمل میں رکھنا تاکہ خطوط میں آپ کے حالات معلوم ہو سکیں۔ ڈاک جوابی لکھنا۔

صدیقی عفی عنہ

حافظ نور محمد صاحب کے نام

(۱)

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عزیزم اللہ آپ کو علم با عمل نصیب فرمائے۔ جس کے باعث نہ محدث نہ عالم

نہ علّامہ وغیرہ وغیرہ، بنو۔ بلکہ جانشینِ سیّد الرّسل صلّی اللہ علیہ وسلّم بنو۔ بس یہ واحد نظریہ قائم رکھ کر علم کا حصول کرو۔ اور اس پر اور اس کے لئے عملی پہلو اتباع مقدسہ پر قائم رکھنا ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ جانشین وہ ہوا کرتا ہے جو ہمہ اوصاف میں وارث ہو سکے جیسا کہ "اَلعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الاَنبِیَآءِ" کا حق ہے۔

صدیقی عفی عنہ ازخانیوال ۲۴ ۱/۹

(۲)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج بوقت ساڑھے بارہ بجے دن کے آپ کا جوابی خط پہنچا ہے جواباً تحریر ہے کہ ان علماء صاحبان پر کیا مسخ قلوب واقع ہوا کہ ایسے بدنصیب اسلام و دین کو صدر بنا کر اس کے زیر سایہ نشست اختیار کی۔ اس سے جیل جاتے تو بہتر رہتا۔ آخر فوجی تلوار گردن پر چل رہی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ، انتہائی صدمہ قلب پر ہے۔ دُعا ہے کہ مقتدائے خلق کو قدرت سمجھ نیک بخشے اور مسخ قلب سے ان کو فلاح عطا فرمائے۔ تعجب مزید کہ مولانا عبدالحکیم صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا عبدالحنان صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ ہم اس کی پیری مُریدی نہیں چمکائینگے۔ اب یہ کیسی کرامت بلکہ استدراج لگی کہ یہ تمام زیرِ سایہ ملحد ہو چلے۔ صد افسوس۔ آہ اگر یہ علماء موت کا شکار ہو جاتے اور اس کی صدارت میں اسلام مرضیہ کو الحاد کی ترقی سے نہ بدلتے تو بہتر تھا۔ اب اس کا مقام عوام جہاں میں غوثیت کا ہو چکا ہے۔ ثم نا اللہ۔ یہ خط مولانا عبدالحکیم صاحب کی خدمت میں پیش کر دینا اور سلام فرمادیں۔

صدیقی عفی عنہ
از کراچی

(۳)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عزیز اللہ دتہ صاحب کو آج مورخہ ۱۸ جمادی الاوّل ۱۳۸۱ھ کو بروز دوشنبہ بوقت ظہر داخل طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کیا۔ اللہ کریم مجھ کو اور ان کو قبول فرما کر مرضیہ اعمال نصیب فرمائے۔ آمین۔ معمولات جو آپ کو تلقین ہیں وہ عرض کر دیں۔ پرہیز ممنوعات شرعیہ سے اور بد صحبت سے لازمی رہے۔ خصوصاً دین فروش صوفی و مولوی سے دُور رہنا۔ صدیقی عفی عنہ

(۴)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ تعالیٰ کہ قدرت نے آپ کو سمجھ دی ہے کہ کتبِ دینیات باقاعدہ طریقے سے شروع ہوئے۔ اللہ کریم آپ کو بہت جلد علم نافع نصیب فرما دے اور اللہ کریم کا گھر آباد ہو۔ آمین اور درس زندگی بھر جاری رہے۔ خدا کرے محققانہ تحقیقیں آں برخوردار کو عطا ہو اور تفقہ فی الدین بھی نصیب ہو۔ اور عمل مرضیہ سے مزین بنو۔ حق اللہ اور حق العباد میں عدل عطا ہے۔ آمین۔ الحاج مکرم عبد المجید صاحب و حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب و بقیہ مدرسین و متعلمین و مقتدیانِ مسجد کی خدمت میں سلام فرما دیں۔ صدیقی عفی عنہ از احمد پور شرقیہ۔

(۵)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عزیزا جوانی خطرناک محل وعمر ثابت ہے اس کا اگر لحاظ پورا ایسا رکھا کہ خیانت، بیحیائی نہ واقع ہوئی. تو بس عرفان ربی کے مکمل مستحق ثابت رہو گے۔ ہر گونہ زنا سے بعید رہنا۔ راولپنڈی مولویت کے کردار سے بھی اس جگہ فلاح پاؤ گے. چونکہ اس جگہ سدھار کا میدان ملنے کا ٹکراؤ مولویت میں ضدیت نفی کا نہیں ہوگا۔ اللہ کریم کے فضل سے چونکہ تمام اہل علم قریب قریب آں عزیز کے پیر بھائی اور واحد مشرب ہیں۔ لہذا مبارک ہو. کہ محل فاحشہ اور محل ضدیت سے فلاح میں آچکے ہو. بس سعی مکمل سے مع تربیت کے حاصل کریں صحت عمل پر پوری نگہداشت رہے. تمام اہل حصول علم کی خدمت میں مضمون واحد عرض کر دیں اور سلام مسنون بھی۔ صدیقی عفی عنہ از خانیوال

(۶)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خالی جرابوں پر مثل غیر مقلدین مسح نہ کرنا. ڈھیلے لے بغیر پیشاب نہ کرنا. ڈھیلے ضرور استعمال کیا کرنا ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ مذہب کی پوری پابندی رکھنا. عطیہ جو روانہ کیا ہے حالانکہ طالب علم ہو۔ یہ کیوں کیا. مجھ کو یہ طمع نہیں ہے بفضلہٖ وکرمہ۔ آپ کی صلاحیت ابدی مطلوب ہے۔ اس پر مکمل کاربند رہا کریں اور حالات سے جلدی مطلع کیا کریں۔ صدیقی عفی عنہ

(۷)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہر صاحب کو اللہ کریم کی رضا ولقاء کی لابد ضرورت ہے۔ لہذا خوب مراقبہ اور صلوٰۃ التسبیح اس فیاض ماہ مبارک (رمضان) میں ادا کریں تاکہ تطہیر روح مکمل ہو جائے۔ نہر رحمت سے ہم گزر چکے، نہر مغفرت سے بھی گزر چکے. نہر فلاح میں داخل

کیے گئے۔ مگر معلوم نہیں کہ کیا ہوگا۔ دُعا فرمایا کریں کہ تینوں نہروں سے حصّہ وافر نصیب ہو۔ آمین تمام جماعت کو سلام دینا۔ صدّیقی عفی عنہ

از خانیوال ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

(۸)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یاد رہے کہ تعلیم کے لئے پوری سعی رکھنا۔ آوارہ وقت کچھ بھی نہ رہے۔ مراقبہ فقط تیس منٹ چوبیس گھنٹوں میں کرنا۔ زائد نہیں۔ پچاس پچاس مرتبہ استغفار و درود شریف پڑھنا۔ چوبیس گھنٹے میں زائد نہیں۔ بقیہ اوقات میں نیند شب و روز میں چھ گھنٹے۔ بقیہ تمام تعلیم کے لئے مقرر رکھنا۔ تاکہ علم ظاہری جو ترقیات کا انتہا و ابتدا ثابت ہے جلد عطا ہوسکے اور اس کو ممنوعات شرعیّہ سے پاک و صاف حاصل کرنا۔ کتب دینیات و اساتذہ کے آداب کا پورا لحاظ رکھنا۔ چونکہ حصول علم سے استعداد مرضیہ اعمال کی ضرورت ہے۔ وہ نصیب ہو۔ آمین۔ اُستاد و کتب دین کے ترک ادب پر استعداد و توفیق سلب کردی جاتی ہیں لہٰذا سمجھدار ہو۔ اور صحبتِ چند روزہ بھی حاصل کئے رہو۔ تمام ہدایات پر پابندی رہے تاکہ عالم باعمل و صاحبِ ارشاد بن سکو۔

صدّیقی عفی عنہ ۲ ۱/۶۰

(۹)

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دُنیا میں قرآن مقدس کی فروختگی کے مختلف طریقے تراشے جاچکے ہیں جو از ابتدا تا انتہا معیوب اور مذموم ہیں جس میں چند طریقے ایسے ہیں جن پر ہماری نظریں کام نہیں کررہی ہیں اور اس سے روحانیت کا جو نقصان ہے وہ دُور تک کا اندازہ

خسارہ کار کھتا ہے۔ مشتے نمونہ کے طور پر عرض کئے دیتا ہوں۔ ختم قرآن کی شب میں جو اس ملک میں رواج ہے کہ حافظ کو وہ مٹھائی یا کھجوریں جو تقسیم کی جاتی ہیں اوروں کی نسبت زیادہ دی جاتی ہیں۔ سمجھیں کہ یہ بوجہ قرآن مقدس سُنانے کے آرہی ہیں۔ گویا کہ یہ طریقے قیمت اندازہ رکھ کر آئی ہیں۔ جب کہ حافظ کی کھجوریں اور مٹھائی زیادہ اوروں کی کم ہیں۔ حافظ اس کو اپنی تکریم کے اوپر پسند کرے گا۔ اور کرتا ہے مگر میرے عزیز قرآن مقدس کی توہین ہو جاتی ہے۔ لہذا اس سے پرہیز کرنا اول شب سے لے کر تمام ماہ میں کسی شب کے اندر حافظ کو پارچات نہیں دیئے جاتے چاہیے وہ مطلق صاف ہی ہو، تو یہ طریقہ بھی حافظ کے لئے کیا جا رہا ہے اوروں کے لئے نہیں معلوم کریں کہ یہ بوجہ تلاوت قرآن کریم کے کر رہے ہیں۔ اس کو ہرگز قبول نہ کرنا تاکہ اس کا ثمرہ آخرت میں مل سکے۔ صدیقی عفی عنہ

(۱۰)

سندھ کے ایک خلیفہ کے نام

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

واضح رہے کہ سندھ مجموعہ بدعات کا اور آدم پرستی کا مرکز ہے جن کا آپ کو علم ہے جب تک کہ بدعات سے تنفر قلبی نہ ہوگا بدعات سے بچنا ناممکن ہوگا۔ خدا کی قسم ایک سندھ نہیں۔ لاکھوں سندھ ایک آدمی سے مرید ہو جائیں۔ قیامت کے دن سوائے وبال کے کسی طرح چھٹکارا نہیں ہوگا۔ لہذا اپنے اعمال کو بدعات سے پاک کرتے ہوئے سُنّت کے تابع بنیں اور اللہ پرست انسانوں کے لئے کوشاں رہیں۔ صدیقی عفی عنہ

حافظ صاحب کے نام ایک مکتوب مبارک میں لکھا ہے کہ

"ووٹ فتنہ برطانیہ ہے" — صدیقی عفی عنہ

(۱)

حضرت قبلہ قریشی رح کے نام

باسمہٖ الکریم

بخدمت حضرت پیر سراج المقربین، امام المتقین، شفیق المساکین، شمس العارفین والواصلین محبوبِ الصمد حبیبِ احد قبلہ غریب نواز دائماً سلامت باشید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چند الہام و حال پیش کرتا ہوں اور منظور و مقبول کرانا چاہتا ہوں۔ اعلیٰ مقصد رضائے مقدس ذاتِ الٰہی ابداً حاصل کرنے کا خواہاں ہوں اور حضرت شیخ رح کی رضائے مقدس بھی۔ کیونکہ رضائے شیخ میں رضائے مقدس اللہ پاک ربّ العزت کی ہے اللہ عزّ وجلّ آنحضرت کے سینہ و قلب مبارک کو مسکین پر بے انداز رحمت و محبت سے لبریز فرمائے۔ اور اس عاجز سے شرعی اتّباع ہر لمحہ میں سرزد فرماتے اور اس عاجز کو استقامتِ عملی آنحضرت کے فرمان و افعال مقدس پر نصیب فرمائے اور اسلام کی خدمت میں فدا و شیدا بنائے۔ حتیٰ کہ میدان قیامت میں حمایت اسلام اور دردمندی اسلام کے طفیل اللہ کریم مجھے اپنی رضائے مقدس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت و رضا سے سرفرازی بخشے۔ اور اس مسکین کو مقاماتِ عالیہ جلد نصیب فرمائے کہ پھر رشک نہ کرنی پڑے۔ جیسا کہ پہلے اس عاجز کے متعلق چند واردات آں حضرت کی مقدس نظر میں آئی ہیں۔ اللہ کریم آنحضرت کی عنایتِ خاصہ سے جلد تر منظور فرمائیں۔

آمین ثم آمین اللھم زد فزد۔ آمین

وضاحت:۔ اس مکتوب کے آخر میں حضرت نے اپنے شیخ کی خدمت مبارک میں اپنے بعض واردات و مکاشفات تحریر فرمائے ہیں جن کو قارئین کرام باب ہفتم میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مدرار عفی عنہ)

(۲)

حضرت کا اپنے شیخ کے نام دُوسرا مکتوب

(بعد از القاب وتحیّت سلام)

براہِ عنایت قصوریں معاف فرمائیں تاکہ اس مسکین کا دل احمد پور میں فرحت میں آجائے اور دل میں حضور پُر نور کا شوق ومحبّت وعشق خوب لہریں مارے۔ اللہ عزّ وجلّ مسکین کے سینے کو حضور پُر نور کے فیض ونور سے قیامت تک پُر نور رکھے۔ اور ابدالآباد تک اس مسکین کو فدیاً من علی المخلوق بنا دے۔ آمین۔ یقین ہے کہ اللہ عزّ وجلّ حضور پُر نور کو میدانِ قیامت میں نمونۂ پسندیدۂ نظر مبارک حضرت سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم فرما دیں گے اور دُعا ہے کہ قیامت کے دن حضور کا نور خوب نہر کی مانند موج زن ہو۔ آمین۔

(۱)

مولانا عبد الحلیم صاحب بام خیل کے نام

باسمہٖ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں سفر وغیرہ سے بخیر وعافیت گھر احمد پور شرقیہ پہنچ چکا ہوں۔ انتہائی تعجب ہے کہ آپ کا معراج ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ آپ نے اپنی خیریت سے اطلاع دی ہے۔ اور میری خیریت دریافت فرمائی ہے اپنے گھر میں بچّوں کو میاں صاحبان کو اور حضرت مولانا محمد شفیع اللہ خانصاحب کو سلام دینا۔ معراج سے فارغ ہو کر جوابِ خیریت جلد دینا۔ پتہ یہ ہے: فلور ملز پرانی غلہ منڈی احمد پور شرقیہ بہاول پور

صدیقی عفی عنہٗ ۵ ستمبر ۷۳ء

وضاحت: حضرت قبلہؒ نے مولانا صاحب کو معراج والے مولوی صاحب کا لقب دیا تھا اور خلفاء اور مریدوں کے سامنے انہیں ازراہِ محبت اس لقب سے یاد فرماتے

تھے۔ (مدرار)

(۱)

مدرار اللہ مدرار کے نام

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جناب کا مکتوب گرامی پہنچا۔ کیا اس پر آپ عمل کر سکتے ہیں احادیث اور قرآنِ مقدّس کو اخبار میں شائع کیا کریں کیونکہ اخبار تو نالی پیشاب میں بہہ جاتا ہے یہی سلوک جاری ہے خلق اللہ سے ادب کا تعلق ختم ہو کر حصولِ پیسہ مطلوب ہے۔ اخبارات کو جمع کر کے دوکانداروں کو بیچتے ہیں اور اپنے پیسے کھرے کر لیتے ہیں۔

معمولات کی ضرور پابندی رکھیں تمہارا سارا خاندان اور جماعت مردان کو سلام دینا۔ ساتھ ہی روحِ بیعت اور معمولات، اتّباعِ سُنّت ہے۔ اس کے پابندی کے لئے تاکید فرمادیں اور اتّباعِ سنّت میں حق العباد بھی ایک مُستقل ادارہ ہے اس کی پابندی رکھیں۔ صدیقی عفی عنہ'

(۱)

بنام حضرت حافظ غلام حبیب صاحب چکوالی حال مقیم افریقہ برائے تبلیغ

باسمہ الکریم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا مکتوب گرامی صادر ہوا۔ آپ کے حرص کا جو تقاضا ہے کہ پیری مریدی قائم رہے تو ساتھ ہی آپ کو یہ بات یاد نہیں کہ حضرت شیخ ؒ (قریشی) فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں ذکرِ قلبی کرنے والے کو اجازت دے دوں تو علاقہ کو تڑپا دے گا۔ لیکن چند دن بعد بوجہ بے قدری اور محنت نہ کرنے کے خالی ہو جائے گا۔ اب آپ کی

مرضی ہے کہ جس عالم با عمل کو یہ سمجھے کہ یہ بے قدری نہ کرے گا اور اغراض اور لالچ کو سلسلۂ عالیہ میں مقصود نہیں سمجھے گا تو اس کو خلافت دے دیں۔ لیکن یہ فرما دیں کہ ہم بھی ناقص ہیں اور تم بھی ناقص ہو۔ موت تک ذکر کا سلسلہ جاری رکھو۔ رعونت اور تکبر سے پرہیز کرنا۔ اتباعِ سُنّت کو دونوں زندگیوں کا زینتِ مرضیہ تصوّر کرنا۔ جذب و وردوات کوئی مقصودی چیز نہیں۔ اصل چیز اتباعِ سُنّت ہے آجکل پیرانِ رسمیان نعت خوانی اور ریڈیو وغیرہ پر اپنی پیری مریدی کو چمکاتے ہیں۔ بدعقل اس کو کرامتِ شیخ تصوّر کرتے ہیں۔ اگر شیخ روزانہ بلاناغہ عرشِ مقدس کو پہنچے۔ ہمارے نزدیک وہ کسی کام کا نہیں۔ جب کہ وہ متبعِ سُنّت نہ ہو۔

یہ چند سطور علماء کو پڑھا دینا اور دکھا دینا۔ والسلام

صدّیقی عفی عنہٗ مورخہ ۲۹ر اگست ۷۳ء

نوٹ: مکتوب ہذا کی نقل مجھے خانیوال میں مولانا محمد شاہ عالم سے دستیاب ہوئی۔

(مدرآر)

حضرت شیخ معظّم صدّیقی رح کا آخری خط

حضرت قبلہ صدّیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری خط جو احمد پور شرقیہ سے مولانا محمّد شاہ عالم کے نام خانیوال بھیجا ہے! اس میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت نے اپنی مُبارک زندگی کے عین آخری اوقات میں بھی اپنی جماعت کو فراموش نہیں کیا اور ان کو باقاعدہ یاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت شیخ معظّم رح نے مذکورہ خط میں تحریر فرمایا ہے کہ

"تمام جماعت کو سلام دینا"

(الحمد للہ علیٰ ذالک) صدّیقی عفی عنہ

بابِ ہفتم

حضرت مُرشد صدّیقی کے ارشاداتِ عالیہ

حضرت مُرشد صدّیقی دامت برکاتہم العالیہ کے گراں قدر ملفوظاتِ عالیہ کو قلمبند کرنے کا کام نہایت اہم اور ضروری تھا لیکن افسوس ہے کہ اس میں غفلت برتی گئی ہے جس کے نتیجے میں آج ہم اس قابل نہیں رہے کہ حضرت کے ارشادات کے قیمتی سرمائے کو کتابی شکل میں محفوظ رکھ کر آنے والی نسلوں کے لئے بطور یادگار چھوڑ دیں۔ اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت کی بعض ایسی تحریرات موجود ہیں۔ جو آپ کے افکار و نظریات اور ارشادات عالیہ پر مشتمل ہیں اور جن میں طالبانِ حق کے لئے مواعظ و نصائح اور رُشد و ہدایت کا ایک بے بہا سرمایہ موجود ہے۔ میں حضرت مرشد کے ان خود نوشت ارشاداتِ عالیہ کو باب ہذا میں پیش کرتا ہوں چونکہ حضرت نے یہ ارشادات اپنے دستِ مبارک سے خود تحریر و شائع فرمائے ہیں۔ اس لئے دوسروں کے تحریر کردہ ملفوظات کے مُقابلے میں اُنکی اہمیت و قدر و قیمت بہت ہی زیادہ ہے۔ بمصداق

؎ حرف از زبانِ دوست شنیدن سعادت است
یا از زبانِ آنکہ شنید از زبانِ دوست

(مدثر عفی عنہٗ)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ

کہتا ہے فقیر حقیر لاشیٔ محمّد عبدالمالک صدّیقی حنفی نقشبندی مجددی عفی اللہ عنہ

کہ امراض دو قسم کے ہیں۔ امراض جسمانی و امراض روحانی۔ تو جیسے امراض کی وجہ سے جسم کے اندر فتور آجاتا ہے۔ اور ظاہری افعال منقطع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح امراض روحانی ہیں مگر چونکہ ان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اس لیے ان امراض کی وجہ سے دل بیمار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا سا نقطہ لگایا جاتا ہے اور باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ زنگ لگایا گیا ہے ان کے دلوں پر انکی بد افعالیوں کے سبب۔

تو اسی زنگ کا نام ہے دل کی بیماری۔ تو یہ بیماری جب کثرت گناہوں کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے۔ تو ان کا دل بیکار ہو جاتا ہے اس حد تک کہ اس کو اپنے گناہوں کا بھی احساس نہیں رہتا۔ تو مطابق حدیث شریف لِمَا خَلَقَ اللّٰهُ دَاءً خَلَقَ لَهٗ دَوَاءً۔ جب اللہ تعالیٰ نے کسی بیماری کو پیدا کیا ہے تو اس کے ساتھ اس کے واسطے دوا بھی پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ مرض قلب کے ازالہ کے لئے باری تعالیٰ نے اپنا ذکر مقرر فرمایا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی کے ذکر سے اطمینان پکڑتے ہیں دل۔ یہ آیت اپنے عموم کے ساتھ ذکر لسانی اور ذکر قلبی دونوں کو شامل ہے۔ اور فرمایا ہے۔ باری تعالیٰ نے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ط ترجمہ: اے وہ لوگو! کہ ایمان لائے ہو، ذکر کرو اللہ کا ذکر کثیر۔

قَالَ الصَّاوِی تحت هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ يَفْرِضْ فَرِيْضَةً عَلٰی عِبَادِهٖ اِلَّا جَعَلَ لَهَا حَدًّا مَعْلُوْمًا وَعَذَرَ اَهْلَهَا فِيْ حَالِ الْعُذْرِ غَيْرَ الذِّكْرِ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهٗ حَدًّا وَلَمْ يَعْذُرْ اَحَدًا فِيْ تَرْكِهٖ اِلَّا مَنْ كَانَ مَغْلُوْبًا عَلٰی عَقْلِهٖ وَلِهٰذَا اَمَرَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی

جُنُوۡبِہِمۡ فَفِیۡہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ الذِّکۡرَ اَمۡرُہٗ عَظِیۡمٌ وَّ خَطۡبُہٗ جَسِیۡمٌ۔ انتھیٰ۔

تفسیر صاوی نے اس آیت کے نیچے فرمایا ہے کہ اللہ نے تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو چیز بھی فرض کی ہے اس کے لئے باری تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے اور حالتِ عذر میں ان کو معذور سمجھا ہے سوائے ذکر کے۔ کہ نہ تو کوئی اس کے واسطے حد مقرر کی ہے اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور سمجھا ہے سوائے مجنون کے اسی لئے امت کو امر کیا ہے اللہ نے ساتھ اس ذکر کے جمیع حالات میں۔ اور بتایا ہے کہ مومن یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر۔ اور اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف ذکر کی شان اور اس کی فضیلت بہت بڑی ہے۔

وَعَنۡ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا قَالَتۡ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَذۡکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحۡیَانِہٖ

یعنی حضورؐ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ تو اگر اس حدیث کو اپنے اطلاق اور عموم پر چھوڑا جائے بلا استثنار۔ تو اس سے یقیناً ذکر قلبی مراد ہے اس لئے کہ بعض حالات میں ذکر لسانی ممنوع ہے۔

وَعَنۡ اَبِیۡ مُوۡسٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ مَثَلُ الَّذِیۡ یَذۡکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیۡ لَا یَذۡکُرُہٗ کَمَثَلِ الۡحَیِّ وَالۡمَیِّتِ رواہ البخاری ص ۹۴۸

حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رَبّ کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندے اور مرے کی ہے۔ گویا ذکر اللہ کرنے والا زندہ ہے۔ اور جو ذکر اللہ سے غافل ہے وہ مُردہ ہے۔ تو موجودہ زمانے میں چونکہ گناہ زیادہ ہیں اس لئے لوگوں کے دل بھی سیاہ ہو چکے ہیں۔ تو آجکل ذکر اللہ کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ قسوتِ قلبی اور دل کی سختی دُور ہو۔ ادویہ کے اندر تاثیر تو اللہ جل جلالہٗ نے رکھ دی ہے۔ مگر بغیر طبیب حاذق کے

بیماری کا رفع ہونا دشوار ہے تو اس بیماری کے ازالہ کے لیے بھی کسی با خدا طبیب حاذق معالج امراضِ روحانی کی بھی سخت ضرورت ہے جو کہ متبع سُنّت ہو۔ اور اس کی ہر نقل وحرکت شریعت کے دائرے سے خارج نہ ہو اور صاحبِ خُلق اور صاحبِ فیض عام ہو۔ اور اس کی زیارت کرنے سے اللہ یاد آئے جس کے اندر یہ اوصاف پائے جائیں وہ بے شک طبیبِ روحانی ہے اور قابل اس امر کے ہے کہ اس سے بیعت کی جائے کہ جو رفتہ رفتہ تزکیۂ نفس کرائے اور دل کی سیاہی دُور ہو۔ اور دل انوارِ معرفتِ الٰہی سے منّور ہو جائے۔ کیونکہ تمام بدن کا دارومدار دل پر ہے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"بدنِ انسان کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ اچّھا رہے تو تمام بدن اچّھا رہتا ہے۔ اور اگر وہ بگڑ جائے۔ تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ دل ہے۔"

اور اس زمانے میں لوگوں کے دل اس قدر سیاہ ہو چکے ہیں کہ اگر ان کے سامنے ہزار دفعہ قرآن پڑھا جائے۔ تو یہ ذرّہ بھر متاثر نہیں ہوتے۔ اور حالانکہ یہ وہی قرآن ہے جس کے متعلق اللہ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

ہم نے ایسی کتاب نازل کی ہے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں۔ اس قرآن سے ان کے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

نعوذ باللہ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ قرآن کریم کے اندر اب وہ تاثیر نہیں رہی بلکہ اس کی تاثیر تو قیامت تک دُنیا میں قائم اور باقی رہے گی۔ فقط یہ قصور انسانوں کے دلوں کا ہے جیسا کہ ایک خوبصورت آدمی کے سامنے ایک شیشہ لایا جائے کہ جس کے اندر صورت پوری طرح منعکس نہیں ہوتی۔ بلکہ ٹیڑھی نظر آتی ہے

تو درحقیقت یہ اس خوبصورت آدمی کے اندر نقص نہیں بلکہ نقص اس شیشے کے اندر ہے۔ تو اسی طرح قرآن تو وہی قرآن ہے جو پہلے تھا فقط لوگوں کے دلوں کی حالت خراب ہو چکی ہے جس کی وجہ سے یہ متاثر نہیں ہوتے۔ تو اب چونکہ سلسلۂ نبوت تو ختم ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا۔ تو اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ انسان کسی باخدا انسان کے پاس جا کر اپنے دل کا تصفیہ کرائے۔ اور یہ بغیر بیعت دشوار ہے۔ اس واسطے بیعت ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ آج جو اہل اسلام غیر مذہبی صورت اختیار کر رہے ہیں اور مذاہب باطلہ وضالّہ میں داخل ہونے چلے جا رہے ہیں۔ تو یہ بیعت نہ کرنے کی خرابی ہے اس لئے کہ ان کے دل گناہوں کی وجہ سے اس قدر سیاہ ہو چکے ہیں کہ وہ حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔ اس لئے دل کا تصفیہ ایک بڑا اہم اور لازم امر ہے ورنہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے نصائح امام غزالیؒ میں سے یہ بھی ایک نصیحت ہے کہ فرماتے ہیں

"ایسا پیر مربّی و مُرشد چاہیئے کہ رہنمائی اس کی کرے۔ اور اس سے بدخُلقی کو دفع کرے۔ اور بجائے ان کے افعالِ نیک کا خوگر کرا دے۔"

اور معنیٰ تربیت کے یہ ہیں کہ کاشتکار کی طرح جو کہ تربیت و درستیٔ زیج کرتا ہے اور جو گھاس پھونس، اینٹ، کنکر، پتھر ٹھیکرے وغیرہ جو کھیت میں ہوتے ہیں۔ انھیں کھیت سے باہر نکال کے پھینک دیتا ہے پھر پانی دیتا ہے تاکہ بیج پرورش پائے۔ اور اچھی طرح سے پھلے پھولے اسی طرح پیر اپنے مُرید کی تربیت کرے۔ پس ہر سالکِ راہِ آخرت کو لازم ہے کہ پیرِ مربّی حاصل کرکے اس سے اپنے امراضِ باطنہ کو تاحدِّ امکان دُور کرنے کی کوشش کرے۔ اس واسطے کہ خدائے تعالیٰ نے پیغمبروں کو مخلوق کی طرف رَوانہ کیا تاکہ ہادی و رہنما خلق کے

ہوں۔ اور انہیں راہِ حق دکھا دیں۔ اور جب خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے رحلت فرمائی تو نائب و قائم مقام اپنے چھوڑے تاکہ خلق کے واسطے راہِ حق دکھانے والے قیامت تک ہوں۔ پس سالک کو سوائے پیر کے اور کوئی علاج نہیں۔ اور شرط پیر کی یہ ہے کہ وہ عالم ہو۔ مگر ہر عالم پیر ہونے کے لائق نہیں ہے بلکہ اس کام کی اہلیت اس شخص کو ہے کہ جس میں چند نشانات ہوں اور ہم بطریقِ اجمال بیان کرتے ہیں تاکہ ہر شخص دعویٰ پیری کا نہ کر سکے۔

وہ شخص عقائد میں جمہور اہلِ سُنّت کا متبع ہو اور حبّ جاہ و مال کی نہ رکھتا ہو۔ اور کسی اہلِ بصیرت شیخ کا متبع ہو کہ متابعت اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل ہو۔ اور اس نے کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے کی عادت ڈالی ہو، اور کثرتِ نماز و صدقہ و روزہ رکھنے وغیرہ ہر قسم کی ریاضت اختیار کی ہو۔ اور صبر و توکل و یقین و طمانیت سخاوت و قناعت و امانت و ایثار و علم و تواضع و دانائی و صدق و وفا و حیا و سکون وغیرہ اچھی اچھی عادتوں کا خوگر ہو اور انوارِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ صاحبہا سے حصہ وافر حاصل کیا ہو۔ اور حرص و کبر وغیرہ بُری عادتوں سے پاک ہو۔

غرضیکہ یہ اوصاف اور دیگر اوصافِ حمیدہ اس کے اندر پائی جائیں اور بیعت سے غرض وہی ہے جو کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بیان ہو چکی ہے۔ خداوند کریم سب کو اس کی توفیق دے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

حضرت کے چند دیگر ملفوظاتِ عالیہ

اب ذیل میں حضرت مرشد صدیقی کے چند دیگر ملفوظاتِ عالیہ درج

کئے جاتے ہیں۔ جو مختلف مجالس میں حضرت کی زبان حق ترجمان سے صادر ہوئے ہیں اور جو توفیق ایزدی سے قلمبند ہو سکے ہیں۔

حضرت مرشد نے فرمایا

(۱) جب طاقت تھی تو حج کے لئے بحری جہاز کا سفر کرتے تھے اور آگے اونٹوں پر سفر ہوتا۔ اب جبکہ طاقت کمزور ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہوائی جہاز کا انتظام فرمایا۔ کیا شان ہے باری تعالیٰ کی کہ وہ اپنے بندوں کو کیسے نوازتا ہے۔

(۲) فرمایا: کمانے کی عمر نوجوانی کی ہے اگر کم از کم پانچ وقت نماز پڑھے اور بلیاتِ جوانی یعنی زنا، لواطت اور بدنظری وغیرہ سے بچتا رہے تو ولایت کا مستحق ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست
زانکہ ہر گرگے بہ پیری مے شود پرہیز گار

(۳) فرمایا: داڑھی تو جنت کا ٹکٹ ہے اگر سنّت کی اتّباع کی غرض سے رکھے تو ضرور ایمان نصیب ہوگا۔ اور اگر کچھ گناہ بھی ہوں گے تو توبہ نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل مبارک کو جہنّم میں ڈالے۔

(۴) فرمایا: ایک رانوں کے ٹکڑے کی لذّت کے لئے تمام وجود کو جہنّم کا ایندھن بناتے ہو۔ کیا یہ عقل کی بات ہے۔

(۵) فرمایا: کیا ایک زبان کے ٹکڑے کی لذّت کے لئے تمام وجود کو جہنّم میں لیجاؤ گے کہ حرام و حلال، پاک و پلید میں دھیان نہیں کرتے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے۔

(۶) فرمایا: یہ پیٹ کیا ہوا۔ ایک تیلی کا کھولو ہوا۔ جو آوے پیلے پاک پلید اور حرام حلال کی کوئی تمیز نہیں کیا یہ مقام انسانیت ہے ؟ انسان کو تو چاہیئے کہ وہ تیلی کا کھولو نہ بنے۔ بلکہ تمیز کرے۔ کہ جو میں کھا رہا ہوں۔ یا پی رہا ہوں۔ یہ پاک ہے یا پلید ہے۔

اپنا حق ہے یا غیر کا۔

(۷) فرمایا: انسان کو چاہیئے کہ روزمرہ جیسا کہ اپنا دُنیا کے معاملے میں حساب کرتا ہے۔ ایسا ہی آخرت کے معاملے میں بھی حساب کرے۔ جیسا دُنیا میں حساب کر کے اندازہ لگاتا ہے کہ اگر آمدنی سے خرچ زیادہ ہوا۔ تو مقروض ہو کر تباہ کر دیا جاؤں گا۔ تو فوراً تلافی کرتا ہے اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ ہر روز صبح و شام حساب لگائے کہ میں نے کونسے کاموں میں رات اور دن گزارا ہے اگر نقصان میں گیا یعنی اللہ و رسول کی نافرمانی میں گزارا۔ تو تلافی کرے اور اگر کچھ نیکی نصیب ہوئی۔ تو خدا کا شکر ادا کرے۔ لیکن افسوس کہ ہم دُنیا کے معاملے میں تو حساب کرتے ہیں۔ مگر آخرت کے معاملے میں حساب نہیں کرتے اور بہت لوگ تقدیر کا بہانہ بنا کر اس کو ٹلا دیتے ہیں کہ ہماری قسمت میں ہوتا، تو نماز پڑھتے یا روزہ رکھتے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ دُنیا کے معاملے میں تو تقدیر بہانہ نہیں بنتی۔ اگر کھانا حاضر ہو تو زہر سے پرہیز کرے گا اور حلوہ وغیرہ لذیذ غذائیں کھائے گا۔ راستہ چلے گا تو کوئیں اور گڑھے وغیرہ سے ہٹ کر گزرے گا۔ اور اپنی خداداد استعداد کو کام میں لائے گا۔ اس طرح دنیا کے تمام کاموں میں تدبیر پہ چلے گا لیکن افسوس کہ آخرت جو اصل مقصود ہے اسے کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے۔ سمجھو کہ یہ ایک شیطانی اغوا ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے اور ہر روز اپنا حساب آخرت سامنے رکھ کر تلافی مافات کرے۔ یعنی قضا نمازیں جو عمر میں رہ چکی ہیں ان کو باترتیب ادا کرے۔ اور قضا شدہ روزے بھی رکھے۔ اور اپنے حساب آخرت کو بے باق کرے اور آئندہ خیال رکھے کہ کوئی فرض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ چھوٹنے نہ پائے۔

اسی طرح حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق جو تلف کئے ہیں۔ ان کو بھی

حتیّ الوسع ادا کرے۔ اور آئندہ پورا پورا پرہیز کرے۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔

تو اگر انسان حساب ہی نہ کرے۔ اور خدا سے معافی مانگے ہی نہیں۔ تو قیامت کو کیسے چھٹکارا ہوگا۔

(۸) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا کرم فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے پیغمبر اور کثیر تعداد میں اولیا۔ اللہ، قطب، ابدال اور علمائے کرام کو ہماری ہدایت کے لئے پیدا فرمایا۔ لیکن ہم لوگ علماء سے ان کی بے عملی کا بہانہ بنا کر متنفّر ہوتے ہیں اور ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود اگرچہ عمل میں کمزور ہیں لیکن ہم کو تو ہدایت دیتے ہیں تو ہدایت اختیار کرنی چاہیئے۔

(۹) فرمایا: انسان کو کیڑے سے طبعی نفرت ہے لیکن ریشم کے کیڑے کو صرف اس لئے پالتا ہے کہ وہ ریشم کا ذریعہ ہے۔ اور اس کے منہ سے ریشم نکلتا ہے۔ اسی طرح علماء میں اگر کچھ کمزوریاں ہوں۔ لیکن ان کے منہ سے قال اللہ و قال الرسول یعنی خدا اور رسول کی باتیں نکلتی ہیں۔ اس کی ہم کو قدر کرنی چاہئے۔ اور آخرت کو بنانا چاہیئے۔ اور بجائے اس کے کہ ہم علماء کے عیوب ٹٹولیں یا کسی اور کے۔ ہم کو اپنے عیب تلاش کر کے انکی تلافی کرنی چاہیئے۔

باب ہشتم

حضرت صدیقی کی واردات و مکاشفات

ارباب طریقت جانتے ہیں کہ اولیاء اللہ پر فیضانِ الٰہیّہ کے ذریعے عالم غیب کے بعض امور منکشف ہوتے ہیں۔ یہ امور بعض اوقات غیر ارادی طور پر از خود صاحب ولایت پر وارد ہوتے ہیں اور بعض اوقات مراقبے کے ذریعے ان کا انکشاف ہوتا ہے۔ اِدھر صاحبِ کشف نے مراقبہ کیا۔ اور ادھر اس پر امورِ غیب منکشف ہو گئے۔ ان واقعات کو تصوّف کی زبان میں حالات، واردات اور مکاشفات سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت قبلہ صدیقی کے مقاماتِ ولایت بہت بلند ہیں۔ یہاں تک حضرت خود فرماتے تھے کہ مجھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مُقامات کے مماثل مقامات عطا کئے گئے ہیں۔ اسلئے حضرت کے واردات و مکاشفات بھی اعلےٰ درجے کے ہیں اور یہ اس قدر کثرت سے واقع ہوتے ہیں کہ ان کو تمامہا قلمبند کرنا مُشکل ترین امر ہے۔ حضرت صدیقی نے اپنے شیخ حضرت قبلہ قریشی کے حکم کے مطابق انکی زندگی ہی میں اپنے کچھ حالات و واردات قلمبند فرمائے تھے۔ جن کی حضرت قریشی نے تصدیق و توثیق فرمائی تھی۔

چونکہ یہ باب حضرت کے تمام حالات و واردات کو اپنے دامن میں سمیٹنے سے قاصر ہے اور اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم مسترشدین کے محض استفادے کی غرض سے یہاں حضرت کے بعض حالات و مکاشفات درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام ان کی روشنی میں ہمارے

آقا و مولیٰ حضرت صدیقی کے کمالاتِ عالیہ اور مقاماتِ بلند کا کچھ تھوڑا سا اندازہ کر سکیں گے۔ اگر طریقت کے ان منازل سے کسی نابلد شخص کے دل میں کوئی خلش محسوس ہو جائے تو میں اس کی خدمت میں مؤدبانہ یہ شعر عرض کروں گا۔

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

(مدرار عفی عنہ)

حضرت مرشد صدیقی فرماتے ہیں:

(۱) ایک دن میں جالندھر کے قیام میں حضرت شیخ رح کی معیت میں حاضر تھا۔ اور میری نشست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ...... تا علق۔ میں اس کے معنی کو سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔ یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو میرے مُرشد کا حق ہے حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ فرمان تیرے لئے ہے۔ بار بار جب یہ فرمان ہونے لگا تو میں نے حضرت شیخ رح کی طرف دیکھا تو حضرت قبلہ شیخ رح مسکرا رہے تھے۔ شرم کی وجہ سے میں نے عرض کیا۔ حضرت میں ذرا باہر جاتا ہوں۔ فرمایا جا۔ مگر یہ فرمان برابر جاری رہا۔ اس کے بعد میں واپس آیا۔ اور یہ سفر جالندھر کا ختم ہوا۔

(۲) خلافت سے قبل سفر کے اثناء میں میرے اوپر ایک حالت ہوا کرتی تھی وہ یہ کہ یکایک پیدل سفر میں مجھے یہ معلوم ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گود مبارک کو کشادہ فرمائے ہوئے ہیں۔ میں اس میں گر جاتا۔ اور اس کے بعد کھڑا ہو کر سفر کو طے کرتا۔ ایک دن مولانا نور الحسن صاحب نے اس کیفیت کی حقیقت سُنی۔ اس کے سُننے کا سبب یوں بنا کہ حضرت شیخ رح مجھ سے اکثر حالات معلوم

فرمایا کرتے تھے۔ بایں سبب عرض کیا کہ اس گھر کے اندر یہ کیفیت نظر آتی ہے مولانا نورالحسن صاحب نے عرض کیا کہ میں پہلے آپ کا پیر بھائی تھا۔ اب آپ کا غلام ہوں۔ مجھ کو یہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ رح نے فوراً فرمایا۔ کہ اس کو ربطِ شیخ حاصل ہے تم بھی حاصل کرو۔

(۳) بسا اوقات مراقبہ میں ایک کیفیت طاری ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور میرا وجود سمٹ کر تجلیات سے بقعۂ نور ہو جاتا ہے (مثل بجلی کے انڈے کے روشن ہوتا ہے) اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از راہِ کمالِ شفقت و محبت کے میرے وجود کو اپنے قلب مبارک میں داخل فرمالیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب کیفیت اور لذت کا عالم ہوتا ہے

(۴) ۱۰ ر شعبان کو دس بجے بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہ حالت ہوئی۔ کہ اس عاجز کا ایک وجود عالم مثال میں جاکر جانب شمال پرواز کرتا ہوا عربستان جا پہنچا اور مدینہ مقدسہ میں اترا اور ایک وجود اس جگہ موجود تھا۔ تو حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگین پوشاک عطا فرمائی۔ پھر اس سے آگے پرواز نصیب ہوئی۔ پھر وہاں سے بطرف جنوب ہوئی اور یہاں آیا تو کوئی کیفیت یاد نہیں کہ کیا نظر آیا۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا تھا کہ انتہائی مقام ہے۔ پھر وہاں سے واپسی ہوئی تو مغرب کی طرف رجوع ہوا۔ خبر نہیں کہاں پہنچا۔ مگر یہی خیال آیا کہ انتہائی مقام ہے اور مخلوق اس عاجز کو کپڑے انعام میں دیتی ہے۔ پھر مشرق کی طرف رجوع ہوا۔ تو ایک شہر کے اوپر جاکر السلام علیکم کیا۔ تو وہاں کے لوگوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ اور جہاں جاتا تھا السلام علیکم کے نعروں سے استقبال ہوتا تھا۔ اسی حالت کے بعد عبور آسمان کی طرف ہوا۔ معلوم نہیں کہاں تک سیر ہوئی۔

(۵) ۱۱ر شعبان میں حالت ہوئی۔ میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ وجود عاجز کا پانی ہے اور لوگ اس کو پی رہے ہیں۔ پینے والی جماعت کو خوب لذت تھی۔

(۶) مراقبہ میں معلوم ہوا کہ قرآن مجید ٹکڑے کیا ہوا زمین پر پڑا ہے۔ عاجز حیران ہوا کہ کیا بات ہے۔ تو ارشاد بذریعہ القاء ہوا کہ مخلوق نے اپنے دلوں سے قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور پھینک دیا ہے یعنی عمل قرآنی چھوڑ دیا ہے۔

(۷) جب خیال کروں یا نہ کروں۔ تو ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید و حدیث مقدس سے بے اندازہ فیض جاری ہو کر سینہ و قلب میں جاگزیں ہوتا ہے چاہئے مذکورہ نعمت و نور شاہد ہوں یا غائب۔

(۸) نمازیں متشکل ہو کر اس عاجز کو فیض دیتی ہیں۔ جس سے خوب فرحت حاصل ہوتی ہے۔

(۹) مخلوق کی محبت بعض اوقات بڑھ جاتی ہے مگر محبت رحمانی کی وجہ سے یعنی غرض ہدایت کی ہوتی ہے نہ غیر۔

(۱۰) مخلوق میں سے بعض کے لئے جی چاہتا ہے کہ اسے یکبارگی فیض دے دوں۔ مگر روک دیتا ہوں۔

(۱۱) نفس اور مخلوق کی خوشی نیکی میں ہوتی ہے۔

(۱۲) مسکین و ہمسایہ و محسن پر بہت رحم و محبت اور دلجوئی رہتی ہے۔

(۱۳) سجادہ نشینان اگرچہ اولاد بزرگاں ہوں بوجہ ان کے اعمال فاسدہ کے بے رغبتی رہتی ہے۔

(۱۴) کوئی شخص فساد برپا کرنے، مخالفت کرنے، اعتراض کرنے، گالی دینے یا برا کہنے اگر آئے، چاہے کیسا ہی قوم کا ہو اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ تو اس کے لئے دل میں رحم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور زبان سے نرم کلام سرزد ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بدن میں ہنسی جیسی خوشی ہوتی ہے اور اس کے لئے دعائے خیر دل سے نکلتی ہے۔

(۱۵) مخلوق چاہے کتنی ہی گنہگار ہو۔ اور گناہ میں غرق ہو۔ مگر دل چاہتا ہے کہ انکو فیض دوں۔ اللہ کریم اثر فرمائے گا۔ چنانچہ میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

(۱۶) مسکین رہنے اور مسکینوں کے ساتھ رہائش کرنے پر دل بے انداز خوش رہتا ہے۔

(۱۷) دل میں مظلوموں کی ہمدردی اور محبّت رہتی ہے

(۱۸) قربِ شیخ میں خوب لذّت رہتی ہے۔

(۱۹) قربِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں دل خوب محظوظ رہتا ہے الحمدللہ

(۲۰) قربِ بارگاہ اللہ عزّ و جلّ میں فرحت و خوف بڑھ جاتا ہے۔

(۲۱) جتنا قربِ الٰہی میں قدم بڑھ رہا ہے اتنا ہی زیادہ خوف بڑھ رہا ہے اور بڑھتا جاتا ہے۔

(۲۲) شریعت و سُنّت پر عمل کرنے اور اس کے مطابق عملی صورت اختیار کرنے کی دل میں بہت محبّت رہتی ہے۔

(۲۳) مخلوق کے افعال فاسدہ دیکھ کر بہت افسوس آتا ہے اور اپنے افعال سے توبہ کرنے کا خیال پختہ ہوتا ہے۔

(۲۴) جب مخلوق کو مشاہدہ کرتا ہوں کہ اعمال سیّئہ میں سرگرداں ہیں۔ تو اپنے نفس کو ملامت اور اپنے اعمال کو یاد کر کے توبہ کرتا ہوں کیونکہ لازمی خیال آجاتا ہے۔ کہ یہ میرے نفس کا قصور ہے اور شامت جہان پر ہے جو کہ مخلوق سے بُرے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اگر میرے افعال اچھے ہوتے تو ضرور لوگ متبعِ شریعت بن جاتے۔

(۲۵) جمعہ مبارک کی رات کو بوقت تہجد خوابِ سعید میں مشاہدہ دیدار پُرانوار حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہوا۔ نہایت خوشنودی و رضامندی سے اپنے مصلّے پر اس عاجز کو امام بنایا۔ اور اپنے تسبیح خانے کی چابیاں اس عاجز کو

بخش کر باہر کہیں تشریف فرما ہوئے۔

(۲۶) حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحؒ کے مزار مبارک پر مراقبہ کیا۔ تو سُبحان اللہ تمام جماعت کو جذب ہوا۔ بہت خوشخبریاں عطا ہوئیں۔ منجملہ ان کے حضرت شیخ موصوف نے فرمایا کہ اے محمّد عبدالمالک (صاحب) آپ کے سر پر حضرت سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سایۂ مبارک ہے۔

(۲۷) ماہ ذی الحجہ میں بروز یک شنبہ بعد از نماز عصر معلوم ہوا۔ کہ میں سورج ہوں اور مخلوق کو روشن کرتا ہوں۔ بعدہٗ معلوم ہوا کہ اللہ کریم نے مجھے مُقام ربوبیّت عطا فرمایا ہے۔ اور میں مخلوق کو فیضیاب کر رہا ہوں۔

(۲۸) ۲ رجب کی رات کو مشاہدہ ہوا کہ اس مسکین سے دودھ کی ایک بہت بڑی نہر جاری ہو کر مشرق کی طرف جاری ہے۔ اور نہر خوب لبریز ہے۔

(۲۹) مراقبہ میں مشاہدہ ہوا۔ کہ تیرا فیض قیامت تک یعنی ختم دُنیا تک جاری رہے گا۔ تسلّی رکھیئے۔

(۳۰) ایک روز مراقبہ میں معلوم ہوا۔ کہ مغرب کی طرف سے سیدھی سڑک آرہی ہے اور مشرق کی طرف جاتی ہے اور سڑک پر سایہ مثلِ ابر تھا۔ تو ایک مست ننگا بدن کھجور کے نیچے سویا ہوا تھا۔ سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف تھا۔ اور داڑھی بڑی تھی۔ اور سیاہ تھی۔ اور بدن پر بہت بال تھے۔ تو اچانک کسی نے پوچھنے پر بتایا کہ حضرت قریشی صاحب آرہے ہیں۔ تو وہ مست ننگا بدن کمبل اوڑھ کر کھجور کے اندر چھُپ گئے۔ تو حضور قریشی صاحب مغرب سے تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ کے پیچھے بہت مخلوق تھی۔ اور مشرق کو جا رہی ہے۔

(۳۱) ۷ جمادی الثانی جمعۃ المبارک کی رات کو مراقبہ میں مشاہدہ ہوا کہ حضرت

بسید البشر صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لاکر میرے سامنے آئے۔ خوب توجہ ذاتیہ خاصۃ بڑی فرحت سے عطا فرمائی۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔

(۳۲) جب فقیر بروز جمعہ شریف وعظ کرتا ہے تو ممبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر چڑھتے وقت داہنا پاؤں رکھتا ہوں۔ تو یہ حالت ہوتی ہے کہ سمندر علم کا سینہ میں موجزن ہے۔

(۳۳) بعد از مغرب مراقبہ میں حضرت سیدنا سیّد محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ارشاد ہوا کہ میں تیرا وجود ہوں۔ اور تیرے ساتھ ہوں۔ تم بادشاہِ ہند و سندھ مشرق مغرب و جنوب و شمال ہوگے۔

(۳۴) ۲ ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ شب شنبہ بعد از نماز عشا ختم پڑھنے کے اثنا میں حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لاکر فرمایا۔ کہ تیرا وجود میرے وجود جیسا ہے۔ بندہ کو گریہ ہوا۔ کہ حضرت صحیح النسب سیّد اور اکابر ہستیوں میں سے ہیں۔ میں کیا ہوں۔ انعام فرمایا کہ تم میری اولاد سے ہو۔ اور تیرا فیض بہت ترقی کرے گا۔ اثنا یاد آتا ہے کہ فرمایا۔ میرا ختم جاری رہے۔

(۳۵) حافظ صاحب کے دورِ قرآن مجید کے ساتھ حضرت سیّدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہوئے۔ اور السلام علیکم فرمایا۔ اس وقت حسبِ ذیل جماعت یعنی خلیفہ قریشی سعید محمد صاحب۔ حافظ غلام حیدر صاحب اور قاضی اللہ داد صاحب موجود تھے۔ ان کو بھی السلام علیکم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے (صدیقی صاحب کو) تمام سلوک کی مراقبۂ دائرۂ لاتعیّن تک اجازت ہے۔ باقاعدہ اسباق کا مراقبہ کیا کریں۔ تاکہ جلدی مقاماتِ سلوک کے حاصل ہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے حیاتِ دُنیا میں ایک دُعا طلب کی تھی

کرائے اللہ تعالیٰ! میرے سلسلۂ عالیہ میں ایک ایسا شخص پیدا کر کہ قیامت تک یہ فیض جاری رہے۔ یہ دعا تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے مبارک ہو۔

(۳۶) ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ بوقت مغرب نماز اوّابین میں دیکھا۔ کہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں پہنچا ہوں۔ حضرت سیدنا دوست محمد قندھاری حضرت سیدنا محمد عثمان صاحب دامانی حضرت سیدنا محمد لعل شاہ دندوی و حضرت سیدنا خواجہ محمد سراج الدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور خادمان حضرات ممدوحہ بھی مسجد مبارک میں موجود تھے۔ بندہ کی حاضری پر اوّل حضرت صاحب نے ممبر مسجد شریف میں منگوا کر خوبصورت پارچات اس پر بچھوائے تو اس غلام حضور کو ممبر پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ ہ کو ملحوظ رکھ کر تعمیل ارشاد کی۔ پھر بشاش ہو کر حضرات موصوف فرمانے لگے۔ کہ آج آباد کرنے والا موسیٰ زئی شریف کا آگیا اس وقت مسجد شریف میں لوگ بہت تھے! ور دونوں دروازوں پر چند آدمی اس خاکپا اور حضور والا کے نام کی رباعیاں پڑھ رہے ہیں۔ تو اسی دوران معلوم ہوا کہ رحمتِ الٰہی بادل کے مانند برس رہی ہے۔ اور اس وقت حضرات موصوف اور تمام لوگ مراقب ہو گئے۔ رحمتِ الٰہی کا جوش بڑھتا گیا۔ اتنے میں نماز مذکورہ سے فراغت ہو گئی۔

(۳۷) حال عجیب کہ جب بندہ قرآن پڑھتا ہے تو بہت تجلّیات و انوارِ بے غایات نکل کر میرے سینہ میں جاتے ہیں۔ بلکہ آیت اور حرف سے فیوض نکل کر سینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

(۳۸) روز دوشنبہ بوقت صبح نو بجے ایک قصبہ سے چل کر احمد پور میں آرہا تھا تو چلتے چلتے راستے میں یہ مشاہدہ ہوا۔ کہ اللہ عزّ وجلّ کی جناب سے فیض مانندِ نور سفید کے میرے وجود میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ سینہ میں نظر گئی تو معلوم ہوا کہ بڑا عجیب روشن چمکدار خزانہ ہے۔

جس سے سینہ پُر ہو گیا اور معلوم ہوا کہ سینہ میں عجیب جواہرات اور لعل چمکدار و موتی روشن جلوہ گر ہیں کہ جس کا اندازہ قلم کیا کرے۔ اللہ عزّ وجلّ کے احسان کی یاد میں چلا۔ تو تمام وجود بندہ کا خوب روشن ہو کر فیض باہر نکلنا شروع ہوا۔

(۳۹) حال ماہ جمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ تاریخ دوم کی شب کو نمازِ مغرب میں معلوم ہوا کہ میرا وجود خوب روشن ہے اور سَر سے نور کے شعلے اوپر کی طرف اُڑتے ہیں۔ پھر واپس سَر میں آتے ہیں تو القاء ہوتا ہے کہ تم نے اپنے شیخ کو قطب مدار لکھا ہے۔ اس لئے یہ مشاہدہ ہوا۔ اور قطب مدار کو ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔

(۴۰) اسی شب کو اسٹیشن جا رہا تھا مع چند رفیقوں کے کہ القاء ہوا۔ کہ میں نے تجھے "محی الدین" بنایا ہے۔

(۴۱) ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ غالباً ۱۸ تاریخ کو مغرب کی نماز کے بعد نماز اوّابین میں معلوم ہوا کہ حضرت سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے مصلّے پر میرے سامنے تشریف فرما ہو کر اپنا سینۂ مبارک میرے سینے کے ساتھ لگا کر نعمت یکبارگی عطا فرمائی ہے۔ تو میرا سینہ خوب روشن اور سیر ہو گیا ہے۔ نعمت بے انداز تھی الحمد للہ۔

(۴۲) ۱۳۴۷ھ۔ جب حضرت شیخ قریشیؒ نے مراقبہ حقیقت کعبہ ربّانی عطا فرمایا تھا۔ تو یہ حالت ہونی شروع ہوئی۔ کہ کعبہ مبارک سے نورِ سفید چمکدار میرے وجود میں آ رہا ہے مگر بے انداز۔ پھر معلوم ہوا کہ کعبہ شریف پر اللہ عزّ وجلّ سے نور آ رہا ہے اور میرے اوپر کعبہ شریف سے آ رہا ہے۔ الحمد للہ۔

(۴۳) حال۔ اگر کسی وقت کوئی ضرورت پیش آئے۔ تو فوراً اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے القاء مبارک کیا جاتا ہے کہ کسی کی طرف خیال مت کر اور تکیہ رکھنا میں کافی ہوں۔ اور تمام حاجات پورے کرنے والا ہوں۔ الحمد للہ۔

(۴۴) حال۔ اس عاجز پر ایسے وقت بہت گزرتے ہیں کہ فیض باطنی جو کہ اللہ عزّ وجلّ

سے سلسلہ وار آرہا ہے۔ وہی فیض یہ عاجز تمام بزرگوں پر تقسیم کرتا ہے اور جو ضروریات و حاجات مخلوق کے ہوتے ہیں وہ سب میرے ہاتھ سے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور وہ فیض تقسیم شدہ قیامت تک نمودار ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے بلکہ بہت زیادہ بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔ اللہ عزّ وجلّ ایسا ہی بنا دیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کرم کے طفیل یہ مقام جلد عطا فرمائیں۔ آمین۔

(۴۵) بعض وقت یہ مسکین حضرت شیخ اور حضرت سیّد البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اللہ عزّ وجلّ کی ذات سے بہت فیض و توجّہ ذاتیہ وصفاتیہ لیتا ہے اور حاصل کرتا ہے۔

(۴۶) بعض وقت حضرت شیخ رح اور حضرت سیّد البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ناز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔

(۴۷) بعض وقت حضرت سیّد البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت شیخ رح سے نصیحت و تعلیم حاصل ہوتی ہے۔

(۴۸) بعض وقت حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لطف و ناز کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور محبّت مثل بھائی کے۔ اور نصیحت و تعلیم حاصل ہوتی ہے۔

(۴۹) بعض وقت حضرات اہل بیت کرام، ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین سے ہم کلامی ہوتی ہے۔ اور تعلیم بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس عاجز پر ان صاحبان کی نگہبانی وحفاظت ہوتی ہے۔

(۵۰) بعض وقت اللہ جلّ جلالہٗ کے اللہ ہونے پر، حضرت سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رسول ہونے پر، شریعت مقدسہ و سُنّتِ مطہرہ کے دین ہونے پر اس مسکین کا دل اور بدن ایسا خوش و بشّاش رہتا ہے جس کا اندازہ زبان و قلم نہیں کرسکتے۔

(۵۱) بعض وقت اللہ تعالیٰ کے حساب لینے اور قیامت کے دن حاکم و عادل ہونے پر اور حضرت سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عَلم مبارک لینے اور شفاعت کرنے پر اور اللہ عزّ وجلّ کے یگانہ و بیچوں ہونے اور اپنی عبادت کے لئے مقرر کرنے پر دل ایسا باغ و بہار ہو جاتا ہے اور ایسی فرحت حاصل ہوتی جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

(۵۲) بعض وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پیدا کرنے، مخلوق طرح طرح کی پیدا کرنے اور تمام اشیاء کو مختلف اشکالِ عجیبہ دینے اور مشاہداتِ غریبہ کرانے پر دل کو نہایت فرحت ہوتی ہے۔ کہ کیا اللہ عزّ وجلّ کا شکریہ ادا کیا جائے۔ طاقت نہیں ہے۔ افسوس اُن کم بختوں پر جو اللہ تعالیٰ کے اللہ ہونے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رسول ہونے، خلفائے اربعہ کے مقرر ہونے اور ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کے بننے پر شاکی، حسرت کناں و بدگماں ہیں۔

(۵۳) بعض وقت جبکہ ربّ العزّت لایزال کے فیض ذاتیہ کا ورود ہوتا ہے تو وجود میں جس قسم کا کھانا ہو۔ جل جاتا ہے۔ اور گرمی و سردی سخت رہتی ہے۔

(۵۴) ایک دفعہ فقیر پور شریف میں یہ حالت بہت رہی کہ حضرت شیخ کے قدم مُبارک اس عاجز کے سر پر رہتے ہیں۔ اور اس حالت میں اس عاجز کو خوشی بے انداز ہوتی ہے۔ کیونکہ اس حالت کو یہ عاجز مقصد اصلی سمجھتا ہے۔

(۵۵) ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ تاریخ ۱۲۔ رات کو مراقبہ میں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رح نے تشریف لا کر اپنی تمام نعمت میرے سر کے اوپر رکھدی ہے۔ اور فرمایا کہ جس طرح اس کو چلانا چاہیں۔ چلائیں۔ تو اسی وقت حافظ غلام حیدر صاحب احمد پوری کا سینہ پھٹنے میں آیا۔ اور جماعت بھی موجود تھی۔ سب کو خوب لذّت و جذب و حال وارد تھے۔ اور اسی میں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رح نے مانند سمندر

بے انداز فیض میری طرف روانہ فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ جس طرح تمہاری مرضی ہو۔ لوگوں کو دیجئے۔

(۵۶) ۱۳۴۷ھ۔ ایک دن نماز میں جمیع بزرگان رحمہم اللہ تعالی تشریف فرما ہو کر نہایت خوشی و رضامندی کے عالم میں فرماتے ہیں کہ

اے محمد عبدالمالک (صاحب) تم ہمارے اخیری مقام میں درج ہو

اور قیامت کے دن ہمارے ساتھ رہے گا پھر الحمدللہ فرما کر مبارکباد فرمائی۔

(۵۷) برادرم حافظ غلام حیدر صاحب کو القاء ہوا کہ حضرت زبدۃ العارفین و قدوۃ السالکین خواجہ محمد عبدالمالک صاحب جہاں جائے گا، وہاں فتح عظیم ہو گی۔ اور مخلوق فائدہ اٹھائے گی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا ط

————):(؟):(————

باب نہم

حضرت صدّیقی کے خطبۂ بیعت پر ایک نظر

حضرت شیخ الکامل قبلہ صدیقی بیعت لیتے وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اس کا مکمّل متن حسبِ ذیل ہے۔

"سمجھو ہم حضور اکرم سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بذریعہ مرشد بیعت حاصل کر رہے ہیں۔ میرے مقاصد اس میں تین ہیں۔ اللہ والرّسول کی رضا، اللہ والرسول کی ہمت اور معرفت یعنی پہچان بذریعہ صحتِ اعتقاد، صحتِ عمل مع الاخلاص کے میں چاہتا ہوں۔ جب سے کہ میں بالغ اور جوان ہوا ہوں اس ٹائم سے لے کر اس وقت تک کی عمر میں جتنے گناہ اور نافرمانیاں میں کر چکا ہوں۔ جس میں کہیں بڑے مظالم کا تعلق بھی آ چکا ہو۔ جیسے شرک، قتل، زنا اور فاحشہ عمل ان تمام سے میں دل کے ساتھ اس بیعت میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اس وقت سے لے کر آئندہ موت تک کے لئے اس بیعت میں یہ وعدہ اور اقرار کرتا ہوں کہ میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتباعِ مقدّس کی پابندی کروں گا۔"

"اب پڑھو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا

مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ط اب دُعا کرو۔"

دُعا کے بعد حضرت مُرشد اپنا انگشتِ شہادت دل کے مُقام پر بائیں طرف رکھتے اور فرماتے " یہ مقام دل کا ہے۔ اس میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ میرا دل اللہ اللہ کرتا ہے؛ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت میں یہ خیال کرنا ہوگا کہ میرا دِل اللہ اللہ کر رہا ہے محض خیال سے۔ اس خیال کو پختہ کرنے کے لئے شب و روز میں ایک دفعہ ایک گھنٹہ مراقبہ کرنا ضروری ہوگا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو دو زانو بیٹھ کر منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ اور یہ تصوّر کر لیا کہ میں کفن میں آچکا ہوں۔ اور قبر میں جا لیا ہوں۔ جیسا کہ ایک وقت میں مجھے قبر میں لایا جائے گا۔ اور یہ تصوّر کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تیز رفتار بارش کی طرح بذریعہ مُرشد میرے دل پر برس رہی ہے۔ اور میرا دل ایک گہرے کنوئیں کی مانند ہے جو رحمت الٰہیّہ سے بیٹھ جا رہا ہے۔ اور سیر نہیں ہوتا اور شکر کے طور پر میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے۔ سانس برابر چلتا رہے محض خیال سے یہ تصوّر کرے کہ میرا دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ اللہ تھکان ہونے پر نشست کو بدل سکتے ہو۔"

اس کے بعد حضرت تلقین فرمایا کرتے کہ

" حق اللہ اور حق العباد کا خیال رہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی پابندی رکھو۔ ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کرو۔ اور اللہ و الرّسول نے جن امور کا حکم دیا ہے انکی پیروی کرو۔ شب و روز میں دو سو مرتبہ استغفار اور دو سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرو۔ اور روزانہ ایک پارہ قرآن شریف کی تلاوت کرو۔"

اس کے بعد حضرت صاحب ایک مُشت کے برابر داڑھی رکھنے کی ہدایت بھی فرماتے۔ اور دیگر ضروری اور موقع و محل کے مُناسب نصائح بھی فرماتے۔

اب آیئے حضرت مُرشد کے مندرجہ بالا خطبۂ بعیت اور ہدایات پر ایک نظر

ڈال لیں۔ اس خطبے میں جہاں اسلام کے عملی پہلو یعنی احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہونے اور اتباعِ سُنّت پر زور دیا گیا ہے۔ وہاں اسلام کے نظری پہلو یعنی صحتِ عقائد کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی سالک کو بتایا جاتا ہے کہ بیعت سے اس کا مقصد اللہ اور اس کے رسُول کی معرفت و محبّت اور حصول رضا ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد یعنی اللہ اور بندوں کے حقوق کو پوری طرح بجا لائے۔ اور تمام ممنوعاتِ شرعیّہ سے مکمّل پرہیز کرے۔ علاوہ ازیں سالک کو اپنے اللہ سے تعلّق قائم کرنے اور بڑھانے کے لئے مراقبہ کرنے اور قرآن شریف کی تلاوت کی تلقین فرماتے ہیں نیز سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنی غلامی اور سامّتی ہونے کی نسبت کو مستحکم کرنے کے لئے آنحضرت صلعم پر درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔

الغرض حضرت کا یہ خطبۂ بیعت احکامِ شریعت اور اسرارِ معرفت پر پوری طرح حاوی ہے اور جامعِ طریقت و شریعت ہے اور اس میں اسلامی تعلیمات و مقتضیات کا ایک مکمّل خلاصہ موجود ہے۔ اگر ایک طالبِ ہدایت و سالک طریقت حضرت کے اس خطبۂ بیعت کو اپنے سفرِ حیات میں قدم قدم پر پیشِ نظر و ملحوظِ خاطر رکھے۔ اور اپنے سیرت و کردار اور عملی زندگی کو اس کے مطابق بنائے تو اس کی دین و دُنیا کی کامیابی اور فلاح و سعادت میں کون ہے جو شک کر سکے۔ اس خطبے کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت صدّیقی اور آپ کے مشائخ طریقت علم و معرفت اور دینی فراست کی انتہائی بلندیوں پر فائز تھے اور دین و دانش کے آسمان ہفتمیں پر مقام رکھتے تھے۔

باب دھم

طریقۂ نقشبندیہ کے اشغال واذکار ومراقبات

اَب حضرت مرشد صدّیقی کے بتلائے ہوئے اشغال واذکار ومراقبات کی کی تفصیل پیش کیجاتی ہے جن پر طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کا دارومدار ہے ان مراحلِ طریقت کو طے کئے بغیر مسندِ ارشاد اور مقاماتِ ولایت تک نہیں پہنچا جا سکتا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اربابِ سلوک واہلِ طریقت سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرشد کے منتسبین ومسترشدین کو کماحقہٗ توفیق عنایت فرمائے کہ وہ حضرت کی تعلیمات وہدایات کے مطابق سلسلۂ عالیہ نقشبندیّہ کے اشغال واذکار و مراقبات اور معمولات میں پوری توجّہ۔ انہماک اور سعی وکوشش کے ساتھ مشغول و مصروف رہیں۔ اور منزلِ مُراد کو پہنچے بغیر دم نہ لیں۔ وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ ؎

دَست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اشغال واذکار ومراقبات کی تفصیل بتلاتے ہوئے حضرت مرشد فرماتے ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

لطیفۂ قلب | پہلا طریقہ ذکر اسمِ "ذات" اور "نفی اثبات" ہیں۔ لطیفۂ قلب۔ ذکرِ اسمِ ذات (اللہ) اس طرح کرے کہ زبان تالو سے لگا کر اپنے تالو کو پریشان خیالات اور ادھر ادھر کی بات سے خالی کر کے جس بزرگ نے اسے ذکر کی تلقین کی ہے

پورے ادب واحترام سے اسکی صورت اپنے سامنے تصوّر کرکے زبانِ دل کے ساتھ جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ اِسمِ مُبارک اللہ اللہ کہے۔ اور اس کے معنی کا لحاظ رکھے (کہ وہ ایک ذات ہے کہ تمام اوصافِ کاملہ کے ساتھ موصوف ہے اور ہر قسم کے نقصانات سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں) تمام اوقات میں اس ذکر پر مداومت اور ہمیشگی کرے۔ تاکہ دل ذکرِ الٰہی کے ساتھ جاری ہوجائے اس کے بعد

لطیفۂ روح: جس کا مُقام دائیں پستان کے نیچے دُو انگلی کے فاصلے پر ہے اسی طرح ذکر کرے۔ پھر

لطیفۂ سر: سے جس کا مُقام بائیں پستان کے برابر سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلے پر ہے ذکر کرے بعدہٗ

لطیفۂ خفی: جس کا مقام دائیں پستان کے برابر سینے کی جانب دو انگل کے فاصلے پر ہے ذکر کرے۔ پھر

لطیفۂ اخفیٰ: جس کا مقام وسطِ سینہ ہے ذکر کرے۔ اس حد تک کہ پانچوں لطیفے ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہوجائیں۔ پھر

لطیفۂ نفس: جس کا مقام پیشانی کے درمیان ہے ذکر کرے۔ پھر

لطیفۂ قالبیہ: اس کا مقام تمام بدن ہے ذکر اس طرح کرے۔ کہ بال بال سے ذکرِ الٰہی جاری ہوجائے۔ اس کو سُلطان الاذکار کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ سُلطان الاذکار کا محل کبھی وسطِ سر یعنی دماغ کے اوپر مقرر کرتے ہیں۔ اس سے کبھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام بدن سے ذکرِ الٰہی جاری ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم

نفی و اثبات کے ذکر کا طریقہ

یہ ہے کہ پہلے اَپنے سانس کو ناف کے نیچے روکے۔ اور محض اپنے خیال

سے کلمۂ لَآ کو ناف سے لے کر اپنے دماغ تک لے جائے اور لفظ اِلٰـہَ کو دماغ سے دائیں کندھے کی طرف نیچے لائے اور لفظ اِلَّا اللّٰہ کی دل پر ضرب لگائے۔ اس طور پر کہ ذکر کا اثر دوسرے لطائف کو بھی پہنچے۔ اور لفظ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کو سانس چھوڑنے کے وقت خیال سے کہے۔ اور اس ذکر میں شرط یہ ہے کہ معنیٰ کا لحاظ رکھے اس طرح کہ "بجز ذاتِ پاک کے اور کوئی مقصود و معبود نہیں"۔ نفی لا کے وقت اپنی ذات اور تمام موجودات کی ہستی کی نفی کرے۔ اور اثبات کے وقت ذاتِ حق سُبحانہٗ کو ملحوظ رکھے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ ذکر میں کئی بار زبانِ خیال سے کمالِ خاکساری اور عاجزی کے ساتھ مناجات اور التجا کرے۔ اور کہے کہ اے باری تعالیٰ میرا مقصود تو ہی ہے۔ تو مجھے اپنی رضا، محبّت اور معرفت عطا فرما۔ علاوہ ازیں اپنی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رکھنی ضروری ہے۔ کیونکہ ان دو چیزوں کے بغیر حصولِ نسبت محال ہے اس توجہ کا نام "وقوفِ قلبی" ہے۔

فوائد ذکر نفی و اثبات

ذکر کے اندر سانس کے بند کرنے میں یہ فوائد ہیں۔ حرارتِ قلب و ذوق، رقّت، نفی خواطر، ترقی محبّت۔ ہو سکتا ہے کہ حصولِ کشف کا باعث بھی بن جائے اور نفی اثبات کے ذکر میں عدد طاق کا معمول رکھنا لازم ہے۔ اسی لئے اس کو "وقوف عددی" کہتے ہیں۔ اور یہ طریقہ حضرت خضر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم فرمایا تھا۔ پھر اگر ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچنے کے بعد بھی فائدہ ثابت نہ ہو تو اس عمل کو رائیگاں سمجھ کر دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے۔ اور اس کے شرائط کا اچھی طرح لحاظ رکھے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تہلیل لسانی

یعنی زبان سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کا بھی یہی معمول ہے۔ مگر اس میں سانس بند

نہ کیا جائے۔ اس کی ادنیٰ مقدار گیارہ تسبیح (گیارہ سو) ہیں۔ اور اعلیٰ پانچ ہزار ہے اور اگر سالک اس سے زیادہ کرے تو اور بھی فائدہ مند ہے۔

مراقبے کی نیتیں

مراقبۂ احدیت کی نیت:۔ سمجھے کہ جو کچھ فیض آ رہا ہے۔ وہ اس ذات کی طرف سے ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور ہر قسم کے نقائص و زوال سے مُنزّہ ہے۔ اور اس کے فیض کا مورد میرا لطیفۂ قلب ہے۔

مشارب کے مراقبات

پہلا مراقبۂ لطیفۂ قلب

اپنے لطیفۂ قلب کو سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ قلب کے مُقابل سمجھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ الہٰی فیض تجلّیاتِ افعالیہ جو آں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ قلب میں ڈالا تھا۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ قلب میں القاء فرما۔

لطیفۂ روح کا مراقبہ: اپنے لطیفۂ روح کو آنحضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ روح کے مقابل تصوّر کر کے بزبانِ خیال عرض کرے۔ کہ الہٰی ان صفاتِ ثبوتیہ کی تجلّیات کا فیض جو تو نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے لطیفۂ روح میں مرحمت فرمایا تھا۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ روح میں القاء فرما۔

مراقبۂ لطیفۂ سِر:۔ اپنے لطیفۂ سر کو مقابل لطیفۂ سرِ مبارک سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ الہٰی ان شیونِ ذاتیہ کی تجلّیات کا فیض جو تو نے سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ سر سے موسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ سِر میں القاء فرمایا ہے۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ سِر میں القاء فرما۔

لطیفۂ خفی کا مراقبہ: اپنے لطیفۂ خفی کو مُقابل لطیفۂ خفی مُبارک آنحضرت سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رکھ کر بزبانِ خیال عرض کرے کہ الہٰی ان صفاتِ سلبیہ کی تجلّیات کا فیض جو تو نے آں سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ خفی مُبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفۂ خفی میں القاء فرمایا ہے۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ خفی میں القاء فرما۔

لطیفۂ اخفیٰ کا مراقبہ: اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو مقابلِ لطیفۂ اخفیٰ مبارک آں سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تصوّر کر کے بزبانِ خیال عرض کرے کہ الہٰی تجلّیاتِ شانِ جامع کا فیض جو تو نے آں سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفۂ اخفیٰ میں القاء فرمایا ہے۔ پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ اخفیٰ میں القاء فرما۔

تنبیہ: جاننا چاہیئے کہ ہر مراقبے میں اس لطیفہ کو جو فیض کا مورد ہے ملحوظ رکھ کر سلسلۂ عالیہ کے مشائخ کرام کے اسی لطیفہ کو حضرت سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم تک ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں فرض کر کے اس فیضِ مخصوص کو اس خاص لطیفہ میں بطریقِ عکس گمان کرے تاکہ بمقتضائے "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" ما مُول کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اور یہ بات اللہ پر کوئی مُشکل نہیں۔

معیّت کا مراقبہ: آیتِ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) کا مضمون ملحوظ خاطر رکھ کر صمیمِ قلب سے تصوّر کرے کہ اس ذات سے فیض آ رہا ہے جو میرے ساتھ اور موجودات کے ہر ذرّے کے ساتھ ہے اس نشان سے جو اس کی مراد ہے فیض شروع ہونے کی جگہ ولایتِ صغریٰ کا دائرہ ہے۔ جو اولیائے عظام کی ولایت ہے اور اسمائے حُسنیٰ اور صفاتِ مقدسہ کا ظل ہے مورد فیض میرا لطیفۂ قلب ہے۔

ولایتِ کبریٰ :۔ اور یہ تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے۔

پہلے دائرے کی نیت :۔ آیت کریمہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم تم سے تمہاری رگِ جاں سے بھی نزدیک تر ہیں) کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے باطن میں اسے جانے کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے۔ جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے اس شان کے ساتھ جو حق سبحانہٗ کی مراد ہے۔ موردِ فیض میرے لطیفۂ نفس اور عالم امر کے لطائف خمسہ ہیں فیض کا شروع ہونا ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ اولیٰ سے ہے۔ جو انبیائے عظام علیہم السلام کی ولایت ہے۔ اور ولایتِ صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے۔

ولایتِ کبریٰ کے دائرہ ثانیہ کی نیت

آیت کریمہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور یہ اس سے محبت رکھتے ہیں) کے مضمون کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سمجھے کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں فیض کا منشاء ولایتِ کبریٰ کا دائرۂ ثانیہ ہے جو ولایتِ انبیائے عظام ہے۔ اور دائرۂ اولیٰ کا اصل ہے۔ موردِ فیض میرا لطیفۂ نفس ہے۔

ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ ثالثہ کی نیت

یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کے مضمون کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے خیال کرے کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے۔ جو مجھ کو دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں فیض کا شروع ہونا ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ ثالثہ سے ہے جو انبیائے عظام علیہم السلام کی ولایت اور دائرۂ کا اصل ہے موردِ فیض میرا لطیفۂ نفس ہے۔

قوس کی نیت :۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کے مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سمجھے کہ اس ذات سے فیض آرہا ہے۔ جو مجھ کو دوست رکھتی ہے۔ اور میں اسے دوست رکھتا

ہوں۔ فیض کا شروع ہونا ولایتِ کبریٰ کے قوس سے ہے۔ جو دائرۂ ثالثہ کی اصل ہے۔ موردِ فیض میرا لطیفۂ نفس ہے۔

اسم الظّاہر کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے۔ جس کا نام "الظاہر" ہے۔ موردِ فیض میرا لطیفۂ نفس و میرے عالم امر کے پانچوں لطیفے ہیں۔

اسم باطن کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جس کا نام "الباطن" ہے منشاءِ فیض ولایتِ علیا کا دائرہ ہے جو ملائکہ اعلیٰ کی ولایت ہے موردِ فیض میرے تینوں عناصر ہیں۔ سوائے عنصر خاک کے۔

کمالاتِ نبوّت کا مراقبہ: اس ذاتِ محض سے فیض آرہا ہے جو کمالاتِ نبوّت کا منشاء ہے۔ موردِ فیض میرے لطیفۂ عنصر خاک ہے۔

کمالاتِ رسالت کا مراقبہ:۔ اس ذاتِ محض سے فیض آرہا ہے جو کمالاتِ رسالت کا منشاء ہے اور موردِ فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔

کمالات اولوالعزم کا مراقبہ: اس ذاتِ واجب سے فیض آرہا ہے جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشاء ہے اور موردِ فیض ہیئتِ وحدانی ہے۔

حقیقتِ کعبۂ ربّانی کا مراقبہ:۔ اس ذاتِ واجب سے فیض آرہا ہے جس کی طرف سب ممکنات سجدہ کرتے ہیں اور وہی سب کا مسجود ہے۔ منشاءِ فیض حقیقتِ کعبۂ ربّانی ہے اور فیض آنے کی جگہ میری ہیئتِ وحدانی ہے۔

مراقبہ حقیقت قرآن مجید: اس ذاتِ بے مثل سے فیض آرہا ہے جو ہر فراخی کا مبدء ہے۔ فیض کا منشاء حقیقتِ قرآن مجید اور فیض آنے کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے۔

حقیقت صلوٰۃ کا مراقبہ: فیض آرہا ہے۔ بیچون کی حضرت ذات کی کمال وسعت سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشاء ہے۔ فیض آنے کی جگہ میری ہیئت

وحدانی ہے۔

معبودیّتِ صرفہ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو معبودیّت صرفہ کا منشاء ہے۔ اور مورد فیض ہیئت وحدانی ہے۔

حقیقت ابراہیمیؑ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقت ابراہیمیؑ کا منشاء ہے مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

حقیقتِ موسویؑ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ موسویؑ کا منشاء ہے اور مورد فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔

حقیقتِ عیسویؑ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ عیسویؑ کا منشاء ہے۔ موردِ فیض میری ہیئتِ وحدانی ہے۔

حقیقتِ محمدیؐ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ محمدیؐ کا منشاء ہے اور موردِ فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

حقیقتِ احمدیؐ کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حقیقتِ احمدیؐ کا منشاء ہے اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

حُبِّ صرف کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو حُبِّ صرف کا منشاء ہے اور موردِ فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

دائرۂ لاتعیّن کا مراقبہ: اس ذات سے فیض آرہا ہے جو دائرۂ لاتعیّن کا منشاء ہے۔ اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

بے شمار تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس کی کامل اور مکمل نعمتوں پر اور درود حضور علیہ السلام پر اور آپ کی آل اور اولاد اور سب تابعداروں پر۔ آمین۔

وضاحت:۔ حضرت قبلہ صدیقی نے اپنے شائع کردہ شجرۂ نقشبندیہ

میں جو اشغال واذکار ومراقبات تحریر فرمائے تھے۔ وہ من وعن سطور بالا میں درج کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اس سلسلے میں مزید تفصیل کا خواہاں ہو تو اس کو حضرت کی شائع کردہ کتاب" اربع انہار" تصنیف حضرت شاہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ نیز اس سلسلے میں حضرت شاہ ابوسعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " ھدایۃ الطالبین" کا مطالعہ بھی ازبس مفید ہے۔

باب یازدھم

حضرات خواجگانِ نقشبندیہ مجددیہ کا ختم

مندرجہ ذیل ختم شریف تمام خواجگان نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارھم کا معمول رہا ہے۔ جو بے شمار فوائد و ثمرات کا حامل ہے۔ اور تمام دینی و دنیوی مقاصد کے حصول میں ازحد ممد و معاون ہے۔

سورۃ فاتحہ مبارکہ ہفت بار
درود شریف یک صد بار
سورۃ الم نشرح ہفتاد و نہ بار
سورۃ اخلاص یک ہزار بار
سورۃ فاتحہ یک بار
درود شریف یک صد بار
یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتُ یک صد بار
یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتْ یک صد بار
یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتْ یک صد بار
یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضْ یک صد بار
یَا رَفِیْعَ الدَّرَجَاتْ یک صد بار
یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتْ یک صد بار
یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن یک صد بار

در اوّل ہر یک از اسمار شریف دو مرتبہ اَوّل اَللّٰھُمَّ ضم کند مثلاً اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتْ۔ و در اوّلِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن۔ در مرتبہ اولیٰ بِرَحْمَتِکَ ملحق نماید۔ و در باقی دفعات بے زیادت آں دو لفظ خواند۔ و ثواب آں جملہ بارواح جمیع حضرات نقشبندیہ بتفصیل سلسلہ در ترتیب آں خواند و بخشد

چند دیگر خصوصی ختموں کا ذکر

مندرجہ بالا ختم خواجگان کے علاوہ بعض مشائخ نقشبندیہ کے انفرادی اور خصوصی ختمات بھی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ عوام و خواص ان سے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

(مدرار عفی عنہ)

ختم حضرت شاہ سراج الدین صاحب رح

درود شریف یک صد بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت حاجی محمد عثمان صاحب رح

درود شریف یک صد بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رح

درود شریف یک صد بار

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت شاہ احمد سعید صاحب رح

درود شریف یک صد بار

یَا رَحِیْمُ کُلِّ صَرِیْخٍ وَّ مَکْرُوْبٍ وَّ غِیَاثَہٗ وَمَعَاذَہٗ یَا رَحِیْمُ

پنج صد بار درود شریف یک صد بار

ختم حضرت شاہ غلام علی صاحب رح

درود شریف یک صد بار

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت مرزا مظہر جان جاں شہید رح

درود شریف یک صد بار

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار

ختم حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب فاروقی رح

درود شریف یک صد بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار

ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

درود شریف یک صد بار

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت شاہ نقشبند بخاریؒ

درود شریف یک صد بار

یَاخَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار۔

ختم حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

درود شریف یک صد بار

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار

ختم حضرت خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم

رُوْحِیْ وَجِسْمِیْ فِدَاہُ

درود تُنَجِّیْنَا سہ صد و سیزدہ بار (۳۱۳)

ختم حضرت قطب زمان وحید العصر مولانا محمدؒ فضل علی قریشی عباسی ہاشمی رحؒ

درود شریف یک صد بار۔

وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار

ختم قطب ربانی عارف حقانی حضرت مولانا محمدؒ عبد المالک صاحب صدیقی رحؒ

درود شریف یک صد بار

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

پنج صد بار و درود شریف یک صد بار

تمت

التجا:۔ اگر مرتب فقیر حقیر مدرار کو بھی حسن خاتمہ کی دعا کے ساتھ شریک کر لیا جائے تو عنایت ہوگی۔

باب دوازدهم

حلِّ مشکلات کے لئے عملیات ووظائف

حضرت قبلہ شیخ معظّم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تعویذات وعملیات کے عنوان کے تحت اپنا ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کے لئے بندہ نے حضرت سے درخواست کی کہ "تجلیات صدیقی" میں اس رسالے کے شامل کرنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ تاکہ قارئین کرام مشکلات ومصائب کے دوران ان سے استفادہ کرسکیں۔ حضرت نے اپنی فیاضیوں سے کام لے کر افادۂ عام کے لئے مطلوبہ اجازت عطا فرمائی چنانچہ باب ہذا میں حضرت کے بتائے ہوئے عملیات وتعویذات درج کئے جاتے ہیں یاد رہے کہ یہ عملیات وتعویذات قطب دوراں حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ شفائے امراض اور قضائے حاجات کے لئے معمول فرماتے تھے۔ چنانچہ "مناقب ومقامات احمدیہ سعدیہ" میں یہ ذکر موجود ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اعمال وتعویذات حضرت شاہ احمد سعید اور حضرت خواجہ غریب النواز صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے معمولات رہے ہیں۔ اس لئے ان کے فوائد اور تاثیرات میں بفضلہ تعالیٰ کلام نہیں ہوسکتا۔ (مدیر)

(۱) حضرت شاہ احمد سعید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حاجت برآنے کے لئے سورۂ یٰسین کا اس طرح پڑھنا نہایت مفید ہے۔

اوّل تین بار درود شریف پڑھ کر لفظ یٰسین پڑھے۔ اور جب مبین پر پہنچے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ نَسْتَعِیْنُ تک پڑھے اور شہادت کی انگلی کھڑی

کر کے اذان کے تمام کلمات کہے۔ یعنی پوری اذان پڑھے۔ جب سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ پر پہنچے۔ اس آیت کو سات بار پڑھے۔ اس کے بعد یَا سَلَامُ یَا رَبُّ یَا رَحِیْمُ ان تینوں اسموں کو سات سات بار پڑھے۔ جب ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ پر پہنچے۔ اس آیت کو سات بار پڑھ کر یَا قَدِیْرُ یَا عَزِیْزُ یَا عَلِیْمُ سات سات بار کہے۔ جب مِثْلَهُمْ پر پہنچے۔ تین بار اس کلمے کو کہے۔ سورہ تمام ہونے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پڑھ کر شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کر کے اذان کے کلمات کہے۔ اور سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پوری کرے۔ اور درود شریف، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہر ایک سو سو بار پڑھے۔ پھر تین بار درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب جناب امام ربّانی مجدّدِ الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخشے اور جنابِ الٰہی سے اپنی حاجت اس سورہ کے واسطے سے مانگے۔ اگر اس درمیان میں کام ہو جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ چالیس روز تک پڑھے۔

(۲) برائے دردِ سر :- عامل اپنا ہاتھ درد والے کے سر پر رکھ کر تین یا سات مرتبہ یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ السَّمَآءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ اِسْمُہٗ بَرَکَۃٌ وَّ شِفَآءٌ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ بِیَدِہِ الشِّفَآءُ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ انشاء اللہ تعالیٰ درد کو آرام ہو جائے گا۔

(۳) برائے دفعِ جن :- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ ھٰذَا کِتَابٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِلٰی مَنْ طَرَقَ الدَّارَ مِنَ الْعُمَّارِ وَا

النُّوَّارِ وَالسَّائِحِيْنَ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْحَقِّ سَعَةً فَاِنْ تَكُ عَاشِقًا مُوْلِعًا اَوْ فَاجِرًا مُقْتَحِمًا اَوْ رَاعِيًا مُبْطِلًا هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَرُسُلُنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ اُتْرُكُوْا صَاحِبَ كِتَابِىْ فَانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَاِلٰى مَنْ يَّزْعُمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تُقْلَبُوْنَ حٰمٓ لَا تُنْصَرُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

مریض کی گردن میں باندھے شفا ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) برائے غلام (نوکر) فرار شدہ:۔ لوہے کے قفل پر اکیس بار سورۂ فاتحہ پڑھے۔ غلام کے نام سے قفل بند کرے۔ اور نئی ہانڈی میں یہ قفل اور پانی ڈال کر چولھے پر رکھے۔ اور اس کے نیچے تمام روز آگ سلگائے۔ غلام (نوکر) حاضر ہو جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۵) برائے ہر حاجت :۔ مرقومہ ذیل رباعی ہر حاجت کے واسطے ہر نماز کے بعد ۶۰ بار پڑھے۔ حاجت پوری ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رباعی یہ ہے ؎

اے زلف سیاہ تو بلائے دل من ۔۔۔ وے لعل لبت گرہ کشائے دل من

من دل ندہم بکس برائے دل تو ۔۔۔ تو دل نہ دہی بکس برائے دل من

(۶) پیشاب، پاخانہ کا بند پڑنے اور کنکری کے لئے :۔ یہ آیات لکھ کر مریض کو پلائے۔ بند کھل جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝

(۷) ایضاً یہ آیت لکھ کر پلائے:۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ۔

(۸) ایضاً یہ لکھ کر پلائے:۔ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ؕ

(۹) ایضاً سورہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ بھی اس غرض کے لیے مفید ہے۔

(۱۰) پیشاب کے بند کے لیے یہ آیت بھی نہایت مفید ہے۔

فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ؗ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ؕ لکھ کر گلے میں باندھے۔

(۱۱) برائے سلسل بول وسیلان خون وزیادتی حیض ودائمی نکسیر وغیرہ لکھ کر مریض کو پلائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ؕ۔

(۱۲) بدمزاج بچے کے واسطے لکھ کر گلے میں باندھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ؕ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ؕ

(۱۳) نظر بد کے لیے:۔

ہلدی کی چند گرہ پر تین تین مرتبہ کلمہ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَّالْكُفْرُ بَاطِلٌ ۔

پڑھ کر دم کرے۔ اور آگ میں ڈال کر اس کا دھواں مریض کو پہنچائے۔

(۱۴) برائے چیچک:۔ سات چاول مُسلّم لے کر ہر چاول پر سات مرتبہ سورۃ کوثر پڑھے۔ اوّل و آخر تین بار درود شریف پڑھے اور بچے کو کھلائے۔

(۱۵) برائے دردِ سر:۔ مریض کے سر پر یَابَاسِطُ لکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مرض دفع ہو جائے گا۔

(۱۶) برائے دفع ناراضگی:۔ اگر کوئی کسی سے ناراض ہو۔ اور اس کو راضی کرنا چاہے۔ اسم یَا وَدُوْدُ ہر روز ہزار بار پڑھے۔ اوّل و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھے۔ بفضلِ خدا سے راضی ہو جائے گا۔

(۱۷) رفع حاجت اور غائب کو حاضر کرنے اور شفائے مریض کے واسطے صبح کی سنّت و فرض کے درمیان ۴۱ بار سورۃ فاتحہ پڑھے۔

(۱۸) دیوانہ کتے کے کاٹنے کے لیے:۔ کہ جس سے دیوانہ ہونے کا خوف ہو۔ روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھے۔ اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ط فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ط ہر روز ایک ٹکڑا سگ گزیدہ (مریض) کو کھلائے۔

(۱۹) جو شخص بادشاہ سے ڈرتا ہو۔ کہے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ اور ہر حرف کے ساتھ دائیں ہاتھ کی انگلی بند کرے اور حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ اور ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی انگلی بند کرے۔ پھر جس شخص سے ڈرتا ہے جب اسکے سامنے جائے دونوں ہاتھ کھول دے۔

(۲۰) تمام امراض کے لیے:۔ یہ چھ آیات کہ ان کو آیات شفاء کہتے ہیں چینی کے پیالے یا کسی اور چیز میں لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائے۔ تین روز یا سات روز تک انشاء اللہ تعالیٰ شفاء پائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ط۔

وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ہ یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِہَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ط قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّ شِفَآءٌ ط

(۲۱) ہر قسم کے نفع کے لیے :- قرآن مجید میں ۳۳ آیتیں ہیں یعنی جادو کے لیے۔ شیطانی اثر، چور اور درندے کے لیے نہایت مؤثر ہیں۔ ان کو لکھ کر پلائے یا دَم کرے یا مریض کو حکم کرے کہ وہ خود پڑھے۔

حضرت قبلہ شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص ان آیتوں کو ایک بار شام پڑھے۔ امان الہٰی میں رہے اور کسی اسم و دُعا کا اس پر اثر نہیں ہوگا۔ اور شیطان و بدخواہوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ آیات یہ ہیں:- چار آیات اوّل سورۂ بقرہ اور آیت الکرسی اور دو آیت بعد آیت الکرسی خالدون تک اور تین آخر سورۂ بقرہ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ آخر تک تین آیت سورۂ اعراف سے اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ تا مُحْسِنِیْنَ اور آخر بنی اسرائیل قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اور دس آیتیں اوّل صافات سے لَازِبٌ تک اور دو آیتیں سورۂ الرحمٰن سے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ سے تَنْتَصِرَانِ تک اور آخر سورۂ حشر لَوْ اَنْزَلْنَا الخ اور دو آیتیں سورۂ جن کی قُلْ اُوْحِیَ سے شَطَطًا ہ تک۔

ان آیتوں کا نام ثلث و ثلثون آیت ہے اور بعض ان پر یہ سورتیں زیادہ کرتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ، سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص اور معوذتین اور سورۂ جن کی شروع کی آیتیں قُلْ اُوْحِیَ سے شَطَطًا تک۔

(۲۲) برائے مرض چیچک :- جس وقت چیچک ظاہر ہو جائے نیلے دھاگے کے تار تکذبان کے کلموں کے برابر لیے جائیں۔ جو سورۂ الرحمٰن میں ہے۔ پھر سورۂ رحمٰن کو پڑھے۔ جس وقت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچے، اس دھاگہ پر دم کرکے گرہ لگائے۔ یہاں تک کہ سورہ تمام ہو جائے۔ پھر بچے کے گلے

یں باندھ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مرض دفع ہو جائیگا اور صحت ہو جائے گی۔

(۲۳) برائے حاجات :- یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ بارہ سو مرتبہ روزانہ بارہ روز تک پڑھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے حاجت پوری فرمائے گا۔

(۲۴) رنج دہ حاجت کیلئے :- چار رکعت اس طرح پڑھنی چاہئیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ط فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ط اور دوسری رکعت میں سو مرتبہ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ط اور تیسری رکعت میں سو مرتبہ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ط اور چوتھی رکعت میں سو مرتبہ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پھر سلام پھیر کر سو مرتبہ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پڑھے۔

(۲۵) برائے جن و شیاطین :- کہ گھر میں پتھر پھینکتے ہیں۔ اس آیت کو پڑھے۔ اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا ط رُوَیْدًا تک۔ چار میخ لوہے کی لے کر ہر ایک پر پچیس پچیس بار پڑھے اور گھر کے ہر ایک گوشے میں ایک ایک دفن کر دے۔

(۲۶) ایضاً : اصحٰب کہف کے نام لکھ کر گھر کے چاروں طرف چسپاں کرے۔

(۲۷) جس عورت کے صرف لڑکی ہوتی ہو :- عورت کے پیٹ پر شہادت کی انگلی سے گول دائرہ کھینچے ستر بار۔ اور ہر بار انگلی پھراتے وقت یَا مَتِیْنُ کہے۔

(۲۸) بانجھ عورت کے واسطے :- وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا تا جَمِیْعًا ط عورت کی کمر میں باندھے حمل قرار پائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۹) ایضاً۔ لونگ کے چالیس دانوں پر آیت اَوْ کَظُلُمٰتٍ تا نُوْرٍ ط ہر ایک دانہ پر سات سات مرتبہ پڑھے۔ پھر اُس کو ہر روز ایک ایک دانہ کھلائے اور حیض

کے بعد غسل کرنے پر شروع کرے۔ اور شوہر ان ایام میں بیوی سے خلوت کرے۔

(۳۰) برائے حفاظتِ حمل:۔ ۱۴ تار دھاگہ زعفران میں رنگا ہوا عورت کے قد کے برابر لے کر یہ آیت شریفہ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور سورہ قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سات مرتبہ دم کرے اور ہر بار دھاگے میں گرہ لگائے۔ اور عورت کی کمر میں باندھے۔

(۳۱) برائے دردِ زہ:۔ ایک کاغذ پر یہ آیتِ شریفہ لکھے۔

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اِهْيَا اِشْرَاهِيَا

پاک کپڑے میں سی کر عورت کی بائیں ران میں باندھے۔ بسہولت بچہ پیدا ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۲) جس عورت کے صرف لڑکی ہوتی ہو:۔ تین ماہ حمل کے گزرنے سے پیشتر ہرن کی جھلی پر گلاب و زعفران سے یہ آیتِ شریفہ لکھے۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى تا مُتَعَالِ اور آیۃ شریفہ یٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ تا سَمِيًّا پھر لکھے بِحَقِّ مَرْيَمَ وَعِيْسٰى اِبْنًا صَالِحًا طَوِيْلَ الْعُمُرِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ۔ کمر میں باندھے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا مرحمت فرمائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۳) برائے قرارِ حمل:۔ اسم يَا مُبْدِئُ تین کاغذ پر لکھے۔ شروع ماہ میں تین روز تک ایک ایک کر کے کھائے اور آیۃ شریفہ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى مُتَعَالِ تک لکھ کر کمر میں باندھے۔ فضلِ خدا سے حمل قرار پائے۔

(۳۴) جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو:۔ اجوائن و سیاہ مرچ لے کر دونوں پر ظہر کے قریب پیر کے دن سورہ الشمس چالیس مرتبہ اور ہر بار سورہ کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھے۔ بس تھوڑی تھوڑی کھائے۔ حمل قرار پائے

کے دن سے بچہ کے دودھ چھڑانے کے دن تک انشاءاللہ تعالیٰ بچہ زندہ رہیگا اور عمر دراز ہوگی۔

(۳۵) جس مریض کے علاج سے طبیب عاجز ہو جائیں:۔ سفید چینی کے پیالہ میں یا کسی اور پیالہ میں یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَائِہٖ یَا حَیُّ، اور بعض کے نزدیک اس پر سورہ فاتحہ زیادہ کرتے ہیں چالیس روز لکھ کر پلائے انشاءاللہ تعالیٰ شفا پائے۔

(۳۶) گم شدہ چیز کے لئے:۔ یَا حَفِیْظُ ایک سو انیس بار پڑھے بغیر کمی زیادتی کے پھر اسی قدر یعنی ایک سو انیس مرتبہ یہ پڑھے۔ یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ ط انشاءاللہ تعالیٰ گم شدہ چیز مل جائے گی۔

(۳۷) برائے تپ و لرزہ:۔ یہ عبارت لکھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ط اِلٰٓی اُمِّ مِلْدَمٍ اَلَّتِیْ تَاْکُلُ اللَّحْمَ وَتَشْرَبُ الدَّمَ وَتَھْشِمُ الْعَظْمَ اَمَّا بَعْدُ یَآ اُمَّ مِلْدَمٍ اِنْ کُنْتِ مُؤْمِنَۃً فَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنْ کُنْتِ یَھُوْدِیَّۃً فَبِحَقِّ مُوْسَی الْکَلِیْمِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنْ کُنْتِ نَصْرَانِیَّۃً فَبِحَقِّ الْمَسِیْحِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ اَنْ لَّا اَکَلْتِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانَۃَ لَحْمًا وَّلَا شَرِبْتِ لَہٗ دَمًا وَّلَا ھَشَمْتِ لَہٗ عَظْمًا وَتَحَوَّلِیْ عَنْہُ اِلٰی مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط وَاِلَّا فَاَنْتِ بَرِیْٓئَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاللّٰہُ بَرِیْٓءٌ مِّنْکِ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

(۳۸) برائے تپ مجرب ہے:۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ط

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَاءً خَفِیًّا تا شَقِیًّا ط لکھ کر مریض کے سر پر باندھے اور آیہ شریفہ
قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ط لکھ کر دھو کر پلائے۔

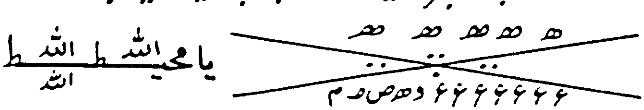
(۳۹) برائے خنازیر:۔ کچے چمڑے کا ایک تسمہ مریض کے قد کے برابر لے اور اس میں اکتالیس گرہ دے۔ ہر گرہ دینے کے وقت کہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُوَّۃِ اللّٰہِ وَعَظَمَۃِ اللّٰہِ وَبُرْھَانِ اللّٰہِ وَسُلْطَانِ اللّٰہِ وَکَنَفِ اللّٰہِ وَجِوَارِ اللّٰہِ وَاَمَانِ اللّٰہِ وَبُرْھَانِ اللّٰہِ وَحِرْزِ اللّٰہِ وَصُنْعِ اللّٰہِ وَکِبْرِیَاءِ اللّٰہِ وَبَھَاءِ اللّٰہِ وَجَلَالِ اللّٰہِ وَکَمَالِ اللّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ ۔ پھر اس چمڑے پر دم کر کے گرہ دے۔ یہاں تک کہ ۴۱ گرہ پوری ہوجائیں۔ پھر مریض کے گلے میں لٹکا دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوجائیگی۔

(۴۰) برائے ضعف بصر:۔ ہر نماز فرض کے بعد تین مرتبہ پڑھے فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ط اور آنکھ پر دم کرے۔

(۴۱) برائے مرگی:۔ تانبے کے پترے پر ایک طرف اتوار کی پہلی ساعت میں یَا قَھَّارُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یُطَاقُ اِنْتِقَامُہٗ یَا قَھَّارُ۔ اور دوسری طرف یَا مُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَھْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِہٖ یَا مُذِلُّ۔ اور گردن میں لٹکائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا پائے گا۔

(۴۲) برائے چھڑانے قیدی کے و آسانی مشکل:۔
نماز عشاء کے بعد ۶۰۵۶ مرتبہ پڑھے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اوّل و آخر درود شریف تین تین مرتبہ صلوٰۃ تُنْجِیْنَا پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خلاصی پائے گا۔

(۴۳) فتوحات و تمام امراض کے لئے:۔ اس نقش کو لکھ کر مریض کو دھو کر پلائے اور دیگر امور کے لئے پاک کپڑے میں سی کر داہنے بازو یا گلے میں باندھے۔



(۴۴) دردِ سر کے لئے پیشانی پر باندھے

یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح

یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح

وَصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمّدٍ وَ آلہٖ وَاصحابہٖ اجمعین۔

(۴۵) محبّتِ زوجین کے لئے داہنے بازو میں باندھنا چاہیئے اور خوشبو بھی لگائی جائے

یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ یا غفار	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یا کریم	وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ یا کریم ۲	اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد یا ودود
اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد یا ودود ۱۲	وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ یا کریم	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یا رحیم ۲	یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ یا لطیف ۱۳
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یا لطیف ۶	یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ یا رحمٰن ۹	اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد یا رحیم ۲	وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ یا رحمٰن ۳
وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ یا رحمٰن ۱۵	اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ عہ	یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ یا کریم ۵	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یا رحیم ۱۰

(۴۶) بواسیر کے لئے کمر میں پُشت پر باندھنا چاہیئے۔

یَا رَحِیْمُ کُلِّ صَرِیْخٍ وَّمَکْرُوْبٍ وَّغِیَاثَہٗ وَمَعَاذَہٗ یَا رَحِیْمُ

خادم العلماء والصلحاء محمّد عبدالمالک صدیقی فضلی نقشبندی مجددی عفی عنہ

باب سیزدھم

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے القاب و فضائل

اگرچہ جملہ سلاسلِ طریقت موصل الی اللہ یعنی اللہ کو پہنچانے والے ہیں مگر طریقۂ نقشبندیہ میں بعض ایسی خصوصیتیں اور فضیلتیں ہیں۔ جن کو دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے ع

لیکن تو چیزے دیگری

یہ طریقہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے اور وہ اس کے سرِحلقہ ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ سے شیخ بایزید بسطامیؒ تک اسے صدیقیہ کہتے تھے اور خواجہ بایزید بسطامیؒ سے خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تک طیفوریہ اور خواجہ عبدالخالقؒ سے خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ تک خواجگانیہ کہلاتا تھا اور خواجہ نقشبندؒ سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ خواجہ علاء الدین عطارؒ خواجہ نقشبندؒ کے مرید خاص تھے اور اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لئے ان کی نسبت سے اس طریقے کو علائیہ بھی کہتے رہے ہیں۔ اور حضرت مجددؒ کے زمانے سے اب تک نقشبندیہ کہلاتا ہے۔

جن خصوصیات کی بناء پر طریقۂ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر فضیلت حاصل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس طریقۂ عالیہ کا مدار اتباع سُنّت کے التزام اور بدعت سے اجتناب پر ہے اور ظاہر ہے کہ جس طریقہ میں جس قدر اتباع سُنّت اور بدعت سے اجتناب زیادہ ہوگا اسی قدر اس میں انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

زیادہ ہوں گے اسی قدر وہ نسبت قوت و رفعت میں ممتاز ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ کمال متابعت سنت ہی کی بدولت دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں اور کمال متابعت کی وجہ سے یہی کمال مشابہت انکی افضلیت کی دلیل ہے

اس طریقے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حاملین عمل بر عزیمت کو حتی المقدور ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور رخصت پر عمل تجویز نہیں کرتے تیسری خصوصیت یہ کہ حضرات نقشبندیہ احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع رکھتے ہیں اور اذواق و معارف کو علوم شریعت کے تابع سمجھ کر جواہر نفیسہ شرعیہ کے عوض میں وجد و حال کے متاع بے مایہ کو نہیں لیتے۔ اور صوفیہ کے ترہات پر مغرور نہیں ہوتے۔ اسی واسطے ان کا وقت وحال، دوام و استمرار پر ہے۔ نقش ماسوا ان کے دل میں سے اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اس کے حاضر کرنے میں اگر ہزار بار کوششیں کیجائیں تو حاضر نہ ہو سکے۔

اس طریقے کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے مثل برق کے ہے۔ ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رض شیخ محمد مکی رح کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

تجلی ذاتی نزد اکثر مشائخ برقی است و نزد اکابر نقشبندیہ دائمی

"فَيَكُوْنُ كَمَالُ هٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ فَوْقَ جَمِيْعِ الْكَمَالَاتِ وَنِسْبَتُهُمْ فَوْقَ جَمِيْعِ النِّسَبِ" یعنی اکابر نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی دائمی ہے اور دوسرے مشائخ کے نزدیک برقی ہے۔ پس بدیں وجہ ان اکابر کا کمال تمام کمالات کے اوپر اور انکی نسبت دوسری تمام نسبتوں پر فائق ہے۔

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں۔

" در طریقۂ ایں اکابر نہایت در بدایت است۔ و اقتداءِ ایشاں دریں امر

بصحابۂ رسول خدا است علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اوشان ببرکتِ صحبتِ آنحضرت صلعم در اوّل مرتبہ مے یابند چیزے کہ دیگر اولیائے امّت را در نہایتِ کار میسّر گردد فلہٰذا ولایتِ ایں بزرگواراں نقشبندیہ فوق جمیع ولایاتِ اولیا است‘‘

یعنی اکابر نقشبندیہ کے طریقے میں ابتدا ہی میں وہ درجہ ولایت حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو انتہائے کار میں مل جاتا ہے۔ اور اس امر میں ان کا قدم صحابۂ رسول اکرم صلعم کے نقشِ قدم پر ہے اور وہ آنحضرت صلعم کی صحبت کی برکت سے ابتدا میں ہی مرتبۂ ولایت حاصل کر لیتے تھے۔ اسلئے بزرگانِ نقشبندیہ کی ولایت تمام اولیاؑ کی ولایت پر فائق و عالی ہے‘‘

الغرض صحابۂ کرام رضہ سے نسبت رکھنے کی بدولت اس طریقے کو شرفِ امتیاز حاصل ہے۔ ونعم ماقیل

؎ گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرّۂ آفتابِ تابانیم

حضراتِ نقشبندیہ کے نزدیک وہ حضور اعتبار سے ساقط ہے جس کے پیچھے غیبت یعنی حجاب ہو۔ یہ حضرات اس آیتِ کریمہ کے مصداق ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۔ (سورۂ نور)

وہ مرد کہ غافل نہیں کرتی ان کو سوداگری اور نہ خرید و فروخت خدا کی یاد سے۔

اِس طریقے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں افادہ اور استفادہ یعنی فائدہ پہنچانے اور فائدہ اُٹھانے کی شرط شیخ کی صحبت و محبّت قرار پائی ہے جس کو جس قدر شیخ طریقت سے محبّت و صحبت زیادہ ہوگی۔ اسی قدر اس کو فیوض و برکاتِ شیخ زیادہ حاصل ہوں گے اور یہی بعینہٖ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معاملہ تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم رح کے مکتوبات

جلد اوّل مکتوب اٹھتّر (۷۸) میں لکھا ہے۔

" در طریقۂ ما مدارِ وصول بدرجۂ کمال مربوط برابطۂ محبت است بہ شیخ مقتدا۔ طالب صادق از راہ محبتی کہ بشیخ دارد۔ اخذ فیوض و برکات از باطنِ او می نماید و بمناسبت معنویہ ساعت فساعت برنگ او می برآید۔ گفتہ اند :فنا فی الشیخ مقدمۂ فنا حقیقی است۔ ذکر تنہا بے رابطۂ مسطورہ و بے فنا فی الشیخ موصل نیست و در سلوک.... کہ بطریقِ دیگر وابستہ است۔ مدار کار بر وظائف و اوراد و اذکار است و بُنیاد معاملہ بر ریاضتِ اربعینات .... و دریں طریق کہ طریقِ صحابۂ کرام است علیہم الرضوان افادہ و استفادہ انعکاسی است۔ و صحبتِ شیخ مقتدا با رعایتِ آداب کافی است وظائف و اذکار و طاعات نیز از ممدات و معاونات است صحبت خیر البشر در حصول کمالات بشرطِ ایماں و تسلیم و انقیاد کافی بود۔ لہٰذا راہِ وصول دریں طریق اقرب گشتہ است۔ و در اخذ فیوض و برکات از شیخ کامل مکمّل کہول و صبیان و شیوخ و احیاء و اموات برابر اند"۔

اس طریقے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کمالات نبوّت سے حصّۂ وافر حاصل تھا۔ اور یہ طریقہ اِن سے شروع ہوتا ہے اس سبب سے اس طریقے سے کمالاتِ نبوّت کا راستہ کھُلا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" نزد فقیر یک گام دریں طریقہ زدن برابر بہزار گام طریق دیگر است راہی بکمالات نبوّت بطریق تبعیت و وراثت کشادہ میشود۔ مخصوص بایں طریق عالیست۔ منتہائے طُرقِ دیگر تا نہایت کمالات ولایت است از انجا راہے بکمالات نبوت نہ کشادہ اند۔ ازینجا است کہ ایں فقیر در کتب و رسائل خود نوشتہ کہ طریقِ ایں بزرگواراں طریقِ اصحاب کرام است علیہم الرّضوان چنانچہ اصحاب کرام بطریق وراثت از کمالات

نبوت حظِ وافر گرفتہ اند، منتہیانِ ایں طریق نیز ازاں کمالات بطریق تبعیت نصیبِ کامل می یابند و متدیاں و متوسطاں کہ ملتزم ایں طریق اند نیز امید وارند "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" بشارتیست دُور افتادگاں را"۔

یہ طریق یقیناً موصل الی اللہ ہے۔ عدم وصول کا احتمال یہاں نہیں پایا جا سکتا۔ کیونکہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے۔ سالک کے وصول کا مانع یا جذبِ محض ہے جس میں سلوک نہ ہو یا سلوک محض بغیر جذبہ کے۔ یہاں دونوں مانع نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ اس طریق میں نہ سلوک خالص ہے نہ جذبِ محض بلکہ جذبہ ہے متضمنِ سلوک۔ لہٰذا اس طریقۂ عالیہ میں وصول کا سدِراہ سوائے طالب کی سستی کے اور کوئی چیز نہیں۔ طالب صادق کہ پیر کامل کی صحبت میں رہے، اور شرائطِ طلب کو جو اکابر سلسلہ نے قرار دی ہیں بجا لائے تو امید ہے کہ البتہ واصل ہوگا۔ اگر پیر ناقص سے کسی کا پالا پڑ جائے تو چونکہ وہ خود واصل نہیں دوسروں کو کیسے واصل بنا سکتا ہے۔ اس صورت میں طریق کا کیا قصور ہے چنانچہ حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب نمبر ۲۶۰ میں اپنا طریق یوں بیان فرماتے ہیں۔

" یہ ہے بیان اس طریق کا بدایت سے نہایت تک جس کے ساتھ حق سبحانہٗ نے اس حقیر کو ممتاز فرمایا ہے۔ اس طریق کی بُنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جو متضمنِ اندراج نہایت در بدایت ہے۔ اس بُنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بُنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔ بخارا و سمرقند سے بیج زمین ہند میں جس کا مایہ خاکِ یثرب و بطحا سے ہے بویا گیا ہے اور اس کو سالوں آبِ فضل سے سیراب رکھا گیا اور تربیتِ احسان سے پرورش کیا گیا۔ جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی تو یہ علوم و معارف پھل لائی"۔

ایک اور مکتوب نمبر ۲۹۱ جلد اوّل میں آپؒ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

" اس طریق میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں کے سات قدم سے بہتر ہے وہ راستہ جو بطریقِ بعیت و وراثت کمالاتِ نبوت کی طرف کھلتا ہے اس طریق عالی سے مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی نہایت، کمالاتِ ولایت کی نہایت تک ہے وہاں سے کمالاتِ نبوّت کی طرف کوئی راستہ کھلا نہیں ہے۔"

الغرض طریقۂ عالیہ نقشبندیہ بیشمار خصوصیات و فضائل کا حامل ہے جس کی طرف ہمارے آقا، مولیٰ اور شیخ الکامل حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی دامت برکاتہم العالیہ دعوت دے رہے تھے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت شیخ کے زیرِ دامنِ مُبارک آکر اس طریقہ عالیہ میں داخل ہوگئے ہیں اور اس کی خدمت و اشاعت میں کوشاں ہیں۔

نقشبندی اصطلاحات اور ان کا مطلب | ارباب نقشبندیہ کے ہاں چند اصطلاحات و کلمات رائج ہیں جن کے بانیٔ اوّل حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کئے جاتے ہیں۔ طریقۂ حضراتِ خواجگاں کی بُنیاد انہی کلمات پر قائم ہے۔ ان کلمات کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ہوش در دَم۔ یعنی سالک کا ہر نفس میں ہوشیار رہنا کہ بیدار ہے یا غافل۔

(۲) نظر بر قدم۔ یعنی سالک کو چاہیئے کہ راہ چلنے میں نظر اپنی قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر وقت نظر کی نشست کو روبرو رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے کہ موجبِ فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔

(۳) سفر در وطن۔ انتقال کرنا سالک کا صفاتِ بشریّہ خبیثہ سے بجانب صفاتِ ملکیّہ

(۴) خلوت در انجمن۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ سالک جمیع اوقات، خلوت و جلوت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، کام کاج، بات چیت میں اپنا دل اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

(۵) دست بکار دل بیار۔ ہاتھ کام میں مشغول ہو۔ اور دل اللہ کی یاد سے سرشار ہو

(۶) یادکرد۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔

(۷) بازگشت۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کر کے بکمال تضرع یہ دُعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری۔ اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

(۸) نگہداشت۔ اس سے مراد خطرات، خیالاتِ پریشاں اور حدیثِ نفس کا دِل سے دُور کرنا ہے۔

(۹) یادداشت۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ سالک اپنی توجہ کو الفاظ و خیال کے بغیر حق تعالیٰ کی ذات کی طرف رکھے۔

(۱۰) وقوف زمانی اور ہوش دردم ایک ہی چیز ہے۔

(۱۱) وقوف عددی۔ ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عددِ طاق کا لحاظ رکھنا۔

(۱۲) وقوف قلبی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی توجہ قلب کی جانب رکھے جو زیرِ پستانِ چپ ہے۔

باب چہاردھم

شجرۂ خاندانِ نقشبندیّہ، مجددیہ، فضلیہ، صدیقیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے
فضل کر مجھ پر محمّد مصطفٰے کے واسطے

حضرت صدّیقِ اکبر ہیں امیرالمومنین
صدق دے کامل تو ایسے پُرصفا کے واسطے

حضرتِ سلمان رض فارس خاص اصحابِ نبیؐ
عشق دے اپنا مجھے اس باوفا کے واسطے

حضرت قاسم رض امام جو پوتے ہیں صدّیق کے
رحم کر جعفر رض امامِ اصفیا کے واسطے

قطبِ عالم غوثِ اعظم شیخ اکبر بایزید
استقامت بخش ایسے رہنما کے واسطے

حضرت ابوالحسن صاحب ساکن خرقان کے
ذکر قلبی دے ہمیشہ باحیا کے واسطے

حضرت خواجہ ابوالقاسم رہے گرگان میں
ہو گناہوں سے رہائی پُرضیا کے واسطے

فارمدی شیخ عالم خواجہ حضرت بوعلی
دے مجھے اعمالِ صالح اولیاء کے واسطے

حضرت خواجہ ابویوسف جو ہیں ہمدان کے
نفس ہو مغلوب میرا مقتدا کے واسطے

غجدوانی خواجہ عبدالخالق شیخ کمال
مجھ کو مل جائے کمال اس پیشوا کے واسطے
حضرت خواجہ محمدؒ عارف ریوگری
خود ملے عرفان تیرا اتقیاء کے واسطے
فغنوی محمود ہیں انجیر صاحب مردِ حق
سبق رحمت کا ملے دُرِّ بے بہا کے واسطے
خواجہ عزیزانِ علی رامیتنی
نام میرا ہو عزیز اس بے ریا کے واسطے
خواجہ بابا سماسی عاشقِ ذاتِ خدا
عشق سے پُر دل ہو اس عاشقِ خدا کے واسطے
حضرتِ شاہ کلاں میر سیّد متّقی
تقویٰ کامل ہو نصیب اس پُرسخا کے واسطے
خواجہ پیراںِ پیر عالی ذات شاہِ نقشبند
نقش دل میں ہو نام تیرا شاہ علا کے واسطے
حضرت خواجہ علاء الدّین جو عطّار ہیں
دل معطّر ہو میرا اس خوش لقا کے واسطے
حضرت یعقوب چرخی بیکسوں کے دستگیر
سُستی غفلت دُور کر میمون لقا کے واسطے
حضرت خواجہ عبیداللہ جو احرار ہیں
دمبدم ہو عشق زائد دِلرُبا کے واسطے

حضرت خواجہ محمّد زاہد زہدِ کمال
مجھ کو بھی ملجائے زہد اہلِ عطا کے واسطے
خواجہ درویش محمد سیّد دُرویش تھے
خاص درویشوں سے کر صاحب عبا کے واسطے
خواجگی خواجہ محمد مظہر اسرارِ حق
مجھ کو بھی خواجہ بنا مردِ خدا کے واسطے
حضرت خواجہ محمّد باقی باللہ رازداں
راز داں مجھ کو بنا شہ اولیاء کے واسطے
حضرت خواجہ مجدّد الف ثانی رض بے نظیر
دین و دُنیا خوب ہوں اس حق نما کے واسطے
عروۃ الوثقیٰ محمّد خواجہ معصوم اہلِ دل
دل میرا تو کر منوّر دل صفا کے واسطے
شیخ سیف الدّین صاحب سیف ہیں وہ دین کے
سر کٹے حرص و ہوا کا پُر ضیا کے واسطے
حضرت حافظ محمّد محسن ہیں وہ دہلوی
ظاہر اور باطن ہو اچھا شاہ گدا کے واسطے
سیّد نور محمّد ہیں بدایونی ضرور
عشق سے سینہ جلے سیّد صفا کے واسطے
میرزا مظہر جانِ جاناں ہیں حبیب اللہ شہید
رکھ شریعت پر مجھے پیر ہدیٰ کے واسطے

حضرت شاہ غلام علی مجدد دہلوی
خاص بندوں سے بنا اس جاں فدا کے واسطے
بوسعید احمدی غوث زماں تھے بے گماں
ہو سعادت دوجہانی باوفا کے واسطے
حضرت شاہ احمد سعید دہلوی مدنی ہوئے
ذوق و شوق اپنا تو دے اس اولیا کے واسطے
حاجی دوست محمد ساکن قندہار تھے
دل میں ہو ذکر و فکر صاحب دعا کے واسطے
محمد عثمان قطب تھے وقت کے
ہوں روا حاجات کل احتبا کے واسطے
حضرت محمد لعل شاہ ہمدانی دندانی تھے
کر منور دل میرا تو اس سید السادات کے واسطے
حضرت خواجہ محمد جو سراج الدین تھے
کر سراج دل کا روشن دل ضیا کے واسطے
محمد فضل علی ہیں خادم کل اولیاء
ان سب کی برکت سے سوالی ہے لقا کے واسطے
مولوی جو عبد مالک راہ خدا میں ہیں فدا
بخش دے توفیق اس کو مصطفیٰ کے واسطے

بحضورِ رحمتِ دوعالم
صلی اللہ علیہ وسلم

خوش ہمی گویم درود و ہم سلام — بر محمّد مصطفیٰ عالی مقام
آنکہ نامش زینتِ ارض وسماست — وآنکہ ذاتش رحمتِ ہر دو سراست
سیّدِ اولادِ آدم فخرِ کُل — ہست او شاہِ اُمم خیر الرّسل
نورِ حق ست ذاتِ آں قدسی صفات — تکیہ گاہِ ما و جملہ کائنات
شد پدید از نورِ او جملہ جہاں — ایں زمین و آسمان و کن فکاں
صاحبِ خُلقِ عظیم باصفا — منبعِ حلم و حیا کانِ وفا
در مقامِ لِی مَعَ اللّٰہ از کمال — ہیچ کس با او نہ دارد اتّصال

اوست ختم الانبیاء ختم الرّسل
ختم شد بروئے نبوّت جزو کل

گفت خود را آخرِ پیغمبراں — گفت ما را آخرینِ اُمّتاں
ہر کہ گوید مَن نبیّم بعدِ او — ہست او دجّال و کاذب لغو گو
شد برو نازل کتابِ باکمال — آنکہ در عالم نمی دارد مثال
ناسخِ تورات وانجیل وزبور — دعوتش باقیست تا یوم النشور

سردرا داری جمالِ باکمال
در صفِ خوباں نمی داری مثال

روئے تو از روئے گُل زیباتر است — حسنِ تو واللہ چیزے دیگر است
ماہ از روئے مُنیرت مستنیر — بدرِ کامل از جمالت مستنیر
حُسنت از حسنِ جہاں اعلیٰ تر است — وصفِ تو از حدِ من بالاتر است

جان و دل قربانِ حسنت کردہ ام
ہر متاعے را فدایت کردہ ام

خاکِ یثرب خوش تر از مشکِ ختن
خاکِ پایت توتیائے چشمِ من

خویشتن را من ندانم خوش نصیب
در عدن بے دیدنِ روئے حبیبؐ

اَلصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ مِنِّیْ وَالسَّلَام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ الْاَنَام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَمْسَ الْھُدیٰ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ الْوَریٰ

السّلام اے مظہرِ نورِ خدا
السّلام اے رونقِ ارض و سما

السّلام اے سیّدِ پیغمبراں
السّلام اے مقتدائے مرسلاں

السّلام اے آفتابِ کائنات
السّلام اے انتخابِ کائنات

السّلام اے رحمۃٌ للعالمیں
السّلام اے شافعُ المذنبیں

صاحبِ ختمِ نبوّت السّلام

قاطعِ وحی رسالت السّلام

مطلعِ نور و تجلّی السّلام
مخزنِ علمِ لدُنّی السّلام

السّلام اے مہبطِ روح الامیں
السّلام اے رہروِ عرشِ بریں

السّلام اے شرحِ آیاتِ مبیں
السّلام اے حاملِ حق الیقیں

السّلام اے رہنمائے انس و جاں
السّلام اے رازدانِ کن فکاں

السّلام اے مونسِ درماندگاں
السّلام اے چارہ سازِ بیوگاں

السّلام اے دستگیرِ بیکساں
السّلام اے تکیہ گاہِ عاصیاں

السّلام اے مالک و مختارِ ما

السّلام اے راحت و دلدارِ ما

السّلام اے ہادیٔ عرب و عجم
محسنِ انسانیت میرِ اُمم

در پیامت امنِ عالم راںقاست — اُسوہ اَت دُنیائے مضطر را شفاست
دعوتِ تو کامیابی را دلیل — اتباعت سرفرازی را کفیل
مردِ مؤمن را نگاہت کیمیاست — ذکرِ تو مر دردمنداں را دواست
آں شتربانان زفیضِ مقدمت — دَرجہاں گشتند عالی مرتبت

یارسولَ اللہؐ محبوبِ الٰہ
کُن بحالِ امتِ خود یک نگاہ

تا شویم از قصرِ محرومی بدر — باز یابیم آں مقامِ مقتدر
اندراں روز یکہ بہرِ عاصیاں — آتشِ دوزخ شود شعلہ فشاں
یا رسول اللہ ز تو دارم رجا — در شفاعت یاد داری ایں گدا
تو مرا دَرخواہ از ربّ الوریٰ — روزِ محشر اے حبیبِ کبریا
من نمی باشم سزاوارِ نعیم — از شفاعت بندہ را بخشد کریم

پُرگناہم دَردمندم یارسولؐ
عفو خواہم مستمندم یا رسولؐ

روسیاہم نابکارم یا رسولؐ — لیک از دَرَت مرانم یا رسولؐ
گر بدم گر نیک باشم یا رسولؐ — از غلامانِ تو ہستم یا رسولؐ
توئی دریائے کرم بحرِ صفا — از گناہم پاک کُن یا مصطفیٰ
رحمتِ حق باد بر تو روز و شب — اے امین و صادق و اُمّی لقب
ہم برآل و اہلِ تو گویم درود — باد راضی از ہمہ رَبِّ ودود
یک نگاہِ لُطف برمدار کُن — ذرّہ ناچیز را شہوار کُن

اوّل و آخر ہمی گویم درود
بر شہنشاہِ جہانِ ہست و بود

بابِ پانزدہم

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صدیقیہ کے مختصر حالات

حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)

یہ حضرت قبلہ مرشد صدیقیؒ کا فیضانِ نظر ہے کہ میں "تجلیات صدیقی" جو حضرت صدیقی اور آپ کے شیخؒ کے حالات پر مشتمل ہے کو مرتب کرنے میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ لیکن "تجلیات صدیقی" کی تکمیل اور اس کے حسن و جمال کو مزید دوبالا کرنے کے لئے میں باجازت حضرت صدیقی شجرۂ خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ صدیقیہ کے مشائخ یعنی حضور نبی اکرم منشائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت صدیقی تک تمام مشائخ کے مختصر حالات لکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مرکزِ ہدایتِ عالم و منبعِ فیض و کرم ہیں، کچھ حالات بصد ذوق و شوق و بلبِ ادب عرض کرنے سے ابتدا کر رہا ہوں۔

حبیبِ کبریا، رحمتِ ہر دوسرا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل تمام روحانی ترقیات و عروجات کی اساس ہے۔ حضورؐ کے چشمۂ فیضان رحمت سے تمام کائنات اور اس کا ذرّہ ذرہ سیراب و رفیضیاب ہے۔ حضورؐ کی ذات گرامی کا ظہور قدسی نہ ہوتا تو آفتاب و ماہتاب اور گلاب کی طرح یہ حسین و خوشنما اور دلکش دنیا اور ساری کائنات پردۂ عدم سے منصۂ وجود و شہود پر جلوہ گر نہ ہوتی۔ حضورؐ کے حسن و جمال اور کمال نے نہ صرف عالمِ انسانیت بلکہ ہر نوع کے عالم کو جمال و کمال عطا فرمایا۔

اور کائنات کا حسنِ دلفریب حضور اقدسؐ کے حسن عالم آرا، اور نورِ محمدی سے مقتبس اور مستنیر ہے۔ مرکزِ رُشد و ہدایت حضورؐ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے جو تمام بنی نوعِ انسان کو امن و سلامتی، فلاح و سعادت، اطمینان و مسرت، روحانی ترقیات اور مرضیاتِ الٰہی کی راہِ مستقیم دکھا رہی ہے۔ حضورؐ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم کے بغیر نہ مسلمان منزلِ مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ غیر مسلم قومیں حقیقی امن و مسرت اور فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں۔ غیر مسلم قوموں کی موجودہ دلفریب ترقیاں محض دکھلاوے کی چیزیں ہیں۔ اوّل تو یہ ترقیاں اور کامیابیاں چند روزہ ہیں اور ہر وقت معرضِ حوادث و زوال میں ہیں۔ دوئم یہ کہ اگر ان بظاہر ترقی یافتہ قوموں کے قلب و ذہن کی اندرونی کیفیتوں کو ٹٹول کر دیکھئے۔ تو آپ ان کو امن و اطمینان اور چین و مسرت کی حقیقی زندگی سے محروم پائیں گے۔ اس لئے حضور کے اتباع اور پیروی کے بغیر انسان کامیاب اور فائز المرام نہیں ہو سکتا۔

ع حقا کہ بے متابعتِ سیّد رسل
ہرگز کسی بمنزلِ مقصود رہ نیافت

ظہور قدسی

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ۱۲ ربیع الاوّل سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی مکہ معظمہ میں دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ دادا عبد المطلب نے محمدؐ اور والدہ ماجدہ نے احمدؐ نام رکھا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضورؐ کی سیرتِ پاک میں دوشنبہ (پیر) کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ولادت، بعثت، ہجرت اور رحلت سب اسی دن واقعہ ہوئے۔ حضورؐ کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ "عبودیت" حضورؐ کے خون میں شامل تھی۔ والدہ مکرّمہ کا نام آمنہ خاتون تھا۔ "امن" کے شکم میں حضورؐ نے پرورش پائی۔ حضورؐ کی دایہ کا نام حلیمہ ہے "حلم اور بردباری" کا حضورؐ نے دودھ پیا حضورؐ

کا نام محمدؐ ہے۔ آپکی ہر زمانے میں حمد و ستائش کی گئی اور قیامت تک اور بعد از قیامت بھی کی جاتی رہے گی۔ پیدا ہونے سے پہلے آپؐ کے والد انتقال فرما چکے تھے۔ جب چھ سال کے ہوئے تو والدہ دنیا سے رخصت ہوئیں۔ نو سال کی عمر میں دادا بھی چل بسے۔ جوانی تک آپؐ ابو طالب (چچا) کی کفالت میں رہے۔ مکہ مکرمہ میں اس زمانے میں کوئی مکتب تھا نہ مدرسہ۔ نہ پڑھنے لکھنے کا رواج اس وجہ سے وہاں کے اور لوگوں کی طرح آپ بھی "امی" یعنی ان پڑھ رہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ علم و معرفت اور حکمت و دانش کے اس بلند ترین مقام پر فائز تھے جس پر کوئی دانا و حکیم نہ پہنچ سکا۔ اور نہ قیامت تک پہنچ سکے گا۔ بلکہ دنیا کے حکماء و عقلاء آپؐ ہی کے خرمنِ علم و حکمت کے ہمیشہ خوشہ چیں رہے ہیں۔ ؎

وہ خود امی تھے مگر کون و مکاں کے اسرار
حکماء سیکھ گئے ان کے دبستانوں سے

نبوت سے پہلے

بارہ سال کی عمر میں آپؐ نے اپنے چچا کی رفاقت میں شام کا سفر کیا۔ معاش کے لئے آپؐ نے تجارت کا شغل اختیار کیا۔ ۵۸۰ء اور ۵۹۰ء کے درمیان حرب فجار کا واقعہ پیش آیا یعنی قریش اور قیس کے قبیلوں میں جنگ شروع ہوئی۔ یہ جنگ حرمت کے مہینوں میں ہوئی۔ اور کئی سال تک جاری رہی۔ انجام کار لوگوں کی مداخلت سے صلح کا معاہدہ ہوا جو "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے۔

اس معاہدے میں حضورؐ شامل تھے۔ اس معاہدے کا اقرار یہ تھا کہ ہر شخص جو اس میں شامل ہو مظلوم کی حمایت کر کے اس کا حق اسے دلادے۔

پچیس سال کی عمر میں آپؐ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ جو چہل سالہ بیوہ تھیں۔ اس شادی سے آپؐ کے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ

پیدا ہوئے، جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ بڑے قاسم تھے جن کی وجہ سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسمؐ ہوئی۔ چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، اُم کلثوم اور فاطمہؓ۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ خاتونِ جنت سب سے چھوٹی تھیں۔ ان کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے ہوئی۔ اور ان ہی سے خاندانِ سادات چلتا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر ۳۵ سال تھی کہ قریش نے خانۂ کعبہ از سرِ نو تعمیر کیا۔ حجرِ اسود جس کا نصب کرنا سرداری کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ سے نصب ہوا۔ مکّے سے تین میل کے فاصلے پر غارِ حرا ہے آپؐ کی عادت تھی کہ وہاں تنہائی میں کئی کئی دن عبادت میں گزار دیتے۔

نبوّت کے بعد

عمر کے چالیس سال پورے ہو چکے تھے۔ آپؐ غارِ حرا میں مصروفِ عبادت تھے کہ ۲۷ رمضان المبارک۔ لیلۃ القدر ۶۱۱ء کو جبریلِ امینؑ قرآن عزیز کا سب سے پہلا ٹکڑا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ ١ الخ

اللہ کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا

تحفۂ ربّانی کے طور پر لائے۔ اب آپ نبی تھے اور مکّہ کے پیامبر اور خدا کے رسولؐ جنہیں سارے جہان کو کفر و ظلم، اخلاقی بُرائیوں اور فسق و فجور کی تباہ کاریوں سے بچانا تھا۔ آپؐ نے تیرہ سال مکۂ معظمہ میں رسالت کے فرائض انجام دیئے اور اس راہ میں عظیم شدائد و مصائب برداشت کئے۔ اس کے بعد آپؐ نے مدینۂ منوّرہ کو ہجرت فرمائی۔ اور وہاں دس سال نبوّت و رسالت اور اشاعت و تبلیغ اسلام کی ذمّہ داریاں بااحسن وجوہ پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

اُسوۂ حسنہ

نبیوں میں ہر طرح کے نمونے موجود ہیں۔ مگر اسوۂ حسنہ یعنی مثالی زندگی اور قابلِ تقلید، کامل اور شعبہ ہائے انسانی

پر حاوی زندگی اگر کسی کی سیرت میں موجود ہے تو وہ صرف نبی امّی حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک زندگی ہے۔ یہی وہ سیرت ہے جس میں صلح وجنگ فقر و سلطنت، دولت وحشمت، جہانبانی وحکمرانی، ازدواج وتجرّد۔ خدا اور بندوں کے تعلّقات، حاکمیت ومحکومیت، سکون وغضب، جلوت وخلوت، جلال و جمال غرض کہ زندگی کے ہر پہلو کے متعلّق عملی مثال مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زندگی کو نمونۂ زندگی بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اپنے طریقے یا سنّت کی وضاحت کرتے ہوئے حضور صلعم کے اپنے الفاظ ہیں۔ حدیث یہ ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِہٖ فَقَالَ اَلْمَعْرِفَۃُ رَأْسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ وَالثِّقَۃُ کَنْزِیْ وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ وَالْعِلْمُ سِلَاحِیْ وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ وَالصِّدْقُ شَفِیْعِیْ وَالطَّاعَۃُ حَسْبِیْ وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا کہ حضورؐ کی سنّت (طریقہ) کیا ہے۔

فرمایا: معرفت[۱] میرا رأس المال ہے عقل[۲] میرے دین کی اصل ہے محبّت[۳] میری بنیاد ہے۔ شوق[۴] میری سواری ہے۔ ذکر[۵] الٰہی میرا انیس ہے۔ اعتماد[۶] میرا خزانہ ہے۔ حزن[۷] میرا رفیق ہے۔ علم[۸] میرا ہتھیار ہے صبر[۹] میرا لباس ہے۔ رضا میری غنیمت ہے۔ عجز[۱۰] میرا فخر ہے زہد[۱۱] میرا حرفہ ہے یقین[۱۲] میری خوراک ہے صدق[۱۳] میرا ساتھی ہے طاعت[۱۴] میرا بچاؤ ہے جہاد[۱۵] میرا خلق ہے اور میری

آنکھوں کی ٹھنڈک نماز[16] میں ہے۔

اِس حدیثِ مُبارک سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کی سیرت اور اسوۂ حسنہ تمام دینی اور دنیوی خوبیوں اور کمالات کا جامع ہے اور محاسن و مکارم اور کمالات کی یہ جامعیت کسی اور شخصیت میں نہیں مل سکتی۔ اسی لئے حضورؐ کی شان میں بالکل صحیح طور پر کہا گیا ہے کہ

حسُنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آنحضرتؐ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکرِ خدا کرنے والے، لغویات سے دُور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔ انصاف کے معاملے میں قریب اور دُور آپ کے لئے برابر ہوتا تھا مساکین سے محبّت فرمایا کرتے۔ غربا میں رہ کر خوش ہوتے۔ کسی فقیر کو اس کی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وَجہ سے بڑا نہ جانتے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی دلجوئی فرماتے۔ سفید زمین پر بلا کسی مسند و فرش کے نشست فرمایا کرتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور کافر سے بھی خندہ پیشانی سے ملتے (خلاصہ تاریخ عرب، شفا عیاض)

حکیم الامّت شاہ وَلی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

جو کوئی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے یکبارگی آجاتا۔ وہ ہیبت زدہ ہو جاتا۔ اور جو کوئی پاس آبیٹھتا۔ وہ فدائی بن جاتا۔

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ حضرت انس رضؓ نے حضورؐ کی دس سال خدمت کی۔ اس عرصے میں انہیں کبھی اُف تک نہ کہا۔ زبانِ مُبارک پر کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر لعنت کیا کرتے۔ دوسرے کی

اذیت آزار دہی پر نہایت صبر کیا کرتے۔ خلقِ خدا پر نہایت رحمت فرماتے۔ ہاتھ یا زبانِ مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہنچاتے۔ کنبے کی اصلاح اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے۔ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی طرف ہر وقت نظر لگائے رکھتے تھے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مویشیوں کو چارہ خود ڈالتے۔ اونٹ باندھتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے۔ بازار سے خود جا کر سودا سلف خرید لاتے۔ خود اسے اٹھا لیتے۔ ہر ادنیٰ اور اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے۔ غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا۔ قبول فرما لیتے جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا، اسے برغبت کھاتے۔ رات کے کھانے میں سے صبح کے لئے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے اٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو، کریم الطبع کشادہ رو تھے اور چہرے پر مسکراہٹ ہمیشہ کھیلتی رہتی۔ ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اطاعت گزار کو خوشخبری پہنچاتے۔ گنہگار کو ڈر سناتے۔ بے کسوں کی پناہ تھے۔ خدا کے بندہ و رسول جملہ کاروبار اللہ پر چھوڑ دینے والے نہ درشت خو نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے، بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیتے۔ گنہگار کو معافی مانگنے سے پہلے معاف فرما دیا کرتے۔ آپ کا کام مذاہب کی خامیوں کو دور کرنا تھا۔ آپؐ کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان دیتی ہے۔ حضورؐ ہر ایک خوبی سے آراستہ تمام اچھے اخلاق سے متصف تھے۔ سکینہ (اطمینان قلبی)، آپؐ کا لباس، نکوئی آپؐ کا

شعار تقویٰ آپؐ کا ضمیر، حکمت آپؐ کا کلام، عدل آپؐ کی سیرت ہے، آپؐ کی شریعت سراپا راستی، آپؐ کی ملت اسلام، ہدایت آپؐ کی رہنما ہے۔ وہ گمراہی کو اُٹھا دینے والے، گمناموں کو شہرت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔

الغرض حضورؐ کی ذاتِ اقدس میں تمام انسانی خوبیاں اور کمالاتِ نبوت بیک وقت اور یکجا طور پر موجود تھے اور فضائل و محامد اور محاسن و مکارم میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے! اور مُنَزَّہٌ عَنِ الشَّرِیْک تھے

چنانچہ صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

؎ مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

حضورؐ کے اخلاقِ حسنہ کا بیان ایک ناپیداکنار سمندر ہے۔ اس مختصر باب میں اس کی ایک جھلک ہی پیش کی جا سکی ہے۔ حضورؐ کے گلہائے حسن کی فراوانی اور رنگارنگی کو دیکھ کر کہنا ہی پڑتا ہے۔

؎ دامان نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

حضورؐ کا وصال

۲۵ ذیقعد ۱۰ھ کے روز حضورؐ حج کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ۴ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ۹ تاریخ کو عرفات تشریف لے گئے اور ایک عظیم الشان تبلیغی خطبہ دیا۔ جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اور یہ خدا کے برگزیدہ رسول کا آخری پیغام تھا اور انسانیت کے لئے امنِ عالم کا آخری منشور۔

مکہ معظمہ سے واپسی پر حضورؐ بیمار ہوئے۔ اور یہ بیماری مرضِ موت ثابت

ہوئی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں اللہ نے نبوت کے فرائض سے نوازا۔ ۲۳ سال تک خدا کے رسول رہے جس میں سے ۱۴ سال مکہ مکرمہ میں گزارے اور دس سال مدینہ منورہ میں۔ ان ۲۳ سالوں میں قرآن عزیز تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر مکمل ہوا۔

پیدائش اور وفات کے سال کا حساب کر کے حضورؐ اس دنیا میں ۲۲ ہزار ۳ سو دن ۶ گھنٹے قیام فرما رہے۔ آپؐ نے آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن فرائض نبوت ادا کئے۔

۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو مدینہ منورہ میں آفتاب دو عالم غروب ہوگیا۔ آپ کی زبان مبارک پر آخری الفاظ یہ تھے۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

وصال کے بعد حضور اقدس مدینہ منورہ میں زمین کے جس نقطۂ مطہرہ و مبارکہ کے اندر عالم دنیا سے حجاب فرما ہو کر آرام فرما ہیں۔ اس کی عظمت و رفعت اور علوِ شان کا اندازہ لگانا ہو۔ تو اس کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی رح کے یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

پاکیزہ تر از عرش و سما جنّت و فردوس
آرام گہِ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم نیچی نگہ پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسول عربی ہے
اے زائر بیتِ نبوی یاد رہے یہ
بے فائدہ یہاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

اس موقع پر ایک اور شاعرِ رسالت کے چند شعر پیش کرنا بھی عاشقانِ و فدایانِ خاتم النبیین ؐ کے ذوق وشوق اور جذباتِ عشق و محبت میں مزید اضافے کا باعث ہوگا۔

"حریم رسالت" کے عنوان کے تحت فرمایا گیا ہے۔

یہاں جرأتِ شوق سوءِ ادب ہے ۔۔۔ نگاہوں کو غافل ادب سے جھکا لے
بن آئی ہے اے طبعِ مشتاق تیری ۔۔۔ جہانِ تجلّی سے دل کو بسا لے
اسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی ۔۔۔ جو اس زندگی ہی میں جنّت کو پالے
مدینے کے کوچے ہیں اور سیرِ جنّت ۔۔۔ بلا سے جو پڑ جائیں تلووں میں چھالے
غلاموں کے آقا غریبوں کے مونس ۔۔۔ مجھے بھی گدا اپنے در کا بنا لے
کروں کس زبان سے ادا شکر تیرا ۔۔۔ حریم رسالت میں پہنچانے والے

سیہ کار ہوں اور یہ آسرا ہے
کہ دامانِ رحمت میں مجھ کو چھپا لے

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگانِ دین و مشائخ اُمّت کے طفیل حضور قدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ کے اتباعِ مقدّس کی کماحقہٗ توفیق عطا فرمائے آمین۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کامل نمونۂ حیات ہے اور آپؐ کے رفقاء میں سے صدیقِ اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور شیرِ خدا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلافت علیٰ منہاجِ النبوّت کا نمونہ ہیں۔ یہاں صدیقِ اکبرؓ کے سرِ حلقہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہونے کی مناسبت سے مختصر حالات پیش کئے جاتے ہیں۔

ہادیٔ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلیفۂ اوّل، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد، یارِ غارِ مصطفےٰؐ حضرت صدیق اکبر کا نام گرامی عبداللہ، کنیت ابوبکر، لقب صدّیق و عتیق، والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ، ماں کا نام سلمیٰ اور کنیّت اُمّ الخیر ہے۔ آپ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلّق رکھتے تھے۔ شجرہ نسب چھٹی پُشت میں مُرّہ پر جناب سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سالِ فیل سے دو سال اور کچھ کم چار مہینے کے بعد اور رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دو سال بعد ہوئی۔ ولادت مبارکہ یکم محرّم قبل ہجرت ۵۱ سال بروز منگل مطابق ۵ جنوری ۵۷۳ء مکّۂ معظمہ میں ہوئی۔ مکّۂ معظمہ میں آپؓ کی حیثیت ملک التجار اور رئیس اعظم مکّہ کی تھی اور شہر کے اکثر افراد آپکی سخاوت، معقولیت، معاملہ فہمی، دیانتداری اور حُسنِ اخلاق کے معترف تھے۔

آپ اپنی دولت سے ضرورت مندوں اور محتاجوں کی دستگیری اور امداد کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکے اسلام کے قبول کرنے کے بعد اکثر لوگ مُشرّف باسلام ہوئے جن میں مکّہ مکرّمہ کے باشندے اور قرب و جوار کے بسنے والے شامل تھے۔

جاہلیّت کے زمانے میں خون بہا کا مال آپ ہی کے پاس جمع ہوتا تھا۔ آپ

علم الانساب کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ اکابر اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی صلاحیت واہلیت، ذہنیت اور استعداد سے دینِ فطرت کو زبردست فروغ حاصل ہوا۔ آپ نبی اکرم صلعم کے بچپن کے دوست تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے تک سائے کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ بہت سے اہم معاملات میں آپ کی رائے کو پیغمبرِ اسلامؐ نے ترجیح دی۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ معرکہ بدر میں جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر آئے تھے ان کے متعلق فاروق اعظمؓ کی رائے تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی تجویز پیش کی۔ رسالتمآبؐ نے آپ کے مشورے کے مطابق عمل کیا اور فدیہ لے کر تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

حضورؐ کی نبوت پر آزاد مردوں میں سب سے پہلے اِسلام لانے والے آپ ہی تھے۔ حضورؐ کا اپنا ارشاد ہے۔

"میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کی طرف سے کچھ نہ کچھ جھجک ضرور محسوس ہوئی۔ مگر ابوبکرؓ ذرّہ سے نہ جھجکے۔"

ایمان لانے کے بعد ایمان کی قوّت کا یہ حال تھا کہ کسی صورت میں کمزوری کا شائبہ تک نہ پیدا ہوا۔ معراج کی صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے واقعات بیان کئے۔ تو کافروں نے مذاق اڑایا۔ راستے میں حضرت ابوبکرؓ ملے۔ کافروں نے کہا۔ تمہارے دوست جو خدا کی طرف سے وحی اُترنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اب خدا سے ملاقات بھی کر آئے ہیں کیا تم ان کی اس عجیب بات مان لوگے؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا

"کیوں نہیں! میں تو اس سے زیادہ عجیب باتوں کو مانتا ہوں۔"

اسی شانِ ایمان پر دربارِ نبوّت سے "صدیق" کا لقب عطا ہوا۔

تبلیغِ اسلام صدیق اکبرؓ خود جس خلوص سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مگر اس کے بعد عمر بھر آپ نے سرورِ کونینؐ کا جس طرح ساتھ دیا۔ وہ بھی آپ کی صدیقیت پر شاہد ہے روزانہ صبح و شام آپ سے حضورؐ اپنے مشن کے متعلق مشورہ لیتے اور آپ ہی کے تعلق اور اثر سے حضرت عثمانؓ حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت طلحہؓ بن عبداللہ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعد بن وقاصؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے علاوہ کتنے غلام تھے جن کو آپ نے خرید کر کافروں کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی۔ ان آزاد کردہ غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سرِ فہرست ہیں۔

ہجرتِ مدینہ ہجرت مدینہ ایک تاریخی اور بے مثال رفاقت کا نمونہ ہے۔ دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں حضورؐ اپنے رفیق و غمگسار صدیقؓ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور ہجرت کے حکم خداوندی سے آپ کو اطلاع دیتے ہیں صدیقؓ عرض کرتے ہیں۔

"یا رسول اللہ! کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی اجازت ہے"۔

جواب ملتا ہے "ہاں تیار ہو جاؤ"۔ صدیقؓ فرماتے ہیں۔

"یا رسول اللہ! میں نے تو اسی دن کی تمنا میں پہلے ہی سے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں"۔

اس تاریخی سفر کے تمام انتظامات حضرت صدیقؓ کے گھر سے ہوئے۔ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے سامانِ سفر درست کیا۔ حضرت اسماءؓ نے اپنا پٹکا کمر سے کھول کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور ذات النطاقین کا خطاب حاصل ہوا۔ عبداللہ ابن ابی بکرؓ مکہ مکرمہ کے حالات

کی اطلاع پہنچانے پر مقرر ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ بکریاں لے کر غارِ ثور پر چلے آیا کریں۔ اور تازہ دودھ پلایا کریں۔ ان انتظامات کے بعد رسول اللہ علیہ وسلّم نے اپنے عزیز ترین رفیقوں میں سے ایک (حضرت علیؓ) کو اپنے بستر پر لٹا کر اور دوسرے (حضرت ابوبکرؓ) کو اپنے ساتھ لے کر مکّہ مکرّمہ سے باہر نکلے اور غارِ ثور پر جا کر پہلی منزل کی۔ کافروں کو جب معلوم ہوا کہ ان کی سازش ناکام رہی۔ تو جھنجھلا اُٹھے۔ اور آپ کی تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے۔ کچھ لوگ تلاش کرتے کرتے عین غار کے منہ پر گئے۔ اور یہی وقت تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے اپنے محبوب کو یوں تسلّی فرمائی۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے

تاریخِ اسلام میں فتحِ صداقت اور غلبۂ حق کے باب کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ

جب کفار کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو حضرت ابوبکرؓ تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری اور جان نثاری کا پورا پورا ثبوت دیا۔ غزوۂ تبوک میں جو حضورؐ کی حیاتِ مقدّسہ کا آخری غزوہ ہے۔ جب اس لڑائی کے لئے حضورؐ نے اپنے فدائیوں کو پکارا اور ان سے جانی قربانی کے ساتھ مالی قربانی بھی طلب کی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی شان کے مطابق حصّہ لیا۔ گھر میں جو کچھ تھا لا کر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور جب حضورؐ نے پوچھا۔ اے ابوبکرؓ! تم نے کچھ مال بچوں کے لئے بھی چھوڑا۔ تو آپ نے جواب دیا۔

"ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے"

ع صدّیق کے لئے ہے خدا و رسولؐ بس

خلافت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعتِ عام کر کے خلیفہ چُن لیا تو آپ نے ایک روح پرور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! قسم ہے اللہ کی۔ نہ میں کبھی امارت کا خواہاں تھا۔ نہ اس کی طرف مجھے رغبت تھی اور میں نے کبھی خفیہ یا ظاہرا اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دُعا کی۔ لیکن مجھے خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے۔ اس لئے اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے تیار ہو گیا ورنہ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایسا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے جس کی برداشت کی طاقت میں اپنے اندر نہیں پاتا اور بلا امدادِ الٰہی کے اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ کاش میری بجائے کوئی ایسا شخص ہوتا۔ جو اس بوجھ کے اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا۔ مجھے تم نے امیر بنایا۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھا کام کروں تو مجھے مدد دینا۔ وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِی۔ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلواؤں۔ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اور اگر ان کے خلاف کروں تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔

فتوحات ابتدائے محرم ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولید کو اسلامی فتوحات کا سنگِ بنیاد نصب کرنے کے لئے مہماتِ عراق پر روانہ کیا۔ اور اس کے بعد فتوحاتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہوا۔

فتنۂ ارتداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض عرب قبائل میں فتنۂ ارتداد پھیل گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہ دینگے۔ حضرت صدیق رضؓ نے اعلان کیا کہ میں ہر اس شخص کو قتل کرونگا جس نے

زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کی۔ الغرض حضرت صدیق اکبرؓ نے مرتدین کے فتنے کو جہاد کے ذریعے ختم کر دیا۔ مسیلمہ الکذاب نے یمامہ میں مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں اس کے خلاف اسلامی فوج کشی کی اور اس کو کیفر کردار تک پہنچا کر اس فتنۂ عظیمہ کا بھی سر کچل دیا۔

جمع قرآن کا کارنامہ یمامہ کی لڑائی میں حفاظِ قرآن بکثرت شہید ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیقؓ سے کہا کہ جس قدر اس لڑائی میں قرّاء شہید ہوئے۔ اگر کسی اور لڑائی میں شہید ہوئے۔ تو قرآن شریف کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ قرآن شریف کا ایک جگہ جمع ہونا ضروری ہے۔ حضرت صدیقؓ نے زید بن ثابتؓ سے کہا کہ تم جوان عاقل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ تم جمع کرو۔ انھوں نے کچھ معذرت کے بعد یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور چھڑوں اور کھجور کے پٹھوں اور بکری کے شانوں سے جہاں جہاں دستیاب ہوا، جمع کیا۔ یہ قرآن حضرت صدیقؓ کی زندگی میں ان کے پاس تھا۔ انکی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آ گیا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کو قرآن کی وجہ سے زیادہ اجر ملے گا۔

فضائل صدیقؓ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبرؓ کے فضائل میں اوروں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم میں اور ابوبکرؓ میں یہ فرق ہے کہ ابوبکرؓ نے اسلام بلا حجت قبول کیا اور تم نے حجت سے۔ جب سے آپ نے اسلام قبول فرمایا سفر و حضر میں کبھی حضرت صلعم سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اِلّا باجازت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جیسے کوئی اپنے مال میں تصرف کرتا ہے جس روز حضرت صدیقؓ ایمان لائے تھے اس روز ان کے پاس چالیس ہزار دینار اور بقولے چالیس ہزار درہم تھے۔ وہ سب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیئے۔ جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو آپ کے پاس پانچہزار دینار تھے۔ وہ تمام اعانت اسلام و مسلمانوں میں خرچ کر دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مجھ کو کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں ہوا جس قدر ابو بکر رضؓ کے مال سے۔

جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور اقدس ؐ کے در دولت پر جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ حاضر تھا اور باہم بزرگی و فضیلت کا ذکر کر رہے تھے کہ آنجناب ؐ تشریف لائے۔ اور فرمایا کس شغل میں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ لوگوں کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابو بکرؓ پر کسی کو تفضیل مت دیجیو۔ اسلئے کہ وہ تم سب سے افضل ہے دنیا و آخرت میں۔

حضرت جابر رضؓ سے بسند صحیح روایت ہے کہ ایک دن میں ابو بکر رضؓ کے آگے آگے جاتا تھا۔ دفعتہً حضرت صلعم ملے۔ فرمایا۔ تم اس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ واللہ کہ آفتاب طلوع و غروب نہیں ہوا بعد انبیاء و مرسلین کے کسی پر کہ بہتر ہو ابو بکرؓ سے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک سب آدمیوں سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر ابو بکرؓ ہے اور اگر میں کسی کو سوائے خدا کے خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن بھائی چارہ اسلام کا موجود ہے۔

حضرت صلعم نے ابو بکر رضؓ سے فرمایا کہ تم میرے رفیق حوض کوثر پر ہو۔ اور تھے رفیق غار میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر کے تین سو ساٹھ خصائل ہیں جب خداوند تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی خصلت ان میں سے اسے عطا کرتا ہے اور وہ اس خصلت ہی کے سبب سے جنت میں داخل کرے گا حضرت ابو بکر رضؓ نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ان میں سے کوئی خصلت مجھ میں ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ تم میں سب موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوستی ابوبکرؓ کی اور شکر اس کا میری تمام امت پر واجب ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک ایسا شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے۔ اُن سے بغلگیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

امامت

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دنوں یعنی مرض الموت میں جو امتیازی اعزاز و فضیلت حاصل ہوئی۔ وہ حضور اقدسؐ کے ارشاد سے آپ کو امامت کیلئے منتخب ہونا تھا۔ حضورؐ نے ابوبکر صدیق رضؓ کو ارشاد فرمایا کہ امامت کریں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ نے ارشاد مقدس کے مطابق امامت شروع کی۔ دوبار آنحضرت صلعم بحالت نماز پڑھانے کے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک بار حضرت صدیق رضؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ ان کے برابر کھڑے ہوئے تھے۔

دُنیا سے رُخصت کے دن نماز فجر کے وقت حضور پُر نورؐ نے حجرہ شریفہ کا پردہ اُٹھایا اور دیکھا کہ مسلمان حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں کامل اتحاد و اطمینان کے ساتھ دینی فرض ادا کر رہے ہیں۔ تو آپؐ مسکرا دیئے۔ اور پھر پردہ کھینچ لیا۔

بیماری اور وفات

۷ جمادی الآخر ۱۳ھ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہوئے۔ پندرہ روز تک برابر بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ آخرکار ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کی شام کو ۶۳ سال کی عمر میں صدق و تقویٰ کا یہ آفتاب جہانتاب غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

آپ کی وصیت کے مطابق حضرت کی زوجہ اسماء رضؓ بنت عمیس نے آپکو نہلایا۔ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ نے پانی ڈالا۔ اور آپ کی وصیت کے موافق جو کپڑے آپ پہنے ہوئے تھے ان میں آپ کو کفنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درمیان قبر و منبر کے مع چار تکبیروں کے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ رضؓ کو آپ نے وصیت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کریں چنانچہ وہیں آپ کی قبر کھودی۔ اور رسول اللہ علیہ وسلم کے کتفِ مبارک کے پاس آپ کا سر رکھا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کو قبر میں اُتارا۔

اہلِ تصوف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصوف کا پیشرو اور اربابِ مشاہدہ کا سردار مانتے ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء سے انتہا تک سوائے تسلیم امرِ حق کے کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی خدائے رحیم و برتر آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

شانِ صدّیقِ اکبرؓ

ابو بکر صدّیقؓ جانِ سعادت
وہ پُر نور صورت و پاکیزہ سیرت

جبیں اتنی روشن کہ قرآں کی آیت
برستی گھٹائیں کہ دستِ سخاوت

خدا ان سے راضی وہ راضی خدا سے
نبیؐ نے بھی جنّت کی دی تھی بشارت

سیاست مگر عینِ منشائے یزداں
دماغوں پہ قبضہ دلوں پر حکومت

بہ مسجد نمازی بہ میداں غازی
وہ فخرِ عبادت وہ نازِ شجاعت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(۳)

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونے کے باوجود علم باطن میں آپ کو انتساب حضرت صدیق اکبر رضؓ سے ہے۔ آپ اصل میں مجوسی تھے۔ عالم جوانی سے طلب حق میں کوشاں تھے۔ یہود و نصاریٰ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں تکالیف اور سختیاں برداشت کیں اور قریباً دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے اور آخر کار جناب سرور کائنات صلعم نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو ایک یہودی سے آزاد کرایا اور جب سے وہ خدمت اقدس میں رہنے لگے۔ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان خندق کھودنے کے واسطے تقسیم فرمائی۔ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودنے کی تجویز بھی حضرت سلمان فارسی رضؓ نے بتائی تھی۔ خندق کی تقسیم کے وقت سلمان فارسی رضؓ کے بارے میں نزاع واقع ہوئی مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان رضؓ ہمارے ساتھ ہیں اور انصار کہتے کہ ہمارے ساتھ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔

"سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَیْتِ"

سلمان رضؓ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

سرور دو عالمؐ کی طرف سے یہ ایک بڑا اعزاز تھا جو حضرت سلمان رضؓ کو نصیب ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دور خلافت میں حاکم مدائن مقرر کر دیا تھا اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دیئے تھے۔ آپ تمام روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیتے اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات

کرتے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹ کے بالوں کی تھی۔ دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے تھے اور رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ بکری کے بالوں کی رسیاں اور جھول بنایا کرتے تھے اور لڑائی میں کسی کو جھول اور کسی کو رسّی دیتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ایّام حکومت میں آپ شہر مدائن کے بازار میں جاتے تھے اور کسی شخص کو اسباب لیجانے کے واسطے ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کملی پہنے ہوئے دیکھا اور آپ پر سامان اُٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں کون ہوں۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ اور کہا اے امیر! آپ نے یہ بوجھ کیوں اُٹھایا۔ اُس شخص کو تب معلوم ہوا کہ آپ امیرِ شہر ہیں۔ اس نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا اور بہت معذرت کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے اپنے مکان تک لیجانے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہاں پہنچا کر ہی واپس ہوں گا۔ اس واقعے میں سوشلزم اور مساوات کے علمبرداروں کے لئے درسِ عبرت موجود ہے۔ فَتَاَمَّلُ وَ تَدَبَّرُ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

"ہم چار سابقین ہیں (سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے) میں سابقینِ عرب سے بلالؓ رضؓ حبش سے۔ صہیبؓ رضؓ روم سے اور سلمانؓ رضؓ فارس سے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت سلمان فارسی رضؓ کو گالیاں دیں۔ انھوں نے کہا کہ "اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلّہ بھاری ہوگا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی میں بدتر ہوں۔ اور اگر گناہوں کا پلّہ ہلکا ہوگا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے"۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ نے حضرت ابو داؤد کو ایک خط میں لکھا کہ۔

"اے برادر! اتنی دُنیا مت جمع کرنا جس کا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے۔ میں نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس مالدار نے اپنے مال کو خدا تعالیٰ کے فرمانے کے بموجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جائے گا۔ اس کا مال

سامنے ہوگا۔ جب پل صراط پر ادھر ادھر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ چلا کیوں نہیں جاتا تو مجھ میں سے اللہ کا حق دے چکا ہے۔ پھر ایسا مالدار آئے گا جس نے حکم خدا کے موافق مال خرچ نہ کیا ہوگا اس کا مال اس کے کندھوں پر رکھا جائیگا جب پل صراط پر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ خرابی ہو تجھ کو۔ تو نے مجھ میں سے خدا کا حق نہ دیا۔ اسی طور پر اس کا حال رہے گا۔ یہاں تک کہ دہائی تہائی مچائیگا"

آخری وقت اور حسرت

جب آپ کا وقت اخیر ہوا۔ آپ بہت بیقرار ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ لوگ جو عیادت کو آئے تھے۔ دریافت کرنے لگے کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ نہ مجھ کو موت کا خوف ہے اور نہ دُنیا کی خواہش بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتا ہے تو دُنیا جمع نہ کرنا۔ اور دُنیا سے اس طرح جانا جس طرح کہ میں جاتا ہوں اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کے جمال سے محروم نہ رہوں۔

" اور اسباب میں آپ کے پاس لوٹا۔ پالان۔ پوستین اور کمل تھا"

آپ کا سن شریف بروایت ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس کا ہوا۔ سن ولادت معلوم نہیں ہوسکا۔ اور تاریخ وفات ۱۰ رجب ۳۳ھ ہے۔ مزار شریف مدائن میں ہے۔

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ

(۴)

حضرت امام قاسم رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پوتے اور محمد بن ابی بکر رضؓ کے بیٹے ہیں علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسی رضؓ سے انتساب ہے اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان کے وسیلے سے حاصل کی۔ اپنی جلیل المرتبت پھوپی حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ فیض نشانہ میں تربیت پائی تھی۔ امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین علیہ السلام کی صحبت سے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کبار تابعین و فقہائے سبعہ مشہورین میں ہیں۔ امام اہلِ زمانہ اور اپنے وقت کے بے نظیر بزرگ تھے۔

یحییٰ بن سعد رح فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جس کو امام قاسم بن محمد رض پر تفضیل دوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رض فرمایا کرتے تھے کہ اگر معاملہ خلافت میرے اختیار میں ہوتا۔ تو میں امام قاسم رض کے سپرد کرتا۔

آپ امام زین العابدین علی بن حسین ع کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اَعلم (بڑے عالم) ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم ۔ فرمایا کہ

"وہ مردِ مبارک ہیں"

زبان سے یہ نکلا چاہتا تھا کہ وہ اَعلم ہیں۔ مگر رُک گئے کہ کہیں جھوٹ نہ ہو۔ اور یہ بھی نہ فرمایا کہ میں اَعلم ہوں کہ خلافِ تزکیۂ نفس ہے۔

آپ کی عمر ستر سال کی ہوئی۔ تاریخ ولادت ۱۳ر شعبان ۳۵-۳۷ھ ہے اور تاریخ وفات ۲۴ر جمادی الاوّل ۱۰۶ھ ہے اور دوسری روایت سے ۲۲ر شعبان ۱۰۸ھ ہے۔ مزار شریف مدائن میں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

(۵)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم رضی اللہ عنہ نیز اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے انتساب ہے آپکا

مقولہ ہے "وَلَدَنِی اَبُوبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ" ابوبکر صدیق رضؓ سے میں دو مرتبہ پیدا ہوا۔ ایک ولادت ظاہری کہ میری والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضؓ تھے۔ دوم ولادتِ باطنی کہ علم باطن بھی انہیں سے میں نے پایا ہے۔ حضرت امام کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہا کرتے تھے۔ آپ ساداتِ اہل بیت سے تھے۔ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین بن علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کے شاگردوں میں امام ابوحنیفہ رضؓ۔ یحییٰ بن سعید انصاری ابن جریج۔ امام مالک، محمد بن اسحاق۔ موسیٰ بن جعفر، سفیان ثوری اور سفیان عیینہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپکی امامت وسیادت پر سب کا اتفاق ہے عمر بن المقدم کا مقولہ ہے کہ جس وقت امام جعفر صادق رضؓ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں۔ آپ اخلاق حسنہ اور فتوحاتِ ظاہری کے علاوہ تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور مخزن اسرار جلیلہ و صاحب اشاراتِ جمیلہ تھے۔ صاحبِ زہد و تقویٰ، شہوات و لذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ لوگوں کو افاضہ و افادہ فرماتے۔ بعد ازاں آپ عراق تشریف لے گئے۔ اس جگہ مدت تک قیام فرمایا۔ مگر کبھی متعرضِ امامت نہ ہوئے۔

امام صادق کے نصائح

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رح حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلعم کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تم کو میری نصیحت کی کیا حاجت ہے۔ تم خود زاہدِ زمانہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی فضیلت سب پر ثابت ہے۔ آپ کو واجب ہے کہ سب کو پند و نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابا سلیمان! مجھ کو خود اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میرے

جدِ امجد مجھ سے فرمائیں کہ حقِ متابعت کیا ادا نہ بجالایا۔ اے ابا سلیمان! یہ کام نسب پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ شائستہ رکھنے پر موقوف ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائی رح بہت روئے کہ جب ایسے شخصوں کا کہ جن کی معجونِ طینت آبِ نبوت سے ہو اور جس کے جد رسول اور ماں بتول ہو۔ یہ حال ہے تو داؤد بیچارہ کس حساب میں ہے۔

ایک دن آپ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے۔ آؤ آپس میں بیعت و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو۔ وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا کہ

"اے فرزندِ رسول اللہ صلعم! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع خلائق ہیں"۔

فرمایا۔ کہ مجھ کو اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر ان کے روبرو ہوں۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری رح نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے۔

فرمایا۔ "اے سفیان! دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی۔ اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی"۔

عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا:

"اے سفیان! اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچانا۔ تاکہ عابد ہو۔ اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا، اس پر راضی ہو تاکہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب ہو جائے گا۔ اپنے معاملہ میں ایسے آدمیوں سے مشورت کر کہ جو طاعتِ خدا خوب کرتے ہوں"۔

عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا:۔

"اے سفیان! جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو۔ اور ہیبت بلا حکومت ہو۔ اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے اور طاعت اختیار کرے"۔

عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا

"اے سفیان! جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ وہ سلامت نہیں رہتا۔ اور جو کوئی برے راستے جاتا ہے اس کو اتہام لگتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا۔ وہ پشیمان ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اللہ سے اُنس رکھتا ہے۔ خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔ بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گناہگار ہوتا ہے اور گناہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔

حضرت کی ذہانت اور دیگر کمالات

ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمیز تو بہائم (چوپایوں) میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رح نے عرض کیا۔ کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے۔ فرمایا۔

"عقلمند وہ ہے کہ جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ اور خیر الخیرین" یعنی دو بھلائیوں میں سے نسبتاً بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور شرین میں سے "خیر الشرین" یعنی دو برائیوں میں سے نسبتاً بہتر برائی کو اختیار کرے"۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ میں تمام خوبیاں موجود ہیں۔ آپ زاہد بھی ہیں۔ آپ میں کرم باطن بھی ہے اور آپ قرۃ العین خاندان نبوت بھی ہیں لیکن آپ متکبر ہیں۔ فرمایا:-

"مَیں متکبر نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مجھ پر پرتو ہے"۔

آپ سے کسی نے دریافت فرمایا کہ درویش صابر بہتر ہے یا تونگر شاکر؟

فرمایا۔ درویش صابر۔ کیونکہ تونگر کا دل کیسۂ زر میں لٹکا رہتا ہے۔ اور درویش کا دل خدائے قدوس و برتر میں۔

فرمایا۔ عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے "اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ"

توبہ ابتدائے مقامات اور عبودیت انتہائے مقامات و درجات ہے۔

ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی تھی۔ اس نے حضرت امام سے ناواقفی میں کہا۔ کہ تم نے لی ہے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ کس قدر دینار تھے۔ اس نے کہا کہ ہزار تھے۔ آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور ہزار دینار دیدیئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا۔ وہاں اس کو اپنی تھیلی مل گئی۔ یہ حضرت امام کے پاس گیا۔ اور عرض کیا کہ مجھ سے خطا ہوئی۔ مجھ کو اپنی تھیلی گھر مل گئی۔ آپ اپنے دینار واپس لے لیجئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ تم لے جاؤ۔ ہم جو کچھ دیدیتے ہیں۔ پھر واپس نہیں لیتے۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ امام جعفر صادق ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق رضؓ کو لاؤ کہ قتل کریں۔ وزیر نے کہا کہ انھوں نے گوشۂ عزلت و عبادت اختیار کر رکھی ہے اور ملکی معاملات کو ترک کر دیا ہے۔ اب اُن کے قتل سے کیا فائدہ ؟ خلیفہ نے نہیں مانا۔ آخر کار وزیر ان کے بُلانے کو گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہدیا کہ جس وقت امام صادق آئیں۔ اور میں ٹوپی سر سے اتاروں تم ان کو قتل کر ڈالنا۔ اسی اثناء میں حضرت امام جعفر صادق رضؓ بھی تشریف لائے۔ ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھا کر خود باادب آگے بیٹھا اور عرض کیا۔ حضرت کیا حاجت ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس

نہ بُلانا۔ اور پھر تشریف لے گئے۔ فی الفور خلیفہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور کئی وقت اور بروایتِ دیگر کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے۔ ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔

آپ کی ولادت ۷ ربیع الاوّل ۸۰ھ بروز منگل مطابق ۹ مئی ۶۹۹ء مدینۂ منورہ میں ہوئی اور وفات ۱۵/۲۵ رجب ۱۴۸ھ میں ہوئی۔

مزار شریف مدینۂ طیبہ (جنت البقیع) میں ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

(۶)

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳ھ کو بمقام بسطام پیدا ہوئے۔ آپ کو حضرت امام جعفر صادق سے انتساب ہے اور آپکی تربیت روحانی طور پر حضرت امام سے ہوئی۔ لیکن تذکرۃ الاولیاء کی بعض حکایات سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت امام کی صحبت نصیب ہوئی ہے آپ کے دادا بسطام کے رئیسوں میں سے گبر یعنی آتش پرست تھے اور توفیق ایزدی سے اسلام اختیار کر لیا تھا۔

آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں جب میں کبھی شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو اندر بیقراری ہو جاتی اور تا وقتیکہ قے نہ کر دیتی۔ آرام نہ آتا۔

جب آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سورۂ لقمان کی اس آیت پر

پہنچے" اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط" آپ نے اُستاد سے اجازت چاہی اور اپنے والدین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ مجھ سے دو کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا شکر معاف کرا دو یا اپنا شکر بخشدو۔ انکی والدہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا حق بخشا اور تجھ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا کر دیا۔

حضرت بایزید یہ سُن کر بسطام سے روانہ ہوئے اور تیس سال تک ملک شام کے جنگل میں مصروفِ ریاضات و مجاہدات رہے۔ جس وقت نماز پڑھتے۔ ان کے سینے کی ہڈیوں سے ہیبتِ حق و تعظیم شریعت کی وجہ سے ایسے زور سے آواز نکلتی کہ لوگوں کو سُنائی دیتی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بڑے بزرگ ہیں یہ انکی ملاقات کو گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے۔ انھوں نے قبلہ کی طرف تھوکا حضرت بایزید یہ دیکھ کر واپس آگئے اور فرمایا کہ اگر اس شخص کو طریقت میں کچھ دخل ہوتا تو قبلہ کا ادب ملحوظ رکھتا اور خلافِ ادب اس سے صادر نہ ہوتا۔

آپ کے پاس ایک اونٹ تھا کہ اس پر سفر میں اپنا اور مریدوں کا اسباب لاد کر چلا کرتے۔ کسی نے کہا کہ اس بیچارے پر کس قدر بوجھ لاد دیا ہے۔ آپ نے فرمایا غور سے دیکھو اس پر کچھ بوجھ ہے۔ دیکھا تو اس کی پُشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا سُبحان اللہ۔ عجیب معاملہ ہے کہ اگر اپنا احوال تم سے پوشیدہ رکھوں تو ملامت کرو۔ اور اگر ظاہر کردوں تو اس کی تم کو طاقت نہیں ہے۔

(۱) فرمایا کہ بعض شخصوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت ہوتی ہے۔ فرمایا لعنت اس وجہ سے کہ وہ آیا۔ اُس وقت مجھ پر حالت غالب ہوئی اور مجھ کو نہ پایا۔ ناچار میری غیبت کرنے گا دوسرا آیا، حق کو مجھ پر

غالب پایا۔ مجھ کو معذور کہا۔ اس پر رحمت ہوگی۔

(۲) فرمایا۔ دل چاہتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف اپنا خیمہ لگاؤں کہ وہ مجھکو دیکھ کر لپٹ ہو جائے۔ اور خلقِ خدا کو راحت ملے۔

ایک بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا کہ یا اللہ! تیرا راستہ کس طرح ہے۔ فرمایا "دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالْ"۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ، اور آ۔

(۳) فرمایا۔ نماز سے سوا کھڑے ہونے کے اور روزے سے سوا گرسنگی کے کچھ نہ پایا۔ مجھ کو تو جو کچھ ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔ نہ عمل سے۔ کیونکہ جہد و کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو الہام ہوا کہ اے بایزید جو عبادت کرتا ہے اس سے بہتر لا۔ اور ایسی چیز کہ میری درگاہ میں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ بارِ خدایا! تیری درگاہ میں کیا نہیں ہے؟ الہام ہوا۔ بیچارگی، عجز و نیاز و شکستگی نہیں ہے۔ وہ لا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ خلوت میں سکر (بیخودی) میں ان کی زبان سے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ نکلا۔ جب صحو یعنی خودی میں آئے تو مریدوں نے بیان کیا کہ آپکی زبان سے یہ کلمہ نکلا۔ فرمایا کہ تم پر خدا کی مار ہو اگر پھر ایسا مجھ سے سُنو تو مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ اور ایک چھری سب کو دے دی کہ اس سے مجھے قتل کر ڈالنا۔

ایک مرتبہ گورستان سے آتے تھے۔ بسطام کے رئیسوں میں سے ایک جوان گانا بجاتا چلا آتا تھا۔ حضرت بایزید نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط جوان نے اپنا باجا ان کے سر پر اس زور سے مارا کہ باجا بھی ٹوٹ گیا۔ اور شیخ کا سر بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے دوسرے دن صبح کے وقت حضرت بایزید بسطامی نے باجے کی قیمت اور کسی قدر حلوا اپنے مرید

کے ہاتھ اس جوان کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس سے کہنا کہ بایزید نے عذر کیا ہے۔ اور یہ قیمت بھیجی ہے کہ اس کا اور باجا خرید لو۔ اور یہ حلوا بھیجا ہے کہ اس کو کھاؤ تاکہ رات کا غم وغصہ رفع ہو۔ جوان نے جو یہ معاملہ دیکھا۔ آکر حضرت کے قدموں پر گرا اور توبہ کی اور بہت رویا اور اس کے ہمراہی بھی اس کی موافقت میں مُرید ہوئے۔

یہ حضرت خواجہ کی خوش خلقی کا نتیجہ تھا۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہا کرتا تھا وہ سفر کو گیا۔ اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا۔ حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر لے جاتے۔ تب وہ بچہ خوش ہو جاتا۔ جب وہ آتش پرست سفر سے واپس آیا۔ اس کی بیوی نے یہ حال اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا۔

"جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آگئی تو اب کیا اندھیرے میں رہیں"۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

نقل ہے کہ حضرت نے ایک مرتبہ کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ بعد نماز امام نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہاں سے ملتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ذرا صبر کرو۔ پہلے میں نماز کا اعادہ کر لوں۔ تب تمہاری بات کا جواب دوں۔ کہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے اس کے پیچھے نماز روا نہیں۔

ایک دن ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم کیجئے کہ جس سے نجات ہو۔

(۱) فرمایا کہ دو باتیں یاد کرلے۔ کافی ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھ کو دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔

(۲) فرمایا۔ اگر میرا پوست بھی پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک کہ میرے عمل نہ کرے۔

(۳) فرمایا۔ نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت کارِ بد سے بدتر۔

(۴) فرمایا۔ تو اپنے تئیں ایسا ظاہر کر جیسا کہ تو ہو۔

(۵) فرمایا۔ ذکر کثرتِ عدد سے نہیں بلکہ حضور بے غفلت کا نام ہے۔

(۶) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دُنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔

کسی نے دریافت کیا۔ کہ آپ بھوک کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں۔

(۷) فرمایا۔ "اگر فرعون بھوکا ہوتا تو" اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ" نہ کہتا"۔

کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں۔

(۸) فرمایا۔" جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث دیکھے"۔

آپ کی وفات ۱۴۔ ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو ہوئی۔ مزار شریف بسطام (ملک فارس یعنی ایران) میں ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

(۷)

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۲ھ میں بمقام خرقان پیدا ہوئے۔ آپ کو تصوف میں بطریقِ اویسیت حضرت سُلطان العارفین بایزید بسطامی رح سے انتساب ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت حضرت بایزید بسطامی رح کی وفات کے بعد ہوئی۔

روایت ہے کہ شیخ بایزید بسطامی رح ہر سال دہستانِ قبورِ شہدا کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ جب راہ میں خرقان پہنچتے۔ اس جگہ کھڑے ہوتے اور اس طرح

سے سانس لیتے جیسے کہ کوئی خوشبو سونگھتا ہے۔ مُرید عرض کرتے کہ حضرت ہم کو تو کچھ خوشبو نہیں آتی۔ آپ کیا سونگھتے ہیں۔ جواب دیتے کہ اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ اس کا نام علی اور کُنیت ابوالحسن ہے اور اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہیں اس پر بارِ عیال ہوگا۔ کھیتی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔

روایت ہے کہ خواجہ ابوالحسن رح ابتدا میں بارہ سال تک عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت پڑھ کر سُلطان العارفین کے مزارِ پُرانوار پر جاتے اور وہاں متوجہ بروح پُرفتوح ہو کر منتظر و مترقب برکات و افاضات کھڑے رہتے اور التجا کرتے کہ الٰہی! جو خلعت تو نے بایزید رح کو عطا کیا ہے اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ پھر واپس آتے۔ اور عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز باجماعت پڑھتے۔

حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی رح کے شرح وصیت نامہ میں حضرت خواجہ ابوالحسن کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی رح سے اس طرح بھی ملایا گیا ہے جضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ابی منظفر مولانا ترک طوسی اور وہ مرید خواجہ اعرابی یزید عشقی رح اور وہ مُرید خواجہ محمدؐ مغربی اور وہ مرید سلطان العارفین بایزید بسطامی رح۔

روایت ہے کہ چالیس سال تک آپ نے سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کی وضو سے پڑھی۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت خواجہ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا۔ آپ مجھ کو اپنا خرقہ پہنائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پہلے ایک مسئلے کا مجھ کو جواب دے کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو وہ مرد ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر خرقہ سے کیا فائدہ؟ اگر تو مرد نہیں ہے تو خرقہ پہننے سے مرد نہیں ہو سکتا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مخلوقِ خدا

کہ اللہ کی دعوت دوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا خبردار اپنی طرف نہ کرنا۔ اس نے عرض کی کہ اپنی طرف کیسی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اپنی طرف کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی اور شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کرے اور تجھ کو ناخوش آئے۔ تو یہ اس کی علامت ہے کہ تو اپنی طرف دعوت کرتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خرقان پر گزر ہوا۔ ایک قاصد حضرت شیخ رح کے بلانے کو بھیجا اور اس سے کہدیا کہ اگر حضرت آنے میں تامل کریں تو آیت وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پڑھنا۔

چنانچہ قاصد آیا۔ اور پیام سلطان حضرت شیخ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھ کو معاف کرو۔ اس نے آیت مسطورہ بالا پڑھی۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اس قدر مستغرق ہوں کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے بھی نادم ہوں۔ اور اولی الامر بجائے خود رہا۔ یہ جواب آکر قاصد نے سلطان سے کہا۔ سلطان آبدیدہ ہوا۔ اور کہا کہ اٹھو، چلو۔ اور ایاز کو اپنے کپڑے پہنائے اور دس عورتوں کو غلاموں کے کپڑے پہنا کر آپ ایاز کے آگے آگے خادموں کی مانند ہو گیا اور مع ہمراہیان حضرت شیخ کے صومعہ کا رخ کیا۔ جس وقت صومعے پر پہنچا سلام کیا۔ شیخ نے جواب سلام دیا۔ لیکن تعظیم نہ دی۔ اور محمود کی جانب دیکھا اور ایاز کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ محمود نے کہا کہ سلطان کی تم نے کیوں تعظیم نہ کی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ سب فریب ہے اور محمود کو ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ محمود نے کہا کہ کچھ فرمائیے۔ فرمایا کہ ان نامحرموں کو باہر بھیجو۔ محمود نے اشارہ کیا۔ تمام کنیزک باہر ہو گئیں۔ محمود نے کہا کہ کچھ حضرت بایزید رح کی باتیں سنائیے۔ فرمایا کہ بایزید رح نے کہا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا۔ شقاوت سے محفوظ رہا۔ محمود نے کہا کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

سے بھی زیادہ تھے کہ ابو جہل اور ابولہب نے دیکھا اور وہ شقی ہی رہے۔ شیخ نے کہا کہ منہ سنبھال کر بات کرو اور اپنی بساط سے پاؤں باہر نہ رکھو۔ کہ ابو جہل و ابولہب نے اپنے بھتیجے محمدؐ کو دیکھا تھا نہ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو۔ یہ بات محمود کو اچھی لگی اور کہا کہ مجھکو نصیحت فرمائیے۔ فرمایا۔ کہ چند باتوں کا خیال رکھنا۔ "منہیات سے پرہیز، نماز باجماعت اور خلقِ خدا پر سخاوت و شفقت کرنا۔"

محمود نے کہا کہ میرے واسطے دُعائے خیر فرمائیے۔ فرمایا کہ میں ہر روز دُعا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط کہا کہ دُعائے خاص کیجئے۔ فرمایا۔ اے محمود تیری عاقبت محمود ہے۔ اس کے بعد محمود نے ایک اشرفی کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے ایک جَو کی روٹی محمود کے آگے پیش کی اور کہا کہ کھا۔ محمود چباتا تھا اور گلے سے نہیں اُترتی تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ شاید گلہ پکڑتی ہے۔ کہا کہ جی ہاں گلہ پکڑتی ہے۔ فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی اسی طرح میرا گلہ پکڑتی ہے! اس کو لے جاؤ کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ محمود نے کہا کہ کچھ تو قبول فرمائیے۔ فرمایا کہ نہیں۔ پھر محمود نے عرض کیا کہ مجھکو کچھ نشانی دیجیئے۔ آپ نے اپنا پیرہن عطا فرمایا۔ محمود جب واپس ہونے لگا۔ کہا کہ صومعہ تو خوب ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جہاں سب کچھ ہے یہ بھی رکھنا چاہیئے۔ چلنے میں شیخ محمود کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ محمود نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا اس وقت آپ نے التفات نہیں کیا تھا اور اب تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے کیا معنی۔ فرمایا۔ کہ اوّل امتحان کو اور رعونت شاہی میں آیا تھا۔ اب فقر کے انکسار میں جاتا ہے۔ خیر سُلطان وہاں سے چلا آیا اور جب سومنات پر چڑھائی کی اور عین حالتِ جنگ میں کہ جس وقت مخالف کا پلّہ غالب ہونے کو تھا۔ گھوڑے پر سے کود کر اور حضرت شیخ کے پیرہن کو ہاتھ میں لے کر دُعا مانگی۔ کہ الہیٰ بطفیل اس پیرہن کے فتح نصیب کر۔ اسی وقت

اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔ لکھا ہے کہ اسی شب محمود نے خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ محمود تو نے ہمارے خرقہ کی کچھ عظمت نہ کی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہتا کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔

(۱) فرمایا۔ ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہے۔

(۲) فرمایا۔ اندوہ پیدا کرو۔ کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ گریاں و بریاں کو دوست رکھتا ہے۔

(۳) فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے کہ رسول اللہ صلعم کے فعل کی اقتدا کرے۔ نہ وہ کہ کاغذ سیاہ کرے۔

(۴) فرمایا۔ ملائکہ کو تین جگہ اولیاء اللہ سے خوف آتا ہے۔ ایک ملک الموت کو جان نکالتے وقت، دوسرے کراماً کاتبین کو لکھتے وقت تیسرے منکر نکیر کو سوال کرتے وقت۔

(۵) فرمایا۔ اگر تو طالبِ دُنیا ہوگا۔ دُنیا تجھ پر غالب ہوگی اور اگر اس سے منہ پھیرے گا تو تو اس پر غالب ہوگا۔

(۶) فرمایا۔ علماء کہتے ہیں کہ ہم وارث رسول اللہ صلعم ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہم ہیں کہ ہم میں بعض معاملات رسول اللہ صلعم کے پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درویشی اختیار فرمائی تھی۔ ہم نے بھی دُرویشی اختیار کی ہے۔

(۷) فرمایا۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور بھی ہو۔ وہ دِل مردہ ہے۔ اگرچہ سراپا طاعت ہو۔

(۸) فرمایا۔ دین کو شیطان سے اندیشہ نہیں ہے بلکہ عالم حریصِ دُنیا اور زاہد بے علم سے۔

(۹) فرمایا۔ چالیس سال میں نے روٹی وغیرہ کچھ نہیں پکائی۔ البتہ مہمانوں کے واسطے۔ اور میں اس میں طفیلی رہا ہوں۔

(۱۰) فرمایا۔ اگر تمام جہان کا لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھا جائے۔ پھر بھی اس کا حق ادا نہ ہوا۔

(۱۱) فرمایا۔ تین چیزوں کی اِنتہا مجھ کو معلوم نہیں ہوئی۔ انتہائے درجاتِ مُصطفٰے صلعم معلوم نہیں ہوئی۔ اِنتہائے کیدِ نفس معلوم نہیں ہوئی۔ اور انتہائے معرفت معلوم نہیں ہوئی۔

(۱۲) فرمایا۔ عافیت تنہائی میں پائی۔ اور سلامتی خاموشی میں۔

(۱۳) فرمایا۔ نماز روزہ اچھی چیز ہے لیکن غرور و حسد دِل سے دُور کرنا زیادہ اچھا ہے۔

(۱۴) فرمایا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی حلاوت ولذت نہ چکھی اور دُنیا سے چلا گیا۔ وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم گیا۔

(۱۵) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں ہوتی۔

(۱۶) فرمایا۔ ایک لمحہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا خلائقِ زمین و آسمان کے اعمال سے بہتر ہے۔

(۱۷) فرمایا۔ بہت سے ایسے آدمی ہیں کہ زمین پر چلتے ہیں۔ اور وہ مُردہ ہیں! در بہت سے ایسے آدمی ہیں وہ زمین کے اندر سوتے ہیں اور زندہ ہیں۔

(۱۸) فرمایا۔ ستر سال گزرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا ہو رہا ہوں۔ اس مدت میں ایک مرتبہ بھی نفس کی مُراد پُوری نہیں کی۔

(۱۹) فرمایا۔ یہ مجھ کو گوارا ہے کہ دُنیا سے قرضدار جاؤں۔ اور قیامت کے روز قرض خواہ دامنگیر ہو۔ مگر یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اسکی

حاجت رد کروں۔

روایت ہے کہ جب شیخ رحمت اللہ علیہ کی وفات نزدیک ہوئی۔ وصیت کی۔ کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر سے اونچی نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

آپ کی وفات یوم عاشورہ ۱۰ محرم یا ۵ا رمضان ۴۲۵ھ کو ہوئی۔ مزار شریف خرقان میں ہے۔

حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

(۸)

حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کے مرید تھے۔ گرگان فارسی دیہات طوس کا ایک گاؤں ہے۔ آپ ولایت کے بلند درجے پر فائز تھے۔ اور شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کی تعلیم، تربیت میں بے پناہ اثر تھا۔ جس کی بدولت آپ کی زندگی ہی میں آپ کے بہت سے مرید درجۂ کمال پر پہنچ گئے تھے۔ حضرت شیخ ابو علی فارمدی جیسے مشہور بزرگ اور ولی کامل آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت شیخ فارمدی کا بیان ہے کہ ابتداء میں حضرت اُستاد امام رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا اور ایک مدت تک ان کی خدمت میں مشغول رہا اور ریاضات و مجاہدات کئے۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ ایسا حال وارد ہوا کہ میں اس میں گم ہو گیا۔ یہ حال میں نے حضرت اُستاد امام سے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اے ابی علی اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو اب کسی اور پیر کی ضرورت ہے کہ مجھے اس مُقام سے نکالیں۔ میں نے حضرت شیخ ابوالقاسم

گرگانی رح کا نام سُنا تھا۔ ان کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا جب ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد گزاری اور ان کے سامنے آیا۔ وہ مراقب بیٹھے تھے! ور فرمایا۔ آؤ کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ اور اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ ہاں ابتداتمہاری اچھی ہے۔ اگر تمہاری تربیت ہو تو بلند مرتبہ پہ پہنچ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے پیر یہی ہیں۔ اور وہیں قیام کیا۔ انہوں نے مدتِ دراز تک مجھ سے طرح طرح کے مجاہدے اور ریاضتیں کرائیں۔ بعدازاں اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کیا۔ ابھی تک شیخ نے مجھ سے وعظ فرمانے کو نہیں کہا تھا۔ لیکن چند دنوں کے بعد شیخ نے مجھ سے وعظ کرنے کو فرمایا۔

حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ "سفینۂ اولیا" نے آپ کی تاریخِ وفات لکھی ہے جو ۲۳ صفر ۴۵۰ھ ہے۔

حضرت شیخ ابوعلی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

(۹)

حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رح کے علاوہ حضرت ابوالحسن خرقانی رح سے بھی نسبت حاصل ہے۔ شیخ فارمدی تذکیر و وعظ میں امام ابوالقاسم قشیری صاحبِ تفسیر و رسالہ کے شاگرد ہیں۔ فرمایا کہ ابتدائے جوانی میں مَیں نیشاپور علم ظاہری پڑھنے گیا تھا جو کچھ مجھ پر احوال اور واردات گزری تھیں وہ بیان کیں۔ امام قشیری نے فرمایا۔ اے فرزند! ابھی علم پڑھو۔ چنانچہ میں علم پڑھتا رہا۔ لیکن ہر روز وہ روشنائی بڑھتی جاتی تھی کہ تین سال تک میں تحصیلِ علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں نے امام

ابوالقاسم رح سے یہ حال بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اب علم نے تجھ سے منہ پھیر لیا۔ اب تو بھی اس سے منہ پھیر لے۔ چنانچہ میں مدرسے سے خانقاہ میں گیا۔ اور سلوک کی منزلیں طے کرنے لگا۔

حضرت فارمدی رح کے کچھ حالات شیخ ابوالقاسم گرگانی رح کے تذکرے میں بیان ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت ۴۰۷ھ میں ہوئی اور وفات ۴۷۷ھ کو ہوئی۔ مزار شریف طوس عرف مشہد میں ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰)

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ سے انتساب ہے۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح وصایا میں لکھا ہے کہ خواجہ ہمدانی بے واسطہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے مرید ہیں۔ آپ شیخ عبداللہ جوینی رح اور شیخ حسن سمنانی رح کی صحبت میں بھی حاضر رہے۔ آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے آپکی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ بغداد، اصفہان۔ عراق۔ خراسان سمرقند۔ بخارا وغیرہ میں استفادہ وافادہ کیا۔ حدیث شریف پڑھی۔ وعظ فرمایا۔ لوگوں کو ان سے نفع پہنچا۔ فتاویٰ اور احکام شرعیہ میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔ علوم و معارف میں قدم راسخ تھا۔ آپ کی خانقاہ میں علماء وفقہاء کا جم غفیر حاضر رہتا۔ عراق اور خراسان کے لوگوں کی تربیت فرمائی۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح ان مشائخ میں سے ہیں کہ جنکی صحبت میں حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حاضر رہے ہیں ایک روز حضرت خواجہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے کہ ابھی آپ جوان تھے۔ فرمایا کہ

تم وعظ کہو۔ انھوں نے فرمایا کہ میں عجمی ہوں۔ فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم کو فقہ، اصول فقہ واختلاف مذاہب ولغت و تفسیر قرآن یاد ہے۔ تم سب طرح سے اس کی صلاحیت رکھتے ہو کہ ممبر پر آؤ۔ اور وعظ کہو اور میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل وفرع زمین وآسمان میں پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ کا مذہب حنفی تھا۔ مرو میں مقیم تھے۔ پھر ہرات میں چلے آئے تھے۔ وہاں سے پھر مرو کو آتے تھے کہ راستے میں انتقال فرمایا۔ ساٹھ سال سے زیادہ مسندِ ارشاد پر قائم رہے اور قبولیتِ عظیم حاصل ہوئی۔ اپنے وقت کے غوث تھے۔ بسا لہا کوہ آذر میں مقیم رہے اور عادت تھی کہ سوائے جمعہ کے باہر تشریف نہ لاتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ نصرانی میرے لڑکے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو صبر کر اور مکان کو جا، تیرا لڑکا تجھ کو گھر میں ملے گا۔ وہ عورت گھر واپس آئی تو دیکھا فی الواقع لڑکا گھر میں موجود تھا۔ اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں قید تھا۔ نگہبان میرے گرد تھے۔ ناگاہ ایک شخص جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ظاہر ہوا۔ اور ایک طرفۃ العین میں اس جگہ مجھ کو لے آیا۔ وہ عورت خواجہ کے پاس گئی اور اپنے لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو حکم خدا سے تعجب آتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں وعظ فرماتے تھے کہ ایک فقیہہ ابنِ سقا نامی اٹھا۔ اور کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جا کہ تیرے کلام سے بوئے کفر آتی ہے۔ اور تیری موت دینِ اسلام پر نہ ہوگی۔ کچھ مدت کے بعد ایک نصرانی خلیفہ کے پاس روم سے آیا۔ ابنِ سقا اس کے پاس گیا اور نشست برخاست

شروع کی اور آخرکار اس سے کہا کہ میں دینِ اسلام ترک کرنا چاہتا ہوں اور تمہارا دین قبول کروں گا۔ چنانچہ اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور بادشاہِ روم سے ملاقات کرائی اور نصرانی ہوگیا۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کی ۴۴۰ھ میں بمقام بوزنجرد ولادت ہوئی۔ اور روز دوشنبہ ۲۲ ربیع الاوّل ۵۳۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ پہلے آپ کی قبر مرو کے راستے میں تھی۔ جہاں آپ کا اِنتقال ہوا۔ بعدازاں وہاں سے نعشِ مبارک مرو میں لے آئے۔ اور اب مزار مبارک اسی جگہ ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سرحلقہ، سلسلۂ خواجگان ہیں۔ آپ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ آپ کے والدِ بزرگوار عبدالجمیل اتقیاء وصلحاء اور اولیائے کبار میں سے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت سے مشرف تھے۔

روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے امام شیخ عبدالجمیل کو بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ اس کو ہم اپنی فرزندی میں لیں گے اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کریں گے۔ اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ امام شیخ عبدالجمیل بسببِ حوادثِ زمانہ روم سے ماوراء النہر آگئے اور ایک قصبہ غجدوان میں کہ متصلِ بخارا ہے۔ اقامت پذیر ہوئے اور وہاں حضرت خواجہ عبدالخالق متولد ہوئے۔

آپ اپنے اُستاد صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھتے تھے۔ جب

اس آیتِ شریفہ پر پہنچے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ؕ استاد سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو "خُفْيَةً" فرمایا ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے۔ اگر ذاکر بلند کہے یا بروقتِ ذکر اعضار کو حرکت دے اور اس پر دوسرے واقف ہو جائیں۔ وہ خفیہ نہیں رہتا۔ اگر دل سے ذکر کرے تو پھر چونکہ بحکم حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ فِیْ عُرُوْقِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ ۔ شیطان واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر حق تعالیٰ کے ارادہ میں ہے تو کوئی اہل اللہ تجھ کو تعلیم کریگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ ہمیشہ ایسے شخص کے انتظار میں رہتے تھے۔ اتفاقاً جمعہ کے روز اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ضعیف العمر آئے۔ حضرت خواجہ نے انکی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں آثارِ بزرگی دیکھتا ہوں۔ کہیں تو بیعت ہوا ہے یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ مدت گزری کہ اسی بات کی تلاش میں ہوں۔ پیر مرد نے فرمایا کہ اے جوان میں خضرؑ ہوں۔ تجھ کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ ایک سبق تجھ کو بتلاتا ہوں۔ اس پر کاربند رہنا۔ ہر کام میں تیری کشائش ہوگی۔ پھر فرمایا کہ حوض میں غوطہ مار اور دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا۔ اور یہ سبق لے کر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ اور کشائش عظیم ہوئی۔ بعد ازاں جب حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح بخارا میں آئے۔ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی ان کی صحبت میں حاضر ہوتے۔ مگر تکرار اسی سبق کا کرتے۔ یہاں تک کہ مدت تک حضرت خواجہ ابو یوسف رح بخارا میں مقیم رہے اور حضرت خواجہ غجدوانی برابر حاضر خدمت رہتے۔ اور فوائد کثیرہ ان کی صحبت سے اخذ کئے۔ حضرت خواجہ کے "پیر سبق" حضرت خضر علیہ السلام تھے اور پیر صحبت خرقہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح تھے۔ اگرچہ حضرت خواجہ ابو یوسف رح کا طریقہ ذکر جہر کا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت خواجہ عبد الخالق رح کو حضرت خضر علیہ السلام نے

"ذکر خفیہ" تعلیم فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ ابو یوسف رح نے ان کو جہر کا حکم نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے اُسی طرح کیے جاؤ۔ جب حضرت خواجہ عبدالخالق رح حضرت خواجہ ابو یوسف رح کی خدمت سے علیحدہ ہوئے۔ مدّتِ دراز تک مشغولِ مجاہدات و ریاضات رہے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ کہ حضرت خواجہ کیا کرتے ہیں۔ ایک روز آپ اپنے عبادت خانے میں روتے تھے۔ تو مریدوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کے ایسے عمدہ اطوار اور ایسے خوش اوقات ہیں۔ پھر اس خوف اور رونے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی کا خیال کرتا ہوں۔ نزدیک ہوجاتا ہے کہ جان قالب سے باہر ہوجائے اور یہ اس سبب سے خوف آتا ہے کہ شاید بے قصد اور بے اطلاع مجھ سے ایسا کام سرزد ہوگیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔

جس جگہ آپ بیٹھتے۔ بوجہ خوفِ خدا ایسا معلوم ہوتا۔ گویا آپ کو قتل کرنے کے واسطے بٹھلایا ہے۔ فرمایا کہ میری بائیس سال کی عُمر تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے میری تربیت کے واسطے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کو وصیت فرمائی۔

ایک روز خادم نے عرض کیا کہ فراغت کس کو کہتے ہیں فرمایا فراغتِ دل یہ ہے کہ محبتِ دُنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دُنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ حق سُبحانہٗ تعالیٰ۔ نے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فرمایا" فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہوجائے۔ اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ کہ خرید و فروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ ان کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط۔ اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ۔ تو سُبحان اللہ۔ ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنے

میں تقصیر نہ کرنا۔ اور ان کے واسطے اسبابِ جمعیت و فراغت مہیا رکھو تاکہ انکی عبادت میں تمہارا تعلق رہے اور جو طاعت و عبادت اس لقمہ کی قوت سے ان لوگوں کو ہو۔ اس کا ثواب تمہیں بھی ملے اور ان کے درجات و مقامات تمہارے نامۂ اعمال میں درج ہوں۔ اور قیامت کے دن انکی خدمت و محبت میں تمہارا حشر ہو بفحوائے فرمانِ نبوی صلعم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جن سے وہ دُنیا میں محبت کرتا تھا اور یہ حضرات " لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ " کے مطابق دربار الوہیت میں ایک خصوصیت رکھتے ہیں اور ان کو قربِ حق کا ایک خاص وقت ملجاتا ہے جس میں امورِ عالم میں تصرفات کرتے ہیں اور اہلِ آسمان و زمین کے عقدے کھُل جاتے ہیں اور اس وقت اس جانی و مالی خدمت کرنے والے کا جو کچھ نصیب ہوتا ہے کہ اہلِ مشرق و مغرب اس کا حساب نہیں کر سکتے۔ پہنچ جاتا ہے چنانچہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے جہاں کہ فرمایا ہے " وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا "۔ یعنی جو کچھ تیرا حصہ دُنیا کا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں صرف کر۔

حضرت کے کلماتِ قدسیہ میں سے چند کلمات مشہور ہیں جن پر طریقۂ حضراتِ خواجگاں کی بنا قائم ہے مثلاً ہوش در دم و نظر بر قدم وغیرہ۔ ان کلمات کی تفصیل بابِ سیزدہم میں دی گئی ہے۔

حضرت خواجہ نے ایک روز اپنے فرزند خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایک عبرت آموز وصیت فرمائی جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔

فرمایا۔ اے فرزند! میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنانا۔ عبادت اور وظائف کی پابندی رکھنا۔ اپنے احوال کا مراقبہ و محاسبہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اطیعوا اللہ والرسول کا حق ادا کرنا۔ والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا قرآن شریف خواہ یاد یا دیکھ کر پڑھنا لازم رکھنا۔ قرآن شریف کو تفکر و تدبر اور غم و

گریہ کے ساتھ پڑھنا۔ طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا۔ علم فقہ اور حدیث پڑھنا۔
جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ عوام الناس سے دُور رہنا کہ یہ راہِ دین کے رزدہیں
اور مسلمانوں کے راہ زن۔ سُنّت وجماعت کی اتباع کرنا۔ ائمہ سلف کے مذہب
پر رہنا کہ جو کچھ محدث ہے گمراہی ہے۔ جوانوں، امردوں، عورتوں اور اہلِ بدعت
سے صحبت نہ رکھنا کہ تیرا دین برباد کر دیں گے۔ نانِ قلیل پر قانع رہنا۔ اگر کسی سے
صحبت رکھے تو فقیروں سے رکھنا۔ حلال کھانا کہ حلال بھلائی کی کلید ہے۔ حرام سے
بچنا کہ حق تعالیٰ سے دُور ہو جائے گا۔ اسی پر رہنا کہ کل قیامت کو دوزخ میں نہ
جلے۔ حلال پہننا کہ عبادت میں حلاوت پائے۔ نماز رات دن میں بہت گزارنا۔
جماعت ترک نہ کرنا۔ امام و مؤذن نہ ہونا۔ دستاویزوں پر اپنا نام نہ لکھنا۔
قاضیوں کی کچہری میں نہ جانا۔ لوگوں کی وصیت کے درمیان نہ آنا۔ آدمیوں سے اس
طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ گمنام رہے تاکہ دین خراب
نہ ہو۔ سفر کرنا کہ نفس کو ذلت ہو۔ خانقاہ میں نہ بیٹھنا اور نہ خانقاہ بنانا۔ کسی کے
بُرائی کرنے سے غمگین نہ ہونا۔ کسی کی مدح سے مغرور نہ ہونا۔ لوگوں سے حُسنِ خُلق کے
ساتھ معاملہ کرنا۔ ہر حال میں باادب رہنا۔ تمام خلائق پر مرحمت کرنا۔ قہقہہ مار کر
نہ ہنسنا کہ قہقہہ غفلت سے ہوتا ہے اور دل کو مُردہ کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ مجھ کو معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو تم تھوڑا ہنسو اور
بہت روؤ۔ اللہ تعالیٰ سے بے ڈر نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ درمیان
خوف رجاء کے زندگانی کرنا۔ کہ سالکوں کا یہی مقام ہوتا ہے کبھی خوف اور کبھی رجاء
ہمیشہ آخرت کا غم رکھنا۔ موت کو بہت یاد رکھنا۔ سرداری کا خواہاں نہ ہونا جو طالب
ریاست ہو۔ اس کو سالک طریقت نہیں کہنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ ہمیشہ روزہ رکھے۔
کہ روزہ نفس کی سرکوبی کرتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ رہنا۔ سبکبار، بادیانت، باورع

با پرہیز رہنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں حلیم اور ثابت قدم ہونا مشائخ کی جان و مال سے خدمت کرنا۔ اور ان کے دل کا خیال رکھنا کسی مشائخ کا انکار مت کرنا۔ البتہ جو امر خلاف شرع ہو۔ اگر مشائخ کا انکار کرے گا نجات نہیں ہو گی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگ۔ اپنے واسطے کچھ جمع نہ کرنا۔ حق تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کرنا۔ توکل کے گھوڑے پر قدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ یعنی جس نے خدا پر توکل کیا۔ حق تعالیٰ اس کو کافی ہے جوان مرد ہو، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دیا تو خلق کو دے۔ بخل اور حسد سے بچتے رہنا۔ کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کو دوزخ میں جائیں گے۔ اپنا ظاہر آراستہ مت کر آرائش ظاہری سبب خرابیٔ باطن ہوتی ہے۔ کسی سے اُمید نہ رکھنا۔ سچی بات کہنا اور خوف نہ کرنا۔ اپنے نفس کو عزیز نہ رکھنا۔ غیر ضروری باتوں سے خاموش رہنا۔ ہمیشہ خلق کو نصیحت کرنا۔

چاہیئے کہ تیرا دل ہمیشہ فکرمند ہو۔ تن نماز میں ہو۔ عمل خالص ہوں۔ دُعا تیری مُجاہدہ، تیرے کپڑے پرانے۔ تیرے ساتھی دُرویش، تیرا گھر مسجد، تیرا مال مسئلہ کی کتابیں، تیری آرائش ترکِ دُنیا دوست تیرا خدا تعالیٰ۔ دُنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنا گویا مسافر ہو۔

روایت ہے کہ حضرت خواجہ کا جب وقتِ آخر آیا۔ مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔ حضرت نے آنکھیں کھول کر فرمایا کہ اے عزیزو! خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارتِ رضا دی ہے۔ تمام حاضرین رونے لگے اور عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی دُعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقے پر تا آخر استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور اس کو بخشوں گا۔ کوشش کرو کہ اس طریقے سے علیحدہ نہ ہو اور قائم رہو تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی۔ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى

رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہ کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ مقام ولادت غجدوان (بخارا) ہے۔

وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ غجدوان میں ہے۔

بعد وفات آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ زیر عرش ایک تختِ نورانی پر بیٹھے ہیں اور ملائکہ آپ کے گرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲)

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ تاحیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ حضرت خواجہ غجدوانی رح کی وفات کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر ہدایتِ خلق میں مصروف رہے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ، ریاضت و متابعتِ سُنّت میں شانِ عالی رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت ۲۷ رجب ۵۵۱ھ کو مقام ریوگر دیہات بخارا میں ہوئی۔ اور وفات یکم شوال ۶۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار شریف موضع ریوگر میں ہے جو شہر بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳)

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عارف ریوگری رح

کے افضل و اکمل خلفاء میں سے ہیں حضرت خواجہ عارف رح کا آخر وقت آیا۔ تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوتِ خلق کی اجازت دی حضرت فغنوی رح کا مولد ایک موضع انجیر فغنی متصل بخارا واقع ہے۔ آپ واکہند میں مقیم تھے۔ اور وہیں تربیت وہدایتِ خلق فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے بمقتضائے مصلحت طالبانِ حق کو ذکرِ جہر تعلیم کیا۔ اوّل شخص کہ جس نے اس سلسلے میں ذکرِ جہر تعلیم کیا۔ خواجہ محمود رح تھے۔ ورنہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح و خواجہ عارف ریوگری رح ذکرِ جہر نہ کرتے تھے۔ خواجہ کبیر قدس سرہٗ نے کہ فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح تھے۔ خواجہ محمود پر اعتراض کیا کہ آپ نے برخلافِ پیرانِ کبار ذکرِ جہر کیوں اختیار کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت پیر نے آخر نفس میں فرمایا تھا کہ ذکرِ جہر کہو۔

وضاحت:۔ راقم الحروف کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ آخر نفس میں حضرت خواجہ عارف رح کا ذکرِ جہر فرمانا ایسا تھا۔ جیسا دمِ اخیر پر مریض کے پاس باآواز بلند ذکر کلمہ یاد دلانے کے واسطے کہا کرتے ہیں۔ اس سے حضرت خواجہ محمود رح اجازتِ ذکرِ جہر سمجھے۔

روایت ہے کہ مولانا حافظ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو علماء کبار سے تھے۔ رئیس العلما شمس الائمہ حلوائی کے اشارے سے علماء کے کثیر گروہ کے سامنے حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رح سے دریافت کیا۔ کہ آپ ذکرِ جہر کس نیت سے کرتے ہیں فرمایا تاکہ خفتہ بیدار ہو۔ اور غافل آگاہ ہو اور باستقامت شریعت و طریقت اس راہ پر آئے۔ وبحقیقتِ توبہ و انابت رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت صحیح ہے۔ آپ کو یہ شغل مباح ہے لیکن ذکرِ جہر کی کچھ حد فرمائیے جس سے حقیقت و مجاز و آشنا و بیگانہ ممتاز ہو جائے۔ حضرت خواجہ محمودؒ نے فرمایا کہ ذکرِ جہر اس شخص کو مسلّم ہے کہ اس کی زبان دروغ و غیبت سے پاک ہو۔ حلق لقمۂ شبہ د

حرام سے صاف ہو۔ اس کا دل ربا سے مزکی ہو اور اس کا سر توجہ ماسوا سے خالی ہو۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی رح آپ کے خلیفہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک درویش نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ اس وقت کے مشائخ میں ایسا کون ہے کہ جسکی اقتدا کی جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی رح حضرت خواجہ علی رامیتنی رح کے اصحاب کا مقولہ ہے کہ درویش سائل سے مراد خود حضرت خواجہ علی رح ہیں۔ آپ نے اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ علی رامیتنی رح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رح کے اصحاب کے ساتھ ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک ایک مرغ عظیم سفید رنگ ہوا میں اڑتا ہوا اوپر کو گزرا اور بزبان فصیح کہا کہ

"اے علی مردانہ ہو اور اپنے کام میں مشغول رہ"۔

اس مرغ کے دیکھنے اور اس کلمہ کے سننے سے تمام اہل مجلس غایت فیض اور اسرار کے ظہور سے بیہوش ہو گئے۔ جس وقت افاقہ ہوا حضرت خواجہ رح سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ یہ مرغ روح پر فتوح حضرت خواجہ محمود الجنیر فغنوی رح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی ہے کہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں۔ اسی وقت خواجہ دہقان قلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ خواجہ اولیاء کبیر رح کے خلیفۂ اوّل ہیں۔ وقت اخیر تھا۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ یا اللہ میرے آخر وقت میں میری مدد کو کوئی اپنا دوست بھیجنا۔ کہ اس کی برکت سے ایمان سلامت لیجاؤں۔ چنانچہ باشارۂ ربانی حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رح کی روح مبارک حضرت خواجہ دہقان کے اخیر وقت پر پہنچے تھے چونکہ ان کا خاتمہ بخیر ہو گیا۔ اب واپس جاتے ہیں چونکہ میرے حال پر نہایت محبت و

عنایت تھی۔اس راہ سے گزرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ انجیر فغنوی رح کی ولادت ۱۸ شوال ۶۲۷ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۷ ربیع الاوّل ۷۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف موضع انجیر فغنی میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴)

حضرت خواجہ علی رامیتنی رح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رح کے اکابر خلفاء میں سے ہیں جس وقت حضرت خواجہ محمود فغنوی رح کا وقت قریب پہنچا۔ آپ نے حضرت نے حضرت خواجہ علی رح کو اپنی خلافت سپرد کی۔ اور اپنے تمام اصحاب آپ کو تفویض کئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت دار تھے اور انہیں کے اشارے سے حضرت خواجہ محمود رح کے مرید ہوئے تھے آپ کا قصبہ رامیتن میں تھا۔ لیکن بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آگئے اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول رہے مگر وہاں بھی چین نہ ملا۔ اور شہر خوارزم آگئے۔ اور وہاں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ اس جگہ بھی آپ کے بہت سے مرید جمع ہو گئے۔

اہلِ طریقت آپ کو عزیزان کہتے ہیں کیونکہ آپ اپنے تئیں فرمایا کرتے تھے "عزیزان اس طرح کہتے ہیں۔ عزیزان اس طرح کہتے ہیں"۔

حضرت علاء الدین سمنانی رح آپ کے ہمعصر تھے! انہوں نے کسی درویش کی زبانی حضرت عزیزان کو کہلا بھیجا کہ آپ اور میں دونوں راہرؤں اور مسافروں کی خدمت کرتے ہیں آپ کھانے میں تکلف نہیں کرتے ہیں اور میں کرتا ہوں یعنی عمدہ عمدہ غذائیں کھلاتا ہوں۔ مگر آپ کی سب تعریف کرتے ہیں اور میری شکایت کرتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عزیزان نے جواب دیا کہ

" خدمت کرنے والے اور احسان کرنے والے بہت ہیں اور خدمت کرنیوالے اور احسانمند ہونے والے بہت کم ہیں۔"

حضرت سمنانیؒ کا دوسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ جواب دیا کہ

" جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں۔ حضرت خضرؑ اُن کے عاشق ہوتے ہیں۔"

تیسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ ذکرِ جہر کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ

" میں نے سُنا ہے کہ آپ ذکرِ خُفیہ کرتے ہیں۔ بس آپ کا بھی ذکر جہر ہو گیا۔"

حضرت عزیزان نساجی کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ ایمان کسے کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے پیشے کی مُناسبت سے فرمایا۔

" کندن و پیوستن" یعنی توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔"

کسی دُرویش نے حضرت عزیزانؒ سے دریافت کیا کہ شریعت کے بالغ کس کو کہتے ہیں اور طریقت کا بالغ کون ہے؟ فرمایا

بالغِ شریعت وہ ہے کہ جس سے مَنی نکلے اور بالغِ طریقت وہ ہے جو "مَنی" سے باہر آجائے یعنی اس کی انانیت اور خودی جاتی رہے۔ اس دُرویش نے یہ سُن کر سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا۔ سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں بلکہ جو کچھ سَر میں ہے (نخوت دپندار) وہ زمین پر رکھو۔

آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہٗ نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں " اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ یعنی فقیر اللہ کی طرف حاجت نہیں رکھتا۔ حضرت عزیزان نے جواب دیا۔ اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ بِالسُّوَالِ اِلَی اللّٰہِ یعنی فقیر کو سوال کرنے کی حاجت نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ علّام الغیوب ہے۔

اُس سے سوال کی کیا حاجت ہے۔ وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے۔

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ حدیث اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ وَ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا حدیث اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کے متناقض (برعکس) ہیں حضرت نے فرمایا کہ پہلی دو نوں حدیثیں اُن فقیروں کے حق میں ہیں جو اپنا فقر لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں اور اس کو گدائی کا ذریعہ ٹھہرالیا ہے اور اس سے منافع حاصل کرتے ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو۔ اور دل میں بھی خواہش نہ ہو۔ تو وہ فقیر محمود الصفات ہے اور اس کے لئے "الفقر فخری" کہنا درست ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھے۔ مگر دل میں خواہان ہو تو وہ گدائے محلّہ ہے نہ تابع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اگر فقیر ہاتھ میں رکھے اور دل میں بھی خواہان ہو۔ تو وہ مذموم الصفات ہے اور اَلْفَقْرُ سَوَادُ الوجہ (فقر منہ کی سیاہی ہے) اور کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا (نزدیک ہے کہ فقر کفر ہوجائے) اس پر صادق ہیں۔

ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیے گا آپ نے فرمایا کہ بازار جاکر ایک کوزہ خریدا اور وہ ہم کو لاکر تحفہ دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا کہ اب جس وقت یہ کوزہ دیکھا کروں گا۔ تجھ کو یاد کیا کروں گا۔

ایک مرتبہ علماء کا ایک گروہ حضرت کی ملاقات کے واسطے آیا۔ اثنائے سخن میں ایک عالم نے کہا کہ علماء پوست ہیں اور فقراء مغز۔ حضرت عزیزانؒ نے فرمایا کہ

"مغز پوست کی حمایت میں رہتا ہے"۔

(۱) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ خدا کے مصاحب کا مصاحب خدا کا مصاحب ہے۔

(۲) فرمایا۔ اگر کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالیٰ کو بھولے۔ اس کو شیطان

سمجھ۔ اگرچہ آدمی کی صورت ہو۔ بلکہ ابلیسِ آدمی بدتر ہے ابلیسِ جن سے کہ وہ پوشیدہ وسوسہ ڈالتا ہے اور ابلیسِ آدمی ظاہر طور سے۔

(۳) فرمایا۔ باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت　　وزتو نرہید زحمتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش　　ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

(۴) فرمایا۔ مجھ سے بعض دور والے نزدیک ہیں اور نزدیک والے دور۔ دور والے نزدیک وہ ہیں کہ بصورتِ ظاہر دور ہیں اور دل و جان سے حاضر ہیں اور نزدیکانِ دور وہ ہیں جو بصورتِ ظاہری میرے پاس ہیں لیکن دل و جان سے میرے ساتھ نہیں یعنی دل و جان سے دُنیا کے کاروبار اور ہوا و ہوس میں مشغول ہیں۔

(۵) فرمایا۔ مجھ کو دورانِ نزدیک بہتر ہیں نزدیکانِ دور سے۔ جان و دل کی نزدیکی کا اعتبار ہے نہ آب و گل کی۔ شعر

ع گر در یمنی چوں بامنی پیش منی　　گر پیش منی چوں بے منی در یمنی

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رح کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمدؒ ایک خواجہ ابراہیم رح جب حضرت کی وفات قریب ہوئی تو چھوٹے فرزند خواجہ ابراہیمؒ کو جانشین مقرر کیا۔ لوگوں کے دلوں میں خیال آیا کہ بڑے فرزند ہونے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائم مُقام کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑے کی عُمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی۔ چُنانچہ آپ کے اِنتقال کے اُنیس دِن بعد ہی وہ فوت ہو گئے تھے۔

حضرت خواجہ عزیزان رح کی ولادت ۱۶ ر شوال ۶۳۱ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰ ر رمضان المبارک ۷۱۸ھ یا ۷۲۱ھ یا ۲۸ ر ذلیقعدہ ۷۱۵ھ میں ہوئی۔

مزار شریف شہر خوارزم ملک پارس (ایران) میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵)

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عزیزان رح کے افضل و اکمل خلفاء میں تھے۔ روایت ہے کہ جب حضرت عزیزان رح کا وقت آخر آپہنچا۔ آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جملہ مریدین کو فرمایا کہ ان کی متابعت کرو۔ استغراق و بیخودی آپ کو بدرجہ غایت تھی۔ سماس میں آپ کا ایک باغ تھا۔ گاہ گاہ آپ اس کی تاک کے شاخ کاٹا کرتے تھے۔ شاخ کاٹتے کاٹتے آپ کو بیخودی ہو جاتی تھی۔ اور وہ اندازے سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔

روایت ہے کہ جب آپ کا گزر کوشک ہندوان پر ہوتا۔ فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد کی بو آتی ہے اور قریب ہے کہ کوشک ہندوان قصر عارفان ہو۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب آپ اس جگہ پھر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد پیدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح تولد ہوئے صرف تین دن گزرے تھے چنانچہ حضرت کے جدامجد آپ کو لے کر حضرت بابا رح کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت بابا رح نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ اس کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور سب اصحاب سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہی وہ مرد ہے جسکی خوشبو مجھ کو آیا کرتی تھی اور اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رح سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے حق میں تربیت دریغ نہ کرنا ورنہ تجھ کو معاف نہیں کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں قصور کروں تو مرد نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بابا رح نے کھانا کھا کر ایک قرص نان مجھ کو عطا کی کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے اور آپکے

ہمراہ روانہ ہوا۔ راستے میں اگر کچھ فتور اور وسوسہ میرے دل میں گزرتا۔ فرماتے کہ باطن کو نگاہ رکھو۔ اور رفتہ رفتہ ایک مخلص کے مکان پر قیام فرمایا۔ وہ مخلص آپ کے تشریف لے جانے سے بہت خوش ہوا لیکن کچھ مضطرب کبھی گھر میں آتا۔ کبھی باہر جاتا حضرت بابا رح نے دریافت کیا۔ کہ سچ بتا تجھ کو اضطراب کس بات کا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دودھ موجود ہے۔ مگر روٹی نہیں۔ ہر چند کوشش کی۔ دستیاب نہیں ہوئی۔ حضرت بابا رح نے مجھ سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی لاؤ۔ کہ اس کا دل تسکین پائے اور فرمایا۔ اے فرزند دیکھا۔ آخر وہ روٹی کام آئی۔

آپ کی ولادت کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی اور وفات ۱۰ جمادی الثانی ۷۵۵ھ یا ۷۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف سماس میں ہے جو بخارا شہر سے ۹ میل دور ہے۔

حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶)

حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ آپ صحیح النسب سید تھے۔ پیشہ کلالی کا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ شریفہ رح فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلال میرے شکم میں تھے۔ اس وقت اگر میں شبہ کا لقمہ کھاتی تھی تو مجھ کو دردِ شکم ہو جاتا۔ تا وقتیکہ قے نہ کر دیتی آرام نہ آتا تھا۔ جب چند مرتبہ یہ معاملہ وقوع میں آیا تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ طفل ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے لقمہ میں احتیاط رکھی۔

حضرت امیر کلال رح کو ایام جوانی میں کشتی کا نہایت شوق تھا۔ ایک روز حضرت محمد بابا سماسی رح کا کشتی کے معرکے پر گزر ہوا اور آپ وہاں تماشا دیکھنے لگے۔ بعض مریدوں کے دل میں خیال گزرا کہ حضرت خواجہ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنے کا کیا

موقع ہے۔ آپ نے اپنی فراستِ ایمانی اور اشراقِ خاطر سے معلوم کر کے فرمایا کہ اس معرکے میں ایک مرد ہے کہ اس سے بہت سے آدمی درجۂ کمال کو پہنچیں گے۔ میں اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرؒ نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے۔ چنانچہ فی الفور معرکۂ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہؒ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پر پہنچے۔ حضرت امیر کو خلوت میں طلب کر کے طریقہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیرؒ پھر کبھی کشتی و بازار میں نہیں گئے۔ اور بیس سال حضرت باباؒ کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ ہفتے میں دو مرتبہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اپنے مسکن سوخمار سے سماسی کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ اور تمام راہ شغلِ طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ حضرت باباؒ کی صحبت کی بدولت تکمیل و ارشاد کو پہنچے۔

آپ کی ولادت قریہ سوخمار میں ہوئی۔ جو سماسی سے ۵ فرسنگ کے فاصلے پر ہے اور وفات بروز پنجشنبہ بتاریخ ۸ جمادی الاول یا جمادی الآخر ۷۷۲ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک سوخمار میں ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

(۱۷)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا انتساب بظاہر حضرت سید امیر کلالؒ سے ہے اور فی الحقیقت آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے اویسی ہیں اور ان کی روحِ پاک سے تربیت پائی ہے۔ زمانۂ طفولیت ہی سے آثارِ ولایت اور انوارِ کرامت پیشانی مبارک سے ظاہر تھے۔ حضرت خواجہ محمد بابا

سماسی رح نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی علوِ شان کی بشارت دی تھی چنانچہ اس کا ذکر حضرت بابا سماسی رح کے حالات میں آچکا ہے۔ حضرت خواجہ کی معرفت کاملہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن آپ خلوت میں بیٹھے ہوئے کسی سے باتیں کر رہے تھے کہ ناگاہ گوش مبارک میں آواز آئی کہ اے بہاء الدین کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو سب کی جانب سے منھ پھیر کر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ متغیّر و بیقرار ہو گئے اور وہاں سے نکل کر اسی وقت اندھیری رات میں ایک نہر پر گئے۔ کپڑے دھوئے۔ غسلِ انابت کیا۔ اور بکمالِ شکستگی دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گزر گئی۔ اس آرزو میں ہوں کہ پھر ویسی ہی نماز پڑھوں۔ مگر میسّر نہیں ہوئی۔

فرمایا کہ ابتدائے جذبہ میں مجھ کو الہام ہوا کہ تو نے جو اس راستے میں قدم رکھا ہے کس طرح رکھا ہے۔ مَیں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں۔ وہ ہو۔ خطاب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں وہ کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں کہوں اگر وہ ہو تو اسی راستے میں قدم رکھتا ہوں۔ وَرنہ نہیں۔ دو مرتبہ اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔ لبعدازاں مجھ سے لاپرَوائی ہوئی۔ پندرہ روز تک میرا حال نہایت خراب رہا۔ اور میں خشک ہو گیا اور جب نااُمیدی ہو گئی۔ خطاب پہنچا کہ اچھا جس طرح تم چاہتے ہو، رہو۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو سخت قبض (روحانی) ہوا۔ اور چھ مہینے تک رہا۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ دولتِ باطنی میری قسمت میں نہیں۔ لاچار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا کہ دُنیا کا کوئی کام اختیار کروں۔ راہ میں ایک مسجد کے دَروازے پر یہ شعر لکھا ہوا نظر آیا۔

ے اے دوست بیا کہ ما ترائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

اس کو دیکھتے ہی تمام حال عود کر آیا۔ اور میں پھر مسجد کے گوشے میں آکر

بیٹھ گیا۔

فرمایا۔ کہ جس زمانے میں مجھے جذبات، غلبۂ احوال اور نہایت بیقراری تھی راتوں کو بخارا کے گرد مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ ایک رات مزاراتِ متبرکہ پر پہنچا جس مزار پر جاتا۔ دیکھتا کہ چراغ تیل سے بھرا ہوا ہے ٹمٹما رہا ہے اگر بتی کو ذرا سی بھی حرکت دی جائے تو خوب روشن ہو جائے۔ رات کے پہلے حصّے میں خواجہ محمّد واسعؒ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں سے اشارہ ہوا کہ خواجہ محمد اجغر نوی رح کے مزار پر جانا چاہیئے۔ جب وہاں پہنچا۔ دو تلواریں میری کمر میں باندھیں اور مجھ کو گھوڑے پر سوار کر دیا اور گھوڑے کی باگ خواجہ مزداخن رح کے مزار کی جانب پھیر دی۔ رات کے آخری حصّے میں انکے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی چراغ و بتّی کو اسی انداز پر پایا۔ میں نے بتّی کو سرکا دیا۔ اور متوجہ قبلہ ہو بیٹھا۔ مجھ کو غیبت ہو گئی۔ اس غیبت میں کیا دیکھتا ہوں کہ قبلے کی جانب سے دیوار شق ہو گئی۔ ایک تخت پر ایک بڑے بزرگ آدمی کو بیٹھا دیکھا۔ اس کے آگے سبز پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہوتی جس میں سے میں خواجہ محمّد سماسی رح کو پہچانتا تھا۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ گزرے ہوئے لوگوں میں سے ہیں۔ دِل میں خیال گزرا کہ یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ بزرگ کون ہیں اور یہ جماعت کس کی ہے کہ اسی اثنا۔ میں ایک شخص ان میں سے اُٹھا اور بتلایا کہ وہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح ہیں اور یہ جماعت ان کے خلفا۔ کی ہے اور سب کے نام بتلائے اور اشارے سے کہا کہ یہ احمد صدیق رح ہیں اور یہ خواجہ اولیاء کبیر رح اور یہ خواجہ عارف ریوگری رح اور یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی رح اور یہ خواجہ عزیزان علی رامتنی رح ہیں اور جب خواجہ بابا سماسی رح کو بتایا تو یہ بھی کہا کہ ان کو تم نے زندگی کی حالت میں دیکھا ہے۔ یہ تمہارے پیر ہیں اور تم کو کلاہ عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ان کو تو میں جانتا ہوں مگر کلاہ کا قصّہ بہت دنوں کا ہے۔

وہ مجھے یاد نہیں ہے کہ کس جگہ رکھی ہے۔ فرمایا کہ کلاہ تمہارے گھر میں ہے اور تم کو یہ کرامت دی ہے کہ جو بلا نازل ہو وہ تمہاری برکت سے دفع ہو۔ پھر اس جماعت نے کہا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح تم سے کچھ فرمائیں گے کہ طریقِ حق کے سلوک میں وہ باتیں بہت ضروری ہیں۔ دھیان کر کے سُننا۔ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ کو سلام کروں۔ چنانچہ وہ سبز پردہ اُٹھا دیا۔ اور میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ آپ نے چند کلمات ارشاد فرمائے کہ سلوک کی ابتدار وسط اور انتہا میں بہت کار آمد ہیں۔ منجملہ ازاں ایک یہ

فرمایا کہ تو نے چراغ تیل سے بھرے ہوئے دیکھے تھے۔ وہ بشارت تمہاری استعداد اور قابلیت کی تھی لیکن فتیلہ استعداد کو حرکت دینی چاہیئے کہ اسرار پوشیدہ ظاہر ہوں اور باندازہ قابلیت عمل کرنا چاہیئے کہ مقصود حاصل ہو پھر اس امر کی نہایت تاکید اور مبالغہ فرمایا کہ عزیمت اور سُنّت پر عمل کرنا چاہیئے۔ رخصت و بدعت سے پرہیز کرنا چاہیئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخبار اور صحابہ کرام رضہ کے آثار کی تفتیش میں مصروف رہنا چاہیئے۔ تقریر کے اختتام پر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے خلفاء نے فرمایا

کہ اس واقعے کی حقیقت و صداقت کا شاہد یہ ہے کہ تم مولانا شمس الدین اکیتوی رح کے پاس جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ فلاں ترک نے جو سقا پر دعویٰ کیا ہے اس میں حق بجانب ترک ہے اور تم سقا کی رعایت کرتے ہو۔ اس سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے اس کو حمل ہو گیا۔ بچہ ساقط کیا۔ فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ اس کے بعد تین عدد مویز لے کر نسف کو جانا۔ جب جنگل میں ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہو گی۔ وہ تجھ کو ایک گرم روٹی دے گا۔ وہ لے لینا اور اس سے کچھ بات نہ کرنا۔ آگے چلنا۔ ایک کارواں ملے گا۔ اس میں سوار ہو گا۔ اس کو نصیحت کرنا۔ وہ تیرے ہاتھ پر

توبہ کرے گا اور کلاہ عزیزان جو تمہارے پاس ہے۔ اس کو حضرت سید امیر کلال رح کے پاس لے جانا پھر اس جماعت نے مجھ کو ہوشیار کر دیا۔

صبح کو میں جلدی سے اپنے گھر گیا اور وہاں اپنے گھر والوں سے کلاہ کا قصہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو مدتوں سے فلانی جگہ رکھی ہے اس کو دیکھ کر میری اور ہی کیفیت ہو گئی۔ اور بہت رویا۔ صبح کی نماز مولانا شمس الدین ایکنوی کی مسجد میں پڑھی ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ سقا ترک کے حق کا منکر ہوا۔ میں نے اس کے زنا وغیرہ کا قصہ ظاہر کیا جس سے وہ بہت نادم ہوا۔ مولانا نے میرے حال پر بہت التفات فرمایا اور مجھ سے فرمایا کہ تم کو حق کی طلب ہے۔ اگر اس جگہ قیام کرو۔ تو میں تمہاری تربیت کروں۔ میں نے عرض کیا کہ اوروں کا فرزند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میرے منھ میں پستان دیں۔ اور میں اس کو نہ چوسوں۔ مولانا نے سکوت فرمایا اور مجھے چلے جانے کی اجازت دی۔ میں پہلے روز ہی دو آدمیوں سے کمر مضبوط بندھوا کر روانہ ہوا۔ جنگل میں جب پہنچا تو ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے ایک روٹی دی۔ وہ روٹی میں نے لے لی اور اس سے کوئی کلام نہ کیا۔ جب آگے بڑھا۔ ایک کارواں ملا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو میں نے کہا کہ ایکنہ سے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کس وقت چلے تھے۔ میں نے کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت۔ اور وہ وقت چاشت کا تھا ان کو سخت تعجب ہوا۔ اور کہا کہ ہم رات کو پہلے حصے میں وہاں سے چلے تھے۔ جب آگے بڑھا تو ایک سوار ملا۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو کہ تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تو توبہ کرے گا۔ چنانچہ وہ سوار اسی وقت گھوڑے سے اتر پڑا اور توبہ کی اور اپنے ساتھ بہت سی شراب لئے ہوئے تھا اس کو پھینک دیا۔ اس جگہ سے میں حضرت امیر کلال رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلاہ عزیزان پیش کی۔ حضرت امیر نے توجہ کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ عزیزان ہے۔

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ کلاہ عزیزاں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے معاملے میں ایسا اشارہ ہے کہ اس کو زیر پردہ دل میں رکھو۔ میں نے قبول کیا۔ بعد ازاں حضرت امیر نے مجھے بطریق نفی اثبات خفیہ مشغول کیا۔ اور مدت تک میں نے ریاضت کی لیکن حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے اشارے اور عزیمت پر عمل کرنے کی وجہ سے ذکر جہر نہ کیا۔ بلکہ جس وقت حضرت امیر کے اصحاب ذکر جہر شروع کرتے، اس وقت میں حلقے سے اُٹھ آتا۔ میرے پیر بھائیوں پر یہ بات گراں گزرتی۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سیّد امیر سے چند مرتبہ شکایت کی کہ خواجہ آپ کی اطاعت و انقیاد نہیں کرتے اور حضرت امیر کی توجہ و التفات میرے حال پر روز افزوں ہوتی جاتی تھی اور میں بھی ادب و احترام کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا۔ اور حضرت کے آستانِ ارادت و متابعت پر سر تسلیم رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز قریباً پانچ سو آدمی جمع تھے کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو۔ در اصل تم کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس پر ہے اور بندگانِ خدا کی نظر حق تعالیٰ کی نظر کی تابع ہوتی ہے۔ اس کے معاملے میں میرا کچھ اختیار نہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ فرزندم بہاء الدین! تمہاری تربیت کی حضرت خواجہ بابا سماسی رح نے وصیّت فرمائی تھی۔ چنانچہ وصیّت کے مطابق تمہاری تربیت میں کوئی دقیقہ بقدر طاقت خود اُٹھا نہیں رکھا۔ اب تمہارا "مرغ روحانیت" بیضۂ بشریت سے باہر آ گیا۔ لیکن مرغ ہمت بلند پرواز ہے۔ اب ترک تاجیک، جس جگہ سے تمہاری ہمت کے مطابق ملے۔ اس کے حاصل کرنے میں تقصیر نہ کرو۔

حضرت خواجہ نقشبند رح فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت امیر نے اجازت فرمائی۔ تو اس اثناء میں میں نے ایک روز خواب دیکھا کہ حکیم اتا قدس سرہٗ نے کہ کبار مشائخ ترک میں سے تھے۔ میری کسی درویش سے سفارش کی ہے۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو

اس درویش کی شکل مجھے خوب یاد تھی۔ یہ خواب میں نے اپنی جدّہ سے جو نہایت صالحہ تھیں۔ بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ تجھے مشائخ ترک سے حصہ پہنچے گا میں ہمیشہ اس درویش کی تلاش میں رہا کرتا تھا کہ ایک روز بخارا کے بازار میں ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو پہچان لیا۔ ان کا نام خلیل تھا لیکن اس وقت ان سے صحبت نہ ہوئی۔ جب میں اپنے مقام پر واپس آیا۔ تو ایک قاصد نے مجھ سے کہا کہ خلیل درویش تجھے بلاتے ہیں۔ یہ سن کر میں فی الفور کچھ ہدیہ لے کر بشوق تمام انکی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہتا تھا کہ اپنا خواب ان سے بیان کروں۔ انہوں نے فرمایا جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔ وہ مجھ پر عیاں ہے کچھ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اس سے میرے دل میں اشتیاق صحبت اور بھی بڑھ گیا اور ان کی صحبت میں عجیب عجیب احوال مشاہدہ ہوئے۔ اتفاقاً تھوڑے دنوں کے بعد وہ چلے گئے اور بعد مدت مجھے خبر ہوئی کہ وہ درویش بادشاہ ماوراء النہر ہو گیا۔ چند روز کے بعد مجھے ایک کام کے سلسلے میں انکی ضرورت ہوئی۔ کام ہونے کے بعد انہوں نے مجھے ملازمت اور خدمت کے واسطے فرمایا۔ اس حالت سلطنت میں بھی ان سے میں نے بڑے بڑے حالات دیکھے۔ میرے اوپر نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ آداب خدمت تعلیم کرتے۔

چنانچہ وہ تعلیم مجھے اس راہ میں بہت کام آئی۔ میں چھ سال ان کی خدمت میں رہا۔ مجلس عام میں ان کے آداب سلطنت بجالاتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص تھا۔ اپنے خواص بارگاہ کے روبرو بارہا فرمایا کرتے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے خدمت کرتا ہے۔ وہ لوگوں میں بزرگ ہوتا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہ ہوتا تھا کہ اس فرمانے سے کیا مطلب ہے اور کس کو کہتے ہیں۔

نقشبند کی وجہ تسمیہ

روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ بادشاہ ہرات کی استدعا سے ہرات میں بادشاہی مکان میں داخل

ہوئے۔ خدم و حشم۔ امیر و وزیر جس پر نگاہ کرتے سب بیتاب ہوجاتے۔ دوسری مرتبہ جب حضرت حج کو جانے لگے تو مولانا زین الدین قدس سرہٗ سے ملاقات کے واسطے ہرات گئے۔ اور تین روز تک ان سے صحبت گرم رہی۔ ایک دن نماز صبح کے بعد مولانا نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔

"برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند

یعنی توجہ فرما۔ حضرت خواجہ نے برسبیلِ تواضع فرمایا

"آمدیم تا نقش بریم"

یعنی اس لئے آئے ہیں کہ نقش لے جائیں۔

غالباً اسی روز سے حضرت خواجہ کا لقب نقشبند ہوا۔ اس حج سے واپس آکر باقی مدت العمر حضرت خواجہ بخارا میں رہے اور کہیں نہیں گئے۔

(۱) فرمایا۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ اور ہمارے خواجگان کا اصول ہے "خلوت در انجمن و سفر در وطن و ہوش در دم و نظر بر قدم"۔

(۲) فرمایا۔ ہمارے خواجگان کا طریقہ ہے ظاہر با خلق و باطن با حق۔

(۳) فرمایا۔ ہمارے خواجگان کی نسبت چار درجہ سے ہے ایک حضرت خضر علیہ السلام سے دوسرے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تیسرے حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ذریعے سے پہنچی ہے اور چوتھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملی ہے اور اسی سبب سے ہمارے خواجگان کی نسبت کو "نمک مشائخ" کہتے ہیں۔

(۴) فرمایا۔ ہمارا روزہ نفی ما سوائے اللہ ہے اور نماز کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔

یہ شعر بھی آپ ہی کے ہیں ؎

تا روئے تو دیدہ ام اے شمع طراز نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز ۔۔۔ چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

(۵) فرمایا۔ ذکر اس طرح کرنا چاہیئے کہ اہلِ مجلس میں کوئی نہ معلوم کرے۔

(۶) فرمایا۔ حقیقتِ اخلاص بعدِ فنا حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔

(۷) فرمایا۔ ذکر رفع غفلت کا نام ہے جس وقت غفلت رفع ہو گئی تو ذاکر ہے اگرچہ ساکت ہو۔

(۸) فرمایا۔ رعایتِ وقوف قلب ہر حال میں چاہیئے۔ یعنی کھانے میں بات کرنے میں، سننے میں، چلنے میں، خریدنے میں، فروخت کرنے میں، عبادت کرنے میں، نماز میں، قرآن شریف پڑھنے میں، لکھنے میں، پڑھانے میں، وعظ فرمانے میں کہ ایک لمحہ غافل نہ ہو کہ مقصود حاصل ہو ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہی کند آگاہ نباشی

(۹) فرمایا۔ اگر بقدر پلک جھپکانے کے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گا تو باقی تمام عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔

(۱۰) فرمایا۔ ارباب ارشاد تین قسم کے ہیں۔ کامل، کامل مکمل، مقلد کامل، مکمل نورانی و نور بخش ہے۔ کامل نورانی ہے۔ مگر نور بخش نہیں اور مقلد وہ جو بحکم شیخ کام کرے۔

(۱۱) فرمایا۔ جو شخص صبح و شام ذکر میں مشغول رہے وہ غافلوں سے نہیں ہے بلکہ ذاکروں سے ہوتا ہے۔

(۱۲) فرمایا۔ وقوف قلبی اور وقوف عددی میں اختیار کے ساتھ آنکھیں بند کرنی چاہئیں کہ وہ سببِ اطلاع خلق ہے۔

(۱۳) فرمایا۔ مجھے مقام شیخ جنیدؒ و شیخ شبلیؒ و شیخ منصور حلاج و بایزید بسطامیؒ

کی سیر ہوئی۔ اور جہاں تک وہ پہنچے۔ میں بھی پہنچا۔ حتیٰ کہ ایک عالیشان بارگاہ پر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ حضرت بایزید قدس سرہٗ جب اس مُقام پر پہنچے تھے انہوں نے چاہا کہ وہاں کی سیر ہو۔ مگر رد کرنے والا ہاتھ اُنکی پیشانی پہ رکھا گیا۔ اور میں نے ان کی طرح گستاخی نہ کی۔ اور تعظیم کے ساتھ سر آستانۂ عزت پر رکھا اور راہِ ادب اختیار کی۔ مجھے وہاں کی سیر کرائی۔

آپ کی ولادت ۴ محرم ۷۱۸ھ کو قصر عارفان میں ہوئی۔ وفات کا واقعہ بڑا عبرت آموز ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقتِ آخر آئے گا تو تم سب کو مرنا سکھلاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ کا وقتِ آخر آیا۔ آخری سانس میں دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اٹھائے اور کافی دیر تک دُعا مانگتے رہے۔ جب دُعا کے بعد دونوں ہاتھ روئے مبارک پر پھیرے۔ جان بجاناں تسلیم کی۔

آپ کا سن شریف تہتّر برس کا تھا۔ بتاریخ ۳ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار شریف قصر عارفان میں ہے جو شہر بخارا سے ایک فرسنگ پر ہے۔

آپ نے وصیّت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے کلمۂ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے بلکہ یہ رباعی پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما — آفرین بردست و بر بازوئے تو

حضرت خواجہ علاء الدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸)

حضرت خواجہ علاء الدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نقشبند رح کے خلیفہ

خلیفۂ اوّل، نائب مطلق اور داماد تھے۔ ایام خوردی ہی میں آپ کی طبع مبارک فقر کی طرف مائل تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد مال پدری کے طالب نہ ہوئے۔ بلکہ علم ظاہری کے حصول میں مشغول ہوئے۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی والدہ سے فرمایا کہ جب علاء الدین بالغ ہو تو مجھے خبر کرنا چنانچہ جب آپ بالغ ہو گئے تو ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ خود قصر عارفان سے تشریف لائے اور مدرسے میں جہاں حضرت علاء الدین طالب علم تھے، گئے۔ دیکھا کہ ایک حجرے میں ٹوٹے بوریہ پر اینٹ سرہانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ کی صورت دیکھ کر تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی جگہ بٹھایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میری لڑکی آج بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری عین سعادت ہے مگر میرے پاس کچھ سامان نہیں ہے۔ حضرت نقشبندؒ نے فرمایا کہ میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے۔ وہ خزانۂ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تم اس کی کچھ فکر مت کرو۔ جنابہ معصومہ کا عقد نکاح حضرت خواجہ علاء الدینؒ سے ہو گیا۔ نکاح کے بعد خواجہ علاء الدینؒ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ کی صحبت اختیار کی۔ حضرت خواجہ کی بھی ان پر نظر خاص تھی۔ ان کو اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور جلد جلد ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ چنانچہ تھوڑے عرصے میں ان کو مقام کمال و تکمیل پر پہنچا کر اپنی زندگی میں طالبان حق کو ان کے حوالے کر دیا اور فرمایا کرتے تھے کہ علاء الدین نے مجھے سبکبار کر دیا۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ کے انتقال کے بعد ان کے تمام اصحاب نے حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ سے بیعت کی۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے بھی جن کی نسبت حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ محمد پارساؒ کو دیکھے۔ بیعت کی حضرت خواجہ علاء الدینؒ صاحب طریقۂ خاص ہیں۔ ان کے طریقے کو "علائیہ"

کہتے ہیں۔ ان کے مناقب و مآثر زائد از حد ہیں۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"حضرت علاء الدین عطار قدس سرہ باوجود نسبت ولایت وشہادت و صدیقیت ازراہِ معیت بغیبِ ذات رفتہ اند و واصل نقطۂ نہایت گشتہ اند۔ و دراں جا بقائے پیدا کردہ اند۔ چہ قطبیتِ ارشاد بلکہ قطبیت مدار موقوف بوصولِ آں نقطہ است۔ و نادر آں مقام فنائے و بقائے پیدا نکند۔ بمقامِ ایں دو قطبیت نمی رسند۔ و حضرت خواجہ علاء الدین عطار از برائے وصول بایں مطلب طریقے وضع کردہ اند۔ و خلفائے ایشاں ازاں طریق بایں عبارت تفسیر فرمودہ اند کہ اقرب طُرُق طریقۂ علائیہ است والحق کہ ایں طریق اقربِ طرق است، از برائے وصول بہ نہایت النہایت از اولیائے عظام کمتر کسے بایں راہ رفتہ است..... حضرت خواجہ محمد پارسا رح حضرت مولانا یعقوب چرخی رح در صحبتِ خواجہ علاء الدین عطار ازیں طریق نیز بہرہ یافتند و والد بزرگوار ایشاں خواجہ حسن عطار رح و خلفاء دیگر نیز بایں راہ رفتہ اند۔"

آپ کی کرامات اور تصرفات زائد از حد ہیں۔

(۱) فرمایا۔ ریاضت سے مقصود تعلقات جسمانیہ کی نفی اور عالم ارواح کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا ہے۔ اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے طریقت کے موانع اور ان کے تعلقات سے گزرے اور ہر ایک تعلق پر خیال کرے جس سے دل پر بستگی دیکھے، اسی کو قطع کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند رح جب نیا کپڑا پہنا کرتے۔ فرما دیتے کہ یہ فلانے کا ہے۔ گویا اس کو عاریتاً پہنا کرتے تھے۔ اس قدر علاقہ بھی روا نہ رکھتے تھے۔

(۲) فرمایا۔ صفتِ جباری کے دیکھنے سے تضرع و زاری اور توبہ و انابت پیدا

ہوتی ہے۔

(۳) فرمایا۔ جب آدمی اپنے میں رضا کی جانب میل دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب عدم رضا کی جانب میل دیکھے تو تضرّع و زاری کرے اور صفتِ استغنائی سے ڈرے۔

(۴) فرمایا۔ مشائخ کے مزارات سے اسی قدر فیض حاصل ہوتا ہے جس قدر کہ ان کا اعتقاد ہے۔ اگرچہ زیارتِ قبور اولیاء سے فیض حاصل کرنے میں قربِ صوری کو اثر عظیم ہے۔ لیکن درحقیقت ارواح علیہ کی جانب متوجہ ہونے کو بُعدِ صوری مانع نہیں ہے چنانچہ حدیث "صَلُّوا عَلَیَّ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ" اس پر دلیل ہے لیکن بایں ہمہ حضرت خواجہ نقشبندؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجاورتِ خلق سے مجاورتِ حق بہتر ہے۔

(۵) فرمایا۔ اکابر کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہیے۔ کہ توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو۔ اور ان کی روح کو وسیلہ سمجھے اور یہی حال خلق کے ساتھ تواضع کرنے کا ہے کہ ہر چند تواضعِ ظاہری خلق کی جانب ہو۔ لیکن درحقیقت اللہ کے واسطے ہو۔

(۶) فرمایا۔ طریقۂ مراقبہ، طریقۂ نفی و اثبات سے اعلیٰ و اولیٰ ہے کہ طریقۂ مراقبہ سے تصرّفِ ملکوت اور نورانیت کے مقام پر پہنچ سکتا ہے اور خواطر کو استغراق حاصل ہوتا ہے اور طالبانِ حق کے بواطن منور ہو سکتے ہیں اور جمعیت کو دوام حاصل ہوتا ہے۔

(۷) فرمایا۔ خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو۔ یا خطرات کی نگہداشت، یا ذکر قلبی کا مطالعہ، یا احوال کا مشاہدہ جو دل پر گزرتا ہو۔

(۸) فرمایا۔ اہل اللہ کی صحبتِ دائمی سے عقلِ معاد کو ترقی ہوتا ہے۔

(۹) فرمایا صحبت سُنّت موکدہ ہے۔ ہر روز یا ایک روز ناغہ کر کے ہونا چاہیئے اور بعد مسافت ہو۔ تو ہر ماہ یا تیسرے ماہ اپنے احوال کی اطلاع بذریعہ مکتوب وغیرہ کے دیتا رہے۔

جب حضرت کو مرضِ موت ہوا تو آخر کو فرمانے لگے کہ مجھے کوئی آرزو دل میں سوائے اس کے نہیں رہی ہے کہ دوست آئیں اور مجھے نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں اور فرمایا کہ رسم و عادت کو چھوڑ دو اور لوگوں کی رسم و عادت کے خلاف کرو۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت رسم و عادت اور بشریت کے توڑنے کے لئے تھی۔

(۱۰) فرمایا۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سُنّت موکدہ پر مداومت کرنا اور اسی اثنا میں کلمۂ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔

آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ آپ کی وفات شب چہارشنبہ ۱۸ رجب یا ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو ہوئی۔ مزار شریف قصبہ چغانیان از ماوراء النہر میں ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مُرید نے خواب دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر متعدد مہربانیاں فرمائی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو کوئی چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہوگا۔ وہ بخشا جائے گا۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹)

حضرت مولانا یعقوب چرخی رح کو اگرچہ اجازت حضرت خواجہ نقشبند رح سے ہے لیکن چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاء الدین عطار رح کی خدمت میں ہوئی۔ اس سبب سے انہیں کے خلفاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ابتداء میں آپ نے کچھ مدت

جامع ہرات میں اور کچھ مدت مصر میں پڑھا۔ تحصیلِ علوم کے بعد محبّت الہٰی کے جذبے اور حضرت خواجہ نقشبند رح کی ارادت کی نیت سے حضرت خواجہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مجذوب ملا۔ اس نے کہا اے یعقوب جلد جلد قدم اُٹھا۔ وہ وقت آگیا کہ تو مقبولوں میں سے ہو اور اس نے چند خط زمین پر کھینچے۔ مولانا نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ خط طاق ہوں گے تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ شمار کیا تو طاق ہی تھے۔ اس کے بعد بخارا میں آئے اور حضرت خواجہ نقشبند رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۱) فرمایا۔ جس وقت میں نے حضرت خواجہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم مامور ہیں کہ خود کوئی کام نہیں کرتے۔ آج رات کو معلوم کریں گے جو اشارہ ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

(۲) فرمایا۔ کہ جیسی وہ شب میرے اوپر سختی سے گزری۔ ایسی کوئی نہیں گزری ڈرتا تھا کہ دیکھئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ صبح کی نماز جب میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ پڑھی اور انہوں نے فرمایا کہ مبارک ہو جس سے میں سمجھا کہ قبول فرمایا تو بیحد خوشی ہوئی۔ حضرت نے مجھے وقوفِ عددی تعلیم فرمائی اور فرمایا — حتی المقدور طاق عدد کی رعایت رکھنا۔ جب مجھے کچھ مدت حضرت خواجہ کی صحبت میں گزری تو حضرت خواجہ نے مجھے اجازتِ سفر دی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تجھے ہم سے ملا ہے بندگانِ خدا کو پہنچانا۔ اور تین مرتبہ فرمایا کہ تجھے خدا کے سپرد کیا۔ تجھے خدا کے سپرد کیا تجھے خدا کے سپرد کیا اور اس وقت حضرت خواجہ علاء الدین رح کی متابعت کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہو کر کیش میں پہنچا۔ وہاں خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا نہایت محزون و مغموم ہوئے اور اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہیں طبیعت

مائل بدنیا ہوجائے اور داعیۂ طلب نہ رہے۔ چنانچہ اسی فکر میں کیش سے بدخشاں آیا اور وہاں سے چرخ جانے کا ارادہ کیا کہ درس میں مشغول ہوں کہ اسی اثناء میں حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحؒ کا خط آیا اور اس میں حضرت خواجہ نقشبند رحؒ کی اشارتِ متابعت کو یاد دلایا۔ اس خط کے پہنچتے ہی میں حضرت خواجہ علاء الدین رحؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے حال پر نہایت کرم فرمایا اور مدتوں تک ان کی صحبتوں سے فیضیاب رہا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

(۳) فرمایا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت خواجہ کے حکم کی تعمیل میں کوشش کی جائے۔ اگرچہ میں اپنے آپ کو اس کام کے لائق نہیں جانتا تھا مگر خیال کیا کہ حضرت خواجہ رحؒ کا فرمان حکمت سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تصانیف و تفاسیر گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۴ شعبان ۷۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۵ صفر ۸۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار شریف ہَلْفِتُوْ میں ہے جو حصار واقع ماوراء النہر کے مضافات میں سے ہے۔ بعض تواریخ میں مدفن کا مقام ہلفنور لکھا ہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

(۲۱)

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ ماہ رمضان ۸۰۶ھ باغستان میں پیدا ہوئے جو تاشکند واقع توران کے مضافات میں ہے۔ تولد کے بعد چالیس روز تک یعنی ایام نفاس میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ جب انھوں نے طہارت کا غسل فرمایا۔ تب پیا۔ آپ کے جدامجد خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ قطبِ وقت تھے دمِ اخیر میں جب اپنے پوتوں کو وداع

کرنے کو بُلایا اور خواجہ عبید اللہ احرار کو اس وقت بہت کم سن تھے، اُن کے پاس گئے۔ وہ اِن کو دیکھ کر تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھے بشارت نبوی ؐ ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا اور اس سے طریقت اور شریعت کو رونق ہوگی۔

حضرت خواجہ احرار ؒ نے فرمایا کہ میں ایک سوداگر سے حضرت مولانا یعقوب چرخی ؒ کے اوصاف سُن کر اِن کی خدمت میں بمقام ہلفنور یا ہلفتو روانہ ہوا۔ راہ میں بیمار ہوگیا اور بیس روز تک تپِ لرزہ آیا۔ اس عرصے میں بعض آدمیوں نے مولانا کی غیبت اور بُرائی بھی مجھ سے کی جس سے میرے دل میں ایک برودت پیدا ہوگئی اور میں نے چاہا کہ وہاں سے واپس ہو جاؤں۔ پھر خیال کیا کہ جب اس قدر مسافت طے کرلی تو ملاقات کے بغیر واپس جانا معقول نہیں ہے چنانچہ وہاں سے روانہ ہوا اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا نہایت لُطف و عنایت سے پیش آئے۔ لیکن دوسرے دن جب پھر حاضر ہوا تو نہایت تلخی اور غصّے سے پیش آئے۔ اس وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ بدمزگی اس غیبت و فتور کے سبب ہے جو راستے میں پیش آئی تھی۔ مگر انہوں نے کچھ تصریح نہ فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر بعد مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور حضرت خواجہ نقشبند ؒ سے اپنی ملاقات کا حال بیان کیا۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ میری طرف بیعت کرنے کو بڑھایا۔ لیکن چونکہ انکی پیشانی پر برص کا داغ تھا۔ اس سے مجھے کراہیت پیدا ہوگئی۔ اِشراق خاطر سے انہوں نے میری کراہیت دریافت کر کے اپنا ہاتھ جلد کھینچ لیا اور بطریق لُبس و خلع ایسی دلربایانہ شکل میں ظاہر ہوتے کہ میں بے اختیار ہوگیا اور انہوں نے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدّین نقشبند ؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جس نے یہ ہاتھ پکڑا۔ اسنے گویا خواجہ بہاء الدّین نقشبند ؒ کا ہاتھ پکڑا۔ اس

وقت میں نے بے توقف ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بشغلِ وقوفِ عددی مشغول فرمایا اور فرمایا کہ حضرت بزرگ یعنی خواجہ نقشبند رحؒ سے جو کچھ مجھے پہنچا ہے وہ یہی ہے۔ اور اگر تم بطریقِ جذبہ طلبہ کو تربیت کرو تو اختیار ہے اس بات سے مولانا کے بعض اصحاب کو غیرت آئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ کو قوت و تصرف سب حاصل ہے۔ صرف اجازت کی دیر ہے اور فرمایا کہ طالب کو اس طرح پیر کے پاس آنا چاہیئے جیسے کہ عبید اللہ آیا ہے۔ کہ تیل بتی سب درست ہے صرف ایک آگ لگانے کی تردید ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ مامور ہوئے کہ سلاطین سے اختلاط پیدا کریں اور ترویجِ شریعت و تجدیدِ ملت کریں تو حضرت خواجہ اس غرض سے سمرقند گئے۔ اس وقت مرزا عبد اللہ بن مرزا ابراہیم بن مرزا شاہ رُخ والیٔ سمرقند تھا۔ مرزا عبداللہ کا ایک امیر حضرت خواجہ سے ملاقات کو آیا۔ حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے مرزا کی ملاقات کے لئے میں یہاں آیا ہوں۔ اگر تمہاری کوشش سے یہ بات ہو جائے تو تم داخلِ ثواب ہو گے۔ اس امیر نے گستاخی کے طور پر کہا کہ مرزا ایک بے پرواجوان ہے اس کی ملاقات ہونی مشکل ہے! اس کے علاوہ درویشوں کو ایسی باتوں کی کیا ضرورت ہے حضرت خواجہ کو اس بات سے بہت غیرت آئی۔ اور فرمایا کہ مجھے سلاطین کے اختلاط کا حکم ہوا ہے۔ میں خود نہیں آیا ہوں۔ تمہارا مرزا پروانہ کرے گا۔ کوئی اور آئے گا جو پروا کرے گا۔ جب وہ امیر باہر چلا گیا حضرت خواجہ رحؒ نے اس کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھا۔ اور آبِ دہن سے اس کو مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور امیر سے نکلتا معلوم نہیں ہوتا اسی روز متوجہ تاشقند ہوئے۔ ایک ہفتے کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابو سعید مرزا ترکستان سے مرزا عبداللہ پر چڑھ کر آیا اور اسکو قتل کیا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو درویش بہت دُور سے حضرت خواجہ رح کی زیارت کے لئے آئے۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ رح بادشاہ کے پاس گئے ہیں وہ سُن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسے شیخ ہیں کہ بادشاہ کے پاس جاتے ہیں اور بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْر (بُرا ہے وہ فقیر جو امراء کے دروازے پر جاتا ہے) کے مصداق ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت دو چور بادشاہ کے دربار سے بھاگ آئے تھے۔ انکی تلاش ہو رہی تھی۔ یہ دونوں درویش مل گئے۔ ان کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ شریعت کے بموجب ان کا ہاتھ کاٹ دو۔ حضرت خواجہ رح بادشاہ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے۔ فرمایا کہ یہ درویش میرے ملنے کے واسطے آئے تھے۔ چنانچہ حضرت ان کو اپنے ہمراہ لے کر چلے آئے۔ جب مکان پر پہنچے تو ان سے کہا کہ میں اس واسطے بادشاہ کے پاس گیا تھا کہ تمہارے ہاتھ قطع ہونے سے بچاؤں اور بِئْسَ الْفَقِیْر عَلٰی بَابِ الْاَمِیْر کا جب مصداق ہوتا کہ طمع دُنیا کے لئے جاتا۔

روایت ہے کہ سُلطان ابوسعید مرزا کو حضرت خواجہ کے ہاتھ پر تائب ہونے کے بعد ایک بار شراب کی ہوس پیدا ہوئی۔ نوکر سے کہا کہ دیوار کے نیچے لے آنا میں کوٹھے پر لے لوں گا۔ جب وہ لایا تو مرزا نے پگڑی باندھ کر شراب کا کوزہ اوپر کھینچا۔ کوزہ دیوار سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اس بات سے مرزا کو بہت غم ہوا۔ صبح کو حضرت خواجہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے پہلی بات یہ فرمائی کہ رات تمہارے کوزہ کے ٹوٹنے کی آواز میں نے سُنی۔ اور اگر کوزہ نہ ٹوٹتا تو میرا دل تم سے ٹوٹ جاتا اور پھر تمہاری اور ہماری ملاقات نہ ہوتی۔

(۱) فرمایا۔ زندگی سے اس شخص کو بہرہ ہے جس کا دل دُنیا سے سرد ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے گرم۔

(۲) فرمایا۔ پیر وہ ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مرضی میں فنا ہو گیا ہو جو کچھ

فرما دیا ہے۔ اس پر قائم ہو۔

(۳) فرمایا۔ مرید وہ ہے جو ارادت کی تاثیر سے اس کی تمام خواہشات جل گئی ہوں اور کوئی مراد نہ رہی ہو۔ اور ہر جانب سے منہ پھیر کر صرف پیر ہی کی طرف رکھے۔

آنرا کہ در سرائے نگار است فارغ است
از سیر بوستاں و تماشائے لالہ زار

(۴) فرمایا۔ جو شخص فقیروں کی صحبت میں آئے، چاہیئے کہ اپنے آپ کو نہایت مفلس ظاہر کرے تاکہ اس پران کو رحم آئے۔

(۵) فرمایا۔ حضرت مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہٗ شریعت و طریقت و حقیقت کی اس طرح مثال دیتے تھے کہ جھوٹ بولنا منع ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس طرح کوشش کرے کہ اس کی زبان پر جھوٹ نہ جاری ہو لیکن دل میں داعیہ ہو۔ یہ شریعت ہے اور اگر دل سے بھی وہ داعیہ جاتا رہے تو وہ طریقت ہے اور اگر با اختیار و بے اختیار زبان و دل سے یہ بات بالکل جاتی رہے۔ وہ حقیقت ہے۔

(۶) فرمایا۔ کشفِ قبور یہ ہے کہ میّت کی روح مناسب صورت میں صاحبِ کشف پر قبر میں ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ شیطان کو تمثل اور تشکل میں بہت قوّت ہے اس سبب سے خواجگان رحؒ نے اس کشف کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور ان کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی قبر پر گئے۔ اپنے آپ کو نسبت و کیفیت سے خالی کر کے انتظار کرتے ہیں کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔

(۷) فرمایا۔ وصل یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بطریق ذوق جمع پائے۔

(۸) فرمایا۔ اگر ذکر کا اس قدر ملکہ ہو جائے کہ ہمیشہ دل حاضر ہو۔ اور اگر ذاکر

کو اس حضور سے تعلق ہو۔ تو وہ ابرار میں سے ہے۔ اور اس کو حاضر مع اللہ کہنا چاہیئے لیکن واصل مع اللہ نہیں ہے۔ واصل وہ ہے کہ اِسنادِ حضور اس سے منتفی ہوجائے اور حق تعالیٰ کو بذاتِ خود حاضر جانے۔

(۹) فرمایا۔ ہمّت اسے کہتے ہیں کہ کسی کام کے لیئے اس طرح دل کو جمع کرے کہ اس کے خلاف خیال دل میں نہ آئے۔ حتّیٰ کہ اگر کوئی کافر بھی کسی کام کیلئے ہمیشہ دل کو جمع رکھے۔ تو وہ کام ہوجاتا ہے۔ اس میں ایمان وعمل صالح کی شرط نہیں ہے۔

(۱۰) فرمایا۔ کہ سونے سے قبل اپنے گزشتہ اوقات کا خیال کرے۔ کہ کس طرح گزرے ہیں۔ اگر طاعت میں گزرے ہیں شکر کرے اور اگر معصیت میں گزرے ہیں توبہ واستغفار کرے۔

(۱۱) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر قوّت عطا فرمائی ہے کہ اگر بادشاہِ خطا کو رقعہ لکھ بھیجوں تو ترکِ سلطنت کرکے سروپا برہنہ میرے آستانہ پر حاضر ہو مگر میں فرمانِ الہٰی کے بغیر خود کچھ نہیں کرتا ہوں۔ اور ادب بھی یہی ہے کہ اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع کرے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو اپنے ارادے کے تابع کرے۔

(۱۲) فرمایا۔ منجملہ آدابِ طریقت سے یہ ہے کہ ہمیشہ بادضو رہے۔

آپ کی ولادت ۱۴ رمضان ۸۰۶ھ کو باغستان میں ہوئی جو تاشکند واقع توران کے مضافات میں سے ہے اور وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف محلہ کفشیر محوطہ ملایان سمرقند میں ہے۔

حضرت مولانا محمدؒ زاہد رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱)

حضرت مولانا محمدؒ زاہد رحمۃ اللہ علیہ کا انتساب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے ہے۔ آپ حضرت مولانا محمدؒ یعقوب چرخی رحؒ کے رشتہ دار بلکہ کہتے ہیں کہ نواسہ بھی تھے اور ان کے کسی خلیفہ سے ذکر و تعلیم حاصل کر کے گوشہ اختیار کیا اور ریاضت و مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مولانا محمد زاہدؒ نے حضرت خواجہ احرار رحؒ کا شہرہ سُنا۔ تو حصار سے جہاں آپ کا مسکن تھا۔ روانہ ہو کر سمرقند میں پہنچے اور محلہ وانسر میں آکر فروکش ہوئے اور ارادہ کیا کہ لباس تبدیل کر کے محلہ کنسر کو جہاں حضرت خواجہ احرارؒ کا مکان تھا جائیں کہ حضرت خواجہؒ پر مکشوف ہوا کہ مولانا محمد زاہد جو کمالات و مقامات سے موصوف ہیں اس شہر میں ملنے کو آئے ہیں چنانچہ اسی وقت جب کہ دوپہر تھا اور گرمی زوروں پر تھی حضرت خواجہؒ اونٹ پر سوار ہو کر اس کی باگ چھوڑ دی کہ جس طرف چاہے چلا جائے۔ اتفاقاً وہ اونٹ محلہ وانسر میں ایک مکان کے آگے ٹھہر گیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہاں کون ٹھہرا ہوا ہے۔ کسی نے کہا۔ مولانا محمد زاہدؒ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ اونٹ سے اُتر پڑے۔ مولانا کو جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی بے اختیار ہو کر آپ کے استقبال کو دوڑ پڑے اور آپ کی قدم بوسی کی۔ اور اسی مکان میں خلوت کی۔ مولانا نے اپنے حالات و مقامات کو حضرت خواجہؒ کے سامنے بیان کر کے بیعت کی درخواست کی چنانچہ حضرت خواجہؒ نے آپ کو بیعت کر کے اپنی توجہ و تصرف سے اسی مجلس میں کمال و تکمیل کو پہنچایا۔ اور اپنی خلافت عطا فرمائی۔ اور وہیں سے رخصت کر دیا۔

اس پر حضرت خواجہؒ کے پُرانے پُرانے خادموں نے غیرت کی۔ کہ مولانا محمد زاہدؒ کو پہلی ہی صحبت میں خلافت دے دی۔ اور ہم برسوں سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہماری حال پر کچھ خیال نہیں فرماتے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد زاہدؒ چراغ تیل بتی درست کرکے لائے تھے۔ میں نے صرف اس کو روشن کر دیا اور رخصت کر دیا۔

یہ معاملہ حضرت خواجہؒ کے تصرّف عظیم اور حضرت مولانا کی کمال استعداد اور قابلیت پر دال ہے۔

آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ وفات غرہ ربیع الاوّل ۹۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دخش میں ہے جو حصار کے مضافات میں سے ہے۔

حضرت مولانا درویش محمّد رحمۃ اللہ علیہ

(۲۲)

حضرت مولانا درویش محمّد قدس سرّہٗ کو اپنے ماموں مولانا محمّد درویشؒ سے انتساب تھا۔ کہتے ہیں کہ بیعت سے پندرہ سال پہلے زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ تجرّد کی حالت میں بے خواب و خور ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز بھوک سے نہایت لاچار ہوئے اور آسمان کی طرف منھ اٹھایا۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمّد زاہدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کہ تمہیں صبر و توکل سکھا دیں گے۔ پس حضرت مولانا انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبۂ کمال و تکمیل کو پہنچے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے نائب ہوئے۔ ورع و تقویٰ، عزیمت پر عمل اور حفظِ نسبت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ احوال کے پوشیدہ رکھتے اور گمنامی کو پسند کرتے تھے اور اس لئے درسِ قرآن مجید فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو ان کے حال سے آگاہی نہ ہو۔ اور لوگوں میں وہ صرف مدرّس

قرآن کی حیثیت سے مشہور ہوں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہاں کسی ترکی شیخ کا گزر ہوا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں کسی مرد کی بو آتی ہے اور مولانا درویش محمد رح کی جانب اشارہ کیا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا خواجگی امکنگی (یا امکنکی) سے منقول ہے کہ میرے والد کی شہرت کی زیادہ وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز ایک درویش نے میرے والد کے سامنے شیخ نورالدین خوافی رح کے حالات کا ذکر کرکے فرمایا کہ وہ بڑے بزرگ ہیں اگر اس طرف اُن کے آنے کا اتفاق ہو تو ضرور ملنا۔ اس بات کو ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ شیخ نورالدین موصوف کا امکنہ کے نواح میں گزر ہوا۔ میرے والد نے جب انکے آنے کی خبر سُنی تو جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہی پہنے ہوئے کچھ ہدیہ لے کر شیخ کی خدمت میں رَوانہ ہوئے۔ جب وَہاں پہنچے تو انہوں نے میرے والد سے خوب محبت سے معانقہ کیا۔ اور تادیر دونوں مراقب بیٹھے رہے۔ جب میرے والد وہاں سے رُخصت ہوکر رَوانہ ہوئے تو چند قدم متابعت کرکے تواضع کے ساتھ رُخصت کیا اور وَالد کے چلے آنے کے بعد انہوں نے حاضرین سے دَریافت کیا کہ اس جگہ کے طالبان خدا ان کی خدمت میں آتے جاتے ہوں گے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ شیخ نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن پڑھایا کرتے ہیں۔ شیخ نورالدین رح نے فرمایا۔ سُبحان اللہ یہاں کے آدمی بھی عجیب نابینا اور مُردہ ہیں کہ ایسے کامل اور مکمل شخص سے استفادہ واستفاضہ نہیں کرتے ہیں۔ چُنانچہ شیخ کی بات تمام لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ اور لوگوں نے ان کے پاس آنا جانا شروع کردیا اور کسبِ کمال کرنے لگے۔ لیکن یہ لوگوں کے اس رجوع سے عزلت پسندی کی وجہ سے دل تنگ رہتے تھے۔

روایت ہے کہ شیخ خوارزمی رح کی یہ عادت تھی کہ جس جگہ جایا کرتے تھے اور وہاں کے جن مشائخ سے مُلاقات ہوا کرتی تھی۔ انکی نسبت سلب کرلیا کرتے تھے جب

مولانا درویش محمدؒ کے دیار میں پہنچے تو وہاں کے سب مشائخ ان کی ملاقات کو آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو بھی ان کی ملاقات کے واسطے جانا چاہیئے۔ لیکن جانے سے پہلے باطن سے انکی نسبت سلب فرمائی۔ شیخ خوارزمیؒ نے اپنے آپ کو خالی اور صاف پایا۔ نہایت حیران و پریشان ہوئے۔ جب حضرت مولانا درویش محمدؒ ملاقات کیلئے سوار ہوئے تو حضرت شیخ خوارزمیؒ کو اپنی نسبت کی بو آئی۔ اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اس خوشبو کے پیچھے سے آگے بڑھنے چلے جاتے تھے اور جس قدر زیادہ آگے جاتے تھے اور مولانا سے نزدیک ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر وہ خوشبو زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ جب مولانا سے ملاقات ہوئی وہ خوشبو منقطع ہوگئی۔ شیخ سمجھ گئے کہ مولانا نے نسبت سلب فرمائی ہے۔ نہایت انکسار اور نیازمندی کا اظہار کیا اور نہایت عاجزی سے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ ولایت آپ کے متعلق ہے۔ میں لوٹا جاتا ہوں۔ حضرت مولانا کو شیخ خوارزمیؒ کی عجز و انکساری پر بہت رحم آیا اور ان کی نسبت ان کو واپس کردی۔ شیخ نے اپنی نسبت کو بحال پاکر اسی سواری پر اسی جگہ سے اپنے گھر کا راستہ لیا۔

آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ وفات ۱۹ محرّم الحرام ۹۷۰ھ کو ہوئی۔ مزار شریف موضع استفرار شہر سبز ماوراء النہر کے مضافات میں ہے۔

حضرت مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۳)

حضرت مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ سے انتساب ہے اور انہیں کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد کو پہنچے تیس سال تک اپنے والد کی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے اور آنے جانیوالوں

کی خدمت کیا کرتے تھے. باوجودیکہ آپ نہایت معمر اور مُسِن ہوگئے تھے اور ہاتھ کانپتے تھے لیکن مہمانوں کے واسطے خود کھانا لاتے تھے بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی بھی خبرگیری کیا کرتے تھے اور یہ طریقۂ نقشبندیہ کی نہایت رعایت فرماتے. ذکر جہر وغیرہ جو طریقۂ نقشبندیہ میں محدثات کے طور پر داخل ہوگئے تھے. ان سے پرہیز و احتراز کرتے تھے۔ ان کے خوارق عادات، کرامات اور کشف قلوب عوام و خواص میں بہت مشہور تھے اور اپنے وقت میں مرجع خلائق تھے۔ علماء و فضلاء اور امراء و فقراء ان کی خدمت میں استفادے کی غرض سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ بلکہ ملوک و سلاطین آستانۂ عالیہ کی خاک کو سُرمہ بناتے تھے۔

روایت ہے کہ عبداللہ خان والی توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک بارگاہِ عظیم الشان کھڑی ہے اور حضور سُلطان الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رونق افروز ہیں اور ایک شخص دروازے پر ہاتھ میں عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور لوگوں کی عرضِ مہمات حضور سرورِ عالم صلعم کی خدمت اقدس میں کرتے ہیں اور اس کا جواب لاتے ہیں۔ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شمشیر ان بزرگ کے ہاتھ عبداللہ خان کو بھیجی۔ اور انہوں نے آکر اس کی کمر میں باندھی۔ جب عبداللہ خان بیدار ہوا تو ان بزرگ کا حلیہ بتلا کر ان کا پتہ پوچھا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ اس شکل و شباہت کے حضرت مولانا خواجگی محمد امکنکی ہیں۔ چنانچہ وہ نہایت شوق کے ساتھ ہدایا و تحائف لے کر حاضر ہوا اور آپ کا حُلیہ بعینہٖ جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا پاکر نہایت خوش ہوا اور کمالِ نیازمندی سے پیش آیا اور ہدایا قبول کرنے کی درخواست کی۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ حلاوت نامُرادی اور قناعت میں ہے۔ سُلطان نے انکسار کے ساتھ حکمِ "اطیعوا اللّٰہَ واطیعو الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" کی طرف اشارہ کیا۔ تب مجبوراً قبول فرمایا۔ اسکے

بعد سلطان ہر روز صبح کو خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

روایت ہے کہ کسی جگہ کا بادشاہ پیر محمدؐ خان نامی تسخیر سمرقند کے ارادے سے وہاں کے حاکم باقی محمدؐ خان پر پچاس ہزار سوار لے کر چڑھ آیا۔ باقی محمدؐ خان اپنے میں مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر حضرت مولانا خواجگی محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کیا۔ حضرت خود بنفسِ نفیس پیر محمدؐ خان کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو سمجھایا کہ تم واپس ہو جاؤ۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑنا اچھا نہیں ہے۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا اور مولانا قہر و غضب کے ساتھ واپس آئے اور باقی محمد خان سے کہا کہ تم لشکر کی قلت کا کچھ فکر نہ کرو اور دشمن سے مقابلہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہوگی۔ چنانچہ باقی محمدؐ خان مولانا کی ہمت دلانے سے لشکر لے کر روانہ ہوا اور مولانا جماعت درویشان کے ہمراہ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور ایک پرانی مسجد میں قبلے کی طرف منہ کرتے ہوئے مراقب ہو بیٹھے اور بار بار سر اٹھا کر دریافت فرماتے کہ کیا خبر ہے یہاں تک کہ کسی نے آکر کہہ دیا کہ باقی محمدؐ خان کی فتح ہو گئی۔ تب آپ وہاں سے اُٹھ کر گھر تشریف لائے۔

روایت ہے کہ ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک شب حضرت خواجہ کے ہمراہ پابرہنہ جاتا تھا۔ اچانک میرے پاؤں میں کانٹا لگ گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اے برادر! جب تک کانٹا نہیں لگتا۔ پھول ہاتھ نہیں آتا"

منقول ہے کہ ایک مرتبہ تین طالب علم آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں علیحدہ علیحدہ نیت کی کہ اگر حضرت خواجہ فلاں طعام کی میری ضیافت کریں۔ تب میں ان کو صاحب کرامت سمجھوں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر مجھکو فلاں میوہ دیں تب میں ولی سمجھوں۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں خوبصورت لڑکا میرے پاس آجائے۔ تب صاحب کرامت جانوں۔ جب یہ تینوں خدمت میں

حاضر ہوئے تو حضرت نے اوّل الذکر دو طالب علموں کی خواہشات پوری کر دیں اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں کے جو حالات و کمالات نصیب ہوتے ہیں۔ یہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے ہوتے ہیں۔ ان سے خلاف شریعت امر صادر نہیں ہوتا۔ پھر سب سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ کے پاس مباح امر کیلئے بھی نہ آئے کیونکہ ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں آنے والے کے واسطے نقصان ہے اور ان سے محرومی ہوتی ہے۔

فرمایا: کرامت کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ ان کے پاس خاص اللہ کے لئے آنا چاہیئے کہ ان کے باطن سے حصّہ ملے۔

آپ نے اپنے اِنتقال سے تھوڑے دنوں پہلے حضرت خواجہ محمّد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو آپ کے خلیفہ تھے۔ خط لکھا تھا اور اس کے آخر میں یہ دو شعر درج تھے۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے تھوڑے ہی دن گزرنے کے بعد آپ کا اِنتقال ہوگیا۔

آپ ۱۴ رمضان ۹۱۸ھ یا ۹۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰۸ھ میں رحلت فرمائی۔

حضرت خواجہ محمّد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

(۴۲)

حضرت خواجہ محمّد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا خواجگی محمّد امکنکی رح سے انتساب تھا۔ لڑکپن ہی میں تجرّد پسندی کے آثار پیشانی مُبارک سے ہویدا تھے۔ اکثر گوشۂ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ مولانا محمّد صادق حلوائی رح سے کہ اس زمانے

میں علمائے کبار سے تھے تحصیل علم ظاہری فرماتے تھے اور چند مدت میں اپنی بلند فطرت کے سبب اپنے دیگر اہلِ مکتب سے بڑھ گئے۔ ابھی علم ظاہری اچھی طرح سے ختم نہیں کیا تھا کہ راہِ خدا میں قدم رکھا اور ماوراء النہر کے بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض جگہ توبہ بھی کی۔ مگر اس پر استقامت کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ایک روز کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کرتے تھے کہ ایک تجلّی کا ظہور ہوا۔ جس سے آپ بے اختیار ہو گئے اور اس وقت روحانی طور سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے تلقینِ ذکر و القاءِ جذبہ فرمایا۔ اس کے بعد ہمہ تن اربابِ باطن کی تلاش میں اس قدر سرگرداں و پریشان پھرتے تھے کہ طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ چنانچہ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ان کی والدہ صاحبہ کو ان کے حال پر بہت شفقت آئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ یا اس کا مقصد حاصل کر یا مجھے موت دے کہ اس کا ایسی بیقراری کا حال دیکھنے کی مجھ کو طاقت نہیں ہے۔ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ میری کشائشِ کار میری والدہ کی دعا سے ہوئی۔ بالجملہ اس تگ و دو میں حضرت خواجہ نے تمام ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں، کشمیر اور لاہور وغیرہ چھان ڈالا۔ اور بڑے بڑے مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

روایت ہے کہ جس زمانے میں آپ لاہور میں تھے۔ وہاں ایک مجذوب رہتا تھا۔ آپ اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ کبھی آپ کو گالیاں دیتا اور کبھی پتھر مارتا اور کبھی آپ سے بھاگتا تھا۔ مگر آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کار ایک روز اس کو ان کے حال پر رحم آیا۔ اور اپنے پاس بلا کر حصول مقصد کے لئے بہت دعا کی۔ حضرت خواجہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ میں نے مثل متقدین کے مجاہدہ و ریاضت نہیں کی۔ لیکن انتظار اور قلق بہت دیکھے ہیں۔ قصّہ مختصر حضرت مولانا شیر خانی رحؒ کے پاس پہنچے اور وہاں سے سمرقند کو آتے تھے۔ راستے میں سے ہندوستان

کے بعض دوستوں کو ایک خط لکھا جس کے اوّل میں یہ شعر درج تھا۔

من از محیط محبّت نشاں ہمیدیدم
کہ استخوانِ عزیزاں بساحل افتاد است

اسی سفر میں آپ کو واقعہ میں معلوم ہوا۔ کہ حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ مولانا خواجگی محمدؒ امکنکیؒ کے پاس جاؤ۔ پھر حضرت مولانا خواجگی امکنکیؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔

"اے فرزند! میری آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں"۔

یہ دیکھ کر حضرت خواجہؒ بہت خوش ہوئے۔ اور یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا۔

میگذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمین
عالم آشوب نگارے سر راہم بگرفت

غرضکہ حضرت خواجہؒ حضرت مولانا خواجگی محمدؒ امکنکیؒ کی خدمت میں پہنچے اور وہاں تین رات خلوت میں مولانا سے صحبت کی۔ اور اپنے تمام حالات باطنی حضرت امکنکیؒ کے گوش گزار کیے۔ حضرت مولانا امکنکیؒ نے فرمایا کہ عنایتِ الٰہی اور اکابرِ طریقت کی روحانی تربیت سے تمہارا کام انجام کو پہنچ گیا ہے۔ اب تم ہندوستان جاؤ تم سے وہاں اس طریقے کا رواج ہوگا۔ پہلے حضرت خواجہؒ نے عذر و انکسار کیا لیکن پھر حسبِ الارشاد ہندوستان کو روانہ ہوئے۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

جب آپ لاہور میں پہنچے۔ ایک سال تک وہاں قیام فرمایا۔ تمام علماء و فضلاء آپ کے شیفتہ ہو گئے۔ اس کے بعد دہلی روانہ ہوئے۔ اور وہاں قلعۂ فیروزی میں سکونت اختیار کی۔ اور پھر یہاں سے تا آخر دم علیحدہ نہیں ہوئے۔ آپ کا شیوہ اخفاء اور اپنے حال کو پوشیدہ

رکھنا تھا۔ آپ پر انکسار اور قصور بینی کا کمال غلبہ تھا۔ اگر کوئی شخص طریقہ لینے کے لئے خدمت میں حاضر ہوتا تو عذر کر کے اس کو ٹال دیتے۔ البتہ جب اس کی طلب نہایت گرم دیکھتے۔ تب قبول فرماتے۔

روایت ہے کہ ایک شخص خراسانی حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر رہا کرتا تھا اور حضرت بختیار کاکیؒ کی روحانیت سے پیر کامل کی طلب کیا کرتا تھا۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہؒ وہاں پہنچے تو حضرت بختیارؒ نے اسکو بشارت دی۔ کہ ایک بزرگ نقشبندیہ طریقہ کے اس شہر میں پہنچے ہیں۔ ان کی ملازمت اختیار کرو۔ فرمودے کے مطابق وہ شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض مطلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ وہ کوئی اور بزرگ ہوں گے اور بہت عجز و معذرت کا اظہار کیا وہ شخص مان گیا اور واپس چلا گیا۔ رات کو اس نے پھر خواب دیکھا کہ حضرت بختیارؒ نے فرمایا کہ جس کا میں نے تجھے اشارہ کیا ہے وہی بزرگ ہیں۔ جس کے پاس تو گیا تھا۔ چنانچہ اگلے روز وہ پھر حاضر ہوا۔ اور رات کا واقعہ سُنایا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ کوئی اور ہی ہوں گے میں ہرگز ایسا نہیں ہوں۔ تم جا کر دوسری جگہ تلاش کرو۔ اور اگر کہیں کسی کا پتہ لگے تو مجھ سے بھی آکر کہنا۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اسی طرح کی نقل خواجہ حسام الدینؒ آپ کے خلیفہ کی ہے کہ ابتدا میں جب وہ حاضر ہوئے۔ ان سے بھی اس قسم کی عذر و معذرت کی۔ کہ کسی اور جگہ جا کر تلاش کرو۔ اور کہیں کسی کا سُراغ لگے تو خبر کرنا اور ان سے اس طرح کی الحاح کے ساتھ فرمایا کہ وہ اسی تلاش میں آگرہ چلے گئے۔ وہاں جا کر سخت حیران و پریشان تھے کہ کیا کریں۔ ناگاہ گلی میں سے گانے کی آواز آئی۔ کوئی یہ شعر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھتا تھا۔

توخواہی آستین افشاں و خواہی دامن اندر کش   مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

یہ سُن کر وہ فی الفور واپس آگئے اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب ماجرا سُنایا تب آپ نے ان کو قبول فرمایا۔ جس کسی کو آپ قبول فرماتے تھے اگر اس میں عشق و محبت کا مادّہ زیادہ دیکھتے تھے۔ اس کو "رابطہ" تعلیم فرماتے۔ اور کسی کو ذکر قلبی اور کسی کو لا الٰہ الا اللہ اور کسی کو اسم ذات تعلیم فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک لشکری حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا اور اپنا گھوڑا سائیس کو دے آیا۔ حضرت خواجہ طہارت کی ضرورت سے مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ اتفاقاً اس خادم پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ حضرت خواجہ رح تو مسجد میں تشریف لائے اور اس پر جذب بیخودی غالب ہوئی اور کمال شورش کے عالم میں بازار میں چلا اور وہاں سے صحرا کو چلا گیا اور پھر معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی بہت حکایات ہیں۔ اور ہر وقت ذکر کی تعلیم اور توجہ بھی فرماتے تھے۔ کہ دل منوّر ہو جاتا تھا اور کسی کو عالم مثال اور کسی کو عالم ارواح منکشف ہو جاتا تھا۔ اور بعض صرف صورتِ مبارک دیکھ کر مجذوب و مغلوب ہو جاتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک خطیب منبر پر تھا کہ اس کی آنکھ آپ پر پڑ گئی فی الفور تڑپ کر منبر سے گر پڑا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے خلیفہ حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایامِ رمضان میں رات کے وقت ایک خادم کے ہاتھ حضرت خواجہ رح کے پاس فالودہ بھیجا۔ وہ سادہ وضع آدمی تھا۔ سیدھا خاص دروازے تک چلا گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ رح نے بوجہ شفقت کسی اور کو نہ اُٹھایا۔ اور خود ہی فالودہ لینے چلے گئے اور لے کر اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ماما حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ ہمارے میاں شیخ احمد کا خادم ہے تو ہمارا ہی ہے جیسے ہی وہ واپس ہوا۔ جذب و سکر اس پر غالب ہونا شروع ہوا۔ اور وہ چلاتا ہوا افتاں و خیزاں

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ماجرا پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ زمین، آسمان، شجر حجر سب جگہ ایسا نور بیرنگ نظر آتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہؒ اس بیچارہ کے مقابل ہو گئے اور آفتاب کا پرتو اس ذرہ پر پڑ گیا۔

عام لوگوں پر آپ کو اس قدر رحم اور شفقت تھی کہ ایک بار آپ کے رو برو لاہور میں قحطِ عظیم پڑا۔ جب آپ کے سامنے کھانا آتا۔ آپ فرماتے کہ کیا انصاف ہے کہ گلی میں تو آدمی بھوکے مریں اور میں کھاؤں اور اس کھانے کو محتاجوں کو تقسیم کر دیتے۔ سفر میں اگر کسی کو ماندہ و ضعیف دیکھتے۔ اس کو اپنی سواریوں پر سوار کر لیتے اور خود پیدل ہو جاتے۔ جب شہر قریب آ جاتا۔ آپ پھر سوار ہو لیتے۔ کہ یہ کارِ ثواب پوشیدہ رہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ تہجد کی نماز کے لئے اٹھے۔ آپ کے لحاف بچھونے میں بلی بیٹھ گئی۔ آپ صبح تک سردی کی ایذا اٹھاتے رہے۔ مگر بلی کو نہ ہٹایا۔

اگر کسی سے مکروہِ شرعی دیکھتے۔ اوروں کی طرح تصریح و شدت کے ساتھ نہیِ منکر نہ فرماتے بلکہ کنایۃً و اشارۃً فرما دیتے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہؒ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ طرح طرح کی شرارتیں اس سے ظہور میں آتی تھیں۔ مگر آپ سب برداشت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے کسی مرید نے یہ حال دیکھ کر اس کو کوتوالی میں پکڑوا دیا۔ آپ نے یہ سن کر اپنے مرید پر عتاب فرمایا۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت وہ بڑا فاسق و شریر ہے۔ حضرت نے یہ سن کر آہ سرد دل سے کھینچی۔ اور فرمایا کہ ہاں تم اپنے تئیں صالح باصفا جانتے ہو۔ تم کو اور شریر و فاسق نظر آتے ہیں۔ ہم کیا کریں کہ ہم کو وہ اپنے سے کسی طرح برا معلوم نہیں ہوتا۔ یہ سن کر اس مرید نے اس کو حبس سے آزاد کرا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پُرانوار کی زیارت کو گئے۔ وہاں خادموں نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر مزار کے قریب آپکے بیٹھنے کے لئے ایک چادر بچھادی۔ اتفاقاً وہاں ایک بے باک فقیر موجود تھا۔ اس نے دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کس کے واسطے ہے۔ خادموں نے حضرت خواجہؒ کا نام لیا۔ وہ آپکا نام سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور آپکی شان میں بہت سخت الفاظ کہنے شروع کئے کہ اتنے میں آپ بھی تشریف لے آئے۔ پھر آپ سے متوجہ ہوکر اور زیادہ بیہودہ گوئی شروع کی۔ مگر آپ نے اس سے معذرت کی کہ جو کچھ ہوا ہے میری لاعلمی میں میری اجازت کے بغیر ہوا ہے۔ تم خفا مت ہو۔ اور تم جو کچھ میرے حق میں کہتے ہو درست ہے۔ میں ایسا ہی ہوں حضرت کے ہمراہیوں نے چاہا کہ اس کو تنبیہہ کریں۔ مگر آپ نے ان کو منع کر دیا اور قریب جا کر اس کا پسینہ اپنی آستین سے پونچھا اور نہایت منت سے چند درم دیئے۔ اور فرمایا کہ میری کم بختی کی وجہ سے تم کیوں اپنا دماغ خالی کرتے ہو۔ جانے دو۔ جو ہمراہی تھے کہتے تھے کہ اس فقیر نے بہت بُرا بھلا کہا۔ مگر آپ کے چہرے پر کوئی تغیر نہ ہوا۔

اگر حضرت خواجہؒ کے کسی مُرید سے کوئی جرم یا لغزش ہو جاتی تو فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری بد صفتی کے سبب ہے۔ نہ یہ باتیں مجھ میں ہوتیں۔ نہ ان میں منعکس ہوتیں۔ اگر کوئی شخص محفلِ مُبارک میں کسی مُسلمان کی خفت بیان کرتا۔ آپ اس کی تعریف شروع کر دیتے۔ ہمیشہ اپنے اصحاب کو نیستی اور قصور بینی پر دلالت فرماتے تھے۔

باوجودیکہ آپ ضعیف و نحیف تھے۔ مگر دوامِ ذکر اور کثرتِ طاعت پر نہایت شغف رکھتے۔ نمازِ عشاء کے بعد حجرہ میں تشریف لے جاتے اور مراقبہ کرتے۔ جب ضعف معلوم ہوتا۔ اُٹھ کر وضو کرتے اور دوگانہ گزار کر پھر مراقب ہو جاتے اور اسی طرح ساری رات گزار دیتے۔ لقمہ میں اس قدر احتیاط تھی کہ پاکیزہ لوگوں سے قرضِ حسنہ

لے کر اپنے اور اپنے درویشوں کے واسطے طعام پکواتے اور فتوح میں سے وہ قرض ادا کر دیتے اور اس بات کی نہایت تاکید تھی کہ طعام پُز باوضو ہو۔ اور حضور و جمعیت کے ساتھ پکائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا بلا احتیاط پکتا ہے۔ اس کے کھانے سے ایک دھواں اُٹھتا ہے کہ وہ فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے اور ارواحِ طیبہ کہ وسائلِ فیض ہیں، دل کے مُقابل نہیں ہوتیں۔ حضرت خواجہ رح کی والدہ شریفہ جو قانتات اور عارفات سے تھیں۔ احتیاط کی وجہ سے باوجود لونڈی، باندیوں کے بذاتِ خود تنور میں روٹیاں لگایا کرتی تھیں۔ اور مریدوں کو بھی اس قسم کی احتیاط کی نہایت تاکید تھی۔ چنانچہ اگر کوئی مسامحت کرتا تو اس کو نقصان سے معلوم ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ حدیث دیکھ کر فاتحہ خلف الامام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق پڑھنا شروع کیا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ اپنی تعریف میں قصیدہ پڑھتے ہیں اور اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ کا یہ مطلب ہے کہ میرے مذہب پر ہزاروں اولیاء گزرے ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ نے فاتحہ خلف الامام ترک کر دیا۔ اور باوجود ایسے کمال و تکمیل کے آپ پھر بھی اپنی نایافت ہی کی شکایت کرتے تھے۔ چُنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے۔ رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود — تا جاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند — گم باید کرد و خشک لب باید بود

(۱) فرمایا۔ زہد کے معنی رغبت سے نکلنا ہے چونکہ رغبت مقیّد بمتاعِ دینوی ہے۔ پس کمال زہد نامرادی ہے۔

ع ۔ پچوں بیوند ہا بگسلی واصلی

(۲) فرمایا۔ قناعت ترکِ فضول اور اکتفا بقدر حاجت اور عُمدہ کھانے اور لباس و مسکن سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں اور کمالِ قناعت یہ ہے کہ صرف محبت

حق تعالیٰ اور اس کی ہستی پر اکتفا و آرام کرے۔

(۳) فرمایا۔ توجہ تمام دواعی سے باہر آنے اور بتمامہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں۔

(۴) فرمایا۔ صبر، حظوظِ نفس اور مالوفات و محبوبات سے باہر آنے کا نام ہے۔

(۵) فرمایا۔ مراقبہ اپنے افعال اور توانائی سے باہر آنے اور مواہب الٰہی کے منتظر رہنے کو کہتے ہیں۔

(۶) فرمایا۔ رضا، رضائے نفس سے باہر آنا اور رضائے الٰہی میں داخل ہونا اور تسلیم احکامِ ازلیہ اور تفویض الی اللہ کو کہتے ہیں۔

(۷) فرمایا۔ جو شخص مقامِ معصیت میں ہے یا اس کے دل میں دُنیا کی رغبت ہے یا سبب میں ہے یا معاشِ ضروری پر اکتفا نہیں کرتا یا خلق سے مخالطت رکھتا ہے یا اس کے اوقات ذکر و فکر سے معمور نہیں ہیں یا خدا سے سوائے خدا کچھ اور چاہتا ہے یا مجاہدۂ نفس نہیں کرتا ہے یا اپنے اوپر یا اپنے افعال پر یا اپنے حول و قوت پر نظر رکھتا ہے یا تسلیم احکام ازلیہ نہیں کرتا وہ یقیناً سلوک میں ناقص ہے۔

(۸) فرمایا۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا قول ہے کہ جس شخص کو اس راہ کا درد دامنگیر ہو۔ اس کو چاہیئے کہ توبۂ نصوح کے بعد بقدرِ طاقت زہد و توکل، قناعت و عزلت اور صبر و توجہ وغیرہ تمام مُقامات کی رعایت کرکے ہمہ اوقات ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھے اور اس رعایت کو "سفر در وطن" کہتے ہیں۔

(۹) فرمایا۔ ہمارے طریق ذکر سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب کی مدد سے تمام مقامات سہولت و استقامت کے ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) فرمایا۔ طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ حضرت صدیق اکبرؓ

رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ بوجہ اس نسبت حُبّی کے ہے جو ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہ کمال حاصل تھی۔

(۱۱) فرمایا۔ مراقبہ بڑی دولت ہے کہ اس سے دلوں میں قبولیت پیدا ہوتی ہے اور دلوں میں قبولیت پیدا ہونی اللہ تعالیٰ کی قبولیت کی نشانی ہے۔

(۱۲) فرمایا۔ کشفِ قبور کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ کشوفِ صوریہ میں محلِ خطا و لغزش بہت ہے کوشش کرنی چاہیئے کہ ظہور مع اللہ ہو۔

(۱۳) فرمایا۔ سبب پر نظر نہ رکھنا چاہیئے۔ سبب کو مثل دروازہ کے خیال کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مُسَبّب کے حصول کے لئے مقرر کیا ہے اگر کوئی دروازہ بند کرکے دیوار سے گزرنا چاہے تو یہ بے ادبی ہے۔

جب آپ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا تو جس کسی کی وفات کی خبر سُنتے آہِ سرد بھر کر فرماتے کہ خوب چھوٹا۔ انہیں دنوں میں آپ نے اپنی ایک بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ جب میری عمر چالیس سال کی ہوگی تو مجھ کو عظیم واقعہ پیش آئے گا۔ پھر ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ "جس غرض کے لئے تم کو لائے تھے وہ پوری ہوگئی"۔ ایک روز فرمایا کہ "تھوڑے دنوں میں سلسلۂ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا"۔ ایک دن فرمایا کہ کوئی کہتا ہے کہ قطبِ وقت کا انتقال ہوگیا اور میں اس وقت قصیدہ غرّا اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں۔ اور اس میں میری تعریف مندرج ہے۔

غرضیکہ وسط جمادی الثانی میں آپ کو مرضِ موت شروع ہوا۔ ایک دن فرمایا کہ حضرت خواجہ احرار رح کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے تھے کہ پیراہن پہنو۔ اس کے بعد آپ نے مسکراکر فرمایا۔ اگر زندہ رہیں گے تو پہنیں گے۔ ورنہ پیراہن کفن ہی پیراہن ہے۔ ایام مرض میں ایک دن آپ کو استغراق و استہلاک اس قدر ہوگیا

کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ اور ایسے حال سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔ روز شنبہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو "اللہ اللہ" کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کی۔

مزار شریف قطب روڈ پرانی دہلی میں ہے۔

آپکی تاریخ ولادت کے بارے میں دو تین روایات ہیں جن میں سے ایک میں ۹۷۱ھ بیان کی گئی ہے۔ اور یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپکی پیشگوئی کے مطابق آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ ہے اور اس حساب سے آپ کی عمر تقریباً اکتالیس سال بنتی ہے۔ آپ کی ولادت کا مقام کابل ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ رح مع اصحاب اس جگہ تشریف لائے تھے جہاں آپ کا مدفن ہے اور اس جگہ کو پسند کر کے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ وہاں کی تھوڑی سی خاک آپ کے دامن کو لگ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں کی خاک دامن گیر ہوتی ہے۔

حضرت امام ربّانی مجدّدِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(۲۵)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب ہے۔ حضرت کی پیدائش ۱۴ شوال شب جمعہ بوقت نصف شب ۹۷۱ھ کو بمقام سرہند شریف ہوئی۔ آپ کا نسب النسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

روضۃ القیومیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم رح نے فرمایا کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے جوک بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں کہ اسی اثناء میں میرے سینے سے ایک نور نکلا ہے اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا ہے اور اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے تمام ظالم وزندیق وملحدوں کو بکری کی طرح ذبح کرتے ہیں اور کوئی شخص بآواز بلند کہتا ہے ۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط

اس خواب کی تعبیر حضرت مخدوم نے حضرت شاہ کھیتلی رح سے چاہی۔ انہوں نے توجہ کے بعد فرمایا کہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اس سے ظلمت والحاد اور بدعت کا قلع قمع ہوگا۔ فَوَقَعَ كَمَا قَالَ۔ پس ویسا ہی ہوگیا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ ایام رضاعت میں آپ ایسے علیل ہوگئے کہ زندگی کی توقع نہ رہی اتفاقاً حضرت شاہ کمال کھیتلی رح کا وہاں گزر ہوا۔ حضرت کے والد رح حضرت شاہ صاحب رح کے پاس آپ کو دم کرانے کو لے گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبانِ مبارک حضرت کے منہ میں دے دی اور آپ اس کو دیر تک چوستے رہے۔ حضرت شاہ صاحب نے آپ کے والد کو تسلّی دی کہ خاطر جمع رکھو۔ اس لڑکے کی عمر دراز ہوگی اور عالم وعارف کامل ہوگا۔ اگرچہ یہ واقعہ ایام رضاعت کا ہے۔ مگر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو ابھی تک یاد ہے۔ جب آپ سنِ تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید کو حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد سے تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ زیادہ تر علم کا حصہ انہیں سے پڑھا ہے۔ اور کچھ دیگر علمائے کبار سے۔ سیالکوٹ میں جا کر مولانا کمال کشمیری رح سے کہ جیّد علمائے وقت سے تھے۔ عضدی وغیرہ پڑھا ہے۔ بعض کتب احادیث مثلاً مشکوٰۃ، صحیح بخاری، شمائل، ترمذی، جامع صغیر سیوطی اور بعض تفاسیر مثلاً تفسیر واحدی، بیضاوی شریف، قصیدہ بردہ وغیرہ دیگر اکابر علماء

سے پڑھی تھیں۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ طلبا کو نہایت سعی و کوشش سے پڑھایا کرتے تھے۔ اس اثنار میں ایک مرتبہ آپ کا آگرہ جانے کا اتفاق ہوا جو اس زمانے میں دار الخلافہ تھا۔ اس سفر میں آپ کو ابو الفضل سے بھی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ مگر آخر کار آپ انکی بداعتقادی سے ناراض ہو گئے اور ترک ملاقات کی۔ وہاں سے واپس آکر آپ اپنے والد ماجد کی صحبت میں رہے اور فوائد باطنیہ اخذ کر کے سلسلہ شریفہ چشتیہ کی اجازت حاصل کی۔ لیکن بوجہ کمال تقویٰ اور اتباع سنت کی سخت پابندی کی وجہ سے تواجد و سرود وغیرہ۔ سے کہ اس طریقہ شریفہ کے مرسوم سے ہے پرہیز رکھا۔

اس زمانے میں ایک مرتبہ آپ نہایت علیل ہو گئے۔ چنانچہ اس حال کو دیکھ کر آپ کی بیوی صاحبہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی صحت کے واسطے دعا مانگنی شروع کی اور نہایت گریہ وزاری کی۔ اسی گریہ وزاری میں نیند آگئی۔ معلوم ہوا گویا کوئی شخص کہتا ہے کہ تم خاطر جمع رکھو۔ ہم کو اس شخص سے بہت کام ہیں کہ ابھی ہزاروں میں سے ایک بھی سرانجام نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر جلد آپ کو صحت ہو گئی۔

حضرت مجدد رح کو ہمیشہ سے طواف بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق بے آرام کئے رہتا تھا۔ لیکن اپنے والد بزرگوار کی کبرسنی کی وجہ سے ان کی خدمت سے علیحدگی پسند نہ فرماتے تھے۔ آخر کار مشیت ایزدی سے ۱۰۰۷ھ میں حضرت کے والد ماجد نے انتقال کیا۔ اور آپ ۱۰۰۸ھ میں حج کے ارادے سے یثرب و بطحا کے سفر پر روانہ ہوئے۔ جب دہلی میں پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے کہ حضرت کے دوستوں میں تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کی تعریف کی اور ان سے ملنے کی ترغیب دلائی۔ چونکہ حضرت مجدد کو بھی نسبت عالیہ نقشبندیہ کا بہت شوق تھا۔ حضرت خواجہ رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت خواجہ نہایت بشاشت سے ملے اور ارادہ و قصد سے دریافت فرمایا۔ حضرت نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ اگرچہ حضرت خواجہ نہایت دیر آشنا تھے۔ مگر یہاں اپنی عادت سے تجاوز کر کے فرمایا کہ اگرچہ عزم بہت مبارک ہے لیکن اگر چند روز کم از کم مہینہ یا ہفتہ اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرو تو کیا ہرج ہے۔ حضرت نے حسب الارشاد ایک ہفتہ رہنا اختیار کیا۔ ابھی صرف دو ہی دن گزرے تھے کہ آپ کو شوق انابت واخذ طریقہ غالب ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہؒ نے فی الفور بلا تاخیر داخل طریقہ کیا اور خلوت میں لے جاکر توجہ شروع کی۔ چنانچہ اسی وقت حضرت کا دل ذاکر ہو گیا اور حلاوت و التذاذ پیدا ہوا۔ اور پھر وہ معاملے پیش آئے کہ دیکھنے اور سننے میں نہیں آئے اور مدتِ قلیل یعنی دو ماہ اور چند روز میں تمام نسبتِ نقشبندیہ بالتفصیل حضرت کو حاصل ہو گئی۔

انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ رحؒ نے حضرت مجددؒ کی بلند استعداد دیکھ کر آپ کو خلوت میں طلب کیا۔ اور اپنے وقائع بیان کئے کہ جب مجھ کو حضرت خواجہ امکنگی رحؒ نے فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ۔ وہاں تم سے یہ طریقہ جاری ہوگا۔ میں نے اپنے میں اس کی قابلیت نہ پاکر عذر کیا تو انہوں نے استخارہ کے واسطے فرمایا۔ استخارہ میں مجھ کو معلوم ہوا کہ گویا ایک طوطی ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اُڑ کر میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو مجھ کو سفر ہندوستان میں کشائش ہوگی۔ چنانچہ یہ خیال کرتے ہی وہ طوطی میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا لعابِ دہن اسکے منہ میں ڈالا اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح کو اُٹھ کر میں نے یہ خواب حضرت خواجہ امکنگی رحؒ سے بیان کیا۔ انہوں نے سُن کر فرمایا کہ طوطی ہندوستانی جانوروں میں سے ہے۔ ہندوستان میں تم سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا کہ جہان اس سے روشن ہوگا اور تم بھی اس

سے بہرہ یاب ہوگے۔ فرمایا کہ جب میں سرہند میں پہنچا۔ واقعہ میں معلوم ہوا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تم قطب کے پڑوس میں آکر ٹھہرے ہو اور اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا۔ صبح کو اُٹھ کر میں اس جگہ کے درویشوں اور گوشہ نشینوں سے ملنے گیا لیکن کسی میں وہ قابلیت نہ پائی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہاں کے باشندوں میں یہ قابلیت ہوگی کہ بعد ازاں ظہور میں آئے گی چنانچہ جب تم کو دیکھا تو وہی حلیہ پایا اور نشانِ قابلیت بھی موجود تھے اور نیز ایک دن دیکھا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے اور لحظہ بلحظہ اس چراغ کی روشنی بڑھتی جاتی ہے اور لوگ اس چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کر رہے ہیں اور جب سرہند کے قرب و جوار میں پہنچا تو وہاں کے دشت و صحرا کو مشعلوں سے بھرا پایا اور اس بات کو بھی میں تمہارے ہی معاملے میں اشارہ سمجھا۔

غرضکہ حضرت خواجہؒ نے آپ کو کمال و تکمیل کے حصول کی بشارت عطا فرما کر سرہند کو رخصت کیا۔ چند مدت حضرت وہاں مقیم رہکر پھر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب کی مرتبہ حضرت خواجہؒ نے آپ کو ارشاد و افادۂ طلاب کی اجازت عطا فرمائی اور خاص خاص اصحاب تربیت کے واسطے حضرت کے سپرد کئے۔ اور خلعت خلافت عطا فرما کر رخصت فرمایا۔ حضرت مجددؒ سرہند میں پہنچ کر تربیت و تہذیب میں مشغول ہوئے اور اثرِ عظیم ظاہر ہوا کہ سالہا سال کا کام گھڑی اور ساعت میں ہو جاتا تھا اور خلعت مور و ملخ کی طرح آپ کے گرد ہوگئے کہ اسی اثناء میں حضرت حضرت خواجہؒ کا خط شوق ملاقات میں پہنچا۔ حضرت اس کو پڑھتے ہی دہلی روانہ ہوگئے آپ کی تشریف آوری کی خبر جب حضرت خواجہؒ کو پہنچی تو کابلی دروازے تک پاپیادہ مع خدام استقبال کو تشریف لائے اور حضرت کو باعزاز تمام لے گئے۔ اور اپنے سامنے سرحلقہ بنا کر اپنے اصحاب کو تاکید کی کہ ان کے روبرو نہ کوئی میری جانب متوجہ ہوا کرے، اور نہ کوئی میری تعظیم کرے بلکہ سب انہی کی طرف متوجہ رہا کریں۔ اس حکم کی تعمیل

میں بعض کو متامل پایا تو فرمایا کہ میاں شیخ احمد آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ستارہ انکی روشنی میں گم ہیں اور خود بھی دیگر مریدوں کی طرح داخلِ حلقہ ہوا کرتے اور جب حلقہ یا مجلس سے اُٹھ کر باہر تشریف لے جاتے تو حضرت کی جانب پُشت نہ کرتے بلکہ چند قدم برجعت قہقری تشریف لے جاتے اور اسی طرح تحریر میں بھی بہت نیازمندی ظاہر فرماتے۔

چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"حق سبحانہ تعالیٰ باعلیٰ کمال برساناد ع وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ (اہل کرم کے کاسہائے شراب میں زمین کا بھی حصّہ ہوتا ہے) تکلفی نیست آنچہ حقیقتِ حال است۔ نوشتہ میشود۔ پیر انصاری رح میفرمود۔ من مُریدِ خرقانی رح ام۔ لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود۔ باوجود پیریش مریدی من میکرد۔ ہرگاہ حقیقت صفت آں بے صفتاں ایں باشد۔ گرفتاران آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلبگاری نکند۔ واز ہرکجا بوئے بمشام ایشاں برسد۔ درپئے آں نرزند تاکنوں تامل واہمالِ ماندانہ استغنائی دبے نیازمندی است۔ موقوف باشارت است۔

گر طمع خواہد زمن سُلطان دین
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بارے حال ونسخہ ارادہ من ایںنست۔ خدائے عزّوجل برانچہ می باید۔ مہتد گرداناد۔ واز عُجب وپندار مخلصی بخشاد۔ انتھیٰ۔"

لیکن حضرت خواجہ رح کے باوجود اس قدر وفور عنایت کے حضرت مجدد کے بھی ادب واعتقاد کی کچھ انتہا نہ تھی۔ حضرت خواجہ حسام الدین رح سے نقل ہے کہ جس زمانے میں حضرت خواجہ رح کا حضرت مجدد رح پر نہایت التفات تھا اور توقیر واحترام میں نہایت مُبالغہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن کسی ضرورت سے مجھ کو میاں شیخ احمد رح کے بُلانے کو بھیجا۔ جیسے ہی میں نے جاکر کہا کہ آپ کو حضرت خواجہ رح طلب فرماتے ہیں سُنکر چہرے

کا رنگ خوف زدہ کی طرح متغیر ہو گیا اور تمام بدن میں اضطراب و رعشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ سُنا کرتے تھے کہ۔ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی"! آج دیکھ ہی لیا۔

حضرت مجددؒ نے خود رسالہ مبدء المعاد میں لکھا ہے کہ ہم چار آدمی جملہ مریدوں میں ممتاز طور پر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ہر شخص کا حضرت خواجہؒ سے علیحدہ اعتقاد اور خصوصی تعلق تھا۔ میرا تو یہ عقیدہ تھا کہ ایسی صحبت اور ایسی تربیت و ارشاد حضور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ہرگز پیدا نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرتا تھا کہ اگر حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے مُشرّف نہیں ہوا۔ پھر بھی ہزار ہزار شکر کہ اس سعادت سے محروم نہ رہا۔

جب حضرت دہلی سے سرہند واپس تشریف لے گئے تو حضرت خواجہؒ اکثر مکاتیب میں اپنے اصحاب کا حال و مقام حضرت مجددؒ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور ان کے واسطے دعا اور توجہ کی خواستگاری کیا کرتے تھے اور اس میں "عزیز متوقف" کے اشارہ سے کسی کا حال دریافت فرماتے اور اس کے واسطے بھی توجہ اور ہمت طلب فرماتے۔ اوّل اوّل تو حضرت نے اس خیال سے کہ مبادا امتحان ہو۔ تواضع و انکسار کر کے معذرت کی۔ مگر جب حضرت خواجہؒ کا الحاح حد سے گزر گیا۔ اس خوف سے کہ مبادا عدم تعمیلِ حکم سے ترک ادب تک نوبت نہ پہنچے۔ کامل تواضع اور احترام کے ساتھ حکم کی تعمیل کی۔

خواجہ محمد کشمیؒ صاحب زبدۃ المقامات و خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیخ تاج علیہ الرحمت وغیرہ سے حضرت خواجہؒ کی زبانی لکھا ہے کہ "عزیز متوقف" سے خود حضرت خواجہؒ مراد ہیں۔ اور حضرت خواجہؒ نے اپنے واسطے حضرت سے دعا و توجہ اور ترقی مقام چاہی تھی اور یہ بھی انہیں نے لکھا ہے کہ آخر وقت میں حضرت خواجہؒ

فرمایا کرتے تھے کہ فلاں شخص یعنی حضرت کے اثر صحبت سے معلوم ہوا کہ توحید کوچۂ تنگ تھا کہ اور اس سے آگے شاہراہ وسیع ہے۔ غرضکہ جو معاملہ ان پیر اور مریدین گزرا وہ دیکھتے تو کہاں، سُنا بھی نہیں بلکہ کتابوں میں بھی نہیں پڑھا۔

حضرت خواجہؒ نے ایک دِن فرمایا کہ اُن کی مانند آج زیرِ فلک کوئی نہیں ہے اور صحابہؓ اور تابعین و مجتہدین کے بعد ان کی مانند گنتی ہی کے اخص خواص گزرے ہیں فرمایا کہ میں نے اس تین چار سال میں پیری نہیں کی بلکہ کھیل کیا ہے مگر الحمد اللہ کہ میرا کھیل اور دکانداری رائیگاں نہیں گئی کہ ایسا شخص ظاہر ہوا۔

حضرت مجدّدؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہؒ کی تربیتِ سالکان کی سرگرمی اسی وقت تک رہی۔ جب تک کہ میرا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچا اور جب میرے کام سے فارغ ہو گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ مشیخت سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور طالبانِ حق کو میرے سُپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ تخم بخارا اور سمرقند سے لاکر ہند میں بویا۔

جب تیسری مرتبہ حضرت مجدّدؒ سرہند سے دہلی حضرت خواجہؒ کی ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا۔ ضعفِ بدن بہت معلوم ہوتا ہے۔ اُمید حیات کم ہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں خواجہ عبیداللہ اور خواجہ عبداللہ کو کہ اس وقت شیر خوار تھے۔ طلب فرما کر اپنے روبرو توجہ کرائی۔ بلکہ ان کی والدات کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ اس کے بعد حضرت مجدّدؒ وطن تشریف لے گئے۔ پھر حضرت خواجہؒ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند پہنچکر وہاں حضرت نے اقامت فرمائی۔ بعدازاں لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے تمام اصاغر و اکابر اور علماء و فضلاء داخل طریقہ ہوئے اور صحبت اور حلقہ سرگرم ہوا۔

لاہور کی اقامت کے دوران ایک عالم نے حضرت مجدّدؒ سے خلوت میں سوال کیا کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں مسئلہ وحدت الوجود کی نسبت کہ چنداں

شرع سے موافقت نہیں رکھتا۔ پھر بھی بعض کامل اولیاء کا مشرب تھا، کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے ان کے کان میں چند باتیں کہیں کہ جس کو سُن کر وہ رونے لگے اور چہرہ پر تغیّر پیدا ہوگیا۔ اور بانکسارِ تمام حضرت کے زانو پر ہاتھ لگا کر رُخصت ہوگئے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت مجدّد رح نے ان سے کیا کہا۔

ے ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی و از دیدہ خون ریختی

اس اثنار میں حضرت خواجہ رح کی خبر وفات حضرت کو لاہور میں پہنچی۔ اور آپ باضطراب تمام دہلی کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچکر صاحبزدگان اور پیر بھائیوں سے اِظہارِ تعزیّت کیا۔ حضرت خواجہ رح کے اصحاب نے آپ کا تشریف لیجانا نعمتِ عظمیٰ سمجھا۔ اور حلقۂ مجلس میں حاضر ہوا کرتے۔ حضرت مجدّد رح بھی پیر بزرگوار کی وصیت اور یارانِ دلفگار کی خواہش کے مطابق ان کے احوال پر دل سے متوجہ ہوئے۔ گویا کہ حضرت خواجہ رح کے وقت میں جو طراوت و تازگی تھی۔ حضرت مجدّد رح کی توجہات کی برکت سے ازسرِنو شروع ہوگئی۔ مگر افادہ و افاضہ کے دوران بعض حاسدوں نے حضرت مجدّد رح سے استفادہ کو طرح طرح کے رنگ میں مخلصوں کے دِل پر جمایا۔ جو طرفین میں کشیدگی کا باعث ہوا۔ اوّل اوّل حضرت نے پند و نصائح فرمائے۔ مگر جب اس سے کام نہ چلا تو بعض کی نسبت سلب فرمائی ادھر حضرت خواجہ رح کے بعض مریدوں نے بھی حضرت کی ہلاکت کے واسطے حضرت خواجہ رح کے مزار پر ختم پڑھا۔ اور دُعائیں کیں مگر

ے چراغے را کہ ایزد برفروزد
کسے گر تف کند ریشش بسوزد

کسی سے کچھ نہ ہوا اور حضرت مجدّد رح وطن کو تشریف لے آئے۔ اس سے کچھ دنوں کے بعد باشارۂ غیبی سب نے حضرت سے عفو تقصیر چاہی۔ اور حضرت نے براہ کرم

معاف فرمایا۔ اور بعد ازیں جمادی الآخریں کہ حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال اور عُرس کا مہینہ ہے۔ دہلی تشریف لاتے اور کچھ دنوں قیام فرما کر سرہند مراجعت فرماتے۔ دو تین مرتبہ آگرے تک بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ ورنہ آپ ہمیشہ سرہند ہی میں قیام پذیر رہے۔ یا آخر عمر میں سلطانی مزاحمت کی وجہ سے لشکر کے ہمراہ رہنے اور پھرنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن اِن ایام میں بھی تبلیغ و اشاعتِ دین، اتباعِ سنّت اور شرک و بدعت کی بیخ کنی میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ جس کی تفصیل کے لئے یہ مختصر اوراق کافی نہیں ہیں۔

(۱) حضرت شیخ مجدّد رح کے اس قدر فضائل و خصائص ہیں کہ جس کی تفصیل مشکل ہے۔ ان میں سے بعض کا مختصراً ذکر یہ ہے کہ آپ کا خمیر طینت اس مٹی سے بنا، جو جناب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخلیق و تکمیل سے باقی رہی تھی۔ چنانچہ اس کا اشارہ حضرت مجدّد رح نے مکتوب صدم جلد سوم میں کیا ہے۔ اور یہ بات عقلاً و نقلاً کچھ بعید بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ (ہر چیز کے خزانے میرے پاس موجود ہیں) اس کے علاوہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں اور ابو بکر رض اور عمر رض ایک ہی طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عبداللہ بن جعفر رض کو بھی فرمایا کہ تو میری طینت سے پیدا ہوا ہے۔ اور تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں طیران کرتا ہے۔ پس جائز ہے کہ جس خاک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے واسطے تیار کیا ہو۔ اس کو انوار و برکات سے پرورش کیا ہو۔ اس کے بقیہ سے اپنے کسی اولیاء کی خمیر طینت بھی کر دی ہو۔

(۲) حضرت مجدّد رح کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو علمائے راسخین سے کیا تھا۔ اور آپ پر متشابہاتِ قرآن کے اسرار اور رموزِ مقطعاتِ فرقانی

ظاہر فرمائے تھے۔ چنانچہ حضرت نے مکتوبات میں اس حقیقت کو بخوبی واضح کیا ہے۔

حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ جو کوئی میرے طریقے میں بواسطہ یا بلاواسطہ مرد عورت قیامت تک داخل ہوں گے۔ سب کو میرے پیش نظر کیا ہے ان کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتلایا گیا ہے۔ اگر چاہوں۔ بیان کر دوں۔

(۳) ایک بار حضرت کو نہایت انکسار سے یہ خیال آیا کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مقبول ہے یا نہیں اسی اثنار میں ندا آئی۔ کہ یہ علوم جو کچھ تم نے لکھے ہیں۔ تمام مقبول ہیں۔

(۴) حضرت نے فرمایا کہ مجھ پر اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ میرے تمام مرقومات حضرت مہدی آخری الزمانؑ کی نظر سے گزرینگے اور ان کے مقبول ہوں گے۔

(۵) حضرت نے فرمایا کہ مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ جو معاملات و کمالات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر افاضہ فرمائے ہیں۔ وہ امام مہدی علیہ الرضوان تک کسی اور پر نہ ہوں گے۔

(۶) حضرت نے فرمایا۔ کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اس طریقہ کی نسبت حاصل کریں گے اور یہ نسبت ان پر بوجہ اکمل ظہور کرے گی۔

(۷) حضرت کی ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو طریقہ جدیدہ عطا فرمایا۔ آپ سے قبل سالکین کی سیر صرف ولایت صغریٰ یعنی قلب پر منحصر تھی اور شاذ و نادر ہی کسی کو ولایت کبریٰ میں ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مجددؒ پر ولایتِ کبریٰ، ولایتِ ملاء اعلیٰ، کمالاتِ نبوّت و رسالت، اولوالعزم کے کمالات، حقیقتِ ابراہیمیؑ، حقیقتِ موسویؑ، حقیقتِ محمدیؐ، حقیقتِ احمدیؐ، حبِ صرفہ ولاتعین اور نیز حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن حقیقتِ صلوٰۃ اور معبودیتِ مطلقہ منکشف فرمائیں اور ان مقامات کی تفصیل کے ساتھ حضرت مجددؒ نے اپنے صاحبزادہ خواجہ محمد سعید اور صاحبزادہ محمد معصوم

رحمۃ اللہ علیہما کو سیر کرائی۔ اور ان سے ان کے صاحبزادوں اور خلفاء کو سیر ہوئی، اور بفضلہ تعالیٰ آج تک اس طریقہ میں ان مقامات کی سیر کہ جس کو "سلوک مجدّدی" کہتے ہیں۔ جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی۔

(۸) حضرت مجدّد رح نے فرمایا: کہ نبوّت کے سوا جو کمالات کہ نوع بشر میں ممکن ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائے۔

الغرض حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و خصائص بیشمار ہیں۔ صرف نمونے کے طور پر یہ چند ذکر کئے گئے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اب حضرت مجدّد رح کے بطور نمونہ کے چند کشف بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت کا علوِّ کشف اس سے قیاس کرنا چاہیئے۔ کہ آپ نے ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کی نسبت کیسی کیسی باریکیاں بیان کی ہیں۔ اور کوئی مخالف شرع نہیں واقع ہوئیں۔ بلکہ مؤیّدِ شرع شریف ہیں۔ جو شخص ان کے کلام کو بنظر انصاف دیکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ میں آجائے گا۔ کہ حضرت کی شان اولیاء اللہ میں ایسی ہے جیسی انبیاء علیہم السلام میں اولوالعزم کی ہوتی ہے۔

(۱) ایک مرتبہ حضرت کو زیارتِ بیت اللہ کا شوق از حد غالب ہوا۔ ایک دن اسی بیقراری میں آپ نے دیکھا۔ کہ تمام عالم جن و انس نماز پڑھتے ہیں۔ اور سجدہ حضرت کیجانب کرتے ہیں۔ حضرت اس معاملے سے بہت متحیّر ہوئے۔ اور کشفِ اسرار کی طرف متوجہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ معظّمہ آپ کی ملاقات کے واسطے آیا ہے اور آپ کا احاطہ کیا ہے۔ اس سبب سے جو کعبے کو سجدہ کرتا ہے وہ آپکی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی اثناء میں الہام ہوا کہ تو ہمیشہ زیارتِ کعبہ کا مشتاق رہتا تھا۔ اس واسطے ہم نے کعبے

کو تیری زیارت کے واسطے بھیجا ہے۔

(۲) حضرت مجدد رح نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ میں تجھ کو علم سمٰوات سکھانے آیا ہوں۔

(۳) حضرت نے فرمایا۔ کہ علم لدنی مجھ کو حضرت خضر علیہ السلام کی روحانیت سے پہنچا ہے۔

(۴) حضرت نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک دن صبح کے وقت حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام بصورتِ روحانیاں تشریف لائے اور بہ تلقیِ روحانی حضرت خضر ع نے فرمایا کہ ہم عالمِ ارواح سے ہیں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے۔ کہ اجسام کی صورت میں متمثّل ہو کر اجسام کا کام سرانجام دیتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان سے دریوزہ کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہو۔ وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس گفتگو میں خاموش رہے۔

(۵) ایک دن حضرت مجدد رح حلقے میں مع یاران بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت شاہ سکندر نبیرۂ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہما تشریف لائے۔ اور ایک خرقہ آپکے دوشِ مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت نے جو آنکھ کھولی۔ دیکھا۔ کہ شاہ سکندر رح ہیں۔ جلدی سے اُٹھے اور بتواضع معانقہ کیا۔ حضرت شاہ سکندر نے فرمایا۔ کہ میرے جدامجد حضرت شاہ کمال رح نے اپنے وصال کے نزدیک یہ جُبّہ جو کہ حضرت غوث الاعظم رح سے پُشت بہ پشت ہمارے یہاں چلا آتا ہے۔ میرے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کو امانتاً اپنے پاس رکھو۔ جس کو میں کہوں گا اس کے حوالے کرنا۔ اب چند مرتبہ مجھ سے حضرت جدامجد رح نے تمہارے حوالہ کرنے کے واسطے واقعہ میں کہا۔ لیکن مجھ پر اس تبرک کا علیحدہ کرنا سخت شاق تھا۔ مگر چونکہ اب تاکید بہ تہدید کی۔ چارو ناچار لے آیا ہوں۔ چُنانچہ حضرت وہ خرقہ پہن کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپکے دل میں خطرہ

گزرا کہ مشائخ کے بھی عجیب معمول ہیں۔ کہ جس کو جامہ پہنادیا وہی خلیفہ بن گیا۔ ورنہ چاہیئے یہ کہ پہلے خلعتِ معنوی پہنائیں۔ بعدازاں اپنا خلیفہ بنائیں۔ بمجرد اس خطرہ کے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ مع تمامی خلفاء تا حضرت شاہ کمال کیتھلی تشریف لائے۔ اور اپنی نسبتِ خاصہ کے انوار سے مالامال کردیا۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال گزرا۔ کہ میں نقشبندیوں کا پرورش یافتہ ہوں۔ اور یہاں یہ معاملہ گزرا۔ کہ اسی اثنا میں حضرت عبدالخالق غجدوانی رح سے لے کر تا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سب تشریف لائے اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر بیٹھے۔ اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ شیخ احمد رح ہماری تربیت سے کمال و تکمیل کو پہنچے۔ آپ کو ان سے کیا علاقہ ہے۔ اکابر قادریہ نے فرمایا کہ انہوں نے اوّل چاشنی ہمارے خوان سے کھائی ہے (اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شاہ کمال رح نے حضرت کے ایّام شیرخوارگی میں اپنی زبان مُبارک حضرت کے دہن شریف میں دے دی تھی۔ اور آپ نے اس کو خوب چوسا تھا) اور اب خرقہ بھی ہمارا ہی پہنا ہے اسی بحث میں حضرت چشتیہ و کبرویہ و سہروردیہ بھی تشریف لائے۔ اور کہا کہ ان کے ہم بھی دعویدار ہیں (کیونکہ ان کے خاندان کی حضرت مجدد رح کو اپنے والد بزرگوار رح سے حضرت خواجہ باقی باللہ رح سے قبل خلافت مل چکی تھی)۔

مولانا بدرالدین سرہندی رح خلیفہ حضرت مجدد رح نے "حضرات القدس" میں حضرت مجدد رح کی زبانی لکھا ہے کہ اس وقت اس قدر ارواح اولیاء جمع ہوئیں کہ تمام مکان و گلی اور دشت و صحرا بھر گیا۔ اور مناظرہ کو صبح سے ظہر کا وقت ہو گیا کہ اسی اثنا میں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہوئے اور بکمالِ کرم و نوازش سب کی تسلّی و دلاسہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ چونکہ شیخ احمد کی تکمیل طریقہ نقشبندیہ میں ہوئی ہے اس واسطے اسی کی ترویج کریں۔ اور باقی دیگر سلاسل کی نسبت بھی القا کریں۔ کہ

ان کا حق بھی ثابت ہے۔ اور اسی پر فاتحہ خیر پڑھا گیا اور سب رخصت ہو گئے۔

(۶) حضرت نے فرمایا: کہ مجھ پر مکشوف ہوا ہے کہ ہندوستان میں انبیاء گزرے ہیں۔ لیکن کسی کا ایک تابع ہوا کسی کے دو۔ غرضکہ تین سے زیادہ کسی کے نہیں پائے جاتے اور اگر چاہوں تو ان کا مکان اور جائے بعثت بنا دوں۔ بلکہ ان کی قبر بھی کہ ان کے انوار نظر آتے تھے۔

(۷) ایک روز حضرت مجدد رح نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: کہ تو مجتہد علم کلام ہے۔ فرمایا: جب سے میری رائے علیحدہ ہے لیکن اکثر موافق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہے۔ فرمایا کہ جب اجتہاد حنفی و شافعی کی سیر کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دو حصہ حق بجانب ابوحنیفہ ہے۔ اور ایک حصہ بطرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اور ان بزرگواران سے حق باہر نہیں ہے۔

(۸) حضرت نے فرمایا۔ کہ بلا شائبہ تکلف و تعصب کہا جاتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت نظر کشفی میں مثل دریائے عظیم کے معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب مثل حوض کے۔

حضرت شیخ مجدد رح کی کرامات بیشمار ہیں۔ یہاں صرف ایک دو واقعے بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت جب اجمیر میں تشریف رکھتے تھے۔ برسات کے دنوں میں ماہِ مبارک رمضان آیا۔ ایک تنگ مسجد میں تراویح پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ گرمی اور پسینے سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ جس قدر ختم قرار دیئے ہیں۔ اگر بکرمِ الٰہی بارش فرصت دیتی اور مسجد کے صحن میں سُنا کرتے تو بڑی نعمت تھی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا کہ تراویح کے وقت ستائیسویں تک چار ختم ہوئے۔ بارش بالکل نہیں آئی اور بآرام تمام ختم سُنے۔

(۹) اس مسجد مذکورہ کے ایک جانب کی دیوار نہایت سست بُنیاد تھی اور جُھکی ہوئی تھی۔ صبح شام میں گرا چاہتی تھی۔ ایک دن حضرت نے براہ طیبت فرمایا کہ

جب تک فقرا اس جگہ ٹھہرے ہیں۔ رعایت کر کے نہیں گرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس دن حضرت شیخ مجدّد امام ربانی رح وہاں سے کوچ کر کے ایک میل گئے ہوں گے کہ وہ دیوار گر پڑی۔

هزل لنا جدّ — ہزل من ہزل نیست تعلیم است

حضرت امام ربّانی شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ مجدّدِ الف ثانی تھے۔ چنانچہ آپ نے مکتوب چہارم جلد ثانی میں اس پر مدلّل بحث کی ہے۔ شیخ مجدّد کو بر بنائے الہام یقین تھا کہ وہ الف ثانی کے مجدّد ہیں خواجہ کمال الدین محمد احسان نے روضۃ القیومیہ میں دو حدیثیں نقل کی ہیں ایک جامع سے اور دوسری جمع الجوامع سے پہلی حدیث یہ ہے۔

یُبْعَثُ رَجُلٌ علیٰ احد عشر مائۃ سنۃٍ ھو نورٌ عظیمٌ اسمہٗ اسمِی بین السلاطین الجابرین یدخل الجنۃ بشفاعتہٖ رِجالٌ الوفاً

دوسری حدیث یہ ہے۔ یکون رجلٌ مِنْ امّتی یقال لہٗ صلۃٌ یدخل الجنۃ بشفاعتہٖ کذا و کذا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پیشینگوئیاں حضرت شیخ احمد رح کے متعلق کی گئی ہیں۔ (بحوالہ روضۃ القیومیہ رکن اوّل صفحہ ۳۷، ۳۸)

سب سے پہلے شخص جنھوں نے شیخ احمد سرہندی رح کو مجدّد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا۔ وہ اپنے زمانے کے فاضل اجل شیخ الاسلام ہند ملّا عبد الحکیم سیالکوٹی تھے۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل ص ۶۱۴)

حضرت مجدّد کے تجدیدی کارنامے اس قدر ہیں کہ جن کی تفصیل کے لئے ایک پوری کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے علمائے اسلام کو جو عرصہ دراز سے قرآن و حدیث کے مطالعہ سے غافل تھے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے کی رغبت دلائی۔ اور اتباع سنّت کی تاکید شدید کی انہوں نے نظریۂ وحدت الوجود پر جرح و قدح کی۔ اور اپنے مختلف مکتوبات میں اس

مسئلے پر مفصل روشنی ڈالی۔ انھوں نے توحید کا جو تصوّر خود پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ علم باطن یعنی کشف وشہود سے ہم خدا کو نہیں جان سکتے۔ لہٰذا علمائے متکلمین کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی گفتگو ماخوذ ہے وحی سے۔ بنا بریں خدا کی ذات و صفات کی نسبت متکلمین کے اصول پر شیخ مجدّد نے بحث کی ہے۔ اور یہاں وہ اشاعرہ کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ ماتریدیہ کا مسلک اختیار کرتے ہیں۔

حضرت مجدّدؒ کو ذی الحجہ کے وسط میں ضیق النفس کا مرض عارض ہوا۔ ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ کو حضرت نے مجمع اصحاب میں فرمایا کہ مجھ کو آگاہ کیا کہ چالیس پچاس دن کے درمیان میں اس جہان سے تم کو جانا ہوگا۔ اور قبر کی جگہ بھی دکھلائی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہر روز گنے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۲۲ صفر کو حضرت نے فرمایا کہ اس میعاد کے چالیس دن گزر گئے۔ اب دیکھیئے۔ اس پانچ سات دن میں کیا ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ان ایام میں جو کمال کہ نوع بشر میں ممکن تھے۔ وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل اپنے حبیب کے عطا فرمائے اور اب حضرت پر مرض کا غلبہ شروع ہوا۔ اور ضعف بڑھتا چلا۔ اس حالتِ مرض وضعف میں نماز تہجد، فرائض بجماعت، ادعیۂ ماثورہ اور ذکر و مراقبہ بدستور جاری تھا۔ اور کسی بات میں فرق نہ آیا۔ جس وقت کسی قدر افاقہ ہوتا۔ اتباعِ سنّت کی پابندی، اجتناب از بدعت اور دوام ذکر کی وصیت اور تاکید فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ سُنّتِ نبوی ؐ کو دانتوں سے پکڑنا چاہیئے۔ کتبِ فقہ سے متابعت کا طریقۂ کاملہ حاصل کرنا چاہیئے۔

جس رات کی صبح کو آپ کا انتقال ہوا۔ اس رات خدّام سے فرمایا کہ تم نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ اسی رات ثلثِ شب کو تہجد کے واسطے اُٹھے۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ آخری تہجد ہے۔ صبح کو اشراق کے بعد بول کے واسطے طشت منگوایا۔ لیکن اس میں ریگ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ریت ڈال لاؤ۔ کہ ریت کے

بغیر چھینٹیں اڑنے کا اندیشہ ہے اور اسی طرح بلا پیشاب کیے آپ نے فرمایا کہ لٹا دو (شاید حضرت کو معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ اب وضو کی مہلت نہیں ہے) چنانچہ داہنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ سے آپ لیٹ گئے۔ اور ذکر میں مشغول ہوگئے اتنے میں سوءِ تنفس شروع ہوگیا۔ صاحبزادوں نے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دو رکعت پڑھی ہیں۔ وہ کافی ہیں۔ یہ کلام بھی انبیاءؑ علیہم السلام کے مطابق واقع ہوا کہ اکثر آخری کلام انبیاء علیہم السلام کا حرف نماز تھا۔ حضرت نے اسکے بعد کوئی کلام نہ فرمایا۔ اور اسم ذات میں مشغول رہے اور بعد ایک لمحہ کے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونْ ط

شور برخاست مگر دامنِ محفل بشکست
گریہ زد جوش مگر آبلہ دل بشکست

آپ کا انتقال بتاریخ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ بمقام سرہند ہوا۔ آپ کے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعیدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت کے فرزند اکبر خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے محاذ میں کہ جن کا انتقال حضرت کی حیات میں ہو چکا تھا۔ دفن کیا۔ ایک مرتبہ حضرت نے اس جگہ دفن ہونے کے واسطے اشارہ فرمایا تھا۔ اور یہی جگہ ہے جس کی شرافت و تقدس کے بارے میں حضرت کی ایک طویل تحریر موجود ہے

مدحِ روضۂ مبارکہ

حضرت شاہ عبدالغنیؒ صاحب مہاجر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ مجددؒ کے روضۂ متبرکہ کی مدح میں یہ چند اشعار نہایت پُرلطف لکھے ہیں۔

اے خاکِ پاکِ روضہ عبیری و عنبری — کاہلِ جہاں ز بوئے تو مدہوش گشتہ اند
ساقی فشاند بر تو خوش آبیکہ اہلِ دہر — عاقل بہ ہوش آمدہ مخمور رفتہ اند
سرّے زخاکِ خلد تو داری کہ اہلِ ارض — یک نغمہ از تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
نفسے نے تراز تربتِ یثرب گرفتہ اند — پنہان ز روم و شام بسرِ ہند بہشتہ اند
ایں خاک احمدی ست بذاتِ احد نگر — نے یک کہ صد ہزار ازیں خاک جستہ اند
اہلا و مرحبا پے زوّار تو بسے — اقفالِ بُعد بر رُخ اعدات بستہ اند
یارب مکن خلاص ازیں خاکِ در مرا — بدحال آں کساں کہ ازیں خاک رستہ اند

تنہا غنیؔ نہ نغمۂ مدحِ تو ساز کرد
کرّوبیانِ عرش ہم اینگونہ گفتہ اند

نذرانۂ اقبال

حضرت علامہ اقبال نے حضرت شیخ مجددؒ کی قبرِ مبارک پر حاضر ہو کر جو نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے وہ بھی سُنیے۔ فرماتے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدّد کی لحد پر — وہ خاک جو ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عُروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۲۶)

حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عُروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور تیسرے فرزند تھے۔ آپکی ولادت باسعادت ۔ ا شوال ۱۰۰۷ھ میں بمقام بستی متصل سرہند ہوئی۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت مجھ پر نہایت مبارک ہوئی کہ انکی پیدائش کے تھوڑی ہی مدت کے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشرف ہوا۔

جب حضرت خواجہ محمد معصوم رح سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کیا۔ وہاں مدتِ قلیل میں آپنے قرآن شریف حفظ کر کے دیگر علوم کے حاصل کرنے پر توجہ فرمائی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد علیہ الرحمت کی ان پر نگاہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تعلیم سے فارغ ہو کہ مجھ کو تم سے بڑے بڑے کام ہیں۔ فرماتے کہ چونکہ علم مبدءِ حال ہے۔ اس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے حضرت نے ان کو تمام کتب معقول و منقول بکوشش تمام پڑھائیں۔ اکثر علوم انھوں نے اپنے والد بزرگوار اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رح اور شیخ محمد طاہر لاہوری رح سے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمت کے خلفائے اعظم سے تھے، پڑھے۔ حضرت مجدد رح ان کی بلند استعداد باطن کی نہایت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"از فرزندی معصوم چہ نویسد۔ کہ دے بالذات قابل ایں دولت است یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ انتھیٰ"۔

اور فرمایا۔ یہ اس کی علوِ استعداد کی وجہ تھی۔ کہ تین سال کی عمر میں بجامعیتِ استعداد و حقیقت تجلی ذاتی حرفِ توحید زبان پہ لایا۔ کہ میں زمین ہوں اور میں آسمان ہوں اور دیوار حق ہے

اور اشجار حق ہے۔

حضرت مجددؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم محبوبِ خدا ہے اور اس وجہ سے ان کو نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ ایّام طفولیّت میں حضرت کے ہمراہ دہلی گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کے قریب اپنے والد کے پلنگ پر جا کر سو رہے کہ اسی اثنا میں حضرت بھی تشریف لائے۔ خادم نے چاہا کہ صاحبزادہ صاحب کو بیدار کرے۔ مگر حضرت نے روک دیا۔ اور خود باہر آکر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا دوست آرام کرتا ہے۔ خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اس کو تکلیف پہنچے۔ اور ملال ہو۔ یہاں تک کہ خواجہ محمد معصومؒ خود بیدار ہوئے۔ گیارہویں سال آپ نے اپنے والد حضرت مجددؒ سے طریقہ اخذ فرمایا۔ اور چودھویں سال حضرت سے بیان کیا: کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلتا ہے کہ تمام عالم اس سے منوّر ہے اور ہر ذرّہ ذرّہ میں ساری ہے۔ اگر مثل آفتاب غروب ہو جائے، تو تمام جہان میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ "تو قطبِ وقت ہوگا اور اس بشارت کو یاد رکھنا"۔ حق یہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کا وجود ایسا ہی ہوا کہ جہاں انکے انوار و برکات سے معمور ہو گیا۔

سولہ سال کی عمر میں آپ تمام علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے! اور بعنایتِ الٰہی اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرار اور خصوصیات سے بہرۂ وافر حاصل کیا۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ میں نے ایک روز خود حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی زبانی سُنا ہے۔ فرماتے تھے کہ

"محمد معصوم کا حال میری نسبت روز بروز حاصل کرنے میں صاحبِ شرح وقایہ کا سا ہے کہ جس قدر اس کا دادا تصنیف کرتا تھا، اسی قدر وہ حفظ

کر لیتا تھا جس روز اس کی تصنیف ختم ہوئی۔ اسی روز اس کا حفظ کرنا ختم ہوا"۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت نے اس مضمون کو اپنی نظم میں بکمالِ لطافت و نزاکت ادا کیا ہے۔ نظم یہ ہے۔

محدّد بتو سیفِ اولب کشاد ۔ بفرمود کاے پورِ عرفان نژاد

زعرفان نوشتم ورق در ورق ۔ ہمہ خواندی از من سبق در سبق

تو یک نقطہ زیں لوح نگذاشتی ۔ ہر آنچہ نہادم تو برداشتی

تو آخر چوں من قطبِ دوراں شوی ۔ زمن ایں بشارت بیاد آوری

غرضکہ حضرت خواجہ محمّد معصومؒ کو اپنے والد ماجد حضرت امام ربّانی مجدّدِ الف ثانیؒ کے جملہ کمالات و خصائص میں نصیبِ کامل ملا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مجدّد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"محمّد معصوم! تجھ کو اصالت سے بھی بہرہ ہے اور تیری طینت میں بھی بقیہ طینت جناب حبیبِ ربّ العٰلمینؐ مندمج ہے۔ اور محبوبیتِ ذاتیہ جو تجھ میں پائی جاتی ہے اسی کے آثار سے ہے"۔ چنانچہ حضرت محمد معصومؒ نے اسی کی طرف اپنے مکتوب ایک سو بانوے (۱۹۲) جلد اوّل میں اشارہ کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مجدّدؒ نے فرمایا۔ محمّد معصوم! منصبِ قیّومیت تجھ کو عطا ہوا اور اشیاء تیری قیومیت پر زیادہ راضی ہیں۔ چنانچہ اس کا تذکرہ حضرت مجدّد علیہ الرحمت کے مکتوب ایک سو چار جلد ثالث مکتوباتِ مجدّدیہ میں آچکا ہے۔ حضرت خواجہ محمّد معصومؒ نے بھی اس معاملے کو اپنے ایک مخلص کو مکتوب چھیاسی جلد اوّل میں بیان کیا ہے۔

حضرت مجدّدؒ نے فرمایا کہ محمّد معصوم زمرۂ سابقین سے ہے کہ جن کی شان میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ" فرمایا ہے۔

نیز مجھ کو اسرار متشابہات قرآنی و مقطعات فرقانی سے نصیب ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم نے اپنے مکتوب دو سو سینتیس[۲۳۷] جلد اوّل میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ محمد معصوم بحری سفر طے کر کے خشکی میں روانہ ہوئے تو فرمایا کہ تمام دشت اور نشیب و فراز یہاں کے انوار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پُر پاتا ہوں۔ اور تمام اشیاء اس نور میں غرق ہیں ایک روز فرمایا کہ ان دنوں سفر خشکی میں بہ نسبت سواری جہاز کے انوار کعبہ بیش از بیش ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آج معلوم ہوا۔ کہ کعبہ معظمہ اپنے مکان سے منتقل ہو کر میری طرف بہ بشاشت تمام تبسم کناں آیا۔ فرمایا: گیارھویں ذی الحجہ کو جب طواف سے فارغ ہوا اگرچہ جمرات ابھی میرے ذمّے باقی تھے۔ مگر معلوم ہوا کہ صرف ادائے ارکان پر کاغذ اجر و قبولیت حج مسجّل کر کے مجھ کو عنایت فرمایا۔ ایام اقامت میں حضرت اکثر طواف میں مشغول رہا کرتے تھے اور اس عبادت کو سب میں افضل جانتے تھے۔ فرمایا کہ امور عجیبہ و غریبہ مشاہدہ ہوتے ہیں۔ غالب اوقات معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ حسنہ مجھ سے معانقہ کرتا ہے اور باشتیاق تمام تقبیل و استلام واقع ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کہ انہیں دنوں ایک روز مجھ سے اس قدر انوار و برکات ناشی ہوئے کہ اس سے تمام دشت و اشیاء مملو ہو گئیں۔ اور اس کے مقابلے میں تمام دیگر انوار نابود معلوم ہونے لگے۔ چنانچہ اس حقیقت کے دریافت کے واسطے میں متوجہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مجھ کو اپنے سے انخلاع اور کعبہ حسنہ سے تحقق ہو گیا ہے۔

ایک روز حضرت اہل معلّی کی زیارت کو گئے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر توقف کر کے فرمایا۔ دریائے انوار موجزن ہے اور کمالات صحبت خیر البشر تاباں و درخشاں ہیں۔ بعد ازاں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے۔ اور وہاں مراقبہ طویلہ کیا۔ فرمایا جس قدر عنایات حضرت کلاں فر

امّہات المومنین رضؓ نے فرمائیں کسی نے نہیں کیں۔ حتّٰی کہ اکثر اوقات احتجاب سے باہر آکر بکمال نوازش فرمانے لگیں کہ فلاں شخص کو یہ انعام دو۔ اور یہ نعمت بخشو۔ فرمایا۔ آپ کی نسبت کمال رفعت میں ہے گویا کمالاتِ نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں محفوف ہیں۔ فرمایا کہ جب میں فاتحہ سے فارغ ہوا۔ سرا پردہ میں تشریف لے گئیں۔ کہ وہی فاتحہ و وداع تھا۔

(۱) فرمایا۔ کہ ایک رات میں رُکن یمانی کے نزدیک حاضر ہو کر نماز وتر پڑھتا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہاں فرشتوں کا ایک مجمع کثیر ہے (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ستّر ہزار فرشتے رُکن یمانی کے نزدیک حاضر رہتے ہیں) وہ میرے گرد آکر جمع ہو گئے۔ انکے ہاتھ میں قلم و دوات ہے اور میری حقیقتِ معاملہ کے متعلق کچھ کہنے لگے۔

(۲) فرمایا۔ اگرچہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار بقیع میں ہے مگر حجرہ شریفہ ان کا گھر ہے۔ اکثر اوقات اُمّ المومنین کو حجرہ شریفہ میں پاتا ہوں اور مسجد شریف کو ان کے انوار سے مملو دیکھتا ہوں۔

(۳) فرمایا۔ جس قدر عنایات حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی اپنے بارے میں دیکھتا ہوں وہ بیان نہیں ہو سکتیں۔

(۴) فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک کام کے واسطے میں نے حضرات شیخین رضؓ کو حضور انور صؐ میں شفیع کیا۔ لیکن اس کا اثر کسی حکمت سے ظاہر نہ ہوا۔ آخر کار حضرت صدّیقہ رضؓ کو وسیلہ کیا۔ آپ نے جلدی سے اپنے تئیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچایا۔ اور ان کی گود میں لیٹ کر لوازم محبّت و آثار موانست بجا لا کر میرے معاملہ پیش کیا۔ چنانچہ وہ مقصود فی الفور حاصل ہو گیا۔

(۵) کمالاتِ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا شبِ مولد آنحضرت صلعم ظاہر ہوئے اور اجتماع عظیم اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حجرہ شریفہ میں معلوم

معلوم ہوا حضرت خواجہ کو دو روز کی مسجد نبوی میں اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ رات کے وقت جب سب کو وہاں سے حسبِ معمول علیحدہ کر دیا۔ حضرت مواجہ شریف (روبرو) میں جا کر مراقب ہوئے۔

(۶) فرمایا: کہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم حجرۂ خاص سے باہر تشریف لائے اور میرے اوپر نزول فرمایا۔ اور اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ حضرت صلعم مقصورہ سے باہر تشریف لائے۔ اور بکمالِ عنایت مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ اس وقت مجھ کو الحاق خاص آنحضرت صلعم کی حقیقت سے حاصل ہوا۔

(۷) فرمایا: محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا وجود شریف مرکزِ عالمیان ہے۔ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات کیا جن و انس، حور و ملک اور تمام جنودِ الٰہی آپ کے محتاج ہیں اور آپ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ وہابِ مطلق اللہ جلّ شانہٗ ہے لیکن قیام افاضات آپ کے توسّل شریف سے ہوتا ہے۔ اور مہاتِ ملک و ملکوت آپ کے اہتمام و انصرام سے سرانجام پاتے ہیں۔ شب و روز تمام مخلوقات پر روضۂ مطہرہ سے علیٰ سبیل الاتصال انعام فائض ہوتا رہتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ؕ ہیں۔

(۸) فرمایا: کہ باایں ہمہ عموم رحمت، استغناء و عظمت بھی کہ لازمۂ مقام محبوبیت سے ہے بوجہ اتم و اکمل پائی جاتی ہے۔ اور اسی سبب سے آپ کے حضور میں احتیاج عرض کرنے کے واسطے توسّل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بلا توسّل مشکل معلوم ہوتی ہے۔

(۹) فرمایا: حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس قدر الحاق و فنا ہے کہ عوام زائرین کو ان کے ظہورِ عنایات میں بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم امتیاز کرنا دشوار ہے بلکہ نہایت غور کرنے سے انکی عنایات اور برکات سمجھ میں آتی ہیں۔ چنانچہ بکمال کرم خلعتِ خاصہ خود اس احقر کو عطا فرمائے اور چونکہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قدر فاصلے سے مدفون ہیں۔ ان کے انوار و برکات میں خوب امتیاز ہوتا ہے۔ اور جب کبھی وہاں جاتا ہوں عجیب معاملات اور اسرار درمیان میں آتے ہیں۔

(۱۰) فرمایا: نساءِ اہلِ بیت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان علیحدہ ہے اور یہ تینوں بزرگ رفعتِ شان میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے کابل میں خواب دیکھا۔ گویا حضرت نے مجھ کو تبرک عطا کیا ہے بیدار ہوا۔ تو تبرک موجود تھا۔

جب حضرت خواجہؒ حج کو جاتے تھے۔ تو راہ میں شہزادہ اورنگ زیب قدمبوس ہوا اور بارہ ہزار روپیہ نذرانہ حاضر کیا۔ اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے سلطنت کی بشارت دی۔ اس نے عرض کیا۔ کہ آپ مجھ کو یہ لکھ بھی دیں۔ چنانچہ حضرت نے اس کو لکھ دیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کی ہمشیرہ گوہر آرا کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگزیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی۔

ایک مرتبہ ایک شخص اپنے بیٹے کو حضرت کی خدمت میں لایا اور عرض کی کہ یہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور اس کی زندگی برباد ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت اس کو سمجھانے لگے۔ اس نے کہا۔

ع در کوئے نیکنامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضا را

حضرت نے فرمایا۔ ہم نے تیری قضا تبدیل کی۔ چنانچہ فی الفور تائب ہوا۔ اور خیالِ عشق جاتا رہا۔

روایت ہے کہ حضرت کا ایک داماد ایک اور عورت کی جانب متوجہ تھا۔

صاحبزادیوں نے اس امر کی حضرت سے شکایت کی۔ آپ کی زبان سے بیساختہ نکلا۔ کہ مر جائے گا۔ صاحبزادیوں نے عرض کی۔ کہ جیتا رہے۔ فرمایا۔ اب جو کچھ ہونا تھا، ہوگیا۔ اب ایمان کی دُعا کرو۔ چنانچہ اس کے تیسرے چوتھے دن اس کا انتقال ہوگیا۔

حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ ایک روز میں نے موجوداتِ عالم امکان مثل زمین و آسمان اور آفتاب وغیرہ سے استفسار کیا۔ کہ وحدت الوجود کے ارباب تم میں مطلوب کا شہود اور مشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں۔ اور تم میں مطلوب جلوہ گر ہے یا نہیں؟ سب نے جُدا جُدا اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اور تقدس کرکے ظاہر کیا۔ کہ ہم پر یہ تہمت مت رکھو۔ ہماری کیا مجال۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مظہری اور مرآتیت کا دعویٰ کریں۔ اللہ تعالیٰ باآں علوِ شانِ تنزیہہ ہم میں کس طرح ظہور فرمائے۔ سب نے اپنے تئیں خالی محض بیان کیا۔ اور آسمان کی حقیقت نے سب حقائق سے زیادہ انکار اس دعویٰ کا کیا۔ اور بکمالِ عجز و زاری پیش آئے۔ اور چونکہ اس کی طرف حوادثِ زمانہ کو رجوع کرتے ہیں اس وجہ سے وہ سب سے زیادہ خائف اور ہیبت زدہ نظر آیا۔ اور ایسے ہی آفتاب ترس و خجالت سے شرمندہ و غمگین تھا۔

وفات:۔ حضرت کو وجع المفاصل کا مرض اکثر رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی اس قدر شدت ہوئی کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ تب حضرت نے فرمایا۔ کہ اب دوا کوئی فائدہ نہ دیگی۔ حکیم مطلق نے اس سے اثر زائل کر دیا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ ارشاد کا معاملہ اب انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت نے اپنا تمام کتب خانہ صاحبزادوں پر تقسیم کر دیا۔

۱۰ محرم ۱۰۷۹ھ کو سب کو بُلا کر وصیت کی۔ کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث، اجماع اور اقوالِ مجتہدین پر عمل کرنا۔ خلافِ شرع

فقیروں سے پرہیز رکھنا۔ ماہ صفر میں جب حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوا۔ تو حضرت نے عین مجمع میں فرمایا کہ بے اختیار یہی دل چاہتا ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں میں بھی جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد پھر حضرت پر مرض کا بدرجہ غایت غلبہ ہوا۔ انتقال سے دو تین روز پہلے حضرت نے قرب و جوار کے بزرگوں کو ایک رقعہ متضمن استدعا سلامتی خاتمہ بایں عبارت لکھ کر بھیجا۔

"فقیر محمّد معصوم از دنیا میرود۔ باید کہ بدعائے خیریتِ خاتمہ ممد و معاون باشند"، چنانچہ اس کے جواب میں سیّد مرزا نامی ایک بزرگ نے یہ دو شعر لکھے تھے۔

در رہِ پیرزن مے زد پیمبر ۔۔۔ کہ اے زن دردعائم یاد آور
یقین میداں کہ شیرانِ شکاری ۔۔۔ دریں رہ خواستند از مور یاری

وفات سے ایک روز قبل جمعہ کا دن تھا۔ حضرت نماز جمعہ کو مسجد میں تشریف لائے۔ بعد نماز فرمایا۔ کہ امید نہیں کہ کل اس وقت تک دُنیا میں رہوں اور سب کو پند و نصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت نے بکمال تعدیل ارکان نماز ادا کی۔ مراقبہ معمولہ کے بعد اشراق کی نماز پڑھی۔ بعد ازاں آپ پر سکراتِ موت شروع ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سُنا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت یٰسین شریف پڑھتے تھے۔ غرضکہ دوپہر کے وقت شنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ کو جان بجانان تسلیم کی مزار شریف سرہند شریف میں ہے۔

حضرت کے ہاں طالبانِ خدا کا نہایت کثرت سے ہجوم ہوتا تھا۔ اس سبب سے ان کے وقت اور نوبت مقرر تھی۔ اور حاجی محمد عاشور بخاری جامع مکتوبات

جلد ثالث اس خدمت سے سرفراز تھے۔ کہ مُریدوں کو نوبت بہ نوبت توجہ کے واسطے حاضر کریں۔ اور بلا نوبت کوئی نہ آئے۔ صاحبزدگان اور خلفائے خاص اس حکم سے مستثنےٰ تھے۔ ان کو جس وقت چاہتے۔ بلا توسطِ حاجی محمد عاشور صاحب طلب کر لیتے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ جل مجدہٗ کے عشق و محبت میں کس قدر سرشار تھے اس کا اندازہ حضرت کے اس شعر سے ہو سکتا ہے جو آپ کے ایک مکتوب سے ماخوذ ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

(۲۷)

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہٗ حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۴۹ھ میں بمقام سرہند ہوئی۔

منقول ہے کہ آپ کے عمِ مکرم حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ میں دیکھا۔ کہ آپ کی پیدائش کے وقت کوئی فرشتہ یہ آیت پڑھتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔

جب آپ سن تعلیم کو پہنچے۔ آپ کو مکتب میں داخل کیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اور اس کے بعد عرصہ قلیل میں کتب متداول پڑھ لیں۔ ایام طفولیت ہی سے کمالات باطنی حاصل کرنے شروع کر دیے۔ گیارہ سال کی عمر تھی کہ آپ کے والد حضرت خواجہ محمد معصوم رحؒ نے آپ کو فناءِ قلب کی بشارت عطا فرمائی۔ اور آپ کی علوِ استعداد دیکھ کر ہر دم اور ہر لحظہ آپ کی ترقی کا خیال تھا۔

آپ کے ظرف کو نہایت عمیق خیال فرمایا کرتے تھے۔ غرضکہ عین ایّام شباب میں جملہ کمالات سے واصل ہو کر مقبولِ بارگاہِ الہیٰ ہوئے۔ چنانچہ ایک خط میں اپنے والدِ بزرگوار کو اپنے معاملہ باطنی سے اس طرح اطلاع دیتے ہیں۔

"عرضداشتِ کمترینِ درویشاں محمد سیف الدّین بعرضِ احوالِ پراگندہ جرأت نمودہ گستاخی می نماید۔ وبامیدِ عفو از حد تجاوز کردہ دراز نفسی میکند۔ قبلہ گاہا چندانکہ خواست ومی خواہد۔ کہ از دائرۂ مباحات قدم بیرون نہ نہد۔ صورت پذیر نمی شود۔ وعمل بعزیمت خود درحقِ او عنقاءِ مغرب است واز اتیانِ اَولیٰ واَحوط بغایت بعید افتادہ۔ الحمد للہ سُبحانہٗ کہ باوجودِ ایں ہمہ خرابی وتباہ کاری درمحبّتِ سگانِ آں درگاہ قدمِ راسخ دارد۔ ودر اعتقادِ فدویّت آں عتبہ علیہ ممتاز است متاعی ازیں بہتر دربساطِ خود ندارد۔ ونظر بہمیں اندوختہ بعضے حالات سابقہ ولاحقہ را معروض میدارد۔

توم رادل دِہ و دلبری بین
روبہ خویش خوان وشیری بین"

بقیہ خط میں حضرت سیف الدّین رحؒ نے اپنے روحانی ارتقاؤں کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے وہ کمالات ذکر کئے ہیں جو کاملین سے تعلّق رکھتے ہیں۔

ایک روز سُلطان اورنگ زیب نے آپ کو حیات بخش باغ کی سیر کی تکلیف دی۔ وہاں سونے کی مچھلیاں تھیں۔ کہ جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ جب تک یہ مچھلیاں نہ توڑی جائیں گی۔ میں اس جگہ نہ بیٹھونگا۔ باغ کے محافظین نے بخیالِ نقصانِ شاہی ان کے توڑنے میں تامل کیا۔ لیکن بادشاہ نے فی الفور توڑ ڈالیں۔ اور کہا۔ کہ "خاطرِ شیخ" میں زیادہ نفع ہے غرضکہ آپ نے حسبِ عادت وہاں ایسا امرِ معروف ونہی منکر فرمایا۔ کہ بادشاہ نے حضرت خواجہ محمّد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کو اس کی شکرگزاری میں ایک خط لکھا جس کے جواب میں

حضرت عروۃ الوثقیٰ رح نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

الحمد للہ والمنۃ کہ فقیر زادہ منظورِ نظر و قبول گشتہ و اثرِ صحبت بحصول انجامیدہ واز امر معروف و نہی منکر کہ شیوۂ فقیر زادہ است۔ اظہارِ شکر و رضامندی نمودہ آمد۔ چہ نعمتی است کہ با ایں ہمہ طمطراق بادشاہی و دبدبۂ سلطانی کلمۂ حق بسمعِ قبول افتد۔ و گفتہ نامرادے مؤثر شود انتہیٰ۔

بادشاہ اورنگ زیب حضرت سیف الدین رح سے توجہ لیا کرتا اور عجیب و غریب حالات کہ جو شاہوں کے واسطے عنقاءِ روزگار ہیں۔ وارد ہوتے۔ آپ اکثر اس کے حالات اپنے والد معظم کو تحریر فرماتے۔ چنانچہ بعض مکاتیب میں جو حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اس کے جواب میں تحریر فرمائے ہیں۔ وہ جلد ثالث میں مندرج ہیں مکتوب دو سو بیس جلد ثالث میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آنچہ در احوال بادشاہِ دین پناہ مرقوم نمودہ بودند۔ از سرایتِ ذکر در لطائف و حصول سلطان ذکر و رابطہ و قلتِ خطرات و قبول کلمۂ حق و رفع بعض منکرات و ظہورِ لوازم طلب ہمہ بوضوح پیوست شکر خداوندی جل شانہٗ بجا آورد۔ و در طبقۂ سلاطین ایں نوع امور حکم عنقاءِ مغرب دارد۔"

تاریخ میں عالمگیر اورنگ زیب کے دینی کارنامے مشہور ہیں۔ "فتاویٰ ہندیہ" کی تدوین انہیں کی کوششوں سے عمل میں آئی تھی اور عالمگیر کی اسلامی سیرت اور متصوفانہ زندگی بھی مشہور زمانہ ہے لیکن ان سب باتوں کی اصل وجہ حضرت عروۃ الوثقیٰ رح اور حضرت سیف الدین رح کی وہ اصلاحی تربیت تھی۔ جو کہ وہ ان کو دے چکے تھے۔ اور انہیں حضرات کی روحانی توجہات کی برکت سے سلطان عالمگیر کی دینی شخصیت نے جلا پائی ؎

ہر گل نو کہ شد چمن آرا۔ اثرِ رنگ و بوئے صحبتِ اوست۔

دارالخلافہ دہلی میں حضرت سیف الدین رح کے ارشاد اور اثرات کی نہایت وسعت ہوئی۔ بادشاہ عالمگیر کے علاوہ شہزادگان، محلاتِ شاہی اور جملہ امیر و وزیر آپ سے داخلِ سلسلۂ مجددیہ ہوئے۔ اور حلقہ و مجلس میں اس قدر ازدحامِ خلائق ہوتا کہ بیان سے باہر ہے۔

ایک مرتبہ شہزادہ محمد اعظم جو کہ آپ کا مُرید تھا۔ مجلس عالی میں حاضر ہوا۔ لوگوں کا اس قدر ازدحام تھا کہ اس کی پگڑی گر پڑی۔

روایت ہے کہ آپ کی خانقاہ میں چار سو آدمی جمع رہتے تھے۔ اور جو شخص جو فرمائش کرتا۔ اس کے واسطے وہی کھانا تیار ہوتا۔ اور باوجود اس قدر تنعم کے سالک مقاماتِ بلند اور کراماتِ ارجمند پر پہنچتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے تقلیلِ غذا کرنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا کہ تقلیلِ غذا کی حاجت نہیں ہے ہمارے بزرگوں نے بنائے کار دوامِ وقوفِ قلبی اور صحبتِ شیخ پر رکھا ہے۔ زہد اور مجاہدۂ شاقہ کا ثمرہ خرقِ عادت اور تصرفات ہے۔ اور ہمارے یہاں اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ یہاں دوامِ ذکر، توجہ الی اللہ اور اتباعِ سُنت ہے۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت حجۃ اللہ نقشبند قدس سرہٗ سفرِ حجاز کو جاتے تھے۔ بوقتِ رخصت آپ سے کہا۔ کہ عمر آخر ہوگئی ہے۔ لڑکوں کے حال پر مہربانی رکھنا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ آپکی عُمر بہت ہوگی۔ البتہ مجھ کو اپنی عمر کی اُمید نہیں ہے۔ آپ میرے بچوں پر نظرِ عنایت رکھیئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پھر دونوں بھائیوں کی ملاقات نہیں ہوئی اور حضرت حجۃ اللہ رح انیس سال کے بعد فوت ہوئے۔

آپ کا معمول تھا۔ کہ ظہر اور عصر کے درمیان مستورات کو جمع کر کے حدیث سُنایا کرتے تھے۔ ایک روز خلافِ معمول جلد وعظ ختم کر دیا۔ مستورات نے عرض کیا

کہ ابھی بہت وقت ہے کچھ اور پڑھائیے۔ فرمایا۔ اور محمد اعظم سے پڑھوانا۔ محمد اعظمؒ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام تھا۔ بعد ازاں آپ علیل ہو گئے۔ اور پھر حدیث سُنانے کا اتفاق نہ ہوا۔ اور اس کے بعد محمد اعظمؒ ہی نے سُنایا ہوگا۔ آپ نے سینتالیس۴۷ سال کی عمر میں ۲۶، جمادی الاوّل ۱۰۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار شریف سرہند شریف میں ہے۔

منقول ہے کہ جب آپ کا جنازہ دفن کرنے لے چلے۔ ہوا پر جاتا تھا۔ ہر چند لوگ چاہتے تھے۔ کہ کاندھے پر رکھیں۔ ممکن نہ ہوا۔ اور قبر کے پاس خود جا کر رکھا گیا۔

حضرت حافظ محمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۸)

حضرت حافظ محمد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ سیف الدین صاحبؒ سے انتساب ہے۔ آپ کا ظاہر اور باطن دونوں آراستہ اور پُر نور تھے۔ آپ سند المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ سلوک کے بلند مقامات پر فائز تھے اور صاحب کمالاتِ عالیہ تھے۔

حضرت حافظ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپ کے خلیفہ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار پر زیارت کے واسطے گئے۔ اور مراقب ہوئے۔ مراقبہ میں معلوم ہوا کہ تمام جسم اور کفن درست ہے۔ مگر پاؤں کے پوست اور کفن میں مٹی کا اثر پہنچ گیا ہے۔ اس کی وجہ دریافت کی تو صاحبِ مزار نے فرمایا۔ کہ ایک غیر شخص کا پتھر اس کی بلا اجازت وضو کی جگہ پر رکھ لیا تھا کہ جس وقت آئے گا واپس دے دوں گا۔ ایک مرتبہ اس پر قدم رکھا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے مٹی نے پاؤں اور کفن میں اثر کیا۔ الحق کہ جس کا قدم تقویٰ میں زیادہ ہو۔ اسی کو قربِ ولایت بھی زیادہ ہو گا

آپ کی تاریخِ ولادت اور تاریخ وفات نظر سے نہیں کی۔

حضرت سیّد نور محمّد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(۲۹)

حضرت سیّد نور محمّد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہر میں فقیہِ کامل تھے۔ آپ کو حضرت حافظ محمّد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب ہے۔ نیز آپ نے حضرت شیخ سیف الدّین فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمّد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے بھی مقاماتِ سلوک کا اکتساب کیا۔ اور سالہا سال تک انکی خدمت میں حاضر رہ کر مقاماتِ عالیہ سے مشرّف ہوئے۔ ابتدا میں پندرہ سال تک ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔ صرف نماز کے واسطے افاقہ ہو جاتا تھا۔ اور پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے۔ آخر میں افاقہ ہو گیا تھا۔ کثرتِ مراقبہ سے پشتِ مبارک میں خم ہو گیا تھا۔ اتّباعِ سُنّت کا نہایت التزام و اہتمام تھا۔ ہر وقت کتب سیَر و اخلاق پیشِ نظر رہتی تھیں اور اس کے موافق عمل کیا کرتے تھے۔ ادنیٰ ادب کا ترک نہ ہوتا تھا اور اگر بمقتضائے بشریّت ہو جاتا، متنبّہ ہو جاتے تھے۔

کھانے میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے چند روز کا کھانا پکا لیا کرتے اور اسی کو بھوک کی شدّت میں کھالیا کرتے۔ فرمایا کرتے تھے: کہ تیس سال سے طبیعت کا تعلّق کیفیتِ غذا سے نہیں رہا۔ اور بھوک میں جو کچھ مل گیا۔ وہی کھالیا۔ دو سالن جمع نہ کیا کرتے تھے۔ دو صاحبزادے تھے ایک کو گھی اور ایک کو شکّر دیا کرتے تھے۔ اغنیاء کا کھانا کبھی نہیں کھایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ یہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ خلافِ سُنّت پہلے داہنا پاؤں بروقت داخل ہونے بیت الخلا میں رکھا گیا۔ تین روز تک احوالِ باطنی میں قبض ہو گیا جب نہایت التجا و تضرّع کی تب کھلا۔

ایک روز ایک مُرید حضرت سیدؒ کی خدمت میں حاضری کے واسطے گھر سے چلا۔ راستے میں ایک نامحرم پر نظر پڑ گئی۔ دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ تم میں ظلمتِ زنا معلوم ہوتی ہے۔ شاید کہ نامحرم پر نظر پڑ گئی ہے۔ پھر براہ کرم توجہ فرما کر اس ظلمت کا ازالہ فرمایا۔

اسی طرح ایک روز ایک خادم کو راستے میں شرابی مل گیا تھا جس وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھ کر فرمایا۔ کہ آج تمہارے باطن میں ظلمتِ شراب معلوم ہوتی ہے۔ شاید کہ شراب خوار سے ملاقات ہوئی ہے۔ فرمایا کہ فساق کی ملاقات سے نسبت مکدر ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں ذکرِ تہلیل کر کے جاتا تھا۔ آپ فرما دیتے تھے۔ کہ آج ذکرِ تہلیل کر کے آئے ہو۔ اور اگر کوئی درود شریف پڑھ کر جاتا۔ اس کو فرما دیتے تھے کہ درود پڑھ کر آیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ میری لڑکی کو جن اُٹھا لے گئے ہیں جس قدر عمل و عزائم کئے۔ سب بیکار ہو گئے۔ آپ اس معاملے میں ہمت فرمائیں۔ یہ سُن کر آپ تا دیر مراقب رہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جا فلاں وقت تیری لڑکی حاضر ہو گی۔ چنانچہ اسی وقت آ گئی۔ لڑکی سے جو ماجرا دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں ایک صحرا میں بیٹھی تھی۔ وہاں سے ایک بزرگ میرا ہاتھ پکڑ کر اس جگہ لے آئے۔ آپ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ آپ نے اس قدر تامل کے بعد کیوں فرمایا۔ کہ تیری لڑکی فلاں وقت آئے گی۔ فی الفور کیوں نہ فرمایا۔ فرمایا کہ میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں التجا کی۔ کہ اگر میری ہمت میں اثر ہو۔ مصروف ہوں۔ جب الہام ہو گیا۔ کہ تیری ہمت میں اثر ہے۔ تب میں نے ہمت کی۔ اور کہا کہ فلاں وقت تیری لڑکی آ جائے گی۔

آپ کے پڑوس میں بھنگ فروش کی دکان تھی۔ ایک روز فرمایا۔ کہ ظلمتِ بنگ سے نسبت مکدر ہوتی ہے۔ کسی مخلص نے جا کر اس کو بزور ہٹا دیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔

کہ اب پہلے سے بھی زیادہ مکدّر ہو گئی۔ کہ احتساب خلافِ شرع واقع ہوا۔ اوّل اس کو بہ نرمی توبہ کرانی چاہیئے تھی۔ پھر شدّت کرنی تھی۔ غرضکہ اس کو تلاش کر کے بلوایا اور مُریدوں کی جانب سے معذرت کی اور کچھ روپیہ اس کو دئے۔ اور فرمایا کہ خلافِ شرع پیشہ اچھّا نہیں ہوتا۔ کوئی مباح پیشہ اختیار کر۔ چنانچہ وہ فی الفور تائب ہو گیا۔

آپ کی تاریخِ ولادت مستند طریقے سے معلوم نہ ہو سکی۔ آپ ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ میں وفات پا گئے۔ آپ کا مزار مُبارک دہلی میں حضرت نظام الدّین اولیاء رح کے مزار مُبارک کے قریب نواب مکرّم خان کے باغ میں مدفون ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ رحمۃ اللہ علیہ

(۳۰)

حضرت مرزا مظہر جانِ جانان رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز جمعہ بوقت صبح بعہدِ شاہ اورنگ زیب تولّد ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار امرائے شاہی سے تھے۔ اور اسم شریف مرزا جان تھا۔ اور اسی مُناسبت سے شاہ اورنگ زیب نے آپ کا نام جانجان رکھا۔ کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے اور رفتہ رفتہ بنتے بنتے جانجانان ہو گیا۔ آپ کا نسب بواسطہ محمد بن حنفیہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ رشد و ہدایت کے آثار ناصیۂ مُبارک سے ظاہر تھے عشق آپکی خمیر طینت میں تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یاد ہے کہ میری چھ ماہ کی عُمر تھی کہ ایک حسین عورت نے مجھ کو دایہ کی گود سے اپنی گود میں لے لیا۔ اس کے جلوۂ جمالی سے میرا دل جاتا رہا۔ اور اس کے ساتھ ایک محبّت پیدا ہو گئی۔ اور اس کے دیدار کے بغیر قرار نہ آتا تھا۔ اور اس کے فراق میں رویا کرتا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں یہ بات مشہور

ہوگئی تھی۔ کہ یہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔

فرمایا کہ میری عمر نو سال کی تھی۔ کہ میں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ بکمال عنایت پیش آئے اور انہیں ایام میں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا۔ انکی صورت مبارک حاضر ہوجاتی فرمایا کہ میں نے بارہا بچشم ظاہر حضرت صدّیق اکبرؓ کو دیکھا ہے اور اپنے حال پر نہایت مہربان پایا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے والد ماجد کے پاس بیٹھے تھے کسی شخص نے ذکر کیا کہ قدیم صوفیہ وحدت الوجود کے قائل تھے مگر حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ سب کے خلاف وحدت شہود کو ترجیح دیتے ہیں کہ اسی اثنار میں ایک نور مثل آفتاب کے چمکا اور اس میں حضرت مجدّد رحؒ نے ظہور فرمایا۔ اور آپ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ اس واقعہ کو آپ نے اپنے والد سے بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ انشاراللہ تعالیٰ تم کو ان کے طریقے سے فیض حاصل ہوگا۔ صغیر سنی سے ہی آپ کے والدؒ نے آپ کی تربیت میں نہایت اہتمام فرمایا۔ اور تمام اوقات منضبط فرمادیئے۔ اور نہایت تاکید کی کہ وقت عزیز رائیگاں نہ ہو۔ چُنانچہ عرصۂ قلیل میں آپ نے ہر فن میں کمال پیدا کیا علم فقہ، قرأت وحدیث کے علاوہ دیگر فنون میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

تقطیع سراویل آپ کو پچاس طرح سے آتی تھی۔ فن سپہ گری میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر بیس آدمی تلوار کھینچکر مجھ پر حملہ کریں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک لاٹھی ہی ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک شخص بھی زخم نہیں پہنچا سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مغرب کی نماز میں انصراف سلام کے وقت میرے خنجر مارنا چاہا۔ میں نے فی الفور اس سے چھین لیا۔ اور پھر واپس دے دیا۔ اس نے پھر حملہ کیا۔ اور پھر میں نے چھین لیا۔ پھر واپس دے دیا۔ اسی طرح اس نے

سات بار حملہ کیا۔ اور ساتوں مرتبہ میں نے چھین لیا۔ آخر کار اس نے معذرت کی اور پاؤں پر گر پڑا۔

جس فن کا آدمی آپ کے پاس آتا۔ اس فن میں آپ کی اُستادی کا اقرار کرتا۔

فرمایا۔ والد کے انتقال کے بعد خیر خواہانِ دُنیا دو سال تک اس کوشش میں رہے کہ منصب موروثی حاصل ہو جائے۔ چُنانچہ ایک روز فرخ سیر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ کو اس روز زکام تھا۔ اور دربار میں نہ آیا۔ اس سبب سے ملاقات نہ ہوئی۔ اسی روز رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بزرگ نے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ میرے سر پر رکھ دی ہے۔ شاید کہ وہ بزرگ حضرت خواجہ بختیار کاکی رح تھے۔ اس خواب کے دیکھنے سے منصب وجاہ کی رغبت میرے دل میں باقی نہ رہی اور بزرگوں سے ملنے کا شوق دل میں پیدا ہو گیا۔ اور جس جگہ صاحبِ کمال سنتا ان کی زیارت کے واسطے حاضر ہوتا۔ چُنانچہ شیخ کلیم اللہ جہشتی رح اور میر ہاشم جالیسری رح اور شاہ منظفر قادری رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فرمایا کہ شاہ منظفر قادری رح سے جس وقت میں اُنکی ملاقات کو گیا۔ کسی نے دریافت کیا۔ کہ اس وقت بھی اوتاد و ابدال ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ زمانہ دوستانِ خدا سے خالی نہیں ہوتا۔ اور جسکو اوتاد و ابدال دیکھنا ہو میری طرف اشارہ کر کے کہا: کہ اس جوان کو دیکھے۔ یہ انھوں نے اپنے نورِ فراست سے معلوم کیا۔ ورنہ اس وقت تک کوئی بقیہ کچھی حاصل نہیں کیا تھا۔

ایک روز آپ کے گھر میں مجمع احباب اور سامانِ طرب موجود تھا کہ اسی اثنا میں ایک شخص نے حضرت سید نور محمد بدایونی رح کے اوصاف بیان کیے۔ یہ سنتے ہی آپ بے اختیار ہو گئے اور حاضرینِ مجلس کی ممانعت کے باوجود آپ اسی وقت متوجہِ زیارتِ حضرت ہو گئے۔ اور مکان پر تمام احباب کو چھوڑ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد چاہا کہ جلد وہاں سے اٹھیں اور عرض کیا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت حاضر

ہوں گا۔ اگرچہ حضرت سیّد بدایونی رح صلاحیت و استعداد دریافت کرنے اور استخارہ مسنونہ کے بعد طالب کو ذکر طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے مگر حضرت مرزا صاحب کو بلا آپ کی درخواست کے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے متوجہ قلب ہو جاؤ اور خود توجہ شروع کی۔ چنانچہ اسی توجہ میں لطائف خمسہ جاری ہو گئے اور بعد ازاں رخصت کر دیا۔ اور آپ پر نسبت باطنی نے اس قدر غلبہ کیا کہ اگلے دن صبح کو جب حضرت سیّد بدایونی رح کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا۔ اور معمول کے موافق چلتے وقت آئینے میں اپنی صورت دیکھی تو بعینہ حضرت سیّد رح کی صورت پائی! اس سے محبت اور عقیدہ اور زیادہ ہو گیا۔ تھوڑی مدت میں طریقے کے حالات و کیفیات سے باطن معمور ہو گیا۔ دل محبتِ ماسوا سے خالی ہو گیا۔ چار سال تک آپ نے انکی خدمت میں استفادہ کیا اور معاملہ تا ولایتِ کبریٰ پہنچ گیا۔ اسوقت حضرت سیّد رح نے آپ کو اجازت طریقہ مع تبرکِ پیرہن عطا فرمائی۔ اور عقیدۂ اہلِ سنّت وجماعت کی پابندی اور اجتناب از بدعت کی وصیت فرمائی۔ اسکے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب رح چھ سال تک ان کی قبر پر جاتے رہے اور اس عرصے میں اسم الباطن تک ترقی ہو گئی۔ لیکن حضرت سیّد رح بار بار واقعہ میں فرماتے تھے کہ کمالاتِ الٰہی بے نہایت ہیں۔ عمرِ متناہی کو طلبِ خدا میں صرف کرنا چاہیئے۔ قبور سے استفادہ معمول نہیں ہے۔ کسی زندہ بزرگ سے تحصیل مقامات کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت مرزا صاحب نے بزرگانِ وقت کی خدمت میں رجوع کیا۔ پہلے حضرت شاہ گلشن رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اظہارِ طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ تم کو شیخ روزگار ہونا ہے اور میں چنداں پابندِ آدابِ طریقت نہیں ہوں۔ کبھی سماع سن لیتا ہوں اور کبھی نماز بے جماعت پڑھ لیتا ہوں۔ تم کسی اور جگہ جاؤ۔ چنانچہ اس کے بعد وہ حضرت

خواجہ محمد زبیر خلیفۂ حضرت حجۃ اللہ نقشبندؒ نبیرۂ حضرت مجددؒ کے پاس کہ وہ اپنے وقت کے قیوم تھے گئے۔ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔ کہ ایسے شخصوں کی ملاقات کہ آدابِ ظاہر اور انوارِ باطن سے آراستہ ہوں۔ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر حضرت مرزا صاحبؒ ان سے قدمبوس ہوئے حضرت خواجہ زبیرؒ نے فرمایا۔ کہ تم تو ہمارے ہی ہو۔ لیکن اس طریقہ میں صحبت شرط ہے اور تمہارا مکان یہاں سے بہت دُور ہے۔ ہر روز نہیں آسکتے۔ اور جو نسبت تم کو حضرت سیدؒ سے پہنچی ہے وہ بہت اصیل ہے۔ اس کی نہایت محافظت کرنا چاہیئے۔ اور یہی کافی ہے۔ بعد ازاں حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ سے توجہ کی التماس کی۔ یہ بزرگ بھی حضرت حجۃ اللہ نقشبندؒ کے خلیفہ تھے! انہوں نے فرمایا۔ کہ تم نے سلوک علیٰ وجہ البصیرت حاصل کیا ہے۔ اور تم کو کشفِ مقامات ہے اور مجھ کو چنداں کشف وعلمِ مقامات نہیں ہے۔ استفادہ بوجہ احسن نہ ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب کا قول ہے۔ کہ اگرچہ ان سے استفادہ ظاہراً نہیں ہوا۔ لیکن حدیث شریف کے سبق کے ضمن میں ان کے باطن سے فیض فائض ہوتا تھا۔ اور نسبت کے عروج میں خوب قوت پیدا ہوگئی۔ پھر حضرت حافظ سعد اللہ خلیفہ حضرت محمد صدیق فرزندِ اصغر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے استخارہ کرنے کو حکم فرمایا۔ استخارہ فہوالمراد آیا۔ ان کی خدمت میں بارہ سال رہنے کا اتفاق ہوا۔ انکی عمر اسّی سال سے زیادہ تھی۔ بسببِ کبرسنی توجہ نہیں کر سکتے تھے البتہ صبح کے وقت ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھتے تھے! اس وقت طالبین حلقہ باندھ کر گرد بیٹھ جاتے تھے! اور قرآن سنتے تھے۔ اس سے ترقیاتِ باطن ہوتی تھیں۔ ان کے مزاج میں غیرت نہایت تھی۔ اگر کوئی بلا اجازت کسی مزار پر بھی چلا جاتا تھا۔ تو اس کی نسبت میں فتور آجاتا تھا۔

اُس کے بعد حضرت مرزا صاحبؒ حضرت خواجہ محمد عابد شامی خلیفہ حضرت شیخ عبدالاحد نبیرۂ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے! ور سات سال میں حقائق سبعہ وغیرہ ختم ہوئے۔ فرمایا کہ حضرت شیخ کے اصحاب میں جو خصوصیت فقیر کو تھی۔ وہ کسی کو نہ تھی۔

ایک مرتبہ نظام الملک تیس ہزار روپیہ نیاز لائے۔ قبول نہ فرمایا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ آپ راہِ خدا میں اربابِ حاجت کو تقسیم کر دیجیے گا۔ فرمایا میں تمہارا خانساماں نہیں ہوں۔ یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو۔ گھر تک سب تقسیم ہو جائینگے۔

آپ امیروں کے گھر کا کھانا بھی نہ کھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ ان لوگوں کے کھانے کی ظلمت سے نسبت باطن مکدر ہو جاتی ہے کہ "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْاَغْنِيَاءِ" یعنی بدترین طعام، طعامِ اغنیاء ہے۔ بلکہ غرباء کی دعوت قبول کرنے میں بھی مضائقہ فرماتے۔ اور فرماتے۔ کہ یہ لوگ بوجہ بے سامانی سودی قرض لے کر دعوت کیا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک سردار مرہٹہ حضرت کی ملاقات کے واسطے حاضر ہوا جس وقت آپ نے ان کے آنے کی خبر سُنی کسی ضرورت سے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اور جب وہ آکر بیٹھ گیا تب برآمد ہوئے۔ اور جب وُہ اٹھنے کو ہوا۔ تب بھی حجرے میں چلے گئے۔ کیونکہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے۔ تو وہ آزردہ ہوتا۔ اور اگر کرتے تو دین کا نقصان تھا۔

(۱) فرمایا۔ سالک کے دل میں طلبِ خدا اور طلبِ دُنیا جمع نہیں ہوتی ہے ترکِ ماسوا اور اعراض از اغراض کرنا چاہیئے۔ کہ درِ قبولیت کھلے۔

۵ آرزو بگذار تا رحم آیدش — آزمودم من جنیں مے بایدش
مے صرفِ وحدت کسی نوش کرد — کہ دُنیا و عقبیٰ فراموش کرد

(۲) فرمایا۔ محبّت ائمہ اہلِ بیتِ اطہار اور تعظیم اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین برابر ضروری ہے اور یہی راہِ مستقیم ہے۔

(۳) فرمایا۔ تعظیم جمیع اولیاء اللہ و محبّتِ عامّہ مشائخ رح لازم ہے اور اپنے پیر کے حق میں اگر نفع و استفادہ اور فرطِ محبّت کی وجہ سے افضلیت کا عقیدہ رکھتا ہو۔ تو بیجا نہیں۔

(۴) فرمایا۔ اس زمانے میں عزیمت پر عمل کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا سخت دشوار ہے کہ معاملات تباہ ہو گئے۔ اور شرع پر عمل گویا موقوف ہو گیا۔ اگر روایت فقہ اور ظاہر فتویٰ پر کوئی عمل کرے۔ اور محدثاتِ امور اور بدعت سے بچتا رہے۔ بہت غنیمت ہے۔

(۵) فرمایا۔ بزرگانِ نقشبندیہ رح کہ عمل بہ عزیمت اور احتراز از رخصت رکھتے ہیں۔ سماع سے پرہیز کرتے ہیں کہ غنا کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے اور ترکِ مختلفہ فیہ اولیٰ ہے اور ایسے ہی کمالِ تقویٰ سے ذکرِ خفی اختیار کیا۔ اور ذکرِ جہر سے پرہیز کیا۔

(۶) فرمایا۔ اس طریقہ میں پیری و مریدی محض بیعت و شجرہ و کلاہ سے نہیں ہے بلکہ تعلیم ذکرِ قلبی، حصولِ جمعیت اور توجہ الی اللہ صحبتِ مرشد میں ہونا ضروری ہے۔

(۷) فرمایا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیدارِ الٰہی کا نظر آنا کہ اس کو تجلّی صوری کہتے ہیں۔ جس طرح سے ہو نعمتِ عظمیٰ سے ہے اور بشارت مناسبتِ راسخہ ہے۔

(۸) عجز و انکسار کی صفت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور خلق کی جفا و قفا پر صبر و تحمل کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

چیست معراج فنا این نیستی
عاشقاں را مذہب و دیں نیستی

(۹) فرمایا۔ نظر بلند رکھنی چاہیئے۔ اور مجاری امور کو تقدیر سے سمجھ کر چون وچرا نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اگر کسی کام میں ان سے خطا ہو جاتی۔ اور اہل بیت ان کو ملامت فرماتے۔ تو آپ فرماتے کہ کچھ مت کہو۔ اگر تقدیر میں ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔

(۱۰) فرمایا۔ حاصل اس تمام تکلفات کا تہذیب اخلاق موافق مکارم صفات رسول کریم صلعم ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی بھیجا گیا ہوں میں تاکہ پورا کروں عادات نیک کو۔

(۱۱) فرمایا۔ ذکر نفی واثبات سے صفات بشریت کم ہوتی ہیں۔ اور اس کا یہ طریقہ ہے کہ ہر ذمیمہ کو جدا جدا چند روز کلمہ طیبہ کے تکرار سے نفی کرنا چاہیئے اور اس کی جگہ حب خدا ثابت کرنی چاہیئے۔

(۱۲) فرمایا۔ کہ تیس برس میں نے مشائخ رضی اللہ عنہم سے کسب مقامات طریقہ کئے ہیں اور تیس سال سے زیادہ ہوئے۔ کہ طالبان خدا کو تلقین طریقہ کرتا ہوں۔ ساٹھ سال گزرے ہوں گے۔ کہ توجہات حضرت سید بدایونی رضی اللہ عنہ فناء قلبی سے مشرف ہوا ہوں۔ اور اس عرصے میں شغل باطن بہت کوشش سے کر رہا ہوں لیکن کما حقہ آثار فناء قلبی اب ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱۳) فرمایا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مر گیا ہوں۔ اور لوگوں نے بعد تجہیز و تکفین چاہا کہ میرا جنازہ اُٹھائیں۔ کہ اتنے میں جنازہ خود بخود ہوا میں اُڑ کر روانہ ہوا۔ لوگ جنازے کے پیچھے پیچھے جاتے ہیں۔ اور میری روح بھی یہ میری اپنی رباعی پڑھتی ہوئی ان کے ہمراہ ہے ؎

منظر تشویش چشم و گوشے نشوی | سرمایۂ خوشی و خروشے نشوی
باید کہ بپائے خود روی تا سر گور | بے جوہر پاک بار دوشے نشوی

شہادت:- شب چہار شنبہ، محرم ۱۱۹۵ھ کو کچھ رات گئے چند آدمیوں نے آکر دروازے پر دستک دی۔ خادم نے عرض کیا کہ کئی آدمی آپکی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آئیں۔ تین آدمی اندر آگئے۔ ان میں سے ایک ولایت زاد مغل تھا۔ حضرت بھی خوابگاہ سے اٹھکر ان کے برابر کھڑے ہوگئے۔ مغل نے پوچھا: کہ مرزا جانجاناں تم ہی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ دونوں ہمراہیوں نے بھی کہا مرزا جانجاناں یہی ہیں۔ یہ سُن کر اس بدبخت نے طمنچہ سے گولی ماری۔ کہ وہ دل کے قریب لگی آپ زمین پر گر پڑے۔ نواب نجف خان نے کہ اس وقت وزیر شاہی تھا۔ ایک انگریز ڈاکٹر بھیجا۔ اور یہ کہا کہ قاتل معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہوگیا۔ قصاص جاری کیا جائے گا۔ آپنے فرمایا کہ اگر ارادۂ الہٰی میں شفا ہے بہر صورت ہوجائے گی۔ ڈاکٹر کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اگر معلوم ہوجائے۔ میں نے بھی اس کو معاف کیا۔ تم بھی معاف کرنا۔

اس کے بعد تین روز تک آپ زندہ رہے۔ اس حالت میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بنا کردند خوش رسمی بخاک و خوں غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۱۹۵ھ دسویں شب محرّم کو کہ اس کو شبِ شہادت بھی کہتے ہیں۔ تین بار زور سے سانس لے کر روح مبارک عالم جاودانی کو راہی ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپکی وفات کی بہت تاریخ کہی گئیں۔ منجملہ ازاں دو نہایت برجستہ ہیں ایک آیت قرآنی "اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ" اور ایک الفاظ حدیث "عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا"

آپ کا مزارِ مُبارک دہلی میں متصل حبش کی قبر واقع ہے۔ چار دیواری کے دروازے کی محراب کے اوپر یہ شعر کندہ ہے۔

شعر
بر لوح تربتِ من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت نہایت موزوں تھی۔ اور آپ کا کلام نہایت پُراثر ہے۔ آپ کی ایک رُباعی ملفوظ گرامی ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔ آپ کا ایک شعر مزید تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

شعر
از آں پہلوئے خود جا میدہم ایں رنج و محنت را
کہ غیر از من پناہی نیست در عالم مُصیبت را

حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۱)

حضرت شاہ عبد اللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں بمقام بٹالہ علاقہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والدِ ماجد شاہ عبد اللطیف رح نہایت مرتاض اور کثیر المجاہدہ تھے۔ کریلہ جوش دے کر کھایا کرتے۔ اور جنگل میں ذکر جہر کیا کرتے۔ اور حضرت شاہ ناصر الدین قادری رح سے بیعت تھے۔ حضرت کی ولادت کے قبل آپکے والد نے حضرت علی رض کو خواب میں دیکھا۔ کہ فرماتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا۔ چنانچہ بعدِ تولد آپ کا نام آپ کے والد نے علی ہی رکھا۔ لیکن جب آپ سنِ تمیز کو پہنچے تو آپنے تادّباً اپنا نام غلام علی مشہور کیا۔ آپ کی والدہ شریفہ نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کا

نام عبدالقادر رکھنا۔ یہ بزرگ شاید غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ علیہ تھے۔ آپ کے عم بزرگوار نہایت مردِ بزرگ تھے۔ اور ایک مہینے میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ انھوں نے بحکم جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم عبداللہ نام رکھا۔

آپ کے والدِ ماجد دہلی میں رہا کرتے تھے۔ وہاں آپ کو اپنے پیر سے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت دار تھے۔ بیعت کرانے کے واسطے بُلایا۔ مگر قضاءِ الٰہی سے وہ بزرگ جس شب کہ آپ وہاں پہنچے، انتقال کر گئے۔ آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے پیر سے بیعت کرانے کے واسطے بلایا تھا لیکن تقدیر میں نہ تھا۔ اب جس جگہ تمہارا اطمینانِ قلبی ہو۔ وہاں اخذِ طریقہ کر لو۔ آپ اس وقت دہلی کے مشہور مشائخ رح کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آخر کار ۱۱۸۰ھ میں کہ اس وقت آپ کا سن بائیس سال کا تھا حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرضِ بیعت کی۔ حضرت مرزا صاحب رح نے فرمایا: کہ جس جگہ ذوق و شوق ہو۔ وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو سنگِ بے نمک لیسیدن کا مضمون ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ مجھ کو یہی منظور ہے۔ تب حضرت مرزا صاحب رح نے قادریہ خاندان میں آپ کو بیعت کیا۔ اور تلقینِ طریقہ مجددیہ فرمایا۔ پندرہ سال تک حلقہ میں حاضر حلقہ و مراقبہ رہے۔ اور باجازتِ مطلقہ مع بشارتِ ختمیت مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: کہ اوّل اوّل مجھ کو تردد ہوا۔ کہ اگر میں طریقہ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں۔ کہیں حضرت غوث پاک کے ناراض ہونے کا باعث نہ ہو۔ اس اثناء میں ایک شب خواب میں دیکھا۔ کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظم رح تشریف رکھتے ہیں۔ اور اس کی محاذی میں ایک اور مکان ہے۔ وہاں خواجہ نقشبند رح رونق افروز ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت غوث پاک رح نے

فرمایا۔ مقصود خدا تعالیٰ ہے۔ جائز کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس کے بعد سے آپ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت شروع کی۔ اور آخرکار اس قدر فیض آپ کے عینِ حیات میں آپ سے جاری ہوا کہ شاید ہی کسی مشائخ سے ان کی زندگی میں جاری ہوا ہو۔ ہندوستان۔ کابل۔ بلخ۔ بخارا۔ بغداد عرب۔ روم سب جگہ آپ کے خلیفہ پہنچ گئے تھے اور طریقہ ان سے جاری ہوگیا تھا۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رح نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز بعدِ عصر میں حاضر تھا۔ حضرت شاہ صاحب رح نے فرمایا: کہ ہمارا فیض دُور دُور پہنچ گیا ہے۔ حضرتِ مکہ معظمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے حضرتِ مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ ہوتا ہے۔ بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔ اور بطریق ہنسنے کے فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے بعض بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض بدلالتِ دیگر بزرگان اور بعض خود آپ کو خواب میں دیکھ کر حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا خالد رومی رح باشارۂ جناب رسول اللہ صلعم مدینہ شریف سے دہلی آئے۔ اور آٹھ نو مہینے میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوکر اپنے وطن کردستان واقع ملک رُوم کو واپس گئے۔ وہاں ان کو اس قدر قبولیت ہوئی کہ جس کی حد نہیں۔

اوائل میں آپ کو معاش کی نہایت سختی ہوئی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد فتوح جاری ہوگئی۔ دو سو کے قریب علماء و صلحاء آپ کی خانقاہ میں ممالک دور و دراز سے آکر قیام کرتے اور کفاف بوجہِ احسن پہنچتا۔ باوجود ایں ہمہ آپ کے مزاج میں حد درجہ انکسار تھا۔ آپ کا عمل اکثر حدیث پر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں سے اور نیز اپنے مرشد سے حدیث کی سند حاصل تھی۔ آپ حافظِ کلام الٰہی تھے۔ لیکن کسی کو خبر نہ تھی۔ رات کو بہت کم سوتے۔ تہجد کے وقت لوگوں کو جگا دیا کرتے تھے۔ اور خود نماز پڑھ کر مراقبہ یا تلاوتِ کلام اللہ شریف میں

مشغول ہوتے تھے۔ اور بقدر دس پارہ پڑھا کرتے تھے۔ ایامِ ضعف میں کر پڑھتے تھے۔ نماز صبح اوّل وقت پڑھ کر حلقہ مراقبہ میں اشراق تک مصروف رہتے بوجہ ہجوم چند بار حلقہ فرمایا کرتے تھے۔ پہلی مرتبہ جب آدمی اٹھ جاتے تھے۔ انکی جگہ اور آجاتے تھے۔ اس کے بعد تفسیر وحدیث کا درس طلبہ کو فرماتے۔ اگر کوئی ملاقات کے واسطے آتا۔ تھوڑی دیر کے بعد رخصت کر دیتے اور عذر کرتے کہ فقیر اپنی گور و موت کی فکر میں مشغول ہے اور چلتے وقت اس کو کچھ تبرک اور شیرینی بھی دیتے۔

ایک مرتبہ نواب امیر خان کہ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہما کے نواسوں میں سے تھے۔ آپکی ملاقات کو آئے۔ بزرگ زادگی کی وجہ سے آپ نے ان کی بہت تعظیم کی۔ اور کچھ دیر کے بعد ان کو رخصت کرنا چاہا لیکن ان کا دل بوجہ غلبہ محبّت اٹھنے کو نہ چاہا۔ آپ نے خادم سے فرمایا: کہ مکان کے قبالہ نواب صاحب کے نذر کر دو یہ تو اٹھتے نہیں۔ ہم ہی مکان نذر کر کے رخصت ہوئے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ فی الفور اٹھ کر چلے گئے۔

اگر کوئی روپیہ بھیجتا۔ تو اس کا چالیسواں حصہ اسی وقت علیحدہ کر کے زکوٰۃ دیدیتے۔ اور پھر حلوا وغیرہ پکا کر نیاز پیرانِ کبار خصوصاً حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ دیتے۔ یا مصارف خانقاہ کے سلسلے میں اگر قرض ہوتا تو وہ ادا کرتے اور گاہ گاہ کوئی بے اطلاع ہی لے جاتا۔ اور آپ دانستہ اس کی جانب سے منہ پھیر لیتے۔ بارہا لوگ آپ کی کتابیں لے جایا کرتے۔ اور پھر آپ ہی کے پاس فروخت کرنے کو لاتے اور آپ قیمت دے کر خرید لیتے۔

ایک مرتبہ کسی نے بادشاہِ وقت کی غیبت کی۔ آپ کا روزہ تھا۔ تب فرمایا: کہ افسوس روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ حضرت نے کسی کا ذکر بد نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر کیا نہیں سنا تو ہے۔ غیبت میں ذاکر اور سامع دونوں

برابر ہیں۔

بادشاہِ وقت اور امرائے دربار اکثر اس بات کے خواہشمند رہے کہ خرچ خانقاہ کے واسطے کچھ مقرر فرمالیں مگر کبھی منظور نہیں فرمایا۔ نواب امیر خاں نے بھی یہی آرزو کی تھی کہ خرچ خانقاہ کے واسطے کچھ قبول فرمالیں۔ آپ نے بجواب اس کے تحریر فرمایا:

ما آبروئے فقر و قناعت نمے بریم ؎
با میر خان بگوئے کہ روزی مقدر است

(۱) فرمایا: اس طریقہ میں چار چیزیں بہت ضروری ہیں۔ دست شکستہ، پا شکستہ، دین درست و یقین درست۔

(۲) فرمایا: طالب ذوق و شوق و کشف و کرامت طالبِ خدا نہیں۔

(۳) فرمایا: طریقۂ نقشبندیہ چار چیز سے مراد ہے

۱ بیخطرگی ۔ ۲ دوامِ حضور ۔ ۳ جذبات ۔ ۴ واردات

(۴) فرمایا: صوفی دنیا و آخرت کو پسِ پشت ڈال کر متوجہ مولیٰ ہوتے ہیں۔

ملتِ عاشق ز ملتہا جدا است ؎
عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست

(۵) فرمایا: تین کتابوں کی نظیر نہیں ہے۔ قرآن شریف، صحیح بخاری اور مثنوی مولانا روم رح۔

(۶) فرمایا: حضرت شیخ سعدی شیرازی رح سہروردیہ طریقہ میں بڑے سمجھدار آدمی تھے۔ دو باتوں میں تصوف تمام کر دیا ہے۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب رح ؎ — دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش — دوم آنکہ بر غیر بد بین مباش

(۷) فرمایا: جس کسی کو یقین زیادہ اسی کا مقام اعلیٰ۔

(۸) فرمایا: ذکرِ کثیر سے مُراد ذکرِ قلبی دائمی ہے۔ کہ وہ انقطاع پذیر نہیں ہے۔ اور لسانی مُراد نہیں ہے کہ وہ انقطاع پذیر ہے۔ اور اسی پر دلیل آیتِ کریمہ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

یعنی باز نہیں رکھتے ان کو تجارت اور نہ بیع ذکر اللہ سے۔ کیونکہ تجارت میں ذکر زبانی موقوف ہو جاتا ہے۔ قلبی موقوف نہیں ہوتا۔

(۹) فرمایا: پیر کی رضا سے وہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی مجاہدہ اور ریاضت سے نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) فرمایا: اور طریقوں میں مجاہدہ رُکن ہے اور طریقۂ نقشبندیہ میں بجاہدہ توجہ پیر رُکن ہے۔ اور ذکر ہر طریقہ میں شرط ہے۔

(۱۱) فرمایا: طریقۂ نقشبندیہ علماء پسند ہے۔

(۱۲) فرمایا: ہر روز پچیس ہزار اسم ذات کرنا ضروری ہے۔

(۱۳) فرمایا: علم فقہ میں کتاب الصلوٰۃ تک انوار ادراک میں آتے ہیں اور معاملات فقہ میں ادراک میں نہیں آتے۔ لیکن موجود ہیں۔

بتاریخ ۲۲ صفر روز شنبہ ۱۲۴۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ جامع مسجد میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ بعد ازاں حسبِ وصیت جنازہ کو آثار شریفہ میں لے گئے۔ اور وہاں سے لاکر حضرت شہید مرزا مظہر جانجاناں رح کے پہلو میں خانقاہ شاہ غلام علی رح دہلی میں دفن کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ

(۳۲)

حضرت شاہ ابوسعید معصومی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

بتاریخ ۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو شہر مصطفےٰ آباد عرف رامپور میں ہوئی۔ آپ کا نسب بواسطہ حضرت شیخ سیف الدین و حضرت خواجہ محمد معصوم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملتا ہے۔ ابتداءِ عمر ہی سے مزاج میں صلاحیت تھی۔ تقریباً دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ فرماکر اس کی ایک جید قاری سے تجوید کی۔ اور ایسی ترتیل سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے کہ جو سنتا تھا، محو ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب حرمین شریف کو گئے تو اہلِ عرب نے سن کر بہت تعریف کی۔ حفظ قرآن شریف کے بعد علوم عقلیہ و نقلیہ اس وقت کے علماء کبار مثل حضرت مولانا رفیع الدین صاحب۔ ولد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کئے۔ عین تحصیل علم میں خدا طلبی کا ارادہ پیدا ہوا۔ اوّل اپنے والد صاحب سے کہ اپنے طریقہ آبائی پر مستقیم تھے اور مزاج میں ترکِ دُنیا و انقطاع غالب تھا۔ ارادت کی۔ مگر تھوڑی ہی مدت بعد ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ درگاہی صاحب کا سلسلہ دو واسطہ سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ سے ملحق ہوتا ہے آپ کو یعنی حضرت شاہ درگاہی صاحبؒ کو استغراق رہتا تھا کہ نماز کے وقت ان کو آگاہ کر دیا کرتے تھے اور توجہ میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر سو آدمیوں کی جانب متوجہ ہوتے تھے تو سب بے ہوش ہو جاتے تھے۔

الغرض حضرت شاہ صاحب آپ کے حال پر بہت مہربانی فرماتے اور چند روز میں آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے بھی بہت سے مُرید ہو گئے۔ اور حلقہ میں بیہوشی، وجد، صیحہ و نعرہ ہوا کرتا تھا۔ چونکہ نسبتِ مجددیہ میں یہ جملہ امور مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اور مثل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بافسردگی و آسودگی سے عمر بسر کرتے ہیں۔ اس کے سوا حضرت مرزا جان جاناں شہیدؒ کے اصحاب کے حالات

بھی بچشم خود اسی انداز کے پائے۔ خود حضرت شاہ غلام علی صاحب رح کی بھی زیارت کی تھی غرضکہ ان جملہ امور پر غور کر کے آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا طلبی میں خط لکھا۔ انہوں نے بکمالِ تعظیم جواب دیا اور تحریر فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت شاہ غلام علی صاحب رح سے کوئی بہتر نہیں ہے۔

پس حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقبول درگاہ ہوئے۔ جس وقت حضرت شاہ غلام علی صاحب رح کے پاس آئے۔ حضرت شاہ صاحب نے بادب پیرزادگی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور اپنی مسند خالی کر دی۔ اور کہا کہ آپ کی جگہ یہاں ہے۔ فقیر آپ کے خاندان کے ایک کمترین منتسبان سے ہے آپ نے عرض کیا۔ کہ میں بجہت استفادہ اور کفش بر داری حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب نے قبول فرمایا۔ اور ابھی حضرت شاہ درگاہی صاحب رح زندہ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر مرید اپنا رشد دوسرے شیخ کے پاس دیکھے تو چاہیئے کہ بلا انکارِ پیرِ اوّل اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ رح آپ کے حال پر نہایت توجہ فرماتے۔ اور آپنے از ابتداء تا انتہا جملہ سلوک مجددیہ بکمالِ تفصیل حاصل کیا۔ چنانچہ اس کے بیان میں ایک رسالہ بھی تحریر فرما کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اور حضرت شاہ صاحب نے اس کو نہایت پسند فرما کر چند سطریں اس کی تعریف میں تحریر فرمائیں۔

حضرت شاہ قبلہ آپ کی نہایت مدح فرمایا کرتے۔ اور فرماتے۔ کہ ارادت ایسی ہونی چاہیئے کہ جیسی شاہ ابوسعید صاحب رح کی ہے کہ پیری چھوڑ کر مریدی اختیار کی۔ اکثر مریدوں کو آپ کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا خالد رومی رح و سید اسمٰعیل مدنی رح آپ سے توجہ لیا کرتے تھے۔ جب آپ سفر سے تشریف لاتے۔

حضرت شاہ صاحب آپ کا استقبال کیا کرتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب قبلہؒ علیل تھے۔ جو آپ سفر سے تشریف لائے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو چار پائی پر لے چلو تاکہ استقبال فوت نہ ہو۔ غرضکہ پندرہ سال تک حضرت شاہ صاحب قبلہ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ اور بشارتِ جلیلہ مثل ضمنیت وقیومیت سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے مرض موت میں حضرت شاہ ابوسعید صاحب کو اس طرح تحریر فرمایا: کہ

"از غیب القامی شود کہ ابوسعید را باید طلبید۔ ورودِ مبارک حضرت مجدد رضی اللہ عنہ بریں باعث است۔ ودیدہ ام کہ شمارا بر رانِ راستِ خود نشاندہ ام ومنصبے کہ آثارِ آں عنقریب عائد بشما شود۔ مفوّض شدہ خانقاہ شمارا مبارکباد"!

حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہؒ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ صاحب ابوسعیدؒ مسند آرائے ارشاد ہوئے۔ اور طالبانِ حق مثلِ مور و ملخ جمع ہو کر مستفید ہوتے۔ اور آپ اپنے آبائے کرام ومشائخ عظام کی طرح ترویجِ شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور طریقۂ احمدی میں سرگرم ہوئے۔ چونکہ آپ کے مزاج میں ایثار بدرجہ غایت تھا۔ اس سبب سے تلخی وسختی وفقر وفاقہ کہ حسن درویشی ہیں بہت برداشت کئے۔ تحمل وبردباری وشکست ومسکنت آپ کے مزاج میں اس قدر تھی کہ جو شاہ صاحب کے منکر تھے۔ وہ بھی آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ کے تصرفات وکرامات زائد الوصف ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے رات کے وقت خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ میں تشریف لائے ہیں اور بغضبِ تمام فرمایا کہ فلاں فلاں شخص کو خانقاہ سے نکال دو۔ اس شخص کی اس خوف سے کہ کہیں

میرا نام بھی آپ نہ لے دیں۔ آنکھ کھل گئی۔ یہ حیران و پریشان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت تہجد کے واسطے وضو کرتے تھے۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم کیوں ایسے گھبراتے ہو۔ تمہارا نام تو نہیں لیا اور نماز صبح کے بعد جن شخصوں کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا۔ خانقاہ سے نکال دیا۔

آپ زیارتِ حرمین شریفین کو تشریف لے گئے۔ وہاں کے تمام مشائخ اور مُفتی آپ سے بکمالِ تعظیم پیش آتے اور تین مہینے تک آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ اور اکثر شرفا و سادات داخلِ طریقہ ہوئے۔ جب آپ حرمین شریفین سے واپس ہوئے اور ٹونک میں پہنچے۔ آپکو مرضِ موت لاحق ہوا، نواب ٹونک ہر روز آپکے پاس آتا تھا عید کے روز سکراتِ موت شروع ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج نواب نہ آئے کہ دُنیا داروں کے آنے سے ظلمت و کدورت ہوتی ہے اور حافظ کو سورۂ لیٰسین پڑھنے کو فرمایا۔ جب حافظ تین مرتبہ پڑھ چکا۔ آپنے فرمایا، کہ اب بس کرو۔ فرصت کم ہے۔ آپ کی انگشتِ سبابہ متحرک تھی کہ ظہر اور عصر کے درمیان بروز عید الفطر ۱۲۵۰ھ انتقال فرمایا۔ تابوت شریف وہاں سے نقل کر کے دہلی لائے اور حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہؒ کے مزار مبارک کی مغربی جانب دفن کیا۔

منقول ہے کہ جب صندوق سے نعشِ مُبارک نکال کر لحد میں رکھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی غسل دیا ہے۔

حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ

(۳۴)

حضرت شاہ احمد سعید حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہیں آپکی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ھ میں بمقام رامپور ہوئی۔ آپ کی دس سال کی عمر

تھی۔ کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رح سے طریقہ اخذ کیا۔ حضرت شاہ صاحب آپ کے حال پر نہایت الطاف و مہربانی فرماتے اور جب آپ سبق پڑھ کر آتے اور حضرت شاہ صاحب کا حلقہ ہوتا۔ آپ وہاں جاتے۔ اگر آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہوتی۔ اور حضرت شاہ صاحب آپ کو دیکھ لیتے۔ تو بلا کر اپنی مسند کے قریب بٹھلاتے اور پوری قوت سے توجہ فرماتے۔

فرمایا کہ میں نے اکثر کتب تصوف مثل رسالہ قشیری، عوارف المعارف۔ احیاء العلوم مکتوبات شریف اور مثنوی مولانا روم حضرت صاحب سے پڑھی ہیں یا سنی ہیں اور بعض کتب حدیث بھی پڑھی ہیں۔ اور کتب معقول و منقول دیگر علمائے وقت مثل مولوی فضل امام اور مولوی رشید الدین خان سے استفادہ کی ہیں۔ نیز حضرت شاہ عبد العزیز صاحب، مولانا رفیع الدین صاحب و شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور حدیث کی سند مجھ کو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ فرمایا کہ جن ایام میں میں علم پڑھا کرتا تھا تو اکثر شب مطالعے میں گزر جاتی تھی اور اسی طرح ذکر و فکر اور حضرت شاہ صاحب کے حلقہ و مراقبہ کا بھی التزام رکھتا تھا۔ اور اگر حضرت شاہ صاحب سے معارفت ہوتی تو اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے توجہ لیا کرتا تھا بلکہ حضرت شاہ صاحب کی موجودگی میں بھی ان سے توجہ لیتا تھا۔

فرمایا کہ میں نے جمیع مقامات پر اپنے والد سے توجہ لی ہے۔ اور اسی سبب سے سلسلے میں ان کے نام کے بعد اپنا نام داخل کیا ہے۔ ورنہ کسب نسبت اور اجازت و خلافت شاہ صاحب رح سے حاصل ہے۔ فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ رح بوجہ وفور عنایت فرمایا کرتے تھے کہ تم پر کبھی توجہ ناغہ نہیں ہوئی۔ خواہ تم یہاں رہے یا نہیں اور اس سبب سے صحبت و خدمت کی مدت پندرہ سال ہوتی ہے۔ جب آپ کا سن

شریف بیس سال کے قریب تھا اس وقت حضرت شاہ صاحب نے ایک سالہ تحریر فرمایا تھا۔ اس میں آپ کے والد کے ذکر کے بعد آپکی نسبت اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ

"حضرتِ احمد سعیدؒ فرزند حضرت ابوسعیدؒ بعلم و عمل و حفظِ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است۔ بوالدِ ماجدِ خود"

جب حضرت شاہ قبلہؒ سخت مریض ہوئے۔ اور حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ کو اپنی جگہ مسند نشینی کے لئے طلب فرمایا۔ تو تحریر فرمایا کہ برخوردار احمد سعیدؒ را آنجا بجائے خود گذارند"

چنانچہ آپ حسب الارشاد اپنے والد بزرگوار کی جگہ طالبانِ خدا کے افادے میں مشغول رہے اور بعدِ مدت دہلی تشریف لائے۔ جب والد بزرگوار حج کو تشریف لے گئے۔ تو اپنی جگہ آپ کو مقرر کر گئے اور آپ پوری ہمت کے ساتھ شریعت و طریقت کی اشاعت میں مصروف ہوئے۔ اور طالبانِ خدا کو نسبتِ احمدیہ کے انوار سے مالامال کر دیا۔ آپ کی صحت کی تاثیر سے دُنیا اور اہلِ دُنیا سے دل سرد ہوتا تھا اور محبتِ الٰہی سے گرم ہوتا تھا۔ شب و روز میں تین مرتبہ حلقہ فرمایا کرتے۔ بعدِ نمازِ صبح، بعد نماز ظہر و بعد نماز مغرب۔ اور جب تک کہ مُرید کا رُشد ظاہری و باطنی نہ دیکھ لیتے۔ اس کو رُخصت نہ فرماتے۔ بلکہ اگر وہ مُبالغہ و الحاح سے رُخصت طلب کرتا۔ اجازت نہ دیتے اور فرماتے کہ

" مُرید نارسیدہ بمنزلہ طفل شیر خوار کے ہوتا ہے کہ اپنے نفع و نقصان سے واقف نہیں ہوتا۔ اگر بچہ مدت رضاعت سے پہلے اپنی دودھ پلائی سے علیحدہ ہوتا ہے۔ تو اس کے نشو و نما میں نقصان ہو جاتا ہے اسی طرح اگر مُرید قبل از استعداد جدا ہو جائے تو ناقص اور ابتر ہو جاتا ہے"

اگر طالب میں میل دُنیا اور رغبتِ اغنیاء دیکھتے۔ تو اس سے مایوس ہو جاتے

اور اسی طرح اگر نکاح پر مائل دیکھتے۔ اس سے بھی نا اُمید ہو جاتے اور کلمہ استرجاع پڑھتے۔ فرماتے کہ مبتدی کے واسطے کوئی چیز مثل عورت کے مُضر نہیں ہے جس وقت اس بلا میں مبتلا ہوا۔ دُنیا دار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طلب اس کے دل سے جاتی رہی اور اکثر یہ شعر پڑھتے۔

ے ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

آپ کی کشف و کرامات بیحد ہیں۔ ایک مرتبہ اپنے ایک مُرید کے بچّے کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ جا کر دیکھا۔ تو اس کی نزع کی حالت تھی۔ اور غرغرہ شروع ہو گیا تھا۔ اور سوائے سینہ کے اور کسی عضو میں جان نہ تھی۔ اور اس کی ماں روئی سے اس کے منہ میں پانی ٹپکاتی تھی۔ اس نے بچّے کو حضرت کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور ایسا رو کر اس کی صحت کی دُعا کی خواستگار ہوئی۔ کہ حضرت کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور آپ بجمیع ہمّت اس کے دفع مرض کے متوجہ ہو گئے۔ حتّٰی کہ آپ کا تمام جسم مبارک کانپنے لگا اور بعد ازاں درگاہِ الٰہی میں اس کی صحت کے واسطے دُعا مانگی چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ اس نے فی الفور آنکھیں کھول دیں اور کھانے کو مانگا۔ حضرت نے اپنے دستِ مُبارک سے چند لقمے اس کو کھلائے۔ اور اس کو اسی وقت سے تخفیف شروع ہو گئی۔ اور بالکل صحت ہو گئی۔

(۱) فرمایا: کہ طالب اس وقت اللہ تعالیٰ کا مُرید ہوتا ہے کہ اپنے سینے سے تمام مقاصد اور مرادیں دفع کرے اور حق تعالیٰ کی رضا کے سوا کوئی مراد اس کی نہ ہو۔ اور مردہ بدست زندہ ہو رہے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں ہر وقت تضرع و زاری کے ساتھ دُعا کرتا رہے کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا ہو۔ مجھ کو اس پر قائم رکھ۔ اور ایک لحظہ مجھ کو اپنے سے دُور مت کر۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس کی

تمنائے قلبی پر اس کو پہنچائے۔

(۲) فرمایا: آرزوئے فقیر یہی ہے کہ حیاتِ مستعار کے انفاس اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گزریں۔ اور گوشۂ نامرادی میں بیٹھ کر زبان کلمۂ طیبہ

"لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ"

کی تکرار سے تازہ رہے۔

(۳) فرمایا: طالبانِ خدا کو چاہیئے کہ ایک لمحہ جنابِ الٰہی سے غافل نہ ہوں تاکہ توجہ الی اللہ مزاحمت اغیار کے بغیر کہ اسی کو "دوامِ حضور" بھی کہتے ہیں۔ ملکۂ دل ہو جائے اور ماسوائے اللہ کا تعلق منقطع ہو جائے۔ اور کوئی مراد و مقصود اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں نہ رہے۔ اور وظائف و طاعات سے تعمیرِ اوقات کریں۔ اس طرح سے ہر روز کم از کم قلب سے پانچ ہزار ذکر اسم ذات اور تمام لطائف سے اقل ایک ایک ہزار اسم ذات اور گیارہ سو مرتبہ نفی و اثبات کا ذکر اور پانچ ہزار مرتبہ ذکرِ تہلیل بلحاظِ معنیٰ کریں اور کم از کم ایک پارۂ قرآن شریف با تدبرِ معنیٰ اور بارہ رکعت نماز تہجد اور چار چار رکعت اشراق و چاشت و فئ زوال اور بیس رکعت اوّابین اگر ممکن ہو سکیں۔ ورنہ چھ ہی پر اکتفا کریں۔ بکمالِ خضوع و خشوع سے ادا کریں اور آدمیوں سے بقدرِ ضرورت اختلاط رکھے کہ ادائے حقوق ہو جائے۔

(۴) فرمایا: دین و دُنیا کے امور کو پیرانِ کبار کے واسطے سے جنابِ الٰہی میں تفویض کرے۔ کتبِ تصوّف میں مکتوبات شریفہ کو مطالعے میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۵) فرمایا: ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایک ظرف میں کھانا کھاتا ہوں۔

(۶) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی

زیارت کو گیا۔ راہ میں دیکھا۔ کہ حضرت خواجہ تشریف لاتے ہیں اور فقیر سے متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ ؎

عشق آں خانمان خرابی ہست

کہ ترا آورد بخانۂ ما

حضرت نے ایام غدر میں دہلی سے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں سکونت فرمائی۔ وہاں حضرت محبوب ربّ العالمین کے انعامات و تشریفات کثیرہ سے مشرف ہوئے۔ دو سال کے قیام کے بعد آپ کا بتاریخ ۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ مزار شریف جنّت البقیع میں حضرت عثمان رضی تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

حضرت حاجی دوست محمّد صاحب قندہاری رحمۃ اللہ علیہ

(۳۴)

حضرت حاجی دوست محمّد صاحب قندہاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے اعظم و اکمل خلفا سے تھے۔ ابتداءِ طالبِ علمی ہی سے آپ کو فقراء کی زیارت کا شوق تھا۔ اور جب کسی کی تعریف سُنا کرتے۔ اس کی ملاقات کو جایا کرتے۔ جس وقت کہ صرف و نحو اور کچھ منطق پڑھ لی۔ تحصیلِ علم ظاہری سے دل سرد ہو گیا۔ اور اہلِ اللہ کی تلاش میں سفر اختیار کیا۔ اور اکثروں کے حلقے اور صحبت میں بیٹھے۔ مگر کہیں تسکین نہ ہوئی آخر بعض احباب کے مشورے سے دہلی کا ارادہ کیا۔ اور بمبئی میں حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی زیارت سے جب وہ حرمین شریفین جاتے تھے۔ مشرّف ہوئے اور بیعت بھی کی۔ مگر تسکین قلبی ان سے بھی نہ ہوئی۔ آخر کار ان کے اشارے سے دہلی میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں آپ کا جمالِ مُبارک دیکھتے ہی دل کو تسکین ہوگئی۔ آپ سے بیعت کی تجدید کی۔ ایک سال دو مہینے اور پانچ روز آپکی خدمت میں حاضر رہے۔ اور تمام و کمال سلوک مجدّدیہ حاصل کیا۔

حضرت حاجی صاحب کو اپنے پیر سے اس قدر محبّت اور عشق تھا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ اکثر آپ کی نعلین کو منھ پر رکھ کر رویا کرتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے بیت الخلا صاف کیا کرتے تھے۔ ایسی ہی حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ بھی آپ کے حال پر کمالِ عنایت فرماتے۔ چنانچہ ایک روز حضرت حاجی صاحب سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور تم اور تینوں فرزند ایک خوان سے طعام تناول کرتے ہیں۔ غرضکہ حضرت شاہ صاحبؒ کی آپ کے حال پر نہایت مہربانی تھی حتیٰ کہ اپنی ضمنیّت سے آپ کو مشرّف فرمایا۔ اس سے ہی سب کچھ قیاس کرلینا چاہیئے۔ حضرت نے آپ کو طریقۂ نقشبندیّہ وقادریہ وچشتیہ و دستار وقمیص وکلاہ عطا فرما کر خراسان کو رُخصت فرمایا۔ وہاں آپ کو قبولیّتِ عام پیدا ہوئی۔ اور اس طریقے کی اشاعت ہوئی۔ کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ کشف وکرامت کا کوئی شمار نہیں۔ صدہا خلیفہ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں مُرید ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔ اور وفات شب دوشنبہ ۲۲ شوّال ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ مزارِ مُبارک موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہے۔

حضرت حاجی محمّد عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۵)

حضرت حاجی محمّد عثمان صاحب دامانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی دوست محمّد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ کی انابت کی ابتدا

اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ طالب علمی کے ایام میں کسی شخص کی جانب سے کچھ پیغام رسانی کے واسطے حضرت حاجی دوست محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت حاجی صاحب طالب علموں کو سبق پڑھا رہے تھے جس وقت آپ نے پیغام پہنچایا۔ آپ کی طرف ایک نگاہ کی اور بات کا جواب دے دیا۔ اور آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ کئی ماہ کے بعد اس نگاہ نے اپنا اثر ظاہر کیا اور آپ تحصیلِ علم ترک کر کے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقہ و مراقبہ میں التزام کے ساتھ شریک ہوئے اور سلوک مجددیہ تمام و کمال حاصل کیا۔

آپ کو اپنے پیر کے ساتھ نہایت محبت تھی۔ چنانچہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ "میاں ملا محمد عثمان اخوند صاحب فقیہ لونی والا سلمہ اللہ تعالیٰ اکثر امور ایں فقیر از تدریس و امامتِ نماز و کتابتِ مکاتیب باطراف و بعض امور دیگر منوط باو شان است بردستِ فقیر بیعت نمودہ کسبِ طریقت تا کمالاتِ رسالت کردہ (اس وقت تک یعنی تا وقتِ تحریر آپ نے اس قدر حاصل کیا تھا) نہایت ارادتمند و محبِ فقیر اند۔ شرفِ اجازت یافتہ باذکار و افکار و امور مذکورہ اشتغال دارند"۔

انتقال کے وقت حضرت حاجی دوست محمد صاحب علیہ الرحمت نے آپکو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور حق یہ ہے کہ آپنے نہایت استقامت سے جانشینی کی۔ صدہا آدمیوں کو نسبتِ مجددیہ سے ان کی استعداد کے بقدر سیراب کیا۔ آپ صاحب کشف و کرامات و تصرفات تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۴۴ھ کو بمقام لونی تحصیل کلاچی ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ہوئی۔ آپ نے سہ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ کو انتقال فرمایا۔ مزارِ مبارک موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ہے۔

حضرت محمدؒ لعل شاہ دندانی رحمتہ اللہ علیہ

(۳۶)

طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ صدیقیہ کے منظوم و غیر منظوم دونوں شجروں میں حضرت محمدؒ لعل شاہ دندانی رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی موجود ہے۔ حضرت دندانی رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ نے بیعتِ اوّل فرمائی تھی جس کا ذکر حضرت قریشی رح کے حالات کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ حضرت دندانی رح کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ اور نہ ان کی تاریخِ ولادت یا تاریخِ وفات معلوم ہو سکی۔ وفات موضع شاہ دلا ور ضلع جہلم پنجاب میں ہوئی تھی۔

حضرت محمدؒ سراج الدین رحمتہ اللہ علیہ

(۳۷)

حضرت مولانا محمد سراج الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت محمدؒ عثمان دامانی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ نے بچپن ہی میں قرآن شریف با تجوید حفظ کیا۔ اور سولہ سترہ برس کی عمر میں کتبِ متداولہ پر عبور کر کے اپنے والد ماجد سے نسبتِ مجددیہ حاصل کی۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ آپ طریقۂ مشائخ عظام پر سختی سے قائم تھے۔ آپ کی وجہ سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ سلوک میں آپ بلند مقامات پر فائز تھے۔ آپ اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت میں سعی بلیغ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء بھی کامل اور مکمل تھے۔ حضرت مولانا فضل علی قریشی ہاشمی عباسی مسکین پوری رحمتہ اللہ علیہ آپ ہی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ اور ہمارے

مُرشدِ معظّم مولانا محمد عبدالمالک صاحب قریشی رح کے خلفائے کبار میں سے تھے۔
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۵ محرّم ۱۲۹۷ھ موسیٰ زئی شریف میں ہوئی۔ آپ نے ۱۳۵۴ھ کو وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مزارِ مبارک موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہے۔

کتابیّات

شجرۂ طیّبہ نقشبندیہ کے مشائخ رح کے حالات کا ماخذ مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

۱۔ حالات مشائخ نقشبندیہ مولفہ حضرت محمد حسن نقشبندی رح

۲۔ مدارج النبوّت۔ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رح

۳۔ تاریخ حبیب اللہ۔ ۴۔ احیاء العلوم۔ ۵۔ تاریخ الخلفاء۔

۶۔ نفحات الانس۔ ۷۔ جامی رح۔ ۸۔ تذکرہ اولیا۔ عطار رح

۹۔ حضرات القدس۔ مولانا بدرالدین سرہندی رح۔

۱۰۔ برکات احمدیہ۔ مولانا محمد ہاشم کشمی۔ ۱۱۔ روضۃ القیومیہ۔ محمد احسان رح

۱۲۔ مکتوبات امام ربّانی رح ہر سہ جلد۔ ۱۳۔ رسالہ مبدأ المعاد۔ شیخ مجدد رح

۱۴۔ مکتوبات معصومیہ۔ ۱۵۔ رسالہ یاقوتیہ۔ خواجہ عبداللہ فرزند خواجہ محمد معصوم رح

۱۶۔ مقامات معصومی۔ حضرت ظفر احمد رح۔ ۱۷۔ مقامات مظہریہ۔ شاہ غلام علی رح

۱۸۔ تکملہ مقامات مظہریہ۔ شاہ عبدالغنی دہلوی۔ ۱۹۔ معمولات مظہریہ۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی رح۔ ۲۰۔ دار المعارف۔ ملفوظات شاہ غلام علی صاحب رح

۲۱۔ مکتوبات حضرت شاہ غلام علی صاحب رح۔ ۲۲۔ مفید الطالبین۔ شاہ ابوسعید صاحب رح۔ ۲۳۔ مقاماتِ سعیدیہ۔ مولانا محمد مظہر صاحب رح

۲۴۔ دیوان مظہر حضرت مرزا مظہر جانجاناں رح۔ ۲۵ تحفہ رسولیہ۔ مولانا غلام محی الدین قصوری رح۔ ۲۶۔ ذکر السعیدین۔ شاہ محمد معصوم صاحب رامپوری رح

باب شانزدهم

اسمائے گرامی خلفائے کرام

حضرت امام العلماء والاتقیاء شیخ معظم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب عرف قمبر بابا رحسوات

۲۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب شین ملا صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ سیدو شریف سوات

۳۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب آلائی ثم کشمیری سری نگر ۸

۴۔ حضرت محمد اکبر صاحب کابلی قریہ جلال زئی علاقہ قلات نادا کلاں افغانستان

۵۔ حضرت مولانا الحاج حافظ محمد سید امیر صاحب کرڈی تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا، شیخ الحدیث ڈھلوان ضلع جہلم

۶۔ حضرت منجور صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ چار باغ سوات

۷۔ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب عرف لالہ مولوی صاحب ساکن شاہ منصور ضلع مردان

۸۔ حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب چکیسری شہید بمبئی (بھارت)

۹۔ مولانا محمد عندلیب صاحب الائی

۱۰۔ مولانا محمد صادق صاحب سوات حال امام علاقہ پشاور

۱۱۔ حضرت مولانا الحاج حافظ غلام حبیب صاحب مہتمم اعلیٰ دارالعلوم حنفیہ چکوال

ضلع جہلم

۱۲- حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب قمری خلف حضرت قمر بابا صاحب سوات

۱۳- حضرت مولانا عبدالودود صاحب سوات حال امام ضلع پشاور

۱۴- الحاج حافظ سید محمد ممتاز علی شاہ صاحب دہلوی فراشخانہ

۱۵- حضرت مولانا اخوندزادہ مولوی عبدالحمید صاحب مدرس وخطیب جامع مسجد بارنس روڈ کوئٹہ بلوچستان

۱۶- حضرت مولانا عبداللہ صاحب قندھاری کابلی علاقہ گرشنک تویہ توزا قوم اسحاق زئی۔

۱۷- حضرت مولانا عبدالقادر صاحب ساکن مخدوم پور پہوڑان ضلع ملتان

۱۸- مولانا عبدالواحد صاحب تھانہ بھون مدرس مدرسہ مالکیہ ضلع میرٹھ

۱۹- حضرت مولانا محمد اعظم صاحب موضع کفری ضلع سرگودھا

۲۰- حضرت مولانا میاں محمد صاحب موضع کفری ضلع سرگودھا

۲۱- قاری حافظ شفاعت احمد صاحب کیرانوی حال ساکن لاہور مہتمم مدرسہ فیض باغ لاہور

۲۲- مولانا رحمان الدین صاحب پڑانگ تحصیل چارسدہ پشاور

۲۳- حضرت مولانا الحاج عبدالحمید صاحب دہلوی حال ساکن راولپنڈی نبی سید دیورہ راولپنڈی

۲۴- حضرت مولانا محمد ایوب صاحب خطیب جامع مسجد ڈھمتوڑ ضلع ہزارہ

۲۵- علامہ مولانا محمد اشرف صاحب محدث متھرا کوہنہ ضلع پشاور

۲۶- حضرت مولانا محمد اشرف صاحب عرف بچر مولوی صاحب کابلی خطیب جامع مسجد

نقشبندیہ پشاور

۲۷۔ مولانا نذیر محمد صاحب عرف
صاحبزادہ چکیسری مدرس
دارالعلوم حقانیہ سیدو شریف
سوات

۲۸۔ حضرت مولانا سید عبد اللہ
شاہ صاحب کوہ مری

۲۹۔ حضرت مولانا الحاج عبد الغفار
خاں صاحب چترالوی ثم
شاہ جہاں پور مدھیہ پردیش
مالوہ محلہ نعلبندان ہندوستان

۳۰۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب
بنگالوی دہلوی مدفن در قبرستان
حضرت خواجہ باقی باللہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف
شاہ صاحب ساکن چشمی
ضلع پشاور

۳۲۔ محترم جناب منشی عبد الرزاق
صاحب سنبھلی ضلع مراد آباد

۳۳۔ محترم الحاج عبد الرشید صاحب

دہلی قصاب پورہ

۳۴۔ محترم حاجی اختر حق صاحب
کلیانہ ریاست جنید (بھارت)

۳۵۔ محترم جناب مرزا عبد الرحمٰن
بیگ صاحب کلیانہ ریاست
جیند۔ ہندوستان

۳۶۔ محترم الحاج جناب محمد حسین
صاحب مہتمم مدرسہ مالکیہ مسکین
پور نالی ضلع میرٹھ

۳۷۔ محترم جناب سید ملوک شاہ
صاحب بستی ملتان

۳۸۔ محترم جناب حافظ عبد الشکور
صاحب ساکن سیڈھا ضلع بجنور

۳۹۔ حضرت مولانا الحاج فضل احمد
صاحب صدر مدرس دارالعلوم
لکی مروت ضلع بنوں

۴۰۔ حضرت مولانا گل خان صاحب
مہتمم دارالعلوم دولت خیل
لکی مروت ضلع بنوں

۴۱۔ محترم مولوی محمد عیسیٰ صاحب
سوانی ثم مکی المدنی

۴۲۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب
کوچان ضلع پشاور

۴۳۔ مولانا نصیر الدین صاحب
کابلی امام دولت پور ضلع
پشاور

۴۴۔ محترم الحاج حافظ نذیر احمد
صاحب نگینہ ضلع بجنور۔
حال امام مسجد راولپنڈی

۴۵۔ حضرت مولانا زین العابدین صاحب
شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ
مسجد مہابت خاں پشاور

۴۶۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن
صاحب متھرا ضلع پشاور

۴۷۔ حضرت مولانا الحاج فضل محمد
صاحب خطیب جامع مسجد
للّٰہ شریف ضلع جہلم

۴۸۔ مولوی عبدالقدوس صاحب
چغرزئی سوات

۴۹۔ الحاج مولانا احمد اشرف صاحب
امام مسجد ترناب ضلع پشاور

۵۰۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب
سواتی

۵۱۔ محترم الحاج عنایت اللہ صاحب
کوچہ پنڈت دہلی (بھارت)

۵۲۔ محترم جناب ملا باجوڑ صاحب
سوات۔

۵۳۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب
نصرت سوات

۵۴۔ حضرت مولانا محمد فرید صاحب
- صاحب الحق زردلی مدرس
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ پشاور

۵۵۔ حضرت مولوی صوفی عبدالکریم
صاحب سواتی حال کراچی

۵۶۔ حضرت مولانا عبدالودود صاحب
خطیب کمر گئے۔ ضلع مردان

۵۷۔ حضرت مولانا عرس اللہ صاحب
بونیری صدر مدرس گجرات
ضلع مردان

۵۸۔ حضرت شمس القمر صاحب
بونیری مدرس دارالعلوم
گجرات ضلع مردان

۵۹۔ مولانا مولوی تاج محمد صاحب

ساکن اردم مدرس دارالعلوم
گجرات مردان

۶۰۔ حضرت مولانا حافظ سید محمد اعظم شاہ صاحب مدرس ساکن ناسایہ سُرخ ڈاکخانہ بخنی ضلع پشاور

۶۱۔ حضرت مولانا محمد فاضل صاحب۔ مدرس تیرادی پایاں ضلع پشاور

۶۲۔ حضرت مولانا شاکر اللہ صاحب۔ بونیری فاضل حقانیہ تخت آباد مدرس دارالعلوم پشاور

۶۳۔ حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب۔ خطیب جامع مسجد چمکنی ضلع پشاور

۶۴۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب۔ امام جامع مسجد ثانی چمکنی ضلع پشاور

۶۵۔ حضرت مولانا شیخ التفسیر مولوی عبدالحکیم صاحب کوہستانی سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع پشاور۔

۶۶۔ حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

۶۷۔ حضرت مولانا محمد فاضل صاحب۔ بونیری ساکن ایلی ساکن ڈگر۔ سوات

۶۸۔ حضرت مولانا شیخ السّلام صاحب۔ کوہستانی ساکن دوبیر سوات

۶۹۔ حضرت مولانا فضل حق صاحب۔ شاہ منصور ضلع مردان

۷۰۔ حضرت محمد عبدالمالک صاحب الائی حال ساکن مانسہرہ لوہار بانڈہ ڈاکخانہ ٹل ضلع ہزارہ

۷۱۔ حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب۔ گجرات ضلع مردان

۷۲۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم ہری پور ضلع ہزارہ

۷۳۔ محترم الحاج جناب سید حکیم غلام رسول شاہ صاحب

بھرت پوری حال کراچی

۷۴۔ حضرت مولانا محمد نعیم صاحب،
سواتی مقام کانا خطیب مسجد
ڈاکخانہ کلاں کراچی

۷۵۔ حضرت مولانا محمد اسفندیار
صاحب امام مسجد قبا بکرا پیڑھی
کراچی

۷۶۔ حضرت مولانا غریب اللہ صاحب.
خطیب جامع مسجد مانکئے ضلع
مردان

۷۷۔ محترم مولانا محمد شاہ صاحب
بیلہ نیکو خان ضلع پشاور ڈاکخانہ
گلوزئی

۷۸۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب.
افضل گڑھ ضلع بجنور حال میرٹھ
مہتمم دارالعلوم وخطیب مسجد

۷۹۔ حضرت مولانا احسن الدین صاحب.
امام وخطیب جامع مسجد شیر
کوٹ ضلع بجنور

۸۰۔ حضرت الحاج مولانا محمد فرید الدین
صاحب خطیب وامام جامع مسجد
افضل گڑھ ضلع بجنور

۸۱۔ حضرت حکیم مولوی حافظ محمد علی
صاحب کانشی ضلع میرٹھ
حال امام مسجد دہلی ومدرس
دینیات۔

۸۲۔ حضرت مولوی عبدالحمید صاحب.
خطیب جامع مسجد بلاک ۲۲
ناظم آباد کراچی

۸۳۔ جناب مولوی غلام احمد صاحب.
مدرسہ محمدیہ ضلع جھنگ

۸۴۔ الحاج جناب ٹھیکدار خدا بخش
خاں دہلوی۔

۸۵۔ جناب حاجی محمد احمد صاحب
لکھنوی ثم وطن آخر ملک شام

۸۶۔ حضرت مولانا علامہ سید محمد تقی
شاہ صاحب امروہی ثم میرٹھی

۸۷۔ حضرت مولانا اللہ بخش صاحب.
نورپوری ضلع بہاول پور

۸۸۔ جناب حافظ احمد سعید صاحب.
ہاپڑی ثم دہلوی

۸۹۔ جناب حاجی عنایت اللہ صاحب.

۹۰۔ جناب حافظ محمد سرفراز صاحب
سیالہ ضلع میرٹھ
۹۱۔ حضرت العلامہ مولانا محمد حیات
صاحب شیخ الحدیث و مہتمم حیات
مراد آباد۔ یو۔ پی
۹۲۔ حضرت مولانا سید نور الحسین شاہ
صاحب چیکر خطیب جامع مسجد
نوشہ پشاور
۹۳۔ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب
چارسدہ ضلع پشاور
۹۴۔ حضرت مولانا قاری محمد صابر
صاحب خطیب و امام جامع
مسجد مردان
۹۵۔ حضرت مولانا سعید اللہ صاحب
الحق صاحب صرنخ ضلع پشاور
۹۶۔ حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا
عبد المتین صاحب بابنان
ٹنگی چارسدہ پشاور
۹۷۔ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب
چمن کوئٹہ۔
۹۸۔ حضرت العلامہ مولانا نور الحسین
صاحب ضلع پشاور
۹۹۔ حضرت مولانا احمد بخش صاحب
چک نمبر ۶۰ ضلع ملتان شریف
۱۰۰۔ حضرت مولانا روح الامین صاحب
چارسدہ پشاور
۱۰۱۔ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب
سجادہ نشین شہداد پور ضلع
لاڑکانہ سندھ
۱۰۲۔ حضرت مولانا محمد نصیر الدین
صاحب شہزادکوٹ ضلع
لاڑکانہ
۱۰۳۔ حضرت مولانا حکیم عبد الحمید
صاحب تحصیل چارسدہ پشاور
۱۰۴۔ حضرت مولانا علامہ عبد الصمد
صاحب ساکن چینہ چارسدہ
ضلع پشاور
۱۰۵۔ حضرت حافظ قاری سید منظور احمد
صاحب ڈومیلی ضلع جہلم
۱۰۶۔ حضرت حافظ قاری مولانا عبد الرحمن
صاحب سواتی زرخیلہ علاقہ
ڈومیلی ضلع جہلم

۱۰۶- حضرت حافظ قاری مولانا عبد الرحمن صاحب سواتی زرخیلہ علاقہ شموزئی مدرسہ چکدرہ ملاکنڈ

۱۰۷ حضرت قاری مولانا محمد صاحب مدرس دار العلوم نیوٹاؤن کراچی ثم سواتی

۱۰۸- حضرت حافظ قاری نور محمد صاحب آلائی حال کراچی

۱۰۹- حضرت مولانا عبد الحنان صاحب کوہستانی

۱۱۰- حضرت مولانا عبد الغفور صاحب کوہستانی

۱۱۱- حضرت مولانا محمد اکرم صاحب چار باغ سوات

۱۱۲- حضرت علامہ مولانا محمد شعیب صاحب خطیب جامع مسجد فرادن

۱۱۳- حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث عبد الرؤف صاحب دار العلوم چارسدہ ضلع پشاور

۱۱۴ مولانا شہزاد گل صاحب پوسٹ کٹہ فٹ ریاست دیر تحصیل د ضلع مردان سکنہ بیلہ

۱۱۵- مولوی سعید اللہ صاحب مدرس مردان

۱۱۶- حضرت علامہ مولانا فضل مولیٰ صاحب ساکن کوٹ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

۱۱۷- حضرت مولانا عبد المتین صاحب خطیب جامع مسجد مہاجرین گوجرخاں ضلع راولپنڈی

۱۱۸- خضرت حافظ احمد دین صاحب خطیب جامع مسجد محلہ پاکستانی جلال پور جٹاں ضلع گجرات

۱۱۹- محترم الحاج حکیم محمد ادریس صاحب دہلوی ڈاکخانہ رنچھوڑ لائن کراچی ملا

۱۲۰- حضرت مولانا مولوی مدرار اللہ صاحب مدرار ایڈیٹر نوائے ملت مردان

۱۲۱- حضرت مولانا قمر الزمان صاحب مدرس دار العلوم چارسدہ ضلع پشاور

۱۲۲- حضرت مولانا غلام عیسیٰ صاحب
مقام وڈاکنی نہ گڑھی کپورہ
ضلع مردان

۱۲۳- مولوی فضل الرحمٰن صاحب
سواتی خطیب جامع مسجد
نمک منڈی پشاور

۱۲۴- محترم حکیم مولوی لذیذ صاحب
مقام پر خوڑھیری تحصیل و ضلع
مردان

۱۲۵- حضرت مولانا عبدالغنی صاحب
حال مدرس مدرسہ حقانیہ قدیم
ستانہ دار ریاست دیر ضلع
مردان

۱۲۶ حضرت مولانا محمد ہاروت صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ قدیم
تاروگے تحصیل خوازہ خیلہ سوات

۱۲۷- حضرت مولانا غلام رب صاحب
خطیب جامع مسجد ٹیکسٹائل
ملز نوشہرہ وطن چمکنی پشاور

۱۲۸- حضرت مولانا شمس الرحمٰن صاحب
خطیب جامع مسجد رحمانیہ
اصلی لاہور پیپلز کالونی لائل پور

۱۲۹- حضرت مولانا زرداد صاحب
مدرس منگورہ ریاست سوات
سکنہ دوبیر تحصیل وڈاکنانہ
دوبیر سوات

۱۳۰- حضرت مولانا عبدالودود صاحب
ولد مولانا عبدالحلیم صاحب سکنہ
سیل بانڈی تحصیل سیدو شریف
سوات

۱۳۱- حضرت مولانا عبداللہ صاحب
کوہستانی مدرس مدرسہ سیدو
شریف سوات

۱۳۲- حضرت مولانا حبیب الحق ولد
مولانا احمد صاحب سکنہ
شیوہ تحصیل صوابی ضلع مردان

۱۳۳- حضرت مولانا خونہ گل صاحب
ولد مولانا عبدالمنان صاحب
سکنہ کیمبل پور تحصیل چارباغ
سوات

۱۳۴- حضرت مولانا محمد گل جعفری صاحب
ولد مولانا عبدالجلیل صاحب

مدرس سید و شریف سکنہ آلوچہ
تحصیل پورن ۔سوات
۱۳۵۔ منور الدین صاحب ولد مولانا
محمد نبی صاحب سکنہ طوردرسک
تحصیل ڈگر علاقہ بونیر سوات
۱۳۶۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب
ولد مولانا نور الحق صاحب، فاضل
حقانیہ ڈاکخانہ تنگی تحصیل
چارسدہ ضلع پشاور
۱۳۷۔ ہدایت الحق صاحب ولد مولانا
فضل رزاق صاحب ڈاکخانہ
تنگی تحصیل چارسدہ ضلع
پشاور
۱۳۸۔ حضرت مولانا رحمت اللہ
صاحب ولد مولانا تسبیح اللہ
صاحب ڈاکخانہ تنگی تحصیل
چارسدہ ضلع پشاور
۱۳۹۔ مولانا سیف الدولہ صاحب
ولد مولانا عبد الصمد صاحب
مدرس منگورہ سکنہ طوردرسک
ڈاکخانہ و تحصیل ڈگر علاقہ بونیر
سوات
۱۴۰۔ مولانا عبد الحلیم صاحب ولد
مولانا خلیل الرحمن صاحب
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ
خٹک سکنہ زروبی تحصیل
صوابی مردان
۱۴۱۔ مولانا شفیع اللہ صاحب ولد
مولانا میر عبد اللہ صاحب
مدرس دار العلوم حقانیہ
سکنہ بام خیل تحصیل صوابی
ضلع مردان
۱۴۲۔ حضرت مولانا میاں گل صاحب
ولد مولانا شاہ رسول صاحب
ڈاکخانہ گل باڑہ ضلع مردان
۱۴۳۔ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب
۱۴۴۔ ولد مولانا قطب الدین صاحب
ڈاکخانہ بام خیل تحصیل صوابی
ضلع مردان
۱۴۴۔ حضرت مولانا سید چراغ الدین
شاہ صاحب خطیب و مہتمم
جامعہ حنفیہ انوار العلوم جامع

مسجد قاضی نظام الدین عیدگاہ
روڈ راولپنڈی
۱۴۵- حضرت مولانا دلبر خاں صاحب
گکرڈشنگ تحصیل بٹ گرام
ضلع ہزارہ
۱۴۶- حضرت مولانا محمد عمر صاحب بلوچ
مہتمم مدرسہ احرار الاسلام
رنگیسر لائن لیاری کوارٹر کراچی ۲
۱۴۷- حضرت مولانا محمد علی صاحب
صدر مدرس مدرسہ احرار الاسلام
رنگیسر لائن۔ لیاری کوارٹر کراچی ۲
۱۴۸- حضرت مولوی عبد الغفور صاحب
ولد حاجی گل صاحب لنڈیکوتل
۱۴۹- حضرت مولوی عبد الخیر صاحب
ولد قاضی عبد الرشید عرف
قنبر بابا صاحب سکنہ قنبر سوات
۱۵۰- حضرت مولوی عتیق اللہ صاحب
ولد حضرت مولوی غریب شاہ
صاحب سکنہ کالام ڈاکخانہ
کالام سوات
۱۵۱- حضرت مولانا عبد المجید صاحب
ولد مولانا سعید احمد صاحب
سکنہ بازار بونیر تحصیل جوڑ ضلع
سوات
۱۵۲- حضرت مولانا فضل صمدانی
صاحب ولد عبد القدیم صاحب
سکنہ باڑا چارسدہ
۱۵۳- حضرت مولانا فضل رازق
صاحب ولد مولانا عبد الخالق صاحب
سکنہ علاقہ دربند دیوی گلی
تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ
۱۵۴- حضرت مولانا مظفر الدین صاحب
ولد امین گل صاحب سکنہ
آلائی ڈاکخانہ پاشتو تحصیل
بٹ گرام ضلع ہزارہ حال مدرس
مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی
۱۵۵- حضرت مولانا قاری محمد عبد الملک
صاحب ولد الہ داد سکنہ
آج میرا ڈاکخانہ بٹ گرام
ضلع ہزارہ حال مدرس مدرسہ
فرقانیہ راولپنڈی
۱۵۶- حضرت مولوی ابو الحسن علی اکبر

جان ولد حافظ جمال الدین
(مرحوم) مقام بڑانگ کندی
میاں گان تحصیل چارسدہ
ضلع پشاور

۱۵۷- حضرت مولوی قاری فضل ربی
صاحب مقام نبیر تحصیل
بٹ گرام ضلع ہزارہ

۱۵۸- چودھری فیروزالدین صاحب
۷۴ آریہ نگر سمن آباد لاہور

۱۵۹- حضرت مولانا حافظ محمد غوث
صاحب بستی درگھ ڈاکخانہ
خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ
(ملتان ڈویژن)

۱۶۰- حضرت مولانا عبدالمتین
صاحب مکان خیدرہ تحصیل
ڈگر علاقہ بونیر ضلع سوات
رحال خطیب جامع مسجد
وحدت کالونی حیدرآباد سندھ

۱۶۱- حضرت مولانا غلام محمد صاحب
مہتمم مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن
لنگر کی حلقہ کرہ مری ضلع
راولپنڈی

۱۶۲- حضرت مولانا محمد منیرالدین صاحب
موضع حزیڑی تحصیل مٹہ،
ڈاکخانہ سیدوشریف ضلع
سوات حال سنہری جامع مسجد
کوئٹہ

۱۶۳- حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب
اغزبانڈہ تحصیل دیگرام ضلع
ہزارہ

۱۶۴ حضرت مولانا غلام ربانی صاحب
مقام ڈڈاکخانہ کوٹلی بالا تحصیل
مانسہرہ ضلع ہزارہ حال مدرس
انوارالعلوم جامعہ حنفیہ راولپنڈی

۱۶۵- حضرت حافظ قاری مولوی
جماعت علی شاہ صاحب
نائب مہتمم جامعہ حنفیہ انوارالعلوم
راولپنڈی

۱۶۶- حضرت مولانا عبدالولی صاحب
گڑھی کپورہ تحصیل مردان

۱۶۷- حضرت مولانا عبدالواحد صاحب
خطیب جامع مسجد شیخ البانڈی

تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ

۱۶۸۔ حضرت مولانا سید حسین شاہ صاحب
گاؤں پیڑا ڈاکخانہ بازکٹہ تحصیل
ڈگر ضلع سوات

۱۶۹۔ مولانا محمد شاہ عالم صاحب ولد
مولانا محمد عالم صاحب مقام
بیاری تحصیل بٹ گرام ضلع ہزارہ
حال خطیب جامع مسجد مینار محلہ
غریب آباد خانیوال

۱۷۰۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب
ولد عبدالحمید صاحب مقام
چغرزئی (قدیم) ڈاکخانہ باج
کھٹا تحصیل گل بانڈی ضلع
مردان

۱۷۱۔ حضرت مولانا عبدالستار صاحب
ولد مولوی محمد سلطان صاحب
مقام وڈا ڈاکخانہ فتح پور تحصیل
مٹہ ضلع سوات

۱۷۲۔ مولانا سید حسین شاہ صاحب
ولد سکندر شاہ مقام مغز واکوٹ
حال پیش امام و مدرس دینیات
گاؤں تھبڑا ڈاکخانہ باج کٹہ
تحصیل گاگرہ ضلع سوات

ضمیمۂ وفات

حضرت صدیقیؒ کی وفات کا سانحۂ کبریٰ

" تجلیاتِ صدیقی " کا مسودہ حضرت قبلہ شیخ معظم و مرشدِ مکرم مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی نقشبندی مجددی فضلی اعلی اللہ مقامہٗ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں لکھا گیا تھا اور بہت تھوڑا حصہ باقی تھا کہ اتنے میں یہ روح فرسا اور اندوہناک خبر ملی کہ حضرت اعلیٰ اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"

حضرت کی موت فردِ واحد کی موت نہیں ہے۔ بلکہ اس موت نے خاندانِ نقشبندیہ صدیقیہؒ کی ایک پوری جماعت کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ اور رنج و غم اور ماتم دائم کا ایک عظیم طوفان کھڑا کر کے ہمارے جذبات و احساسات کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ حضرت کی وفات سے جو انقلابِ عظیم برپا ہوا یہ شعر اس کی پوری طرح ترجمانی کر رہا ہے ؎

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکُ وَاحِدٍ
وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

بلاشبہ حضرت آسمانِ ولایت کے آفتابِ درخشاں تھے اور صد ہزار افسوس کہ یہ آفتابِ تاباں موت و فنا کی بدلیوں میں چھپ گیا۔

آفتابے بود شد اندر حجاب   رحمتِ حق باد بر وے بے حساب

آہ حضرت کی مفارقت نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ آج ہم حقیقی معنوں میں یتیم ہو گئے۔ ہمارے دلوں کا سرور جاتا رہا۔ ہمارے قلوب مضمحل اور ہماری آنکھیں اشکبار ہیں۔ ہماری بزم ہستی کی وہ رونق نہیں رہی جو حضرت کے دم قدم سے قائم تھی۔ آہ! وہ شمع فروزاں نہ رہی۔ جس کی ضیا پاشیوں سے پورا برِ صغیر پاک و ہند منور تھا۔ اب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ ؎

دراں بزمے کہ شمع روئے تو نیست
چراغ دیدہ را گل می تواں کرد

لیکن ہمیں اللہ کریم کی رحمت بے پایاں سے یہ امید رکھنی چاہیے کہ وہ ہمیں حضرت شیخ معظم و مرشد مکرم کے جاری کردہ چشمۂ علم و عرفان و فیضان سے کما حقہٗ سیراب و فیضیاب رکھے گا۔ اور حضرت نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ صدیقیہ کے نام سے جس جماعت حقہ کے قیام و استحکام کے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی تھی۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری استقامت اور اتباع سنت کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گی۔ البتہ اس امر کی اشد ضرورت ہے۔ کہ اس جماعت حقہ سے وابستہ تمام حضرات اپنے اندر مرکزیت اور اجتماعیت پیدا کریں اور پورے جذبۂ خلوص و یگانگت کے ساتھ حضرت کے مشن کو چلانے کے لیے اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششیں وقف کریں اور ان تدابیر کو بروئے عمل لائیں۔ جن کی بدولت حضرت کے مشن اور دینی و روحانی تحریک کو پوری سرگرمی کے ساتھ جاری رکھا جا سکے۔ تاکہ ہم بمصداق وَاللّٰہُ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ط اور یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ ط اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کے مستحق بنیں۔ ؎

گر نخل رفت میوۂ او پائیدار باد
دریا اگر گزشت در شاہوار باد

وفات سے پہلے

حضرت مرشد قبلہ صدیقی رد امسال جولائی کے مہینے میں راولپنڈی اور صوبہ سرحد کے تبلیغی دورے پر تشریف لائے تھے۔ راولپنڈی میں آپ حسبِ معمول جامع مسجد نظام الدین جامعہ حنفیہ انوارالعلوم میں پندرہ روزہ درسِ تربیت دیتے رہے۔ جماعت کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ کے مہتمم وخطیب الحاج مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب کے سپرد تھا۔ جب کہ حضرت خود جناب حاجی عبد اللطیف صاحب کے مکان پر اقامت فرما تھے۔

اس کے بعد آپ مولانا محمد ایوب صاحب خطیب کی دعوت پر دھمتوڑ تشریف لے گئے اور ۲۱ جولائی تک اصلاح وارشاد کی ضیا پاشیاں فرماتے رہے۔ اسی تاریخ شام کو آپ مردان تشریف لائے۔ اور اپنی اقامت سے حاجی عبدالحی صاحب کے مکان کو زینت بخشی۔ جمعۃ المبارک کی نماز مولانا قاری محمد صابر صاحب خطیب کی دعوت پر باغ جامع مسجد میں پڑھائی اور اپنے مواعظِ حسنہ سے فرزندانِ اسلام کو مستفید فرمایا۔ مردان میں اقامت کے دوران مختلف خدام کی دعوتوں میں بھی شرکت فرمائی۔ حاجی مطیع الرحمٰن صاحب کی دعوت کے علاوہ راقم الحروف (مدرار) کی دعوت کو بھی حسب سابق شرفِ قبولیت عطا فرما کر اس "خاک پا" کی عزت کو چار چاند لگا دئے بلکہ حضرت قبلہ نے اس دفعہ اپنی فیاضیوں سے کام لے کر تین دفعہ بندہ کے غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے اور برادرم مولانا محمد شعیب صاحب کے مکان کو بھی عزت بخشی۔ حضرت نے ازراہِ کرم ہمیں اپنی خاص توجہات اور فیوضات سے سرفراز فرمایا۔

آپ دو دن کے لیے منگورہ سوات بھی تشریف لے گئے۔ وہاں سے

واپسی پر اگست کے اوائل میں واپسی فرمائی جسب دعوت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک رات قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے راولپنڈی، گوجرانوالہ گجرات اور لاہور ہوتے ہوئے خانیوال پہنچے۔

حضور نبی اکرمؐ کی زیارت

مولانا حکیم احمد بخش صاحب واپسی کے دوران حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اختتامِ سفر تک ہم رکاب رہے۔ مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں حضرت نے مجھ سے بعض اہم باتیں ارشاد فرمائیں جو وصیت کی حیثیت رکھتی ہیں اور قابلِ یادگار ہیں۔ مولانا احمد بخش کا بیان ہے کہ مراجعت کے دوران حضرت قبلہ صدیقی رح گجرات میں ملک سجاد علی وکیل کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے۔ نماز تہجد پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمایا۔

مولوی صاحب! اس سال راولپنڈی اور مردان کے دورۂ تبلیغ میں مجھے بہت لطف اور حظ آیا۔ کیوں کہ مردان میں ایک رات حضور نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی آغوشِ مبارک میں بٹھا کر فرمایا کہ

"عبدالمالک! اب بوڑھے ہو چکے ہو۔ اب آرام کرو اور سفر کو ترک کر دو"

وضاحت

اس فرمانِ مبارک میں حضرت کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔

قبر کے بارے میں انکشاف

مولانا موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ گجرات پر دوسری رات کو جب کہ ہم تہجد کی دو رکعتیں پڑھ چکے تھے۔ حضرت قبلہ صدیقی رح نے مجھے فرمایا

"مولوی صاحب! جہاں میں بیٹھتا ہوں (خانیوال میں جہاں اس وقت آپ کا مزار مبارک ہے)" کیا اچھی جگہ ہے۔ آپ کو پسند

اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ مجھے تو بہت پسند ہے"۔
میں نے عرض کیا۔ کہ حضرت بہت اچھی جگہ ہے۔ فرمایا کہ،
آپ کو میری یہ بات سمجھ میں آئی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت
مجھے سمجھا دو۔ فرمایا کہ یہ میری قبر کی جگہ ہے۔

وضاحت حضرت کے مذکورہ ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کو اپنی وفات کے آثار قبل از وقت معلوم ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے آپ نے اپنی قبر مبارک کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ تقدیر الٰہی میں آپ کی قبر کے لئے جو جگہ مقرر تھی۔ اس کی آپ نے نشاندہی فرمائی۔ چنانچہ آپ کی بنائی ہوئی جگہ پر ہی آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

حضرت کا ایک اور انکشاف

مولانا محمد شاہ عالم صاحب نے بیان کیا۔ کہ حضرت کی وفات سے ایک دن قبل میں نے حضرت سے عرض کیا کہ مسجد کے پشتے کے لئے اینٹوں کی ضرورت ہے، اگر اجازت ہو، تو میں قبرستان والے مکان کی دیوار کو اکھیڑ کر اینٹوں کو پشتے میں لگا دوں۔ حضرت وہاں خود تشریف لے گئے۔ دیوار کا معائنہ کیا۔ پھر فرمانے لگے۔

"مولوی صاحب! چند دن چھوڑ دینا۔ پھر خود بخود اکھیڑنا پڑے گا"

وضاحت اس فرمان میں حضرت کا اپنی قبر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کی وفات کے بعد یہ دیوار اور مکان کی ساری عمارت اکھیڑنی ہو گی۔ چنانچہ اب ایسا ہی کرنا ہوا، کیونکہ حضرت کا مزارِ مبارک اس دیوار کے قریب ہی ہے۔

حضرت کی ایک کرامت کا ظہور

مولانا موصوف کا بیان ہے کہ حضرت کے سرحد کے دورۂ تبلیغ سے واپسی پر تشریف لانے کے بعد آپ کی نظر میں سب سے اہم کام جامع مسجد کی تعمیر کو پورا کرنا تھا۔ چنانچہ مسجد کے پشتے کی تعمیر کی طرف فوری توجہ دی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے چودھری سلیم الدین صاحب پاکستان ٹوبیکو کمپنی ملتان والے کو بلا کر فرمایا کہ مسجد کی بنیادوں میں مٹی پیشاب جمع ہو رہا ہے اور مجھے نہایت بے چینی ہے جتنا جلد ہو سکے اس کو بنوانا چاہیے۔

"میرے احمد پور جانے کے بعد پتہ نہیں کیا ہوگا۔"

حضرت کا فرمان سنتے ہی چودھری صاحب نے پشتہ کے لیے انتظام کیا اور حضرت کے منشاء کے عین مطابق چند دن میں کام مکمل ہوا۔ تو فرمانے لگے

"الحمد للہ مجھے تسلی اور تسکین ہو گئی۔"

اس دوران میں حضرت کی ایک کرامت کا ظہور ہوا اور وہ اس طور پر کہ پشتے کی تعمیر کے ابتدائی دن ہی میں عین ظہر کے وقت اذان کے متصل آسمان میں نہایت سیاہ بادل کی آمد کے ساتھ ساتھ بوندا باندی بھی شروع ہوئی، اور سخت بارش کے قطعی آثار پیدا ہو گئے تھے جس سے مسجد کے پشتے اور دیوار کو نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ تھا۔ کیونکہ بنیادوں کی کھدائی ہو چکی تھی۔ حضرت نماز کے لیے تشریف لے آئے۔ معمول کے مطابق اپنی نشست گاہ پر تشریف فرما ہوئے۔ مولانا نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ حضرت! سخت بارش آرہی ہے۔ جس کی وجہ سے مسجد کی بنیادوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ حضرت سنتے ہی فوراً اٹھ گئے مسجد کے صحن میں تشریف لے آئے اور اپنی انگشتِ شہادت سے بادل کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا موصوف سے فرمانے لگے کہ

"مولوی صاحب! بیفکر رہیں۔ اللہ رحم فرمائے گا۔"

بادل کی طرف تین دفعہ اشارہ کرنے کے بعد مسجد میں چلے گئے۔ نماز اور ختم شریف کے بعد جب باہر نکلے تو مطلع بالکل صاف تھا۔ مولانا موصوف نے عرض کیا۔ کہ حضرت بادل چلے گئے تو حضرت نے فرمایا۔

"اللہ نے رحم فرمایا۔"

خانیوال سے احمد پور کو روانگی

مولانا موصوف کا بیان ہے کہ وفات سے چند دن پہلے بروز شنبہ (پیر) بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۷۳ء مطابق ۵ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ حضرت خانیوال سے احمد پور شرقیہ تشریف لے گئے۔ جاتے وقت فرمانے لگے کہ

مولوی صاحب! میری دوائی ختم ہے کراچی سے دوائی آئے گی۔ (حکیم سید غلام رسول شاہ صاحب کی طرف سے جو حضرت کے ذاتی معالج تھے اور خلیفہ بھی) اس کو فوراً میرے پاس بھیجنا اور تشریف لے گئے۔ ہفتے کے دن یعنی ۸ ستمبر کو تقریباً دس بجے دن حضرت کی دوائی کراچی سے بذریعہ پارسل ملی۔ تعمیل حکم کرتے ہوئے فوراً برادرم نذیر احمد کو دوائی دے کر احمد پور روانہ کر دیا۔ تاکہ شام تک دوائی پہنچ جائے اور وہ شام تک احمد پور پہنچ گیا اور اسی دن حضرت کی طبیعت مبارک زیادہ علیل تھی، شام کی نماز پڑھ کر حضرت نے نذیر احمد کو کھانے کے متعلق فرمایا۔

وضاحت

حضرت قبلہ صدیقی رح اپنی دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کے حسن زرین اسلامی اصولوں پر گامزن تھے۔

اس کا اندازہ مندرجہ بالا واقعے سے ہو سکتا ہے کہ حضرت نے اپنے آخری ایام میں بھی جبکہ آپ بیمار تھے۔ عدل و مساوات کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور اتباعِ سنّت اور استقامت علی الشریعت کا ایک زندۂ جاوید ثبوت بہم پہنچا دیا۔ بلاشبہ حضرت اولوالعزم اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اس لئے انہوں نے زندگی کے ہر مرحلے پر طبعی رجحانات کو پس پُشت ڈال دیا اور لوائے شریعت کو ہمیشہ بلند کئے رکھا اور یہ مقام مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

حضرت کا وصالِ مبارک کراچی سے آئی ہوئی دوا کے استعمال سے حضرت کے مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا دوسرے حکیموں کی تجویز کردہ دوائیں بھی بے اثر ثابت ہوئیں۔ چنانچہ ۸ ر اور ۹ ر ستمبر کی درمیانی شب۔ کو بشبِ انوار دس بجکر دس منٹ پر حضرت کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے اور رُخ مبارک خود بخود قبلے کی طرف ہو گیا

وضاحت چونکہ حضرت، والدہ صاحبہ احمد پور والی نے حضرت کی بیماری اور وفات شریف کے تفصیلی حالات راقم الحروف کو بذریعۂ ڈاک ارسال فرمائے ہیں۔ اور حضرت والدہ صاحبہ کا یہ تحریری بیان آئندہ صفحات میں مکمل طور پر درج کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس مقام پر حضرت کی بیماری اور وفات شریف کی تفصیلات بیان نہیں کی گئیں۔

احمد پور میں حضرت کی نمازِ جنازہ حضرت کے نواسے میاں غلام احمد صاحب نے ۹ ستمبر کو بروز

اتوار صبح نو بجے نماز جنازہ بمقام عید گاہ احمد پور شرقیہ پڑھائی جس میں ہزاروں لوگ نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ شریک ہوئے۔

حضرت کے جنازے کو خانیوال لانے کا انتظام

مولانا محمد شاہ عالم صاحب نے بیان کیا کہ بروز اتوار بتاریخ ۹ ستمبر ۷۳ء مطابق ۱۱ شعبان ۱۳۹۳ھ ۱۱ بجے دن یہ دردناک خبر خانیوال پہنچی کہ حضرت رحلت فرما گئے۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی اور یہاں کی جماعت کی یہ خواہش تھی اور خود حضرت قبلہ کا فرمانِ مبارک بھی تھا۔ کہ مزار مبارک خانیوال میں بن جائے اور قبر مبارک کی جگہ بھی خود بتا دی تھی اور یہ وہ جگہ تھی۔ جہاں خود حضرت اکثر اوقات تشریف رکھتے تھے۔ مہمانوں سے بھی یہیں ملاقات فرماتے تھے۔ اور ڈاک بھی یہیں لکھواتے۔ اور مراقبے بھی یہیں فرماتے۔ چنانچہ حضرت کے فرمان کے مطابق حضرت کے جسم اطہر کے لانے کے لئے خانیوال سے مولانا محمد شاہ عالم بمعیت خواجہ محمد عبدالماجد صاحب وہمشیرگان وحضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی احمد پور شرقیہ چلے گئے۔ اتوار کے دن تین بجے وہاں پہنچے۔ حضرت کا جنازہ وہاں پڑھایا گیا تھا۔ قبر کا انتظام بھی ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں کا اصرار بھی تھا کہ حضرت کے دفن کا انتظام جلدی کیا جائے۔ لیکن یہ حضرت کی وصیت اور کرامت کا اثر تھا۔ کہ دفن کے انتظام میں یہاں تک تاخیر ردِ عمل آئی کہ خانیوال کی جماعت احمد پور پہنچ گئی۔ لہٰذا جماعت کے پہنچتے ہی حضرت کے جنازے کے لانے کا انتظام شروع ہو گیا چونکہ خانیوال کی جماعت کے ساتھ چودھری سلیم الدین صاحب کی کار اور ڈبہ دونوں تھے۔ اس لئے ڈبے میں چارپائی کے رکھنے کے لئے جگہ بنائی گئی اور تقریباً چار بجے وہاں سے خانیوال کے لئے روانگی ہوئی۔ یہ کاروانِ غم

ساڑھے آٹھ بجے رات خانیوال پہنچ گیا۔ خانیوال کا یہ عالم تھا کہ حضرت کی وفات کی خبر سُن کر سارا شہر ماتم کدہ بن گیا تھا لوگ گروہ در گروہ مسجد میں آکر جب حضرت کو نہ پاتے تو تڑپ اُٹھتے اور رونے لگتے۔ جب جنازہ پہنچ گیا اور قبر کی کھدائی کا انتظام شروع ہوا تو لوگوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کے لئے خواہش ظاہر کی اور اس پر سخت اصرار کیا جس کی بنا پر نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا اور یہ طے پایا کہ جنازہ مسجد کے سامنے پڑھا جائے۔ لیکن چند منٹ کے اندر لوگوں کے اژدھام کا یہ عالم ہوا۔ کہ مسجد کے قرب وجوار میں جنازے کا پڑھنا ناممکن ہو گیا لہٰذا سبزی منڈی کے پارک کو جو کافی وسیع ہے۔ جنازے کے لئے تجویز کیا گیا اور ساتھ ہی عوام کی اس خواہش کو بھی پورا کرنا تھا۔ کہ جیسا بھی ہو حضرت کے جنازے کی چارپائی کو کندھا دیا جائے۔ لیکن کثرتِ ہجوم کی وجہ سے یہ ناممکن ہو گیا۔ لہٰذا سبزی منڈی کے پارک کو جو کافی وسیع ہے۔ جنازے کے لیئے تجویز کیا گیا۔ اور ساتھ ہی عوام کی اس خواہش کو بھی پورا کرنا تھا۔ کہ جیسا بھی ہو۔ حضرت کے جنازے کی چارپائی کو کندھا دیا جائے۔ لیکن کثرتِ ہجوم کی وجہ سے تیس تیس، چالیس چالیس آدمی کندھا دیکر جنازہ گاہ کی طرف ایک عظیم جلوس کی شکل میں چلے۔ راستے میں اللہ اکبر اور تشہد کے کلمات پڑھتے رہے۔ رات کے دس بجے جنازہ گاہ پر پہنچے اور ٹھیک دس بج کر ایک منٹ پر نماز جنازہ پڑھی گئی جس کی امامت کے فرائض حضرت کے خلیفہ اور مینار والی جامع مسجد صدیقیہ کے امام و خطیب مولانا محمد شاد عالم نے پڑھائی نماز کے بعد لوگوں نے چہرہ مبارک دیکھنے کے لئے از حد بے تابی ظاہر کی۔ لیکن کثرتِ اژدھام کی وجہ سے یہ ناممکن تھا۔ اس لئے جنازے کو فوراً اٹھایا گیا۔ لیکن اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیئے لوگ سب کے سب مسجد میں پہنچ گئے اور حضرت

کے دفن تک تمام رات مسجد میں رہے حضرت کے جسم مبارک کو رات کے دو بج کر پندرہ منٹ پر پوری عقیدت و احترام کے ساتھ بے شمار اشکبار آنکھوں کے سامنے قبر میں اُتارا گیا اور رات کے چار بجے حضرت کی تدفین ہوئی حضرت کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے تمام لوگوں نے نہایت تضرع و خشوع کے ساتھ دُعا مانگی اور انتہائی درد و غم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے واپس چلے گئے۔

وفات کے بعد حضرت کے دل کی حرکت

مولانا شاہ عالم صاحب کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت کے دل کی حرکت جاری تھی۔ چنانچہ جب ہم احمد پور شرقیہ پہنچے اور حضرت کی چارپائی پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ اچانک میری نظر حضرت کے کفن کے اُوپر دل کے مقام پر پڑی۔ تو دل کے مقام پر کفن ہل رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل "اللہ اللہ" کر رہا ہے لیکن چونکہ پنکھا چل رہا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ شاید یہ پنکھے کی ہوا کی وجہ سے کفن ہل رہا ہے۔ لیکن جب جنازے کو خانیوال لے جانے کے لئے ڈبے میں رکھا گیا اور وہاں اس کا دوبارہ مشاہدہ کیا گیا تو پھر دیکھا گیا کہ دل برابر اللہ اللہ کر رہا ہے۔ جس سے کفن ہلتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مولانا موصوف کے علاوہ خانیوال کے اور لوگوں نے بھی راقم الحروف (مدرار) کے سامنے یہی واقعہ بیان کیا کہ ہم نے بھی حضرت کے دل کے مقام پر کفن کو ہلتے دیکھا ہے۔ ان راویوں میں جناب محمد نذیر صاحب اور جناب عبدالمجید صاحب بھی شامل ہیں۔

غسل دیتے وقت حضرت کی کیفیت

جناب حافظ محمد عباس صاحب نے راقم الحروف کو بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ حافظ نور محمد صاحب نے غسل دیتے وقت حضرت

قبلہ پر جو کیفیت دیکھی وہ اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت قبلہ کا چہرۂ مبارک غسل کے وقت قبلے کی طرف خود بخود مڑ جاتا تھا اور دوران غسل میں نے آپ کے جسم کے حصے کو جب پلٹا دیا ہے تو باقی جسم کے پلٹ جانے کے باوجود بھی آپ کا چہرۂ مبارک قبلے کی طرف پلٹ جاتا تھا۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ غسل کے بعد جب آپ کو کفن دیا جا چکا تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ تھا اور یہ علامت میں نے بزرگوں سے جنتی ہونے کی سنی ہے۔ حضرت کو غسل دیتے وقت پانی ڈالنے میں جناب حافظ محمد رفیق صاحب مولانا غلام احمد صاحب جناب حافظ محمد عباس صاحب اور منظور احمد صاحب شریک تھے۔

خانیوال کے ایک صاحب کا واقعہ

جناب محمد اصغر صاحب خانیوال نے بیان کیا کہ حضرت کی سرحد سے واپسی پر اور وفات سے چند دن پہلے آپ نے مجھے ایک کام کے لئے بلایا اس وقت میں گھر میں آئے ہوئے مہمانوں کی خدمت میں مصروف تھا۔ اس لئے حضرت کو کہلا بھیجا گیا کہ میں ابھی مہمانوں سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہوں تو حضرت نے فرمایا۔

"کیا میں مہمان نہیں ہوں"

حضرت اس بات کو جماعت والوں سے فرداً فرداً بیان فرماتے رہے۔ وفات شریف کے بعد ثابت ہوا کہ بدراصل اس میں حضرت کا اشارہ اپنی وفات کی طرف تھا کہ

"میں بھی تو چند دنوں کا مہمان ہوں"

حضرت کے مزار پر مراقبہ

مولانا حکیم احمد بخش صاحب نے بیان کیا کہ پیر کے دن بتاریخ ۱۰ ستمبر مجھے تقریباً ۱۱ بجے دن حضرت کے وصال کی خبر پہنچی۔

خبر سنتے ہی گاڑی میں سوار ہو کر عصر کے وقت خانیوال پہنچا، نماز عصر سے پہلے حضرت کے مزارِ مقدس پر حاضری دی۔ بوجہ رنج والم کے عقل صحیح کام نہیں کرتی تھی۔ میں حضرت کے مزار پر بجانب مشرق مراقب ہوا۔ مغرب کی طرف میرا منہ تھا۔ اتنے میں مَیں نے حضرت قبلہ مرشد کو دیکھا۔ تو فرمانے لگے۔

"مولوی صاحب! مرشد کے مزار پر خلافِ سنّت حاضری"۔

میں سمجھ گیا اور فوراً اُٹھ کر قبلے کی طرف سے مزار کی طرف آیا۔ اور قبلے کی طرف پیٹھ کر کے منہ مزار شریف کی طرف کر دیا۔ حضرت مرشد کے اس فرمانِ مبارک میں اس طرف اشارہ تھا کہ قبر کی زیارت کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ زائر کی پیٹھ قبلے کی طرف ہو اور منہ قبر کی طرف ہو۔ سبحان اللہ حضرت کا مقام کتنا بلند ہے کہ بعد از وفات بھی اپنے ایک خادم کو خلافِ سنّت طریقہ اختیار کرنے پر متنبہ کیا اور اتباعِ سنّت کی طرف متوجہ فرمایا۔ وَلَنِعْمَ مَاقِیْلَ ؎

شدیم خاک ولیکن بوئے تربتِ ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

خواجگان صاحبان کے رونے کا واقعہ

حافظ محمد امین صاحب کا بیان ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی نے میری ہمشیرہ سے وفات شریف کے بعد احمد پور شرقیہ میں بیان فرمایا کہ جب بھی حضرت سفر پر جاتے تھے۔ کبھی بچّے نہیں روئے۔ لیکن جب اس دفعہ حضرت خانیوال سے احمد پور شرقیہ تشریف لے جا رہے تھے۔ تو تمام بچّے رونے لگے۔ خصوصاً چھوٹے خواجہ جناب عبدالواجد صاحب شدت کے ساتھ روئے اور ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ خود مجھ پر بھی ایک نامعلوم شدید غم کی کیفیت طاری ہوئی۔

مدرار کی مزار مقدس پر حاضری

راقم الحروف (مدرار) کو مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۷۲ء کو دو بجے ظہر یہ روح فرسا اور المناک خبر پہنچی کہ حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ خبر سنتے ہی میں حواس باختہ جیسا ہو گیا اور کافی دیر تک میں گم سم خاموش رہا۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد میں نے خبر وفات کی مزید تفصیلات پوچھیں اور خانیوال جانے کی تیاری کرنے لگا۔ فرزندانم رضوان اللہ شہید اور اکرام اللہ شاہد نے فوراً میرے سفر کے انتظامات درست کر لئے، اور میں اپنے ایک آدمی کو ساتھ لے کر بس کے ذریعے خانیوال روانہ ہوا۔ دوسرے دن ۱۰ ستمبر کو ۴ بجے شام میں خانیوال پہنچا اور حضرت مرشد کے مزار مقدس پر دل بریاں اور چشم گریاں کے ساتھ حاضری دی۔ اس کے بعد مجھ پر رنج والم اور حضرت کے فیض و کرم کی جو کیفیات طاری ہوئیں۔ اس وقت میں ان کو بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اس کے لئے ایک اور صحبت کی ضرورت ہے۔ ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے
تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

بندہ سے کچھ دیر پہلے حاجی عبدالحی صاحب صوفی کریم اللہ صاحب مولانا سعید اللہ جان صاحب اور محمد عثمان صاحب خانیوال پہنچ گئے تھے۔ مولانا محمد شاہ عالم صاحب نے دوسرے دن نماز صبح کے بعد مجھ سے درس قرآن کرا دیا۔ درسِ قرآن کے اختتام پر بندہ نے حضرت کی سیرت کے ایک تابناک پہلو پر بھی تقریر کی، اور "نوحۂ غم" والی نظم بھی پڑھ کر سنائی، جس کو حاضرین نے سوز و گداز اور چشم پرنم کے ساتھ سنا۔ تیسرے دن صبح کی نماز کے بعد الحاج مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب خطیب و مہتمم جامعہ حنفیہ انوار العلوم راولپنڈی نے

درسِ قرآن دیا۔ اور آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ حضرت کا ذکرِ خیر فرمایا۔

احمد پور کو مردان کی جماعت کی روانگی

۱۲ ستمبر کو حضرت کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے ختمِ قرآن شریف کیا گیا جس کے بعد حضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی کی اجازت سے مردان کی جماعت فاتحہ خوانی کے لئے حضرت والدہ صاحبہ احمد پور والی کے پاس احمد پور شرقیہ چلی گئی اور وہاں والدہ صاحبہ کی خدمت میں پیغامِ تعزیت پہنچایا گیا اور باقاعدہ فاتحہ خوانی کی گئی۔ اس جماعت میں جناب حاجی عبدالحی صاحب، راقم الحروف (مدرآر) مولانا سعید اللہ جان صاحب، جناب صوفی کریم اللہ صاحب، مولانا عبدالودود صاحب، جناب محمد عثمان صاحب، جناب حبیب اللہ صاحب، مولانا حکیم احمد بخش صاحب، مولانا شمس العارفین صاحب، جناب سلطان محمود صاحب رفیق مدرآر۔ جناب نذیر احمد صاحب اور حضرت کے لختِ جگر جناب خواجہ محمد عبدالماجد صاحب شریک تھے۔

حضرت کے داماد جناب محمد رشید اختر صاحب اور جناب محمد سعید صاحب بھی شریک تھے۔ جناب خواجہ صاحب کو والدہ صاحبہ کی خدمت میں اندر بھیجا گیا والدہ صاحبہ نے اس کو اپنی گود میں لے لیا اور شفقت و محبت کا اظہار فرمایا اور خواجہ صاحب کو کچھ شیرینی بھی عطا فرمائی

جماعت نے حضرت والدہ سے عرض کیا۔ کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیے۔ والدہ صاحبہ نے جواباً فرمایا کہ حضرت کی دی ہوئی تعلیمات پر کاربند رہیں۔

تعزیت کنندگان کے اسمائے گرامی

جو حضرات فاتحہ خوانی اور تعزیت کے لئے خانیوں میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے بعض کے نام جو ہمیں معلوم ہو سکے یہ ہیں۔

جناب حاجی محمد رفیق صاحب کمشنر گجرات ۔ جناب سید عبدالروف شاہ صاحب داماد حضرت مولانا فضل علی قریشی ہاشمی عباسی رحمۃ اللہ علیہ مسکین پور شریف ۔ جناب چودھری فیروز الدین صاحب "الارشاد" ۴۷ آریہ نگر لاہور جناب حاجی عبداللطیف صاحب اصغر مال سکیم کوٹھی ۹۲ راولپنڈی جناب حافظ احمد الدین صاحب جلال پور جٹان ۔ جناب حاجی محمد اقبال صاحب صراف لاہور ۔ مولانا محمد غوث صاحب ملتان ۔ مولانا خلیل الرحمن صاحب قمبر سوات ۔ جناب حاجی محمد سرور صاحب تنگی ۔ مولانا ہدایت الحق صاحب تنگی ۔ ڈاکٹر سعید اللہ خاں صاحب تنگی ۔ حافظ اکرام الدین صاحب و جناب گل روز بابا صاحب تنگی ، جناب ماسٹر محمد شریف صاحب جلال پور جٹان ۔ جناب شمس الھادی صاحب ۔ مولانا غلام ربانی صاحب راولپنڈی حکیم محمد یونس صاحب ۔ مولانا عبدالرحمن صاحب احمد پور جناب حافظ عبدالرحمن صاحب خلف الرشید حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحب چکوال حافظ عبدالواحد صاحب و حاجی چمن شاہ صاحب احمد پور شرقیہ وغیرہ

احمد پور کی والدہ صاحبہ کا بیان

حضرت شیخ معظم صدیقی رح کی اہلیۂ محترمہ اور ہماری والدہ صاحبہ احمد پور والی نے حضرت کی بیماری اور وفات کے حالات کے بارے میں ایک تفصیلی بیان راقم الحروف کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال فرمایا تھا ۔ جسے "نوائے ملت" مجریہ ۱۶ اکتوبر میں مکمل طور پر شائع کیا گیا تھا ۔ اور اب "تجلیاتِ صدیقی" کے ضمیمۂ وفات میں بھی شامل کیا جارہا ہے ۔ یہ بیان حضرت کے سفرِ آخرت کے بارے میں ایک تاریخی دستاویز ہے ۔

اور میں چاہتا ہوں کہ "تجلیاتِ صدیقی" کے قارئین بھی اس سے مستفید ہوں

(مدثر عفی عنہ)

حضرت والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ

حضرت قبلہ ۳ اور ۴ ستمبر کی درمیانی رات (منگل) کو ۱۱ بجے خانیوال سے احمد پور تشریف لائے۔ گھر پہنچتے ہی اول وضو فرمایا اور پھر نماز عشار ادا فرمائی بعد از نماز میں نے دودھ گرم کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا۔ دودھ نوش فرمانے کے بعد حضرت آرام کے لئے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رابعہ بی بی جاگ گئی اور حضرت کے پاس جا بیٹھی اور حضرت قبلہ سے باتیں کرنے لگی۔ حضرت قبلہ نے شفقت و محبت سے فرمایا کہ بیٹی میں سفر کا تھکا ہوا ہوں آرام کرتا ہوں۔ اس کے بعد رابعہ بی بی دباتی رہی اور حضرت قبلہ آرام فرمانے لگے۔ میں (والدہ صاحبہ) نے بھی عرض کیا۔ ہاں آپ تھکے ہوئے ہیں آرام فرمائیں۔ حضرت سو گئے۔

پھر صبح کی نماز سے قبل حسبِ معمول تہجد کے لئے اٹھے اور بعد میں نماز صبح ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ پیٹ میں گڑبڑ ہے۔ خیر ناشتہ وغیرہ دودھ کے ہمراہ کیا اور دوپہر میں مرغی کا چوزہ جو کہ گھر میں موجود تھا ذبح ہوا۔ دوپہر کو اسی سے کھانا تناول فرمایا اور فرمایا، پیٹ ٹھیک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے کھانا بھی معمولی سا تناول فرمایا۔ شام کو ارشاد فرمایا کہ چاول ابال لئے جائیں اور باقی ماندہ چوزے کا شوربا ڈال کر کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منگل کا دن اور بدھ کی رات ختم ہوئی اور بدھ کا دن شروع ہوا۔ صبح کو دودھ سے ناشتہ فرمایا اور دوپہر کے لئے دلیہ پکانے کے لئے ارشاد فرمایا اور دوپہر کو یہی دلیہ تناول فرمایا۔ طبیعت ٹھیک

نہ ہونے پر حکیم صاحب کے مشورے پر جو کی آش یعنی جو کا پانی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جو کہ چار اوقات میں یہی غذا استعمال فرمائی۔ جمعرات اور جمعہ اسی غذا کے ساتھ گزرا۔

جمعۃ المبارک کے دن سنّت کے مطابق غسل فرمایا۔ لیکن طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے جسم مبارک کمزور ہو گیا اور زیادہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ چنانچہ حافظ محمد رفیق صاحب کو کہلوا بھیجا کہ میں مسجد تک بوجہ کمزوری نہیں جا سکتا ہوں۔ لہٰذا نماز ظہر گھر میں ادا فرمائی۔ جمعہ کی صبح کو حکیم وحید الدین صاحب آئے۔ جو کہ جماعت کے آدمی ہیں انہوں نے بتایا کہ نفخ" یعنی ریح کی تکلیف ہے اور دوائی تجویز کی۔ دوائی کے استعمال سے تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ کمر میں شدید درد شروع ہو گیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا۔ کہ سخت تکلیف ہے۔ کمر سیدھی نہیں ہوتی ہے۔ اس درد کی وجہ سے جمعۃ المبارک کی نماز کو تشریف نہ لے جا سکے۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ عصر کی نماز ادا فرمائی اور حکیم صاحب سے دوسری دوائی لائی گئی، اس اثنا میں تکلیف اور بھی بڑھ گئی۔ دوسری دوائی استعمال کرنے سے اور زیادہ تکلیف شروع ہو گئی اور پیاس نے شدت اختیار کر لی۔ پانی کا ایک پیالہ پینے کے بعد دوسرا پیالہ مانگتے پیاس ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ بار بار پانی طلب فرماتے تھے۔ میں (والدہ) نے کہا کہ حضرت! زیادہ پانی پینے سے نقصان ہونے کا احتمال ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ کیا کروں پیاس چین نہیں لینے دیتی ہے۔ میں پانی کا پیالہ پیش کرتی اور حضرت ایک دو گھونٹ نوش فرمانے کے بعد واپس کر دیتے۔ حضرت پیالے کو دونوں ہاتھوں سے ایسے پکڑتے جیسے بچہ کسی چیز پر بار بار گرتا ہے۔

ہفتے کے دن نمکین دلیہ تناول فرمایا۔ اور سندیافتہ حکیم محمد عیسٰے صاحب کو بلایا گیا حضرت قبلہ نے فرمایا نیم حکیم نہ آئے۔ چنانچہ اسی حکیم صاحب کی دوائی سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اور پیٹ کی تکلیف شدت اختیار کرگئی۔ اور پیٹ میں ابھار شروع ہوگیا۔ بہرحال حضرت قبلہ نے ظہر کی نماز کے لئے وضو فرمایا اور ہفتے کے روز ظہر کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد چارپائی پر لیٹ گئے اس وقت سانس میں کچھ کھچاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت قبلہ نے حافظ محمد امین صاحب سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ علامتِ سکرات تو نہیں ہے؟ تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ اِدھر جب یہ آواز میرے (والدہ صاحبہ) کانوں میں آگئی تو میں نے دریافت کیا کہ کیا فرما رہے ہیں۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں حضرت قبلہ کے قریب آئی۔ تو دیکھا کہ حضرت قبلہ نے آنکھیں کھولیں، میں (والدہ) نے دریافت کیا کہ کیا آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟ جواب میں فرمایا۔ نہیں میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تسلی دی۔ پھر آنکھیں بند کرلیں اور لبِ مبارک اسی طرح حرکت کرتے رہے لب مبارک سے کوئی کلمات تلاوت فرمارہے تھے (طریقہ نقشبندیہ کے مطابق ذکر خفی میں مشغول تھے)

اس کے بعد عصر کی نماز کا وضو فرمایا۔ نماز ادا فرمانے کے بعد حکیم صاحب آئے۔ اور تشخیص کے بعد کہنے لگے۔ کہ حالت نازک ہے اور نفخ کی تکلیف ہے اس سے جسم متورم ہوجانے اور جگر پھٹنے کا خدشہ ہے، حکیم صاحب جانے لگے تو میں نے کہا کہ غذا کے متعلق دریافت کرلیا جائے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے بکری کے گوشت کی یخنی بتائی۔ حضرت قبلہ کے تقویٰ اور پرہیز کی یہ آخری وقت میں کیفیت تھی کہ جب حکیم صاحب کے الفاظ سُنے۔ تو فوراً بلند آواز سے فرمایا۔ کہ میں بازار کا گوشت نہیں کھاتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ حکیم صاحب سے

کہو کہ بکری کا گوشت نہ ملے تو پھر کیا چیز دیں تو حکیم صاحب نے چوزے کی یخنی کے لئے کہا۔ ذرا غور کا مقام ہے کہ حضرت قبلہ کو جوں جوں قربِ خداوندی ہوتا جارہا تھا۔ ویسے ہی تقویٰ میں اور اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ حضرت قبلہ نے جب چوزے کا نام سُنا۔ تو فرمایا۔ وزن کیا ہوا چوزہ نہ لانا۔ کیونکہ ترازو پر وزن کیا ہوا چوزہ مکروہ ہے۔ رقم جتنی زیادہ لگے۔ بغیر وزن کیا ہوا لانا سبحان اللہ یہ تھی تقویٰ کی کیفیت، اس وقت شاید ہی دنیا میں کوئی بزرگ اور ولی اللہ اس پائے کا ملے۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد کے مطابق چوزہ لایا گیا اور چوزے کی یخنی نکالی گئی، مغرب کی نماز حضرت نے تیمم فرما کر ادا کی کیونکہ کمزوری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ مغرب کے قریب ہی نذیر احمد خانیوال سے حکیم سید غلام رسول شاہ صاحب کی دوائی لے کر آ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ دوائی رکھ دیں۔ ایسی دوسری دوائیں استعمال ہو رہی ہیں۔ چنانچہ دوائی رکھ دی گئی۔ مغرب کی نماز کے بعد لیٹے رہے۔ اتوار کی رات کو تقریباً آٹھ بجے سے قبل نمازِ عشاء ادا کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ میں نمازِ عشاء ادا کر دوں۔ میں (والدہ صاحبہ) نے کہا کہ ابھی آٹھ بجے ہیں۔ حضرت نے اپنی گھڑی خود دیکھی کہ ہاں پہلے ½ ۸ وقت ہوتا تھا اب ¼ ۸ بجے ہو گیا ہے۔ پھر سوا آٹھ بجے تیمم فرما کر نمازِ عشاء ادا فرمائی اور تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے اور مٹھیاں بھروائیں اور کچھ یخنی وغیرہ استعمال فرمائی۔

اس کے بعد آرام فرمانے لگے اور پاس بیٹھنے والوں کو فرمایا کہ وقت بہت ہو گیا ہے۔ لہٰذا اپنے گھروں کو جاؤ۔ اسی اثنا میں نمازِ عشاء سے قبل حافظ محمد عباس صاحب سے فرمایا کہ کیا یہ علامتِ سکرات تو نہیں ہے؟ لیکن حافظ محمد امین صاحب نے جواب دیا کہ حضرت مجھے معلوم نہیں۔ حضرت

کے ارشاد فرمانے پر کچھ لوگ چلے گئے۔ لیکن حافظ محمد امین صاحب، حافظ محمد ریاض صاحب اور میں (والدہ صاحبہ) حضرت قبلہ کے پاس موجود رہے تقریباً دس بجے کے قریب ارشاد فرمایا کہ مجھے قضائے حاجت کے لئے لے چلو۔ میں نے عرض کیا کہ بیت الخلا تو دور ہے۔ میں نے چارپائی کی پائینتی کی طرف مٹی رکھ دی ہے۔ چنانچہ میں نے اور حافظ محمد ریاض صاحب نے پکڑ کر بٹھایا۔ حضرت نے ڈھیلے طلب فرمائے۔ چنانچہ میں نے مٹی کے تین ڈھیلے حضرت قبلہ کے ہاتھ مبارک میں یکے بعد دیگرے دئے اور حضرت قبلہ نے سنّت کے مطابق ان ڈھیلوں کو استعمال فرمایا اور جونہی حضرت فراغت حاصل کر کے اُٹھے۔ اور ہم نے انہیں چارپائی پر بٹھایا۔ تو قے شروع ہو گئی اور دو مرتبہ قے کرتے ہوئے۔ جب تیسری مرتبہ قے ہوئی، تو آپ کے جسم مبارک سے طاقت جاتی رہی۔ اس کے بعد میں (والدہ) نے حافظ محمد امین صاحب سے کہا۔ کہ حضرت کو لٹا دو۔ چنانچہ حضرت کو لٹا دیا۔ اور مجھے حضرت قبلہ کے چہرے سے معلوم ہونے لگا۔ کہ حضرت کا آخری وقت ہے۔ اور کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور میں نے حضرت قبلہ کی آنکھوں مبارک کو بند کیا، معلوم ہوا۔ کہ تھوڑی سی ہوا منہ مبارک سے خارج ہوئی اور چہرہ مبارک خود بخود قبلے کی طرف مڑ گیا اور میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

میں کلیجے کو پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور تمام دنیا تاریک نظر آنے لگی۔

حضرت قبلہ کی قلبی حالت جاری تھی۔ اس وجہ سے حاضرین مجلس کو یقین نہیں آتا تھا۔ آخر ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا اور اس نے کہا کہ روح مبارک

پرواز کر چکی ہے۔ اس کے بعد میں نے حفاظ کرام کو قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا اور میں (والدہ) نے خود ہی مختلف مقامات پر اطلاعات دینے کا انتظام کیا۔ مجھے اس وقت خانیوال کی شادی اور بچوں کی اطلاع دی گئی۔ میں نے محمد امین خاں صاحب اور حافظ منظور احمد صاحب کو ٹیلیفون اور تار کا حکم دیا۔ لیکن افسوس کہ تار اور ٹیلیفون کے ذرائع خراب تھے۔ بمشکل کہیں کہیں اطلاع ہو سکی۔ میں (والدہ) نے کفن کے انتظامات کا بندوبست کیا اور حضرت کے پہلے سے رکھے ہوئے احرام سے کفن تیار کیا۔ جو ماء زمزم سے دھلا ہوا تھا۔ صبح کو میں نے حافظ محمد رفیق صاحب کو کہا کہ مسجد سے تختہ اور چارپائی لے کر آؤ۔ میں نے خود یہ تمام انتظامات کئے۔ میں نے تاکید کی کہ حضرت قبلہ کے نہلانے میں نہایت پاکیزگی کا خیال رکھا جائے۔ جیسے کہ وہ خود پاکیزگی کا خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ طہارت و صفائی کے ساتھ گھر میں حضرت کو غسل دیا گیا۔

اس کے بعد جنازہ پڑھنے پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت کے مریدین نے فرمایا کہ حضرت کے ورثاء کو خانیوال سے آنے دو۔ بعد میں جنازہ ہو گا چنانچہ علمائے کرام سے مشورہ کیا گیا، علمائے کرام نے مشورہ دیا کہ ان کے بعد کون وارث ہیں۔ تحقیق کے بعد حضرت قبلہ کے بھتیجے جناب عبدالرزاق صاحب کو بلایا گیا۔ اور اجازت چاہی گئی۔ انہوں نے اجازت دی اور جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ بعد ازاں میں نے نزدیک کے قبرستان میں قبر کھودنے کے لئے کہا۔ تاکہ میں قبر مبارک پر حاضری دے سکوں۔ قبر مبارک تیار ہو گئی جنازہ مبارک مسجد میں تھا۔ میں نے کہا کہ حضرت کو زیادہ دیر نہ رکھو۔ لیکن خانیوال سے ابھی تک کوئی نہیں آیا تھا۔ اس لئے تاخیر کی گئی۔

بعد ازاں حضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی تین بجے تشریف لائیں تو چودھری سلیم الدین صاحب نے اجازت چاہی۔ میں نے اجازت نہ دی اور کہا کہ میرا حق چھین رہے ہو۔ قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دو گے۔ اور کہا کہ خانیوال میں حضرت صاحب کی نشانی اولاد ہے۔ اس جگہ کو کوئی نقصان نہ ہو گا۔ احمد پور حضرت کی آخری آرام گاہ ہو گی اور یہاں ان کے مزار مبارک کی موجودگی ہمارے لئے باعث اطمینان ہو گی۔ لیکن میں روتی چلاتی رہی۔ کسی نے ایک بھی نہ مانی میں (والدہ صاحبہ) نے اپنے دل پر پتھر رکھ دیا اور کہا کہ میری قسمت میں یہی کچھ لکھا ہے اور دنیا میں میرا خدا کے سوا کوئی نہیں ہے۔ دل میں کہا۔

"اللہ کے حوالے"

حضرت قبلہ کا جنازہ خانیوال لے جایا گیا، اور ادھر رابعہ بی بی بیچاری رونے لگی کہ میرے ابا جان کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں نہیں جانے دوں گی۔ میں (والدہ صاحبہ) عدت کی وجہ سے خانیوال نہ جا سکی۔

اس کے چند دن کے بعد خواجہ محمد عبد الماجد صاحب مع جماعت احمد پور تشریف لائے۔ میں نے ان کو اندر بلوا کر پیار کیا۔ گود میں لیا اور دلاسہ دیا اور ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ کی تھیلی میں کچھ بادام اور مصری کوزہ بھی دی۔ بعد میں میں نے مولانا احمد بخش صاحب کو بلوا کر کہا کہ اگر خواجہ صاحب دودھ پینا چاہتے ہیں۔ ٹھنڈا یا گرم۔ حسبِ منشا بنا دیں اور آپ ان کو پلا دیں۔ مگر معلوم ہوا کہ خواجہ محمد عبد الماجد صاحب مع جماعت خانیوال روانہ ہو چکے ہیں۔ میں نے افسوس کا اظہار کیا اور کہا۔ خدا حافظ۔

حضرت کی موت شہادت کی موت ہے۔

حضرت والدہ صاحبہ احمد پور والی کا بیان

ختم ہوا جس میں بیان کی گئی تفصیلات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت شیخ معظّم قبلہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی موت پیٹ کی بیماری سے واقع ہوئی ہے اور حضور نبی اکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔ امام مالک، ابو داؤد اور نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جابر بن عتیک رض سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔

شہادت سات قسم کی ہے اُس شہادت کے سوا جو خدا کی راہ میں لڑکر شہید ہو۔

۱۔ "وہ شخص جو طاعون میں مرے شہید ہے۔

۲۔ جو دریا میں ڈوب کر مرے شہید ہے۔

۳۔ جو ذات الجنب میں مرے شہید ہے۔

۴۔ جو پیٹ کی بیماری میں مرے شہید ہے۔

۵۔ جو آگ میں جل کر مرے شہید ہے۔

۶۔ جو کسی عمارت کے نیچے دب کر مرے شہید ہے۔

۷۔ جو عورت حمل کی حالت میں مرے شہید ہے۔

اس حدیث شریف کے پیشِ نظر حضرت قبلہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی موت شہادت کی موت ہے۔ سبحان اللہ! حضرت کی شان کتنی بلند ہے کہ زندگی میں ولایت کے بلند درجات پر فائز تھے اور جب موت آئی تو شہادت پر فائز ہوئے جس سے دنیا والوں پر یہ ثابت ہوا کہ اللہ والوں کی زندگی بھی ممتاز ہوتی ہے اور موت بھی۔ قرآن حکیم نے تصریح فرمائی ہے کہ

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط

ان اولیاء اللہ کے لئے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

الحمد للہ کہ ہم متوسلین ایک ایسے شیخ کامل اور مکمل کا دامن پکڑے ہوئے ہیں جن کی حیات، اور موت دونوں حالتوں میں ہمارے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت شیخ رح کے نقش قدم کی پیروی اور اتباعِ سنت کی پابندی نصیب فرمائے اور حضرت کے درجات عالیہ کو اور بھی بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرتِ شیخ رح سے اپنی نسبت پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور اپنی قسمت پر نازاں ہیں۔ ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

علمائے دین کے تعزیتی پیغامات

"نوائے ملت" کے ذریعے جن علمائے دین کو حضرت شیخ معظم صدیقی رح کی وفات حسرت آیات سے اطلاع ہوئی۔ ان میں سے بعض حضرات نے راقم الحروف کے نام اپنے گرامی قدر تعزیتی پیغامات بھیجے اور بعض حضرات نے میرے غریب خانے پر تشریف لاکر فاتحہ خوانی کی اور تعزیت فرمائی۔ جن کی تفصیل درجِ ذیل کی جاتی ہے (مدرار)

(۱) حضرت مولانا صاحبزادہ حبیب النبی صاحب سجادہ نشین بکی شریف ضلع مردان لکھتے ہیں کہ

جریدۂ فریدہ "نوائے ملت" کے ذریعے حضرت قبلہ شمس العارفین جناب حضرت صدیقی احمد پوری رح کے انتقالِ پُر ملال سے آگاہی

ہوئی ۔ اس افسوسناک اور المناک حادثے سے روحانی صدمہ ہوا، حضرت صاحب کی جدائی عظیم سانحہ ہے ۔ اور ان کے فیوضات سے جو باعثِ صد برکات تھے دنیا محروم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازے اور ان کے روحانی فیوضات کو اور وسیع کرے ۔ تاکہ یہ اجڑی بستی اور ظلمت کدۂ عالم فیضیاب ہوتا رہے آمین یا رب العلمین بجاہِ سید المرسلین آپکی خدمت میں اگر عرض کروں کہ اللہ تعالیٰ آپکو صبر جمیل عطا کرے اور حضرت کے لواحقین اور متوسلین کو اس صدمے کے بدلے میں چند در چند اجر بخشے۔ تو آفتاب کو چراغ دکھانا ہے ۔ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ان کے فیوضات سے ہمارے قلوب کو منور کرے۔ آمین۔

برادرم مولانا ولی النبی صاحب سلام مسنون کہہ رہے ہیں ۔

والسلام مع الاحترام — دعاگو حبیب النبی عفی عنہ

(۲) حضرت قاضی حبیب الحق صاحب مہتمم مدرسۃ الحبیب دار العلوم بر مولی ضلع مردان لکھتے ہیں کہ: آپ کے اخبار سے ایک جانکاہ واقعے سے اطلاع ہوئی کہ حضرت پیر طریقت مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی رح وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اور بھی بلند فرمائے۔ اور ہم کو انکے طفیل نیک عاقبت عطا فرمائے۔ آمین۔

جنابِ عالی! میں نے اس سے پہلے کسی اخبار میں یہ خبر نہیں پڑھی تھی ، اور نہ کسی کی زبانی مطلع ہوا تھا۔ یقین کیجیے ۔ کہ حضرت کے ساتھ مجھے غائبانہ مگر والہانہ محبت پیدا ہو گئی تھی ۔ حضرت بہت ہی دریا دل بزرگ تھے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کی

وفات سے دیندار طبقے کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اللہ رحم فرمائے۔ والسلام
قاضی حبیب الحق عفی عنہ

(۳) حضرت مولانا صاحب حق عبدالحلیم صاحب خطیب بام خیل ضلع مردان نے میرے غریب خانہ پر تشریف لاکر اظہار رنج وغم فرمایا۔ اور کہا کہ مجھے "نوائے ملت" کا پرچہ ملا جس میں حضرت مرشد صدیقی رح کی وفات کے متعلق تفصیلی حالات شائع ہوئے ہیں میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور میں "نوائے ملت" کی اس اہم خدمت کو قدر و استحسان کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔

(۴) جناب چودھری فیروزالدین صاحب مکین "الارشاد" ۷۴ آریہ نگر لاہور حضرت کی فاتحہ خوانی میں شریک ہوئے تھے۔ آپ "نوائے ملت" میں حضرت کے حالات پڑھ کر لکھتے ہیں:

"نوائے ملت" کا پرچہ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۳ء موصول ہوا حضرت قبلہ غریب النواز کی وفات حسرت آیات کے واقعات کو آپ نے بہت خوش اسلوبی کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے جس کے لئے میں اور میرے خیال میں جماعت کے تمام افراد آپ کے مشکور ہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ مرا
گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
بازگو از نجد و از یارانِ نجد
تا در و دیوار ہا آید بوجد

جناب رضوان اللہ صاحب شیدا اور جناب اکرام اللہ صاحب شاہد کی خدمت میں سلام
والسلام والاکرام فیروزالدین

۵۔ حضرت مولانا سید علی حیدر بادشاہ صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ میاں ڈھیری تحصیل صوابی ضلع مردان تحریر فرماتے ہیں کہ

آپ کا اخبار بر وقت پہنچتا ہے۔ اس آخری پرچے میں حضرت مولانا

محمد عبد المالک صاحب صدیقی مرحوم کی وفات کا سانحہ پڑھا۔
بلکہ تمام پرچہ مرحوم کے حالات پر مشتمل تھا۔

مرحوم کی وفات مسلمانانِ پاکستان کے لئے عموماً اور معتقدین کے لئے خصوصاً نہایت عظیم سانحہ ہے۔ یہ کمی جو مرحوم کی وفات سے ہوئی ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کے پورا ہونے کا امکان ہے ورنہ بظاہر کچھ اسباب نظر نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا دینی اور دنیوی انتظام کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت سے مسرور کرے۔ ہم اور آپ جمیع مؤمنین کو اللہ تعالیٰ اس مقصد کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کے لئے جن وانس کی تخلیق ہوئی ہے۔ والسّلام

مخلص سید علی حیدر عفی عنہ

۶۔ جناب حکیم سید غلام رسول شاہ صاحب مجدّدی کریم منزل عقب فردوس کالونی کراچی ۱۸ لکھتے ہیں کہ

مجھے آپ سے غائبانہ تعارف حضرت اعلیٰ قدّس سرہٗ کے زمانہ مبارک سے تھا مگر اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد سے جناب نے ہفت روزہ "نوائے ملّت" کی دو تین کاپیاں اس خادم کو بذریعہ ڈاک ارسال فرما کر ملاقات کے جذبے کو بدرجۂ اتم اُبھار دیا ہے۔ جو آپ کے اخلاص کا پرتو ہے۔ پروردگار آپ کو اور آپ کے اس ادارے کو بہترین ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

نیز حضرت آفتابِ ولایت قبلہ مرشدنا نور اللہ مرقدہٗ کے

واقعات سراپا کرامات کو شائع کرنے کی مزید توفیقِ مقبولہ عطا فرما کر سلسلۂ عالیہ فضلیہ مالکیہ کے فروغ کا باعث بنائے اور جملہ برادران طریقت کی حوصلہ افزائی کے لئے ابداً قائم رکھے آمین۔ جناب رضوان اللہ صاحب شیدا اور جناب اکرام اللہ صاحب شاہد کی خدمت میں السّلام علیکم عرض باد۔ والسّلام

حکیم غلام رسول عفی عنہٗ

از کراچی فون ۶۱۵۷۱۵

۷۔ حضرت مولانا قاضی فضل الرحیم صاحب نائب صدر مدرس مدرسہ فتح العلوم شیوہ ضلع مردان

۸۔ مولانا غلام حیدر صاحب خطیب مینار والی جامع مسجد بکٹ گنج مردان

۹۔ مولانا الحاج غلام سرور صاحب

۱۰۔ مولانا محمد الیاس صاحب نے راقم الحروف کے غریب خانہ پر تشریف لاکر حضرت کے حق میں دعائے مغفرت کی اور ان کی بلندئ درجات کے لئے دعا مانگی۔ ان حضرات نے حضرت کی موت کو ملّتِ اسلامیہ پاکستان کے لئے ایک انتہائی دردانگیز سانحہ قرار دیا اور فرمایا کہ بلاشبہ حضرت ولایت وروحانیت کے ایک بلند ترین مقام پر فائز تھے اور وہ امام العلماء اور شمس الاولیاء تھے جن کے فیوضات اور انوار و برکات نے سرزمین صوبہ سرحد و قبائل کو بقعۂ نور بنادیا تھا وہ اسلام کے ایک عظیم مبلّغ اور نقیب تھے اور تقوٰی و طہارت اور اتباعِ سنّت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ مذکورہ علمائے دین نے حضرت کے پسماندگان کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا

اور دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

۱۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عباسی خطیب کلفٹن کراچی لکھتے ہیں کہ :۔

آپ کا اخبار" نوائے ملت" موصول ہوا ۔ آپ نے میرے غمگین دل کو کچھ سہارا دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی و دنیوی ترقیاں نصیب فرمائے ۔ آمین ۔ حضرت قبلہ ہمیں غمگین و حزین چھوڑ کر چلے گئے ہیں ۔ اب ہمیں ایسا شیخ نہیں مل سکتا ۔ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرا دے ۔

اب دنیا اندھیری ہے ۔

آپ نے حضرت قبلہ کی زندگی کے آخری حالات و واقعات چھپوا کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور سچی محبت کا ثبوت دیا ہے ۔ اور حضرت کی روح مبارک کو خوش کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے آمین ۔

میں نے یہاں کراچی میں حضرت قبلہ مرشدی رح کی وفات کے دن جو کچھ دیکھا وہ تحریر کر رہا ہوں ۔ ۸ ستمبر بروز ہفتہ صبح ہی میری طبیعت پر بڑا بوجھ معلوم ہو رہا تھا ۔ تمام دن یہ کیفیت رہی ، ۸ ستمبر رات مغرب کے بعد نہایت ہی بے چینی شروع ہو گئی ۸½ بجے جب عشار کی نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر آیا ۔ تو دیکھا کہ آسمان سے بارش کے موٹے موٹے قطرے آرہے ہیں ۔ آسمان پر چاند بھی نظر آرہا تھا اور تارے بھی خوب نظر آرہے تھے اور بادل کا نام نہ تھا ۔ تھوڑی دیر میں یہ قطرے بند ہو گئے ۔ یہی چیز میری

خوش دامن صاحبہ نے بھی دیکھی۔ تو وہ فرمانے لگی۔ آج دنیا سے کسی ولی اللہ کا انتقال ہوا ہے۔ جس پر آسمان بھی رو رہا ہے اس واقعہ سے تین دن بعد ہمیں حضرت قبلہ کے انتقال کی خبر ملی۔ لیکن روحانی طور سے پہلے خبر مل چکی تھی اور بظاہر اس کی تصدیق نہیں ہو رہی تھی۔ بہرحال جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یہ کوئی خواب نہیں ہے یہ آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے حضرت شیخ کی وفات پر آسمان بھی رو رہا تھا۔ قرآن پاک کی ایک آیت کی روشنی میں ولی اللہ کی وفات پر زمین و آسمان روتے ہیں۔

میرا تعارف:۔ میں بچپن میں حضرت کے گھر کا خادم رہا ہوں اور تقریباً ۱۲ یا ۱۴ سال احمد پور والی والدہ صاحبہ کی خدمت میں رہا ہوں۔ ۵ سال کی عمر میں حضرت کے پاس آیا تھا جب کہ حضرت نے ہندوستان میں مدرسہ کھولا تھا۔ پھر پڑھنے کے شوق نے احمد پور سے مختلف مدارس میں گھومایا۔ آخر میں دورہ حدیث شریف حضرت مولانا بندوی مدظلہ العالی سے پڑھا اور اب فوج میں امامت کرتا ہوں "تجلیات صدیقی کلاں" جب تیار ہو جائے تو ایک نسخہ بندہ کو بھی ارسال فرمایا جائے۔ کرم ہو گا۔ والسّلام

مخلص بشیر احمد عباسی

۱۲۔ جناب محمد فاروق شاہ صاحب محلہ جھنڈی ویڑا ملتان لکھتے ہیں کہ پرچہ "نوائے ملت" ملا۔ پڑھ کر نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ خداوند کریم آپ کو اس کا نیک اجر عطا فرمائے اور یہ پرچہ آپ کے دین اور دنیا دونوں میں کام آئے۔ آمین

مکرمی جناب! بندہ بمعہ اہل و عیال حضرت والدہ ماجدہ احمد پوری دامت برکاتہا کی خدمت میں تعزیت و فاتحہ خوانی کے لیئے حاضر ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے آخری لمحات بیان فرمائے۔ جو کہ ہم سالکین اور خلفاء کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ حضرت والدہ کے بیان کردہ یہ حالات "تجلیاتِ صدیقی" میں ضرور شائع کرنے چاہئیں۔ حضرت والدہ احمد پوری کو حضرت شیخ کے نکاح ثانی کی تاریخ سے لے کر آج تک کے تمام حالات معلوم تھے۔ لیکن انہوں نے حضرت شیخ رح کے سامنے اس کا کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ کوئی شکایت فرمائی اور یہ اس لئے کہ حضرت کی طبیعت مبارک کو ملال نہ ہو۔ والدہ احمد پوری حضرت کی اولاد کے متعلق عمدہ، پاکیزہ اور فراخدلانہ خیالات رکھتی ہیں۔ وہ حضرت کی اولاد کو اپنے سینۂ مبارک سے لگانے کو بیچین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دونوں والداؤں کو اور حضرت شیخ رح کی اولاد کو ہمیشہ شاد و خرم اور کامیاب رکھے اور ان کے درمیان صحیح معنوں میں اتفاق و اتحاد قائم رہے۔ آمین۔ والسّلام

مخلص محمد فاروق شاہ ملتان

۱۳۔ جناب محمد ابراہیم صاحب قریشی وحدت کالونی حیدر آباد لکھتے ہیں کہ:۔

آپ نے اپنے ہفت روزہ اخبار "نوائے ملت" میں حضرت مولانا و مرشدنا الحاج محمد عبد المالک صاحب صدیقی رح کے کچھ حالات و واقعات لکھے ہیں، جو میں نے مولانا عبد المتین صاحب خطیب کے پاس پڑھ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

"تجلیات صدیقی" کی اشاعت کا بے تابی سے انتظار کیا جا رہا ہے۔
مولانا عبدالمتین صاحب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ والسّلام
مخلص محمد ابراہیم قریشی حیدر آباد

۱۴۔ مولانا محمد شاہ عالم صاحب خطیب جامع مسجد صدیقیہ مینار والی خانیوال اپنی طرف سے اور حضرت والدہ صاحبہ خانیوال والی کی طرف سے لکھتے ہیں کہ:۔

" نوائے ملّت" نے بڑی اسلوبی کے ساتھ حضرت قبلہ کے حالات لکھ کر جماعت کی اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ ۲۷ ستمبر کا شمارہ تو لاجواب تھا۔ اسی طرح ۱۲ اکتوبر کا شمارہ بھی بہت اچھا لکھا ہوا تھا۔ یہ خدمت جو آپ کر رہے ہیں امید واثق ہے کہ حضرت شیخ رح آپ سے ضرور خوش ہوں گے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

والدہ صاحبہ نے "نوائے ملّت" کے مضامین بہت پسند فرمائے ہیں۔ حضرت والدہ فرماتی ہیں کہ میں ہر وقت آپ کیلئے دعا کرتی ہوں آپ بھی مجھے دُعا میں ضرور یاد رکھیں۔ والدہ محترمہ کی طرف سے سلام قبول باد۔ والسّلام مخلص محمد عالم خانیوال

۱۵۔ حضرت والدہ صاحبہ احمد پوری دامت برکاتہا اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتی ہیں کہ:۔

مورخہ ۱۲ اکتوبر کو نوائے ملّت" کے بیس پرچے اور اس سے قبل آپ کی رجسٹری اور خطوط مل چکے ہیں۔ پریشانیوں کی وجہ سے جواب نہیں لکھوا سکی۔ حضرت قبلہ کی وفات سے جو پریشانیاں اور مصیبتیں

مجھے آنی چاہئے تھیں۔ ان تمام آلام و مصائب۔ کا میں سامنا کر رہی ہوں۔ بقول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّہَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیًا

آپ جب مردان کی جماعت کے ساتھ احمد پور شرقیہ تشریف لائے تھے۔ اس وقت سب کے نام مجھے بتا گئے تھے، لیکن میں سخت پریشان تھی اور اس وقت میری یادداشت کام نہیں کرتی تھی۔ ورنہ آپ کو تمام حالات زبانی عرض کرتی اب جو حالات (میرے بیان کی روشنی میں) آپ نے دوبارہ تفصیلاً شائع ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین میرے حق میں دعا فرماتے رہا کریں کہ اللہ رب العزت صحت و تندرستی سے رکھے اور خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے۔ والسلام

آپ کی والدہ احمد پوری

بقلم جناب حافظ محمد عباس صاحب

برخوردار محسن صاحب کے لئے حضرت کا فرمان مبارک

حضرت شیخ معظم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی وفات سے پہلے مولانا احمد بخش صاحب کو یہ ارشادِ خاص فرمایا تھا۔ کہ حضرت حکیم غلام رسول شاہ صاحب کراچی کو یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ وہ میری طرف سے پیارے برخودار محسن صاحب کو یہ کہہ دیں کہ انہوں نے جس اخلاص کے پودے کو پالا تھا اس کو اخلاص کا پانی دینا۔ تاکہ یہ مرجھائے نہ۔

نوحۂ غم

بر وفات شیخ معظم صدیقی قدس سرہٗ

شیخ امت حجتِ اہلِ کمال　　حضرت عبدالمالک اے صاحب جمال
دل ترا گنجینۂ اسرار تھا　　سینہ تیرا مطلعِ انوار تھا
ذاتِ والا نور کی تصویر تھی　　حق نما اس نور کی تاثیر تھی
روئے زیبا حسن سے معمور تھا　　تیرے دم سے اک جہاں پُرنور تھا
زندگی تیری سراپا معرفت　　فقر تیرا افتخار سلطنت
ذکرِ حق میں روز و شب مشغول تھا　　بندگانِ خاص میں مقبول تھا
کی عطا حق نے تجھے شانِ بلند　　کردیا تجھکو جہاں میں ارجمند
تونے بندوں کو سکھائی بندگی　　تونے پیدا کی دلوں میں زندگی
جب سُنی تیری فراقت کی خبر　　پارہ پارہ ہوگیا میرا جگر
تیری فرقت میں ہے اک دنیا حزیں　　ہیں ہمارے مرد و زن ماتم گزیں
ہم عقیدت مند سب ہیں دل فگار　　یا الٰہی دے ہمیں صبر و قرار
السّلام اے مرشدِ عالی مقام　　السّلام اے مقتدائے خاص و عام
السّلام اے آفتابِ نقشبند　　السّلام اے انتخاب نقشبند
مصدرِ ارشاد و دعوت السّلام　　مظہرِ خلق نبوت السّلام
السّلام اے شمعِ ایماں السّلام　　السّلام اے نورِ عرفاں السّلام
السّلام اے حاجی بیت الحرام　　السّلام اے عاشق خیرالانام
چوں بدیدم روضہ‌ات گریاں شدم　　از فورِ رنج و غم بریاں شدم

ایستادہ بر درت مثلِ غلام | تاکنم نظارۂ ماہِ تمام
من گدائے تو اَم ناتواں | تو ئی محبوب با دلم محبوب با جاں
جانِ ما جانانِ ما سرکارِ ما | دلِ ترا دادیم اے سرکارِ ما
ہے دعا مدرار کی لیل و نہار | تجھ پہ ہو رحمت خدا کی بیشمار
تجھ سے ہو راضی خدائے ذوالمنن | قطبِ وقت اے شیخ قیوم زمن

تو طفیل شیخ اے ربِ مجیب
دین و دنیا کی سعادت کر نصیب

قطعۂ وفات

۱۳۹۳ھ

درشبِ یک شنبہ شعبان یازدہم | سیزدہ صد نود تاریخِ غم
چوں برفت از ما سوئے دار القرار | حضرتِ صدیقی مرشد محترم

قطعۂ دیگر

آٹھ ستمبر اور نو کی درمیانی رات تھی | بیسویں صدی کا تھا یارو! تہترواں برس
حضرتِ صدیقی مرشد ہو گئے واصل بحق | بج رہا ہے ہر طرف عالم میں ماتم کا جرس

مورخہ ۸ اور ۹ ستمبر کی درمیانی رات کو بشب اتوار ۱۹۷۳ء مطابق ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ کو دس بجکر دس منٹ پر احمد پور شرقیہ میں حضرت قبلہ صدیقی رہ وفات پا گئے اور پیر کی رات کو ۴ بج کر ۱۵ منٹ پر خانیوال میں دفن کیے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ط

خطاب به مزارِ شیخ رح

ای مزارِ شیخ نورِ چشمِ ما — ای سرورِ عاشقانِ بینوا
خاکِ تو ای روضه خوشتر از عبیر — منظرت روشن‌تر از بدرِ منیر
ارضِ تو از مشکِ او شد مشکبار — یافت از فیضانِ او عز و وقار
شد زمینت از جمالش تابناک — یافت رونق از دجودش ارضِ پاک
مرحبا ای سرزمینِ خانوال — خُفت در آغوشِ تو صاحبِ کمال
آنکه او در حق پرستی فرد بود — گوی تقویٰ از زمانه در ربود
پاسبانِ دینِ حق مردِ خدا — کاملان را پیشوا و مقتدا
زیرِ پایش نخوتِ اهلِ غرور — رفت صیتِ فضلِ او تا دور دور
عشقِ تو ای شیخ سامانِ نجات — نسبتِ تو خوب‌تر از شش جهات
مهرِ تو در سینه میدارم بسی — یک نگاهِ لطف کن بر بیکسی

رحمتِ حق باد بر تو بر دوام
این دعا مدّار گوید صبح و شام

یادِ حضرت مرشد صدیقی

از جناب چودھری فیروز الدین صاحب لاہور

من چہ گویم وصفِ آں عالیجناب	دینِ حقِ مصطفےٰ را آفتاب
آفتاب آمد زمیں پُر نور شد	ظلمتِ باطل سراسر دور شد
ذکرِ اسم ذات فکرِ عام شد	جلوۂ توحیدِ حق بر بام شد
او فنائی المصطفےٰ شد بہر دیں	او فنائی اللہ شد حق الیقین
در فنائے یافت او رازِ حیات	جُہد کن در راہِ دین ہر شش جہات
روحِ نو در جسمِ اسلامی دمید	ظُلمتِ باطل زبیشِ او رمید
راہِ دیں را خضرِ او، الیاس ہم	مظہرِ اسرارِ حق چوں جامِ جم
سالکانِ راہِ حق را رہنما	کاملاں را مقتدا و پیشوا
من چہ گویم وصفِ آں عالی مقام	رحمتِ حق باد بروے صبح و شام

نوٹ:۔ چودھری صاحب نے حضرت قبلہ کی تاریخ وفات ان کے نام مبارک اور مختلف الفاظ سے نکالی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)	حضرت	محمد عبد المالک	صدیقی	مجددی	جمع	۱۹۷۳ء
	۱۴۰۸	۹۲	۱۹۸	۲۱۴	۶۱	

(۲)	شیخ	والا	ہمت	جمع	۱۳۹۳ھ
	۹۱۷	۳۱۸	۴۴۵		

(۳) چراغِ خاندانِ نقشبنداں — فروغِ دینِ احمد عبد مالک

بسوئے گلشنِ جنت قدم زد — بہ شعباں یازدہم آں مردِ سالک
ندا آمد ز دل سالِ وصالش — کہ شیخ والاہمت عبدمالک

(۴) بندۂ خاص مولانا محمّد عبدالمالک صدیقی جمع ۱۳۹۳ھ

۶۱ ۶۹۱ ۱۳۷ ۹۲ ۱۹۸ ۲۱۴

(۵) عالم اسرار معرفت جمع ۱۳۹۳ھ

۱۴۱ ۴۶۲ ۷۹۰

(۶) ابر عرفاں محمّد عبدالمالک صدّیقی عفی عنہ جمع ۱۳۹۳ھ

۲۰۳ ۴۰۱ ۹۲ ۱۹۸ ۲۱۴ ۱۶۰ ۱۲۵

(۷) نورالحرمین محمّد عبدالمالک صدیقی مرحوم جمع ۱۳۹۳ھ

۵۹۵ ۹۲ ۱۹۸ ۲۱۴ ۲۹۴

(۸) شیخ الاسلام قطب دہر جمع ۱۳۹۳ھ

۱۰۷۳ ۳۲۰

(۹) شیخ الامّت ۔ ۱۳۹۳ھ

وصفِ مرشد

از مولانا حکیم احمد بخش صاحب

من بگویم وصفِ شیخِ مقتدا　　آنکہ بود او پیکرِ صدق و صفا
ذاکرِ حق بود در صبح و مسا　　پرتوِ حق از وجودش رونما
حضرتِ والا فنا فی اللہ بود　　صاحبِ عزّ و شرف ذی جاہ بود
ذکر اسمِ ذات را او عام کرد　　سرکشانِ دہر را او رام کرد
بود دینِ مصطفیٰ را پاسباں　　بود حق گو حق پرست و خوش بیاں
در بلادِ سرحد و پنجاب و سندھ　　باز در ایران و ہم در مُلکِ ہند
خادمانِ شیخ بینم بے شمار　　عاشقانِ ذاتِ پاکش صد ہزار

گوید احمد بخش بر تو صد سلام
اے جنابِ شیخ اے عالی مقام

مدحتِ شیخ رح

اے جبینت روشن از انوارِ حق
اے ضمیرت منبعِ اسرارِ حق

حضرتِ علامہ نورِ ملک ودیں
شیخِ پاکستان شیخ المسلمین

مظہرِ عرفاں صدّیقی نژاد
حضرت عبدالمالک اے سعدُ البلاد

پیکرِ علم و عمل عالی مقام
منبعِ اخلاص و تقویٰ خوش کلام

از دمت بالا نشانِ نقشبند
اے جمالِ خاندانِ نقشبند

چہرۂ تو چہرۂ مردانِ حق
سینہ ات معمور از فیضانِ حق

چشمِ تو حق بیں نگاہت پُر اثر
در کلامت علم و عرفاں مستتر

دعوتِ تو سوئے قرآں بیگماں
میکنی تائیدِ سنّت ہر زماں

مسلکِ تو اتباعِ مصطفےٰ است
فکرِ تو اعلائے حق صبح و مساست

در چنیں الحاد پرور روزگار
بینمت دینِ ہدیٰ را پاسدار

در پیامِ تو حیاتِ مسلمیں
در طریقِ تو فلاحِ مومنین

عالمانِ دیں را ماوئے توئی
طالبانِ دیں را ملجا توئی

صاحبِ رشد و مقاماتِ بلند
یکجہاں از فیض وجودت فیضمند

أَنْتَ حَبْلُ اللّٰهِ فِيْ أَعْصَارِنَا
أَنْتَ سَعْدُ الْخَلْقِ فِيْ أَمْصَارِنَا

أَنْتَ ذُو فَضْلٍ وَذَالِكَ بِالتُّقَىٰ
أَنْتَ ذُوْ فَيْضٍ وَفَيْضُكَ قَدْ فَشَا

تَمَسَّكَ الْعُلَمَاءُ بِذَيْلِ شَرِيفِكُمْ
وَبَذَلُوا النُّفُوْسَ عَلَى النَّفِيْسِ عَفِيفِكُمْ

چشمِ دل روشن بنورت کردہ ام | دولتِ کونین بدست آوردہ ام
چوں بدیدم روئے تو شیدا شدم | عاشقِ آں حضرتِ والا شدم
اَیُّهَا الشَّیْخُ الْمُکَرَّم معتدر | کن بحالِ ما غریباں یک نظر
اہلِ بیعت میکند صبح و مسا | در حقِ شیخِ معظّم ایں دُعا
یا الٰہی نامِ والا زندہ باد | فیضِ حضرت در جہاں پائندہ باد
ہدیۂ مدرار باشد ایں سطور | تا کہ آید در قبولِ آں حضور

میکنم برایں دُعا ختمِ کلام
اہلِ ایماں باد یا ربّ شادکام

سلسلۂ شریفہ اولیٰ

از مولانا محمد عمر صاحب ایرانی

خدایا سہل کن ایں مشکلم را | منور کن ز ایمان باطنم را
بحرمت احمد مختار یارب | بصدیق محب خاص یارب
بسلمان فارسی شیخ یارب | بقاسم عالم انوار یارب
بجعفر صادق مقبول یارب | بقطب بایزید شیخ یارب
بشیخ بوالحسن فیاض یارب | بہ بوالقاسم بکن تو سہل مطلب
بخواجہ بوعلی غوث یارب | بخواجہ یوسف ذات مقرب
بہ عبدالخالق مخدوم یارب | بخواجہ عارف محمود یارب
باں سید امیر مست دوراں | بشاہ نقشبند نقشبنداں
باں خواجہ علاء الدین ارشد | باں یعقوب چرخی شیخ سید
باں خواجہ عبید اللہ احرار | بخواجہ شیخ زاہد پیر ابرار
باں درویش محمد پیر کامل | بخواجہ امکنگی مقصود حاصل
بباقی باللہ قطب رہبر | باں خواجہ مجدد غوث صفدر
بہ معصوم شاہ کو فیاض انور | بہ سیف الدین عاشق ہمچوں حیدر
بہ سید نور محمد ذی خصائل | بہ شمس الدین مرزا باشمائل
بہ عبداللہ کہ شد بر ذات مائل | بہ شاہ بوسعید با فضائل

به شاه احمد سعید ذی شرافت — به حاجی صاحب کعب سعادت
بآں پیر کبار با مروت — شهِ داماں نگر برما و فضلت
سراج مجمع دورِ زمانه — سراج الدین سراج عارفانه
بآں فضل علی قطب زمانه — شده مقبول آں شاهِ یگانه

به غوثِ عارفانِ بحرِ وحدت
به قطبِ سالکان ذی شرافت

به استادِ نجیبِ غوثِ دوراں — شهِ صدیقی آں مقبولِ خاصاں
به فیاضِ زمانه چوں مجدد — بآں قطب العلی با فیضِ سرمد
خدایا بهرِ خاصانت نظر کن — به بحرِ معصیت غرقم بدر کن
ز عشقت بے دل و بے یاد سر کن — ز راهِ معصیت هم پر حذر کن

عمر را بهرِ نیکانت نظر کن
وجودش را ز شوقت پر شرر کن

کلامِ آخر

الحمدللہ کہ حضرت شیخ الامت مُرشدِ معظم صدّیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض و کرم کے طفیل کتاب "تجلیاتِ صدّیقی" آج بتاریخ ۱۳ شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۷۳ء پایۂ تکمیل تک پہنچگئی۔ میں نہایت ممنونیت و عبدیّت کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزّت میں دستِ بدُعا ہوں۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم بے پایاں سے تجلیاتِ صدّیقی" کو حضرت شیخ رح کی متمنیّات حسنہ کیمطابق مسلک نقشبندی کے حاملین اور تمام فرزندانِ اسلام کیلئے کما حقہٗ نافع اور مُفید بنائے۔ اور حضرت کی قائم کردہ جماعت حقہ کو قیامت تک زندہ و تابندہ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا ومولانا محمدٍ وّ آلہٖ وَاَصحَابِہٖ وَاتباعہٖ وَاھلِ بَیتِہٖ وَعِترتِہٖ اجمعین۔

ضمیمۂ ثانی

حضرت قریشی کے خطوط شیخِ معظّم کے نام

اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے پایاں لطف و کرم سے بندہ کو ایک بیش بہا روحانی خزانہ ملا ہے جس کو میں "تجلّیاتِ صدیقی" میں محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔ واقعہ یہ ہوا کہ مولانا محمّد عبدالقادر صاحب مخدوم پوری ضلع ملتان کے ایک گرامی نامہ سے یہ خوش خبری ملی کہ ان کے پاس قطب الارشاد حضرت دادا پیر مولانا محمّد فضل علی قریشی ہاشمی عبّاسی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اُن مکاتیبِ عالیہ کا ایک مجموعہ موجود ہے جو حضرت ممدوح نے ہمارے شیخِ معظّم حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب صدّیقی رحمۃ اللہ علیہ کو انکے تبلیغی دوروں کے دنوں میں وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت قبلہ صدیقی نے قبل از وصال آخری ملاقات میں احمد پور شریف کو روانگی سے ایک ہفتہ پہلے بندہ کے ذمّے یہ کام لگایا تھا کہ میں ان مکتوبات کو تلاش کر کے "تجلّیات صدیقی" کے طبع کرنے والے منتظمین کے سپرد کروں۔ مجھے بفضلہ تعالیٰ ہندوستان اور احمد پور شریف میں حضرت کی کفش برداری کا موقع نصیب ہوا تھا اور اس اثنا میں بندہ نے حضرت کے حکم سے پرانے ڈاک کے ذخیرے سے وہ مکتوبات جمع کئے تھے۔ اگرچہ خانیوال کے اجتماع کے موقع پر میں یہ مکتوبات آپ (مدار) کے سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن مشیتِ الٰہی سے اس وقت یہ ممکن نہ ہو سکا۔ اور اب یہ مکتوبات آپ (مدار) کے پاس بذریعہ ڈاک بھیجکر بری الذمّہ ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

اگرچہ یہ مکاتیبِ عالیہ ایسے وقت میں مجھے دستیاب ہوئے جب کہ کراچی میں حضرت مولانا حکیم سیّد غلام رسول صاحب مجدّدی کی نگرانی میں "تجلیات"

صدیقی" کی کتابت تقریباً ختم ہو چکی ہے لیکن باایں ہمہ میں یہ بے بہا روحانی خزانہ پہلی فرصت میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور ملتمس ہوں کہ وہ اس کو" تجلیات صدیقی" کے اواخر میں موزوں جگہ عنایت فرمائیں۔

یہ مکاتیبِ عالیہ من وعن درج ذیل ہیں (مدرار عفی عنہ)

---

(۱) از فقیر پور شریف ۴ جمادی الاوّل ۱۳۴۵ھ

بخدمت زبدۃ الاصفیاء عمدۃ الاتقیاء مکرّم و محترم عزیز القدر حضرت عزیزی مولوی محمد عبدالمالک صاحب زاد اللہ تعالیٰ عزّہٗ ورشدہٗ بمنّہٖ وکرمہٖ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مع احبابکم واصحابکم

راحت نامہ شرف صدور لاکر خورسند فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء شاباش بر عالی ہمتِ مردانِ ما۔

محمد فضل علی قریشی بقلمہٖ

(۲) بعد از السلام علیکم عرض خدمت میں ہے کہ جناب کے خطوط مبارک ہر مقام سے آتے رہے موجبِ دعاگوئی کے ہوئے۔ شکر در شکر، حمد بر حمد اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو بڑھائے فیضِ حضرات دن بدن ترقی پائے۔ مقیم نہ ہونے کے باعث آپ کے عریضہ کا جواب نہیں لکھا گیا۔ معافی فرمائیں۔ اب آپ کو اطلاع ہو کہ ۵ تاریخ ماہ حال یعنی ذوالحجہ کو عرس شریف ختم ہوگا۔ جو صاحبان اہل علم و اہل ذکر آنا چاہیں آجائیں۔ یہ عاجز تمام جماعت کے لئے دعا طلب ہوتا رہتا ہے۔ تمام جماعت کو السلام علیکم قبول ہو۔ جناب شاہ صاحب کو السلام علیکم عرض واحد ہے مولانا عبدالغفور صاحب، جناب شاہ صاحب سعید محمد شاہ صاحب، مولوی عبدالمجید صاحب وغیرہ صوفیوں کو لانگری صاحب

د مولوی خلیفہ نور احمد صاحب کے سلام قبول ہوں۔ اور مولانا خلیفہ محمد عبدالقیوم صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ضرور آجائیں۔ فقط

(۴۳) بخدمت جناب خلیفہ صاحب محمد عبدالمالک صاحب زاد اللہ رشدہٗ و وقدرہٗ از جانب فقیر حقیر لاشے محمد فضل علی قریشی ہاشمی

بعد از تسلیمات وافیات کے عرض معافی قصورات کا ہے کہ جناب کے چند مکتوبات کا جواب یہ عاجز نہ دے سکا کہ دعوتوں میں تھا اور فرصت نہ ملتی تھی آج ہم روز ہے گھر آئے کو۔ کچھ سستی، تھکان، کچھ کار و بارِ خانگی کی مشغولی میں رہے اب عرض خدمت میں ہے کہ چند دوستوں نے فیض و ترقی امور شرعیہ کے ادا ہونے کی خوشی میں خط لکھے ہیں۔ شکر ہے خدائے تعالیٰ دِن بدن اسلام کو اور فیض حضرات کو بڑھائے اور آپکی ترقیٔ مدارج و زیادتیٔ فیض و جزا نصیب اچھا کرے۔ اتنا عرض ہے کہ لوگوں کو سبق بہت دے دیتے ہیں اب انکو کثرتِ ذکر کی تاکید فرماؤ اور سبق فی الحال بند کر دو۔ جس قدر سبق پختہ ہوتا ہے بہت عمدہ ہوتا ہے، عبور میں چنداں فائدہ نہیں، جس شخص کو محنتی دیکھو سلطان الاذکار تک پہنچا کر پھر آہستگی پر رکھو۔ سبق دیر کو دو، اس میں مصلحت ہے بوقتِ ملاقات عرض ہوگی اور یہ بھی عرض ہے کہ کوئی شخص اپنے دل کی محبت سے واسطے ثواب آخرت کے خدمت روٹی کی یا مالی نقدی کرے قبول فرمایا کرو۔ اس نیّت سے کہ اس کو نفع ملے، نفع سے محروم نہ رہے اور اس کے لئے خدمت کرنی موجب حصولِ کمال ہے یہ عاجز جانتا ہے کہ آپ کو کسی قسم کا دُنیاوی طمع نہیں ہے لیکن دوسرے کا نفع ہے اگر کوئی شخص اپنی محبتِ قلبی سے کھانا حلال پاک لائے اگرچہ زردہ، پلاؤ گوشت حلوا ہو قبول فرمایا کرو اس نیت سے کھایا کہ جو قوت پیدا ہوگی خدا کے راستے میں خرچ ہوگی یہ کھانا نفس کی لذت کے واسطے نہیں

ہے خدا کے واسطے ہے بغیر قوت بدنی کے ضعف آ جاتا ہے۔ پھر ضعف سے نیکی ضعیف ہوتی ہے۔ اگر آپ اسکو تو رمضان شریف گھر گزار و گھر کا بھی حق ہے۔ یکبارگی اس عاجز نے آپ کو جلا وطن نہیں کیا ہے آنا جانا کرو۔ اس طریقۂ عالیہ میں وہ فیض ہے کہ مُرید صادق ہزار کوسوں سے پیر سے فیض لے سکتا ہے۔

احمد پور شریف یہ عاجز گیا۔ مولوی صاحب بشیر احمد صاحب کو عرض کیا کہ مولوی صاحب حضرت محمد عبدالمالک صاحب کو خط واپس آنے کا لکھو اور یہ عاجز تم پر اور تمام جماعت پر راضی ہے سب لوگ ہمت کرو۔ ہمت کا وقت ہے۔ تمام جماعت مردان و زنان و خورد و کلاں کو درجہ بدرجہ دعوات قبول ہوں۔

مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۴۷ھ جواب طلب

(۴) بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ اور خوشی حاصل ہوئی۔ اگلے خطوں کا جواب کلیانہ سے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ہے اور ایک خط احمد پور میں روانہ کیا ہے اور اب جواب دیا جاتا ہے کہ ہمت کرو۔ جس جگہ دعوت ہو، جاؤ۔ اجازت ہے دین پڑھانے کی غرض ہے کراچی جاؤ۔ خوب اللہ اللہ بتاؤ۔ یہ عاجز دعاگو ہے۔ جس جگہ جاؤ اس عاجز کی توجہ ساتھ ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ کلیانہ میں آپ کو اور مولوی صاحب محمد بشیر کو ارواحوں سے دعوت ہوئی دہلی کی۔ فجر کو بعد فراغت فقیر شریف میں مولوی صاحب عبدالخالق پر ارواح آئی۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ صاحب اور حضرت قطب الدین صاحب و حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اور کچھ اور بھی تھے دعوت کے واسطے تاکید فرماتے تھے کہ دہلی آؤ۔ دہلی کی حالت خراب ہے آئندہ کے واسطے عہد کیا گیا ہے اور عبدالخالق جو دہلی میں پڑھتا تھا بیعت ہوا تھا جس کو جذب ہو گیا تھا اور دوم رمضان شریف کو بعد نماز صبح حلقہ میں تمہارے واسطے اللہ عزّ و جلّ سے

بشارت فیض کی بہت ہوئی۔ مبارک ہو۔ اور مراقبہ میں اس عاجز کو بہت بشارات ملیں۔ اور تو بھول گئے ایک یاد ہے کہ نام اگلا بھی خوب ہے اب زیادہ کیا گیا ہے۔

"عبدِ منیب، حبیبِ عجیب"

واللہ اعلم۔ جس جگہ مقام کرو، احوال دیا کرو۔ حسن حمید کو سلام، تمام جماعت کو سلام جو ہل والی جماعت ہے اور شیڈ والی جماعت تمام نام بنام اور روہڑی والی جماعت، طماچانی باگڑجی والی، امراء علی امراء بیگ اور تمہاری جماعت سب کو بہت سلام قبول ہوں۔ ہمت کرو، دین حاصل کرو۔ اصلی مقصد دین ہے۔ تقویٰ کرو جتنا ہو سکے۔ آہستہ آہستہ تقویٰ بڑھاتے جاؤ۔ دین حاصل کرتے جاؤ "اللہ اللہ" بہت کیا کرو۔ یہ ذکر خدا بنیاد ہے سب نیکیوں کی۔ آپس میں محبت و خلق بہت کماؤ۔ روزی حلال کھاؤ۔ دھوکہ کسی کو نہ دو۔

یہ چند باتیں عرض کی گئی ہیں۔ اگر ان پر عمل کرو۔ تو دین و دنیا کا فائدہ دیکھو گے اور اگر کراچی جاؤ۔ تو کراچی والی جماعت کو بہت بہت سلام قبول ہوں۔ نمازیں صحیح کرو۔ اور وقت پر باجماعت پڑھو۔ اور دوسروں کو نصیحت کر کے پڑھاؤ۔ اور لیلۃ القدر کی رات ۲۷ کو جاگنا۔ واسطے عبادت سمجھانا جس جگہ جاؤ۔ اور عرس شریف پر جو ۲۲ شوال کو ہوتا ہے تاکید فرما دیں کیونکہ چرچا اسلام کا ہوتا ہے سب کوئی نصیب فیض کا حاصل کرے۔ اس عریضہ کا جواب دینا۔

مورخہ ۳ رمضان شریف ۱۳۴۷ھ

(۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ؕ

بعد السلام علیکم کے عرض ہے کہ آپ سے رخصت ہو کر یہ عاجز مع جماعت بخیریت جالندھر پہنچا۔ سات روز رہ کر امرتسر گئے۔ وہاں تین روز رہے پھر لاہو

گئے۔ وہاں تین روز رہے پھر کمالیہ گئے۔ چار پانچ دن ٹھہرے۔ ایک رات دن شام کوٹ رہے۔ تین روز ملتان رہے وہاں سے رخصت ہوکر بخیریت گھر پہنچے۔ گھر میں خیریت پائی۔ اطلاعاً عرض خدمت ہے۔ جناب مولانا نذیر احمد صاحب اور جناب شاہ صاحب سعید محمد صاحب کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے اور ہر ایک صاحب اپنے حالات مفصل ارقام فرمائیں۔ انتظار ہے۔ بخدمت ہر سہ صاحبان اس عاجز کی دست بستہ تسلیمات عرض ہوں۔ اور بخدمت جناب مولانا عبدالغفور صاحب و مولانا عبدالقیوم صاحب و مولانا عبدالرشید صاحب تسلیمات و ادعیات قبول ہوں۔ اور ہر سہ صاحبان کے گھر میں دعا ہا قبول ہوں۔ اور بخدمت جناب ہر یک عالم صاحب و طالب صاحب و برادران ادنیٰ و اکبر و اعلیٰ خورد و کلاں و مستورات اہل ذکر را تسلیمات مؤدبانہ و ادعیات فقیرانہ قبول باشند۔ بخدمت جناب مفتی صاحب تسلیمات مسنونہ و دعا مسکینانہ قبول باشند۔ ہمتی باید کہ وقتِ ہمت است چند نفوس مفت بے قیمت دستیاب شدہ اند ضائع نہ روند و در ذکر مولیٰ بگذرند عبد آں ہست کہ کارِ عبدیت کند۔ زیادہ ایں عاجز جاہل چہ نویسد از جماعتِ صوفیان سلام قبول باشند۔

یکم جمادی الاوّل۔ جواب طلب۔

(۶) بعد از السلام علیکم کے واضح ہو۔ کہ آپکے دو مکتوب پہنچے۔ خوشی اور آگاہی احوال سے ہوئی۔ یہ عاجز بحمداللہ تعالیٰ اب خیریت سے ہے۔ جلدی شفا آگئی تھی۔ اور عرض ہے کہ بعد عید کے اسی جگہ سے ہوکر سفر کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اور بخدمت مولانا نذیر احمد صاحب عرض ہے کہ اگر ۲۷ ماہ رمضان شریف کو آجائیں تو عنایت ہے نہیں تو آپ کے ساتھ بعدِ عید الفطر آجائیں۔ اور یہ عاجز بہت بہت راضی ہے۔ مولانا پر تھوڑی رنجش تعلیم کی تھی۔ عام کیا جائیں۔ اور ترقی مدارج کے واسطے ہوئی تھی۔ یہ معاملہ باطن کا تھا۔ یہ عاجز تمام جماعت احمد پور والی پر راضی ہے۔ سب کو

بہت بہت السلام علیکم قبول ہوں مولانا عبدالحمید صاحب کو تسلیمات مولانا بشیر احمد صاحب کو تسلیمات جناب شاہ صاحبان کو بہت بہت سلام اور گھروں میں دعوات فقط۔

(۷) بخدمت جناب خلیفہ صاحب رہبر سالک زاد اللہ تعالیٰ رشدکم چہار و بست ماہ جمادی الثانی بوقت مغرب در روہڑی و سکھر بد و رفیق یک میاں کمال خنداں و دیگر مولوی سلیم اللہ صاحب ہندوستانی بخیریت رسید بوقت عشاء برادر ظہور محمد مکاتیب برادراں و حضرات جماعت دہلی پیش کرو وقت تنگ بود نہادہ شدند بوقت بر آمدن آفتاب خواندہ شدند بر ترقی جماعت شکر یہ کردہ شد دعا برائے زیادتی فیض برائے ہر کس طلبیدہ شد اللہ تعالیٰ ہر کسی را توفیق عمل نیک برائے رضائے خود نصیب کند و نیز ارادہ کنم کہ

"چند نصائح بنویسم"

باز شرم می آید جہالت در میدان ظاہر کنم کدام بے عقل باشد کہ حضرت لقمانؑ حضرت سلیمانؑ و حضرت نعمان را پند دہد اتار گ عباسی غالب آمدی نویسم اگر صحیح باشند قبول فرمایند و اگر غلط باشند در کوئے بے پرواہی و نسیان اندازند

نصائح ایں ہستند

کہ اوّلاً ہر مؤمن را اعتقادِ صحیح اہلِ سنّت و جماعت باید داشت لعدہٗ در ادائے فرائض کوشاں باشند و واجب و سُنّت و مستحب را بحسبِ مراتب ادا کنند دریں زماں چہ علماء و مشائخ اکثر نام تقویٰ نمی گیرند کہ دن بجائے ہمہ بر جواز اکتفا کنند جواز برائے عوام کار دہد یا بوقت نہایت لاچاری خواص را نیز کار دہد اما دریں وقت تقویٰ و احسن و اولیٰ و مستحب را خواص گزاشتہ ایں افسوس می آید کہ علمائے سلف چہ باریک مسائل نوشتہ اند۔ دریں وقت مسئلہ جواز زور کردہ است ہر

یک را لازم کہ برائے دُنیا چہ قدر ترقی خواہند و برائے دین بر مسئلہ جواز اکتفا
است یعنی ہر چند سعی در تقویٰ کنند و علماء را کہ علم برائے رضائے خدا خوانند نہ
برائے نام مولویّت و چوں علم خوانند بر عمل کوشند اگر عمل نیست چوں آب
در چاہ است و اصلاح، مشائخ متبع سنّت کنند بسا کار اند کہ انسان کار خطائی
کند و می داند کہ کار صواب و ثواب می کنم ایں چنیں اغلاط بغیر صحبت و تعلیم شیخ رہائی
نمی باید و بر بحث کردن وقت ضائع نہ کنند مگر بوقت ضرورت اگر کسی ہدایت
خلق اللہ خواہد اوّلاً خود اخلاق حمیدہ حاصل کند و خصائل رزائل را زائل کند
و ہر وقت یا اکثر اوقات مطالعۂ عیوب خود کند و توبہ کند و بر ذکر قلبی وغیرہ بسیار
جد و جہد نماید و مقصود از علم رضائے خدا تعالیٰ است و رضائے محبوب خدا تعالیٰ
است صلّی اللہ علیہ وسلّم و بر خلق اللہ شفیق باشد و خدمت خلق اللہ کند و
کسب حلال نمودہ معیشت نماید و تابع جہال نہ شود اکنون ختم کنم،

جنونِ خود را بہ تیغِ خلق بکش خلق تا شود راضی
ایں سبق خوان از اولیائے ماضی

ایں نالائق بسیار دُعا برائے ترقی اسلام و برائے ترقی جماعت می خواہد
شمایان نیز از دُعا فراموش نسازند مضمون واحد برائے ہر یک صاحب خط کافی
دانند و برائے کتابت جواب ہر یک وقت بسیار خرچ می شد در قم نیز بیجا
صرف می شد معاف دارند و ہر یک صاحب از عالمان نشان جواب خط
بدہند کہ یاد داشتہ اگر بوطن روند بطریق برادری بکتابت یاد مانند و بخدمت جناب
مولانا عبد الغفور صاحب و مولوی عندلیب صاحب ہزاروی و مولوی محمد ابراہیم صاحب
بدخشانی و مولوی امیر اللہ خان صاحب و مولوی محمد عالم صاحب ہزاروی و مولوی
عبد الرشید صاحب قصاب پورہ و مولوی سید امیر صاحب شاہ پوری و بجناب

مفتی محمدؐ کفایت اللہ صاحب از یں عاجز نیاز و سلام عاجزانہ برسند و ایں جواب از سکھر دادہ شد و چند روز دریں جا انشاء اللہ قیام خواہیم نمود و ہر آں وقت کہ ازیں جا روانہ شویم خط دیگر نوشتہ آید۔

مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

(۸) بخدمت جناب خلیفہ صاحب مولوی محمدؐ عبدالمالک صاحب بارک اللہ فی ارشادک۔

بعد از تسلیمات وانیات معروض آنکہ خطوط شمار سیدند یکے امروز رسید جواب ہماں روز نوشتہ شد برسیدن خط بسیار فرحت می آید موجب دعا گوئی گردد شکر کردہ شود۔ کہ حق تعالیٰ روز بروز ایں فیض عالی را ترقی بخشد ہمت باید نمود از حق تعالیٰ حسن توفیق و ترقی فیض طلب باید نمود صاحب من! ہر کس کہ مرید شما باشد سبق اورا موجب استعداد بخشید بسیار تعجیل ہم خوب نیست ذاکر را محنت فرمایند و کسے کہ مرید شما نباشد سبق اورا نباید داد۔ در حلقہ نشینید نصیحت بشنود خلق باو باید کرد۔ فقط والسلام۔ و بخدمت جمیع عالمان و طالبان و ذاکران و دوستان تحفہ سلام قبول باد و آئندہ نیز از حالات اطلاع بخشندہ باشند و بخدمت جناب حضرت مولوی عبدالغفور صاحب بعد از تسلیمات کلمہ استرجاع معروض باد خدا تعالیٰ اجر عظیم بخشد و فرزند ارجمند نعم البدل نصیب فرمایند و ایں برائے آمد آنجناب در انتظار است و ہر یک حال پرسان را السلام علیکم قبول باد۔

مورخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ

(۹) بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ اس جگہ بفضلہ تعالیٰ خیر ہے۔ خیریت تمہارے مزاج شریف کی اور تمام جماعت اہل ذکر کی خواہاں ہے شکر بر شکر حمد بر حمد خدا تعالیٰ کا ہے کہ اپنے نام کی برکت سے طفیل حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیض کو بڑھایا ہے اور دن بدن زیادہ برکت دے۔ ہمت کرو اور کراچی جاؤ۔ خدا تعالیٰ سے

مدد مانگو۔ خالص لوجہ اللہ کام چلاؤ۔ خُلق اور نرمی سے لوگوں سے کام لو۔ یعنی ہدایت فرماؤ۔ اور عرس شریف پر فقیر پور شریف اور لوگ جو طالب فیض ہیں خوشی سے آئیں ہمراہ لاؤ۔ اور عرض یہی ہے کہ کراچی جاکر کسی واقف کار کو ساتھ کر کے چند چیزیں عمدہ کا نرخ پہلے لکھ بھیجیں پیچھے جو چیز منگانی ہوگی۔ روپے بھیجے جائینگے۔ خرید کر کے پارسل اسٹیشن گوٹھ چنی معرفت حاجی صاحب محمد یوسف کرنی ہوگی۔

اوّل دیگ تانبے کی عمدہ نیا مال جس میں ایک من چاول پک جائیں اس کا نرخ اور فی سیر کیا نرخ ہے اور کرایہ ریل کا کیا لگتا ہے گوٹھ چنی تک۔ اور مسکین پور کو آباد کرنے کا خیال کیا ہے کہ زمین بھی عمدہ ہے اور بہت بھی ہے۔ یہ خیال عاجز کا ہے۔ ایک مشین ہل والی ہو۔ جو بغیر بیل والوں کے کام دے۔ دوسری مشین پانی والی چاہ سے پانی نکال کر زمین سیراب ہووے۔ ایک مشین آٹا پیسنے والی ہو۔ تاکہ جو خلیفہ مسکین ہیں ان کو بھی اور آپ بھی مسکین پور جگہ بناکر آبادی کریں ننگر میں خدا برکت دے۔ جو جو خلیفہ صاحب اپنے اپنے علاقہ ہیں "اللہ اللہ" بتانے والے اور ان کے بال بچے گھر والے مسکین پور میں رہے ان کو روٹی لنگر سے ملے تاکہ ان کو پیچھے کا خطرہ روٹی کا لکڑی کا عزت کا نہ رہے۔ خوب طرح فارغ ہو کر "اللہ اللہ" بتادیں۔ ہمت کریں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو فتح دے یہ بات آپ کو اور تمام جماعت سکھر والی کو علی محمد مستری ظہور محمد عبدالغفار خان کو منظور ہو تو سب مشینوں کا پختہ پختہ حال لکھنا۔ درجے لکھنا۔ کیا کیا قیمت لگتی ہے خرچ تیل کا، کرایہ ریل کا نفع نقصان، فائدہ بہت ہے یا نقصان، اچھا خیال ہے یا خیال خام ہے یا کونسی مشین ہونی چاہیے یا کونسی نہ ہونی چاہیے۔ سب جماعت کے ساتھ مشورہ تجربہ کاروں سے کر کے مفصل حال پہلے لکھنا، پیچھے منگانے والی چیز منگائی جائے گی۔ اور جماعت جو مشورہ دے۔ پہلے اس عاجز کو سکھر سے اطلاع دیں۔

تمام جماعت کو سلام بہت بہت دیویں۔ جواب طلب ضروری۔ اگر نجیب خان کو خداتعالیٰ فرزند بخشے تو عجیب خان نام رکھیں۔ اگر کوئی اچھا سمجھو تو کہہ دیں قاصد تیار ہے۔ جلدی سے خط لکھا گیا ہے۔ یہ تعویذ نجیب خان کو دیویں۔ لڑکی کے واسطے باندھا کریں۔ باقی پینے کے ہیں جس طرح پیا کریں۔

(۱۰) یہ مکتوب اعلیٰحضرت قطب الارشاد قریشی صاحب نے شیخ معظم صدیقی رح کو جب کہ آپ شہر میرٹھ میں تھے بھیجا تھا۔

بعد از السلام علیکم معروض خدمت عالیہ باد کہ چند مکاتیب جناب رسیدند از یکدیگر زیادہ فرحت بخشیدند۔ الحمد للہ الحمد للہ خداتعالیٰ کہ ساعت بساعت، روز بروز، ہفتہ بہفتہ، ماہ بماہ، سال بسال صدی بصدی تا دوام دین اسلام ترقی یابد و جناب را خداتعالیٰ زیادہ توفیق خدمت اسلام دہد۔ ایں عاجز بر جناب بسیار راضی و خوش است۔

گوش و دل ہمیں احقر بسویت منتظر
روز و شب باشد کہ باشد دین احمد مفتخر

از نوشتن جواب مکاتیب ایں عاجز را معذور دانند کہ در سفر است۔ فرصت چنداں میسر نمی شود۔ ہمیں اندک نوشتہ را بسیار دانند۔ امروز از احمد پور شرقیہ بوقت نیم روز ارادۂ ما بجانب فقیر پور شریف است! اطلاعاً عرض است و باقی تمام دوستان و برادران اہل ذکر ہر جائے را تسلیمات مودبانہ معروض باشند و دعا نیستر فرمایند۔ مورخہ ۲۴ ماہ ربیع الاول

(۱۱) حامداً و مصلیاً و مسلماً

بعد از السلام علیکم کے خدمت میں عرض ہے کہ آپکا مکتوب شریف ملا۔ خوشی بہت حاصل ہوئی۔ ہمت کرو۔ لوگوں کے اعتراض ہرگز بند نہیں ہوتے۔ اس سلسلۂ شریف

کو چلائیے۔ اہل انصاف کو یہ فیض حضرات نقشبند غنی کر دیتا ہے۔ اپنا احوال لکھا کرو۔
میرے جواب میں دیر ہوتی ہے معاف فرمانا کہ وقت فصل کے کاٹنے اور تخم ریزی کا موسم
ہے۔کام بہت ہیں اور تمام جماعت اہل ذکر ہر جگہ والی کو میری طرف سے معروض دیا
کرو۔ اور لکھا کرو۔ بخدمت محمد تقی شاہ صاحب و مولانا حبیب الرحمن صاحب و
مولانا عبدالرحمن صاحب وغیرہ وغیرہ ہر خاص و عام کو درجہ بدرجہ سلام قبول ہو۔
مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ۔ جواب طلب از ہر جا۔

(۱۲) از مکتیسر کماؤں۔ مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

بخدمت زبدۃ الاتقیاء عمدۃ الاولیاء امام العلماء مولانا مولوی محمد عبدالمالک صاحب
زاداللہ عزہٗ ورشدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

المرام آنکہ آپ سے رخصت ہو کر براہ بریلی اسٹیشن کاٹھ گودام پر اا بجے اترے۔
وہاں سے گھوڑیوں پر سوار ہو کر ایک رات راستہ میں رہ کر دوسرے دن مقام پر پہنچے۔
ہر وقت دن رات ابر رہتا ہے۔ بہت سردی ہے۔ بارش بھی ہوا کرتی ہے۔ مقام
خوشگوار گرمی وغیرہ سے آرام ہے پندرہ دن کے قیام کا ارادہ کر لیا ہے۔ بعد میں دیکھا
جائے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہی ہوگا۔ محمد عبدالشکور کا پتہ تحریر فرمائیں کہ
ڈیرہ دون کس راستہ گزر ہوگا کہ بوقت تیاری آپ کو دیا جائے گا اور آپ ہر مقام
سے خط تحریر کیا کریں تاکہ وقت ضرورت آپکو خط مبارک پہنچ جائے۔ پتہ جوابی
کارڈ پر تحریر ہے اس مختصر پتہ پر پہنچتا ہے۔

مقام مکتیسر کماؤں ضلع نینی تال یوپی معرفت شیخ نصیر احمد اسسٹنٹ منیجر۔
جمیع جماعت اہل ذکر کو السلام علیکم۔ محمد فضل علی قریشی بقلمہ

(۱۳) خلیفہ جانباز سلامت باشند۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکا خط آیا۔ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں استقامت و اتفاق نہایت عطا فرمائے اور آپکے اجتہاد کو قبول فرمائے۔ ہم تمہارے اتفاق اور حسن خُلق کو دیکھ کر خوش اور راضی ہیں۔ ایک دوسرے کی بڑی عزت کرو۔ خدمت خلق سے دریغ نہ کیا کرو۔ ملک خدا وسیع ہے۔ خلق خدا تعالیٰ تھوڑی نہیں جس کو شکار ہاتھ لگنے جانے نہ دے۔ مگر ادب شرط ہے۔ آپ کلیانہ جاؤ۔ مدینچی میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا کام کر کے آؤ۔ میں نے اس کو خط لکھ دیا ہے اور حاجی جمعہ جی گوٹھ والے نے دعوت کا خط بھیجا ہے مولوی البشیر احمد صاحب اور مولوی نور حسن صاحب اور حاجی کریم بخش صاحب کو مخصوص کر کے دعوت لکھی ہے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۴ ذی الحج کو فقیر پور شریف سے روانہ ہو کر ملتان حاجی جمعہ کی دعوت پر پہنچیں گے۔ ملتان سے پہلی یا دوسری محرم جیسے اللہ کو منظور ہے روانہ ہو کر سیدھے احمد پور شرقیہ میں آنے کا ارادہ ہے۔ دن تھوڑے ہیں۔ اگر آپ کو فرصت نہ ہو تو احمد پور ایک رات رہو۔ ورنہ آپکی مرضی ہے اور اختیار ہے جس طرح اچھا سمجھو ویسا کرو۔ آپ نے خلفاء کی پس خوردہ کی بابت لکھا ہے تو دوسری جماعت کو کھانے کا حق ہے۔ کیونکہ یہ بیت المال ہے اگر بچ جائے تو خراب ہو جائے گا۔ چاہیے کہ تمام جماعت کو ایک شخص جو میزبانی کرتا ہے حق بخشدے۔ مولوی اختر حق و نثار احمد کو السلام علیکم۔

(۱۴) از مکتیسر کماؤں ضلع نینی تال ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۵۰ھ

بخدمت مصدر فیوضات یزدانی، منبع رموزات پنہانی جناب حضرت صاحب مولوی محمد عبدالمالک صاحب زاد اللہ تعالیٰ رشدہٗ و عزہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

سرفراز نامہ پہنچا۔ خرمی حاصل ہوئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ بروز دوشنبہ ۶ ربیع الثانی کو اس جگہ سے روانہ ہو کر شام تک کانسی پور پہنچ جائیں گے جو حافظ صاحب

قاری محمد عبداللہ صاحب کلیانوی کے مقام کا اسٹیشن ہے ایک یا دو رات قاری صاحب کی دعوت لیکر آپکی طرف روانہ ہوں گے۔ جناب قاری صاحب کا خط آیا تھا اور تحریر فرمایا تھا کہ بروز دوشنبہ اسٹیشن کالنسی پور آپ کا انتظار کروں گا۔ لہٰذا انکے پاس جانا ضروری سمجھا۔ واللہ اعلم کس قدر قیام ہو۔ مگر زیادہ نہ ٹھہریں گے حتی الوسع جلدی چلنے کی کوشش کریں گے۔ عبدالشکور اور جماعت اہل ذکر کو السلام علیکم۔

دعائیہ محمدّ فضل علی قریشی بقلمہ۔

(۱۵) از روہتک۔ ۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۵۰ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کی روانگی کے بعد دانت بناکر لایا۔ الحمدللہ کہ بہت عمدہ بنے اور مولوی نذیر حسین صاحب بہت حاضر ہوا کرتے تھے اور باقی حضرات بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ ۵ جمادی الاوّل کو شب جمعہ شریف غازی آباد احمد علی خان کی دعوت لی گئی۔ شنبہ کے دن آٹھ بجے گاڑی پر سوار ہو کر بعد مغرب بجے سگنانہ میں احمد خان کے پاس پہنچے اس کا لڑکا عبدالستار درست حالت پر ہے۔ کسی سے لڑتا جھگڑتا نہیں۔ ہاں قدرے خار باقی ہے اس کو سمجھایا گیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑے دنوں میں شفایاب ہو جائے گا۔ دو رات قیام کیا۔ وہاں سے واپس ہو کر آج مورّخہ ۱۰ ماہ حال کو بعافیت تمام روہتک میں پہنچے۔ اور آپ کے دو سرفراز نامے محمدّ شفیع نے پیش کئے۔ پڑھنے سے بہت فرحت ہوئی۔ مولوی عبدالحمید صاحب کی پوری معرفت نہیں ہوئی اور نہ دہلی میں آپ کا سرفراز نامہ ملا۔ تعلیم سلوک کے طالبان کو جانفشانی سے سلوک تلقین فرمائیں کیونکہ آپکا فرض منصبی یہی ہے اور جو لوگ فقیر کے ہاتھ پر بیعت سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے ہیں ان کو توجہ دینا اور سبق پڑھانا زیادہ مدِّ نظر رکھیں حتی الامکان ان کو محبت اور اخلاص کے ساتھ ترقی دیں کیونکہ فقیر کا حاضر ہونا بہت قلیل ہے اور سب کے سب کا فقیر لور شریف پہنچنا دشوار ہے آپ سے

تعلیم پاکر کماحقہ فیض حاصل کریں۔ تاکہ دوری کی وجہ سے محروم نہ رہیں۔ سب ایک چشمہ کا فیض ہے جو تمام لبریز ہوجائیں گے۔ ہاں آنا ضرور خیال رکھیں کہ جس کو آپ لائق اور کامیاب سمجھیں کہ اس کو اجازت دینا مناسب ہے۔ آپ اس کو فقیر پور شریف روانہ فرمائیں۔ تاکہ اس کی استعداد اور لیاقت دیکھ کر اگر کچھ کمی ہوگی تو پوری کر کے اجازت دیجائے گی۔ ایسا نہ ہو کہ جلدی کرنے میں سلسلۂ عالیہ کی شکایت ہوجائے۔

مکرر آنکہ جناب مولانا مولوی برہان الدین صاحب کے ساتھ حتی المقدور کوشش فرمائیں اور سلوک باقاعدہ اور ہر مقام پر توجہ ہونی چاہیئے۔ تاکہ خالص توجہ اللہ تعالیٰ ہو۔ تھوڑی تحریر کو کافی خیال فرمائیں۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بخدمت مولوی برہان الدین صاحب و سید عبدالجلیل صاحب و عبدالشکور تمام جماعت اہل الذکر کو السلام علیکم۔ بخدمت مولانا کلیم الرحمٰن صاحب السلام علیکم۔ مولوی صاحب موصوف کی خیریت کا احوال آپ نے تحریر نہیں کیا۔ اب کیسی طبیعت ہے۔

از نور محمد سٹھاری جمیع اہل الذکر کو السلام علیکم

دعائیہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی بقلمہٖ

(۱۶) یہ مکتوب اعلیٰحضرت نے فقیر پور شریف سے شیخ معظم کے نام جب کہ آپ شہر غازی آباد میں مقیم تھے۔ تحریر فرمایا تھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایں جا خیر آں جا باد۔ خلاصہ اینکہ مکتوب آپکا پہنچا۔ احوال سے آگاہی ہوئی۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ الحمد للہ۔ اللہ پاک اس فیض عالی کو روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ مسکین آپ کے واسطے دعا طلب رہتا ہے اور آپ پر نظر رہا کرتی ہے۔ کوشش کرو۔ جہاں تک ہوسکے۔ ہمت کرو۔ اللہ ناصر ہے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ۔

اور مولوی عبدالرشید کے واسطے آپ کو خاص طور پر اجازت ہے اور یہ خاص مولوی صاحب کے لیئے ہے اوروں کے واسطے نہیں دیگر آپ نے پنکھے کی بابت جو لکھا تھا کہ انبالہ میں تیار ہو رہا ہے اس کی بابت تحریر کریں کہ مکمل ہوا ہے یا نہ ۔ اور آپ کو چاہیئے کہ یہاں سے روانہ ہو کر کلیانہ جائیں۔ لیکن یہاں دو تین دن رہ کر آگے چلیں۔ زیادہ نہ رہیں کہ یہ لوگ نو واقف ہیں اور جگہ کو آبادی و سیرابی ہو۔ لیعنی وہاں سے چل کر اجمیر شریف چند روز رہیں اور ان کو خلیفہ صاحب مولانا مولوی الہ دتہ صاحب کی ترغیب دیں۔ تاکہ لوگ مولوی صاحب مذکور کے آنے سے فیضیاب ہوں کہ اس قسم کی فہمائش کر دیں کہ ہمارے خاندانِ عالی کے فقراء و خلفاء محض للہ خدمتِ اسلام کو تیار رہیں۔ نہ کسی کے کھانے کے منتظر ہیں نہ عزت کے متلاشی فقط رضائے مولا پر بھوک کو برداشت کرنے والے زمین پر لیٹنے والے خدمتِ اسلام و اہلِ اسلام بجا لانے والے ہیں۔ تاکہ ان لوگوں پر گرانباری نہ ہو۔ وہاں سے چل کر احمد آباد اور سورت جائیں تاکہ ان لوگوں کو طریقہ عالیہ سے فیضیابی ہو۔ نہایت کوشش کریں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ پھر وہاں سے چل کر بمبئی پہنچیں۔ حتی الامکان سعی کریں تاکہ مسبب الاسباب کسی سبب سے آپ کو پار جانے کے واسطے رہنمائی کرے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

اس لیئے اے عزیزہ! اس مسکین کی آپ پر شب و روز نظر رہا کرتی ہے اور دعا طلب کرتا رہتا ہے۔ دیگر فقیرانِ انبالہ کے لیئے حاجی محمد یوسف صاحب کو روانہ کیا جائیگا ان کے واسطے انکی طرف تحریر کر دیں۔ کہ وہ لوگ حاجی صاحب موصوف سے ایک فیض سمجھ کر نفع حاصل کریں تاکہ ترقی فیض ہو۔ اور جواب دینے میں اس واسطے دیر ہوئی کہ چند روز یہ مسکین بیمار رہا ہے اور اب بحمداللہ عافیت

کلی حاصل ہوئی ہے الحمد للہ اور یہ مسکین اپنی جگہ رہے گا کہ مکانات بوسیدہ کی تعمیر کرائے گا جو صاحب اسی ماہ کے اندر آئے۔ اس جگہ آئیں وہ مل سکتے ہیں اس کے بعد ماہ رجب میں بجانب سکھر تیاری ہوگی وہاں سے شکارپور، دادو، حیدرآباد کا ارادہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہے بخدمت جمیع جماعت مولوی صاحبان و جمیع جماعت اہلِ ذکر السلام علیکم۔ اور اپنا احوال مفصل لکھا کریں۔ اور آپ کو معلوم ہو کہ جناب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے خط کے پتہ پر مدینہ طیبہ فقیرپور شریف تحریر فرمایا ہے۔

محمد فضل علی قریشی بقلم خود

(۱۷) از مکتیسر کماؤں ضلع نینی تال ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

بخدمت مصدر مکارم اخلاق حمیدہ، مظہر محاسن اشفاق چیدہ حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب دام رحمۃ اللہ علیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مع اصحابکم واحبابکم

سرفراز نامہ راحت بخش ہوا۔ مکاتیب چھپوانے میں یہ رائے ہے کہ وہاں فقیرپور شریف جاکر دوسرے مکاتیب حالات وغیرہ جمع کرکے اور نظرِ ثانی سے اصلاح کرکے جو حالات خلقِ خدا کو فائدہ بخش ہوں اور متنفر کرنے والے نہ ہوں۔ کوشش بلیغ کرکے چھپوائے جائیں بالفعل دیر کی جائے۔ جلدی کا کام نہیں اور ۱۶ ربیع الثانی بروز دوشنبہ کو اس جگہ مکتیسر سے روانہ ہوکر دہلی کو واپس جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ غیر مانع ۱۷ ربیع الثانی کو دہلی پہنچ جائینگے علیگڑھ میں ہیضہ کی افواہ ہے تو آپ دہلی میں ہمارے آنے تک مقیم رہیں۔

(۱۸) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مع احبابکم واصحابکم

۱۶ مکتیسر سے روانہ ہوئے۔ ۱۷ رکانسی پور جناب قاری صاحب حافظ

عبداللہ صاحب کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اُمید غالب کہ تین رات اس جگہ قیام ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۲۰ ربیع الثانی کو ساڑھے سات بجے کی گاڑی پر سوار ہوں گے اس جگہ سے شاید ۱۱ بجے مرادآباد سے سوار ہو کر آپ کی طرف روانہ ہوں گے۔ باقی جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ از شیخ غلام یاسین و حافظ عبداللہ صاحب و نور احمد سٹھاری، عبدالشکور و جماعت اہل ذکر کو السلام علیکم۔

(۱۹) عمدۃ الکاملین زبدۃ المحققین مولوی صاحب محمد عبدالمالک صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ مع احبابکم و اصحابکم

المرام آنکہ سرفراز نامہ پہنچا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ حسب الارشاد مع جماعت اہل الذکر دہلی کی تیاری مصمم و مستحکم مقرر ہوئی۔ انشاء اللہ یوم الخمیس نو بجے دن کے ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر علی الصباح جمعہ کے دن دہلی میں پہنچ جائیں گے باقی بخدمت مولانا مولوی عبدالغفور صاحب و مولانا عبدالقیوم صاحب بلکہ جمیع جماعت علماء و صلحاء اہل الذکر کو السلام علیکم معروض۔ از جماعت اہل الذکر احمد پوری بلکہ تمام اہل ذکر اس جگہ سے جمیع اہل ذکر دہلی کو تحیت تسلیمات معروض ہو۔ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ

محمد فضل علی قریشی عباسی بقلمہ

(۲۰) بخدمت فیضدرجت جناب خلیفہ صاحب قبول درگاہِ الٰہی باشند

بعد السلام علیکم معروض خدمت عالیہ باد کہ مشفقا! چند نفوسِ مستعار اینہارا در ذکر و عبادت مولیٰ تعالیٰ خرچ کنند جماعت را فہمائش دہند کہ جذب و حال و کشفِ اشیاء قیمتی اندا ما اصول و ضروری مُفید تر شریعتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم است و تقویٰ در شریعت بسیار تاکیدی امر است آیتہا در بارۂ تقویٰ در قرآن مجید موجود اند در ہمہ امور شرعیہ کوشاں باشند در ذکر اذکار مشغول باشند ہمہ جماعت

ملا تاکید است مولانا علی مرتضےٰ صاحب را اجازت است بطرف ہندوستان ہر جا کہ روانہ کنیند از طرف جماعت السلام علیکم جماعت ہر جائی را زیادہ والسلام۔

محمد فضل علی بقلم خود

(۲۱) حسب ذیل مکتوب اعلحضرت قطب الارشاد قریشی صاحبؒ نے شیخ معظم کے نام ارسال فرمایا تھا جب کہ شیخ معظم کلیانہ میں اقامت فرما تھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وعلیٰ من لدیکم من اصحابکم واحبابکم۔

المرام من الکلام والارقام آنکہ فرحت نامہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی جماعت کو ترقی وازدیاد محبت بخشے۔ فی الحال بخواست گاری عقیقہ فرزند مولوی خلیفہ خدا بخش صاحب میں غریب خانہ سے روانہ ہو کر بعد ادائے عقیقہ رفتہ رفتہ حافظ والا و لسوڑی وغیرہ سے آج بتاریخ ۱۶ رجب کو جلالپور میں پہنچے اس جگہ سے روانہ ہو کے فضل پور و بہاول پور گہلواں سے مسکین پور شریف اور رکنس وغیرہ سے ہوتے ہوئے بخواست گاری حاجی گل محمد صاحب ۲۷ رجب کو وہاں پر پہنچیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اس جگہ بڑی دھوم سے جلسہ ہو گا۔ یعنی مڈ راجنیا میں۔ چنانچہ اس میں جماعت کے مولوی صاحبان مولوی بشیر احمد صاحب مولوی نذیر احمد صاحب و مولوی نور الحسن صاحب وغیرہ شامل ہوں گے اور اس جگہ میں چند عورتیں لے کر واپس مسکین پور شریف آئیں گے اور چند ایام بخاطر تدابیر آبادی قیام کیا جائے گا۔ اگر کوئی صاحب آپ کی جماعت سے تشریف لائے۔ تو احمد پور میں دریافت کرنے سے ہمارے پاس پہنچ جائے گا اور مڈ راجنیا میں جلسہ دعوت شادی کا ہے۔ احیائے سنت سید الانام علیہ التحیۃ والسلام کی کوشش ہو رہی ہے۔ دربارۂ دعوات بموجب قوانین شرعیہ سالقہ کچھ قدر ایزاد کیا گیا ہے کہ حتی المقدور جمیع امور راحت و رنج بقوانین شرعیہ بموجب قدم بقدم اہل سلف مستقیم و محکم کئے جائیں۔ رسومات و بدعات کا قلع قمع

کیا جائے۔ لہذا آپ اور آپ کی جماعت بدل وجان احیائے سُنّت میں کوشش کریں۔ ذکر کی اور نماز کی اور اتباع سُنّت کی حتی الامکان کوشش فرمائیں اور تمام جماعت کو اس عاجز کے السلام علیکم عرض فرمائیں اور اس وقت جو جماعت ابھی موجود ہے آپ کو اور وہاں کی جماعت کو السلام علیکم عرض کرتی ہے منتظر ہوں۔

از جلال پور پیر والا ۱۷ رجب ۱۳۴۷ھ
محمّد فضل علی قریشی بقلمہ